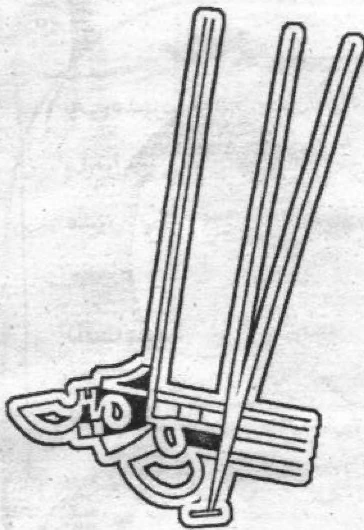

واتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی



ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

تعارف

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

افسانے

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: 81 ٹیپو ٹیرس، ہاکی کلب آف پاکستان، اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510



سرورق: عروج شمیم/فری ڈول .... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی، 74200 فون نمبرز 021-35620771/2

0300826424 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل: Info@naeyufaq.com

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
جون ۲۰۲۱ء کا شمارہ آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لیے حاضر ہے۔
جون 2021ء کا آنچل آپ کے ذوق مطالعہ کی نذر ہے۔
شجرکاری کا شوق صحت مند معاشرے کو پروان چڑھاتا ہے، کیونکہ شجر سے محبت انسانیت سے محبت ہے پھر یہ درخت آکسیجن مہیا کر کے ماحول کی آلودگی کو کم کرتے ہوئے ہماری زیست کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ شجرکاری نا صرف سنت رسول ﷺ ہے بلکہ ماحول کو خوب صورت اور دلکش بنانے کے ساتھ ساتھ زمین کی زرخیزی میں معاون و مددگار بھی ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں درختوں کو زمین کی زینت قرار دیا ہے۔ درختوں اور پودوں کی وجہ سے آسمان سے پانی برستا ہے، درختوں سے جان داروں کو آکسیجن ملتی ہے اور ہواؤں میں اعتدال پیدا ہوتا ہے اور درجہ حرارت میں کمی واقع ہوتی ہے۔ قارئین کرام وطن عزیز میں ہر طرف شدید گرمی، دھوپ اور لو کے تھپڑوں نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں لیکن سرسبز و شاداب گھنیرے درختوں کا سایہ تھکے ہارے مسافروں کو سکون و آرام عطا کرتا ہے۔
بقول شاعر

جس پیڑ کے سائے میں تھکن دور ہو میری
سوکھا ہی سہی مجھے درکار وہی ہے

بلاشبہ آنچل آپ کا ہر دلعزیز رسالہ ہے۔ دنیا بھر میں جہاں جہاں اردو زبان بولی، سمجھی اور پڑھی جاتی ہے وہاں آنچل کے قدر دان لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ڈھیروں خطوط، ای میلز اور سوشل میڈیا سے ملنے والے پیغامات آپ سب کی محبتوں کا ثبوت ہے یہ محبت بھرا رشتہ قارئین اور آنچل کے ساتھ پیار و خلوص سے گندھا ہوا ہے۔ الحمدللہ اس پیار و خلوص میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔
عیدالفطر کو گزرے ابھی کچھ ہی دن ہوئے ہیں۔ یقیناً آپ نے تمام احتیاطی تدابیر کے ساتھ عید کی خوشیاں منائی ہوں گی۔ بس اسی طرح احتیاط کا دامن تھامے رکھیں۔ ان شاء اللہ وبا کے یہ دن بھی ختم ہو جائیں گے۔ جون کے مہینے میں کچھ خاص دن بہت اہمیت کے حامل ہیں جو عالمی سطح پر منائے جاتے ہیں بیس جون کو فادرز ڈے منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد والد کے کردار کی عظمت کو خراج تحسین پیش کرنا ہے کیونکہ اس دنیا میں آپ کا باپ وہ واحد شخص ہے، جس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ آپ اس سے زیادہ کامیاب ہوں۔ لہٰذا اپنے والد جیسی عظیم ہستی کے لیے دعا کریں کہ اللہ انہیں صحت کامل، کامیابی اور اولاد کی طرف سے لاتعداد خوشیاں اور سکون عطا فرمائے آمین۔

مجھ کو چھاؤں میں رکھا اور خود جلتا رہا دھوپ میں
میں نے دیکھا ایک فرشتہ باپ کے روپ میں

مقام شکر ہے کہ آنچل میں چھپنے والی کہانیاں والدین کی عظمت اور ان کے کردار کی بلندی کے ساتھ ساتھ خاندانی رشتوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ آیئے مل کر دعا کریں کہ اللہ کرے وہ لمحے کبھی ختم نہ ہوں جن لمحوں میں ہمارے والدین مسکراتے ہیں آمین۔
اس ماہ کے ستارے:
طلعت نظامی، یاسمین نشاط، نزہت جبین ضیاء، حنا بشریٰ، آنسہ رانا۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

مدیرہ
سعیدہ نثار

حمد

تُو ہے کونین کا مالک میرے اللہ کیا لکھوں

میں حیران ہوں کہ کن الفاظ میں حمد وثنا لکھوں

زمین تا آسمان ہر شے پہ تیری حکمرانی ہے

تجھے قیوم مولا کبریا رب العلیٰ لکھوں

مجھے روزِ قیامت تیری بخشش پر بھروسہ ہے

ادھر اپنے گناہوں پر بھی شرمندہ ہوں کیا لکھوں

تو ناداروں کا داتا بے سہاروں کا سہارا

مقدس ذات کو ٹوٹے دلوں کا آسرا لکھوں

تیرا احسان کیا کم ہے محمد ﷺ سا نبی بخشا

میں تیرے بعد اپنے دل پہ نام مصطفیٰ لکھوں

تیری شانِ کریمی کے میں سو سو بار صدقے جاؤں

جو ہیں احسان مجھ ناچیز پر لا انتہا لکھوں

لطیف بے نوا کے حال پر اپنا کرم فرما

میں کس کلک شکستہ سے یہ حرفِ مُدعا لکھوں

پروفیسر لطیف ملک

نعت

آدم کے لیے فخر یہ عالی نسبی ہے

مکی مدنی ہاشمی و مطلبی ہے

پاکیزہ تر از عرش و سما جنتِ فردوس

آرام گہ پاک رسول عربی ﷺ ہے

آہستہ قدم نیچی نگاہ پست صدا ہو

خوابیدہ یہاں رُوح رسول عربی ﷺ ہے

اے زائر بیت نبوی ﷺ یاد رہے یہ

بے قاعدہ یاں جنبشِ لب بے ادبی ہے

کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبی ﷺ کی

محبوبِ خدا ہے وہ' جو محبوب نبی ﷺ ہے

بجھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابر کرم آج

جو آگ میرے سینے میں مدت سے لگی ہے

علامہ سید سلیمان ندوی

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

در جواب آں

مدیرہ

اقبال بانو...... ملتان

پیاری بانو! سدا شاد رہو، پچھلے ماہ ہم نے آپ کے شوہر نامدار کے لیے دعائے صحت کا کہا تھا قارئین سے اور جب پرچا شائع ہوکر آیا تو اس کے ساتھ ہی آپ کے جیون ساتھی کے بچھڑ جانے کا سن کر ہم سکتے میں رہ گئے اور دعا گو ہوئے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو ہمت وطاقت عطا فرمائے اور بھائی کی مغفرت وبخشش فرما کر آپ اور بیٹیوں کو صبر جمیل کی نعمت عطا فرمادے آمین۔

نگہت سیما...... چکوال

پیاری نگہت! سدا خوش رہو آپ کی تحریر آنچل کو سجا رہی ہے اور ہر قاری کے دل میں جگہ بنا رہی ہے۔ جس خوب صورتی سے آپ کرداروں کو لے کر چل رہی ہیں اور منظر نگاری کر رہی ہیں یقیناً یہ تحریر بھی ہمیشہ کی طرح یادگار ثابت ہوگی، قاری بھی اسی وجہ سے آپ کو پسند کرتے ہیں اور بار بار پڑھنا چاہتے ہیں۔ فرخندہ، ملتان تک آپ کی شکر گزاری کے الفاظ ان سطر کے ذریعہ پہنچ جائیں گے اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے قلم میں مزید روانی عطا فرمائے آمین۔

اقرأ صغیر احمد...... کراچی

پیاری اقرأ! سدا سہاگن رہو، "زہر عشق" سے آپ آنچل کے قارئین پر سحر طاری کیے ہوئے ہیں۔ ہر قسط کا بے صبری سے انتظار رہتا ہے، پر ایک طرف قاری صفحات کی کمی کی شکایت بھی کر رہے ہیں کیونکہ زیادہ سے زیادہ وہ آپ کی تحریر کو پڑھنا چاہتے ہیں۔ آپ طبیعت کی ناسازی کے باعث کم صفحات لکھ پا رہی ہیں، اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے، آمین۔ اس بار آپ طبیعت کی ناسازی کی بناء پر قسط نہیں لکھ پائیں ان شاء اللہ آئندہ ماہ آپ زیادہ صفحات کے ساتھ شریک محفل رہیں گی۔

نبیلہ ابر راجا...... کراچی

پیاری نبیلہ! سدا سہاگن رہو، والدین اللہ سبحان وتعالیٰ کی ایسی نعمت ہے، جس کا کوئی نعم البدل نہیں، جس طرح محبت اور شفقت سے وہ اولاد کی پرورش کرتے ہیں ایسے کوئی نہیں کرسکتا اور اس بات کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب ہم خود اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں یا پھر وہ دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں۔ اس لیے ہر اولاد چاہتی ہے کہ ان کے والدین کا سایہ ان کے سر پر تادیر قائم رہے صحت وتندرستی کے ساتھ اور ان کو ملنے والی تکلیف کا سامنا بھی وہ خود کریں۔ پر یہ قدرت کا قانون ہے جو اس دنیا میں آیا ہے وہ اپنی عمر پوری کرکے چلا بھی جائے گا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے والد کے درجات بلند فرمائے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما کر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

صدف ریحان گیلانی...... لاہور

پیاری صدف! سدا سہاگن رہو آنچل کے قارئین آپ کی تحریر پڑھنے کے لیے بے قرار ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ آپ جلد ہی آنچل کے لیے کچھ لکھ کر بھیجیں گی۔ آپ کی نند کے انتقال کا سن کر بے حد دکھ ہوا اور ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کی مغفرت وبخشش فرما کر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

سدرۃ المنتہیٰ جیلانی...... حیدر آباد

پیاری سدرہ! سدا مسکراتی رہو، آپ کی نئی کتاب "اک جہاں اور ہے کا نیا چھاپہ" کتابی صورت میں بازار میں دستیاب ہے کا سن کر بے حد خوشی ہوئی، ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو سدا کامیابی عطا فرماتا رہے آمین۔

سباس گل...... رحیم یار خان

پیاری سباس! سدا شاد رہو، آپ کی نئی کتاب "حرف گل" شائع ہوکر بازار میں دستیاب ہے کا سب کر خوشی ہوئی اور ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو سدا کامیابی وکامرانی عطا فرماتا رہے آمین۔

افسر سلطانہ...... کراچی

پیاری افسر! سدا شاد رہو، اللہ سبحان وتعالیٰ کے حکم سے آپ والد جیسی انمول نعمت سے محروم ہوگئی ہیں ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کی مغفرت وبخشش فرما کر آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

روبینہ شریف...... دبئی

پیاری روبی! سدا سہاگن رہو، رمضان المبارک کے بابرکت ماہ میں اللہ سبحان وتعالیٰ کے حکم سے آپ اپنے والد کے

سایہ سے محروم ہوگئی ہے سن کر دکھ و افسوس ہوا ہم دعا گو ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کی مغفرت و بخشش فرما کر آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

صائمہ شیر علی...... رحیم یار خان

پیاری صائمہ! خوش وآباد رہو، یقیناً یہ سرپرائز ہی تھا جس کی وجہ سے آپ کو مسرت ہوئی۔ تحریر میں کہیں جھول نہیں تھا اور پھر مختصر موضوع کو قلم بند کرنا مشکل ہوتا ہے جس کی آپ نے کوشش کی اور کامیاب ٹھہریں۔ اب یونہی لکھتی رہیے گا کیونکہ مشکل کے بعد ہی آسانی ہے۔ بڑے بڑے مصنف اس پل صراط سے گزرے ہیں اور نام بنایا ہے امید ہے آپ بھی اپنی الگ پہچان بنالیں گی۔ آپ کی تحریر "مشعل راہ" کا ہی عنوان تبدیل کر کے حجاب میں شامل کی ہے۔

کنزیٰ رحمان...... فتح جنگ

پیاری کنزیٰ! جگ جگ جیو، آپ کا خط موصول ہوا مختصر ملاقات میں آپ نے "کروں سجدہ ایک خدا کو" کے حوالے سے پوچھا ہے۔ یہ ناول کتابی صورت میں آ گیا ہے آپ لاہور کے اردو بازار سے حاصل کر سکتی ہیں۔ یقیناً یہ ناول آپ کے شہر کے اردو بازار میں بھی ہوگا وہاں سے بھی لے سکتی ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

گل کشف...... فیصل آباد

پیاری گل! سدا آباد رہو، آپ کا خط موصول ہوا آنچل آپ کا اپنا پرچا ہے، اس کو آپ نے اپنی نگارشات سے سجانا ہے اور کوشش کریں کہ انتخاب بہترین ہو تاکہ آپ کی الگ پہچان بنے اس بار لاک ڈاؤن کی وجہ سے ڈاک تاخیر سے موصول ہوئی اور کسی سلسلے میں شامل نہ ہو سکیں سنبھال کر رکھ لی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ ماہ شامل کرلیں گے۔

ایمن غفور...... خانیوال

پیاری ایمن! سدا مسکراؤ، آپ کا خط موصول ہوا اور جواب بھی حاضر ہے۔ یہ آپ کا اپنا پرچا ہے اس کو سجانا بھی آپ سب نے ہی ہے۔ محبت کا جواب محبت سے مل جائے تو کیا ہی بات ہے آج کل یہ ہی نایاب ہے، نفرت تو عام ہے اور اس نے ہر انسان کو دوسرے انسان سے دور کر دیا ہے۔ ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ خود چاہے تکلیف میں ہی کیوں نہ ہوں آپ سب کو محبت سے جواب دیں۔ کہیں کوتاہی ہو جاتی ہے اور قارئین ناراض بھی ہو جاتے ہیں اور لکھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ کیا کہیں کیسے منائیں سمجھ نہیں آتا۔ آپ کی آمد بہار کے موسم میں خوشگوار جھونکے کی طرح محسوس ہوئی، امید ہے یہ سلسلہ برقرار رہے گا۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ آپ کی تحریر آنچل و حجاب کے معیار پر پوری نہیں اتر پائی۔ ابھی کوشش جاری رکھیں اور مطالعہ وسیع کریں۔

اسماء لودھی...... وہاڑی

پیاری اسماء! سدا آباد رہو، آپ کا خط موصول ہوا اور جواب حاضر ہے۔ یقیناً بہت مشکل ہوتی ہے کہانی اور خط پوسٹ کرنے میں اور اس کے ساتھ انتظار کی گھڑیاں بھی تکلیف دیتی ہیں پر کیا کریں کہ ڈاک کا نظام کچھ اتنا اچھا نہیں کہ بروقت ڈاک موصول ہو جائے اور کبھی تو ملتی ہی نہیں پھر شکایت بھی ہم سے کہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دی جبکہ ایسا نہیں ہے ہر کہانی کو پڑھ کر جواب دیا جاتا ہے۔ آپ کے خط سے تو لگ رہا ہے کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے۔ تھوڑی محنت کریں اور مطالعہ وسیع کریں نامور افسانہ نگار کے افسانوں کا بغور مطالعہ کریں امید ہے لکھنے میں بہتری آئے گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی مشکلوں کو آسان کرے آمین۔ آپ کی تحریر "احصر" جگہ بنانے میں ناکام ٹھہری۔

سمیرا نصیب گجر...... لاہور

پیاری سمیرا شاد و آباد رہو، آپ کی جانب سے تحریر "آغوش عشق" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ لڑکی غریب ہے پھر اس کو ایک آفس میں نوکری مل جاتی ہے اور باس اس کو پسند کرنے لگتا ہے اختتام میں شادی۔ عموماً کہانیوں میں ایسا ہی ہوتا ہے پر آپ کی تحریر میں احساسات کی کمی تھی جس کی وجہ سے تحریر جگہ بنانے میں

انا للہ وانا الیہ راجعون o

بڑے دکھ کے ساتھ بہنوں کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ ہماری پیاری لکھاری بہن "ریمل آرزو" حکم ربی سے رحلت فرما گئی ہیں۔ ادارہ آنچل بہن ریمل آرزو کے اہل خانہ کے غم میں برابر کا شریک ہے اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ مرحومہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اعلیٰ علیین میں شامل فرمائے، اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت و بخشش کی درخواست ہے۔

ناکام ٹھہری۔ اپنا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع کریں تاکہ لکھنے میں بہتری آئے۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی

پیاری فائزہ! سدا سہاگن رہو، آپ آنچل کی پرانی قاری ہیں اور اب پیا گھر سدھار گئی ہیں۔ ہماری جانب سے مبارک باد قبول کریں۔ امید ہے کہ آنچل اور آپ کا ساتھ قائم رہے گا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو دائمی خوشیوں سے نوازے آمین۔

گلشن چودھری...... گجرات

پیاری گلشن! سدا مسکراتی رہو، غزل اگر معیاری ہو تو اپنی جگہ بنا لیتی ہے اور اگر غیر معیاری ہو تو پھر ردی کی ٹوکری کی نذر ہو جاتی ہے۔ آپ کی شاعری کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا ہے۔ ہمارا آنچل ان شاء اللہ باری آنے پر شائع کر دیں گے۔

ہما خان...... کوٹ رادھا کشن

پیاری ہما! سدا آباد رہو، آپ کی جانب سے دو تحریر "پٹیوں والی گلی" اور "ہاجرہ بیگم" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اپنا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع کریں اور ایک سطر چھوڑ کر صاف لکھائی میں لکھیں تاکہ پڑھنے میں آسانی ہو، امید ہے مایوس ہونے کے بجائے محنت کریں گی۔

ربعیہ فاطمہ...... تونسہ شریف

پیاری ربعیہ! جیتی رہو، گھر کی رونق بزرگوں سے ہوتی ہے، ان کی روک ٹوک وقتی طور پر بری تو لگتی ہے پر ان کے جانے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ وہ ہمارے بھلے کے لیے ہی نصیحت کر رہے تھے۔ آپ کی دادی کی رحلت کا جان کر دعا گو ہوئے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، آمین۔ یقیناً آپ کے لیے یہ دکھ کی گھڑی ہے اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔

اقرأ اکبر شاہ...... ہجرہ شاہ مقیم

پیاری اقرأ! شاد رہو، زندگی بہت ظالم ہے۔ اس بات کا اندازہ آپ لگا سکتی ہیں ایک ساتھ دو بڑے سانحہ آپ پر گزرے ماموں اور آپی کا انتقال یقیناً آپ کو دکھ میں مبتلا کر گیا ہوگا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے ماموں اور آپی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔

مہرین کنول...... کراچی

پیاری مہرین! سدا مسکراتی رہو، آپ کی جانب سے تین تحریریں "عید کرونا"، "منگل بازار" اور "نادان کا اٹل فیصلہ" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آنچل وحجاب کے معیار پر پوری نہیں اتریں۔ آنچل وحجاب کا بغور مطالعہ کرکے تحریر ارسال کریں۔

جویریہ مریم...... جگہ نامعلوم

پیاری جویریہ! سدا آباد رہو، آپ کی جانب سے تحریریں اور ایک خط موصول ہوا جس میں آپ نے لکھا ہے کہ پتا ارسال نہیں کر سکتی۔ در جواب آں کے اختتام پر ایک باکس شائع ہوتا ہے جس میں تحریر کے ساتھ مکمل پتا بھی ارسال کرنے کا درج ہے تاکہ خط کا جواب دیتے ہوئے آپ کے شہر کا نام لکھا جا سکے تحریریں پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اپنے مطالعہ میں نامور افسانہ نگاروں کے افسانے شامل کریں تاکہ لکھنے میں بہتری آئے امید ہے تشفی ہوئی ہوگی۔

سحرش خان...... سرگودھا

پیاری سحرش! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے دو تحریریں "اپنی اپنی حد" اور "لوٹ آؤ" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اپنا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع کریں۔ میاں، بیوی کے درمیان اور بھی بہت سی باتیں ہوتی ہیں جن پر جھگڑا ہوتا ہے آپ نے محبت کی شادی دکھائی اس میں مرد کو جھوٹا کرنا ہی پڑتا ہے اس کی یک طرفہ محبت تھی۔ اپنے مطالعے میں نامور افسانہ نگاروں کے افسانے شامل کریں تاکہ لکھنے میں بہتری آئے۔

شفاء سعید...... بلوچستان

پیاری شفاء! سدا مسکراؤ، آپ کی جانب سے تحریر "ان فاصلوں کے احاطے نہ تھے" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کا مطالعہ کمزور ہے۔ مغل لڑکی کے لیے مغل لڑکا تلاش کیا جا رہا ہے جیسے سید گھرانوں میں ہوتا ہے یا پھر راجپوت گھرانوں میں اب بھی یہ روایات باقی ہے۔ کسی اور موضوع کا انتخاب کرکے تحریر ارسال کریں۔

کائنات شمشاد...... ٹنڈو جام

پیاری کائنات! مسکراتی رہو، آپ کی جانب سے تحریر "حجاب" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ تحریر نامکمل ہے۔ لڑکی حجاب کرنا چاہتی ہے پر شوہر منع کر دیتا ہے اور پھر والدین کے سمجھانے پر وہ حجاب کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ مختصر تحریر ہے اس میں حالات وواقعات اور شامل کریں تاکہ تحریر میں دلچسپی پیدا ہو۔

مہناز محمد علی...... میرپور خاص

پیاری مہناز! جیتی رہو، آپ نے اپنی خاموشی توڑ کر بہت اچھا کیا۔ ہمیں بھی آپ سے ملاقات کا موقع ملا۔ ڈاک تاخیر سے موصول ہوئی اس لیے آئینہ میں جگہ نہیں بنا سکی اور ہم نے یہاں شامل کرلیا۔ اب کیا کہیں کہ ڈاک کا نظام ہی ایسا ہے آنچل کو پسند کرنے کا شکریہ امید ہے آئندہ بھی آتی رہیں گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عدیلہ چودھری...... لوکلڑہ

پیاری عدیلہ! سدا خوش رہو، آپ کی جانب سے تحریر "بے حیائی" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ اس طرح کے موضوع آنچل و حجاب میں شائع نہیں ہوتے۔ تحریر بھی بہت مختصر ہے۔ اس میں حالات اور واقعات شامل کرکے نئے افق کی ای میل پر بھیج دیں اگر قابل اشاعت ہوئی تو باری آنے پر شائع کردی جائے گی۔

میمونہ صدف...... راولپنڈی

پیاری میمونہ! سدا مسکراتی رہو، والدہ بیٹی کی پہلی سہیلی ہوتی ہے اور تربیت کرنے والی استاد بھی اس لیے بیٹی ماں کے ہی زیادہ قریب ہوتی ہے اور اپنی ہر بات آسانی سے ان سے کربھی لیتی ہے۔ آپ کی والدہ کی رحلت کا پتا چلا دعا گو ہوں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، آمین، قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

غزالہ جلیل راؤ...... لوکلڑہ

پیاری غزالہ! سدا سہاگن رہو، والد زمانے کے سرد و گرم سے اپنی اولاد کو محفوظ رکھتے ہیں اور اگر ان کا سایہ حکم ربی سے اٹھ جائے تو انسان خود کو تپتے ریگستان میں محسوس کرتا ہے اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ آپ کے والد کی رحلت کا پتا چلا دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین۔

جویریہ عزیز...... ساہیوال

پیاری جویریہ! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے تحریر "حجاب مومن سے زندگی" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو محنت کی ضرورت ہے لڑکی پردہ کرتی ہے دوسری لڑکی اس کا مذاق اڑاتی ہے اور پھر ایک کتاب پڑھ کر اس کی زندگی تبدیل ہوجاتی ہے۔ آنچل وحجاب تفریحی پرچے ہیں ان کا بغور مطالعہ کریں اور پھر قلم اٹھائیں امید ہے مایوس ہونے کے بجائے محنت جاری رکھیں گی۔

دلکش مریم...... چنیوٹ

پیاری دلکش! سدا سہاگن رہو، کافی عرصہ سے آپ آنچل کی محفل میں غیر حاضر ہیں۔ غالباً ناراض ہیں آپ کی جانب سے ڈاک تاخیر سے موصول ہوتی تھی اور آنچل میں جگہ نہیں بنا پاتی تھی، جس کی وجہ سے آپ کو شکایت رہی اور پھر آپ نے مایوس ہوکر لکھنا ہی چھوڑ دیا یہ تو غلط بات ہوئی ناں، آپ لکھیں ان شاء اللہ تعالیٰ اب شکایت نہیں ہوگی۔ امید ہے آئندہ ماہ محفل میں شامل ضرور ہوں گی۔

فرحت انصاری...... ملتان

پیاری فرحت! سدا مسکراؤ، آپ کی جانب سے تحریر "تم ہی سائبان ہو" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ روایتی محبت کا موضوع ہے اور بے جا طوالت سے تحریر میں دلچسپی نہیں رہی ہے۔ آپ مختصر موضوع پر قلم بند کرنے کی کوشش کریں تاکہ کہانی پہ گرفت کرسکیں اور دلچسپی بھی قائم رہے، اس تحریر کے لیے معذرت۔

سونیا اداس...... جگہ نامعلوم

پیاری سونیا! جگ جگ جیو، کرونا وائرس نے دنیا کا نظام متاثر کردیا ہے، ہر چیز اپنی جگہ ٹھہر گئی ہے اور ایک خوف سا طاری ہے۔ بھارت کا جو حال ہے وہ، ہم سب کے سامنے ہے اللہ سبحان وتعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔ اب تو یقیناً آپ کی ناراضی دور ہوگئی ہوگی کہ آپ کا نا صرف خط شامل کیا بلکہ ہمارا آنچل میں بھی آپ کو جگہ دی یہ آپ کے ہی پرچے ہیں، آپ کی آمد کا انتظار رہتا ہے۔ آپ اپنی نگارشات سے سجاتے بھی ہیں امید ہے آئندہ ماہ آپ دیگر سلسلوں میں شامل ہوں گی۔

نین تارا قریشی...... مظفر گڑھ

پیاری نین تارا! سدا آباد رہو، آپ کی جانب سے تحریر "رحمت نصیباں دی" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ بچی کہاں سے آئی اور کس کی تھی اس بات کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ وہ میاں بیوی جن کی اپنی اولاد نہیں وہ بچی کی پرورش کرتے ہیں اور پھر اس کی شادی کردیتے ہیں ان باتوں نے تحریر کو کمزور کردیا ہے۔ اپنا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع کریں نامور افسانہ نگار کے افسانوں کا بغور مطالعہ کریں تاکہ لکھنے میں بہتری آئے امید ہے مایوس ہونے کے

بجائے کوشش جاری رکھیں گی۔

سحرش ریاض...... بھاولپور

پیاری سحرش! اسدا مسکراؤ، آپ کی جانب سے تحریر ''کشمکش'' موصول ہوئی تحریر میں جھول ہے۔ جس کی وجہ سے جگہ بنانے میں ناکام رہی۔ اپنا مطالعہ وسیع کریں اور نامور مصنفین کے افسانوں کو بغور پڑھیں تاکہ لکھنے میں بہتری آئے امید ہے کوشش جاری رکھیں گی۔

قابل اشاعت:۔

دردِ محبت، انوکھی شادی، اسم اعظم، دائرہ، حسن نظر، گڑھتی۔

ناقابل اشاعت:۔

ہاجرہ بیگم، محرم، آغوش عشق، پٹیوں والی گلی، عید کا چاند اور اقرار، حجاب مومن سے زندگی، بے حیائی، لوٹ آؤ، ذرا سا خلوص، دل کو رہائی دے، احساس، مشکل کے بعد آسانی، ان فاصلوں کے احاطے نہ تھے، وہ اپنا سا، رات کا دکھ، کانچ کے رشتے، رحمت نصیباں دی، حجاب، کشمکش، دس منٹ، تحفہ عید، بلا عنوان، تجھے کیا ملا دل جتلا، خار راہ گلاب ہوئی، روشنی، شہاب ثاقب، اختلاف، نادان کا اٹل فیصلہ، منگل بازار، عید کرونا، رسموں رواج کی خاطر، چلوتم کو بتاتے ہیں، الحصر، انا کے رشتے، نیت، رمضان کی تیاری، تیرے بعد، مکافات، اداسی، سفید پھول کے رنگین آنسو، قسمت کا لکھا، میں حسین ہوں، دو دوستوں کی کہانی، ادھورا سجدہ، جھونپڑی، اب نا جانا، ہوا پھریوں، ہر جائی، ملن، منی آپا ادھورا سجدہ، بیٹی، تم ہی سائبان ہو، مکافات عمل، کالا عبایہ۔



مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام، پتا اور رابطہ نمبر خوشخط تحریر کریں۔

☆ کہانی ای میل کرنے کے لیے ایمیج کی فائل ہو، ایم ایس ورڈ کی فائل میں اردو میں لکھیں تحریر ہونی چاہیے یا یونی کوڈ پر ہو۔ کہانی کے نام سے فائل کا نام رکھنا ہوگا۔ کہانی کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخر میں اپنا پورا نام، مکمل پتا اور رابطہ نمبر بھی لکھنا ہوگا۔

☆ ای میل چاہے کہانی کی کرنی ہو یا مستقل سلسلوں میں ہمیشہ نیو ای میل کا انتخاب کریں اور سبجیکٹ میں کہانی اور سلسلے کا نام لکھیں۔ جوابی میل پر کچھ بھی ای میل نا کریں اگر جوابی میل پر کچھ بھی ای میل کیا جائے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ editor_aa@naeyufaq.com

☆ ای میل پر کہانی یا مستقل سلسلے میں شرکت کے لیے اسکین، امیجز، رومن یا پی ڈی ایف قابل قبول نہیں ہوتی۔

☆ دیگر سوشل ایپ پر بھی کہانی یا سلسلوں کی کوئی بھی چیز قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک یا کوریئر کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 81 نیپئر بیرکس، ہاکی کلب آف پاکستان اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

دانش کدہ

سورۃ القدر

مشتاق احمد قریشی

یہودیوں کا ایک گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے کہا اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے سوالوں کے صحیح جواب دے دیے تو ہم ایمان لے آئیں گے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے ان کے تمام سوالوں کے درست اور صحیح جواب دے دیے تو انہوں نے آخر میں یہ سوال کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی لے کر کونسا فرشتہ آتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''حضرت جبرائیل علیہ السلام'' یہ جواب سن کر یہودی جل بھن گئے اور ایک واہیات قصہ گھڑ کر کہ جبرائیل (علیہ السلام) تو ہمارے پرانے دشمن ہیں کیونکہ وہ تو ہمیشہ اللہ کا عذاب ہی لاتے رہے ہیں ان کے ہاتھوں بنی اسرائیل ہمیشہ تباہ و برباد ہوتے رہے ہیں۔ چونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تعلق حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہے اس لیے ہم ایمان نہیں لاسکتے' ہاں اگر حضرت جبرائیل کے بجائے حضرت میکائیل علیہ السلام وحی لاتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے۔ کیونکہ حضرت میکائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ فرشتے ہیں جو بارش' تروتازگی اور انسانوں کے لیے خوشی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ یہودیوں نے یہ واہیات دلیل محض اس لیے گھڑی تھی کہ وہ ایمان نہیں لانا چاہتے تھے وہ تو شدید حسد کا شکار تھے کہ یہ نبی بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل سے کیسے مبعوث ہوا ہے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ نبوت کا سلسلہ تو صرف بنی اسرائیل کے لیے ہی وقف ہے کسی اور قوم میں کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا۔

جب انسان یا انسانوں کا کوئی گروہ حسد بغض میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی جانب سے بڑی بڑی حماقتیں سرزد ہوتی رہتی ہیں ایسی ہی حماقت انگیز باتیں بنی اسرائیل کا یہ گروہ کررہا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام جن کے بارے میں اہل یہود کا یہ کہنا تھا کہ ان کے دشمن ہیں سراسر غلط اور دروغ بیانی پر مبنی تھا کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کوئی انسان تو نہیں کہ وہ کسی سے ذاتی طور پر دشمنی کرسکیں یا کسی کے ساتھ اپنی مرضی و اختیار سے دوستی کرسکیں۔ ان میں تو ایک فرشتہ ہونے کی وجہ سے سرے سے یہ قدرت ہی نہیں ہے کہ وہ کوئی کام از خود اپنی مرضی و اختیار سے کرسکیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ نہ حضرت جبرائیل اور نہ ہی کوئی اور فرشتہ' فرشتہ ہونے کے ناطے یا وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکامات سے سرتابی کرہی نہیں سکتا وہ تو وہی کرتے ہیں جس کا انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ حکم دیتا ہے۔ (ارادے کا اختیار تو صرف انسان کو یا جنوں کو ہی حاصل ہے۔ انہیں بھی صرف ارادے کا اختیار حاصل ہے عمل کا نہیں)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نہ تو ذاتی رجحان رکھتے تھے اور نہ ہی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب واطہر پر قرآن کریم اپنی ذاتی کوشش و ارادے سے نازل کیا تھا' وہ تو صرف حکم الٰہی کو ہی نافذ کرنے والے تھے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر قرآن عظیم کے نزول کا کام اللہ کے حکم کے مطابق ہی کیا ہے۔ اسی بات کی وضاحت اس آیت میں کی گئی ہے۔ اس آیت کے بعد آنے والی آیات میں

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور رسول آخرالزماں کو تسلی اور حوصلہ دے رہا ہے کہ آپ کفار و مشرکین کی باتوں سے پریشان نہ ہوں جیسا کہ ارشاد ہو رہا ہے۔

ترجمہ: (تو اللہ بھی اس کا دشمن ہے) جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہو ایسے کافروں کا دشمن خود اللہ ہے۔ اور یقیناً ہم نے آپ کی طرف روشن دلیلیں بھیجی ہیں۔ جن کا انکار سوائے بدکاروں کے کوئی نہیں کرتا۔ (البقرة۔۸۹۔۹۹)

ان آیاتِ الٰہیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ اسباب کھول کر بیان فرمادیے ہیں کہ جن کی وجہ سے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی اُن واضح آیات کا انکار کررہے تھے جو خود ربّ کریم کی جانب سے نازل کی گئی تھیں۔ وہ لوگ جو ان آیاتِ الٰہیہ کا انکار کررہے تھے وہ لوگ تو فسق و فجور میں مبتلا تھے۔ اُن کی فطرت ہی بگڑی ہوئی تھی۔ کیونکہ فطرتِ سلیمہ کے لیے تو ان آیاتِ الٰہیہ پر ایمان لانے کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔ کفار نے جو رویہ اختیار کرلیا تھا اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ قرآن کریم کی آیات میں دلائل کی کمی تھی یا کچھ نقص تھا بلکہ اصل سبب تو یہ تھا کہ ان کی فطرت ہی میں فسق و فجور تھا۔ وہ بگڑی ہوئی فطرت کے لوگ تھے۔

ان آیات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمادیا ہے کہ یہودی جو یہ کہتے تھے کہ حضرت میکائیل (علیہ السلام) ہمارے دوست ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ سب میرے مقبول فرشتے ہیں جو ان کا یا ان میں سے کسی ایک کا بھی دشمن ہے وہ اللہ کا بھی دشمن ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی رکھی اس نے میرے ساتھ اعلان جنگ کیا'' (صحیح بخاری) گویا اللہ کے کسی ایک ولی (دوست) سے دشمنی سارے اولیاء اللہ سے بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے بھی دشمنی ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ اولیاء اللہ کی محبت اور ان کی تعظیم نہایت ضروری ہے اور ان سے بغض و عناد اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے خلاف اعلان جنگ فرمارہا ہے۔ اب یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ جیسا کہ سورۂ یونس کی آیات ۶۲ اور ۶۳ میں ارشاد ہوا ہے ''یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں' ان آیاتِ الٰہی سے واضح ہوگیا کہ اولیاء سے مراد وہ سچے اور مخلص اہلِ ایمان ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کی اور تمام برائیوں' گناہوں کے کاموں سے خود کو بچا کر رکھا اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب رہے۔

آیاتِ الٰہیہ میں یہودیوں کے رویوں کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ ان کی صفات رذیلہ میں یہ صفت جو بیان کی گئی تھی کہ وہ لوگ آپس میں بھی مختلف خواہشات رکھتے تھے لیکن اس سب کے باوجود اُن میں ایک قدر مشترک یہ بھی تھی کہ وہ اپنے تعصب میں اگر کسی ایک رویے پر جم جاتے تو وہ اسی پر جمے رہتے تھے وہ اپنے کیے ہوئے معاہدوں کی بھی پابندی نہیں کرتے تھے وہ اپنے ذاتی مفادات اور اجتماعی مفادات میں انتہائی خود غرض تھے۔ وہ اس بات کو قطعی پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کے سوا بھی کسی کو ان سے افضل و ممتاز سمجھا جائے اور اُسے اللہ کا فضل نصیب ہو۔ وہ اپنے اجتماعی اور انفرادی معاہدوں کی بھی پابندی نہیں کرتے تھے اور اپنے مفاد میں انہیں توڑ دیا کرتے تھے جبکہ اسلام نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

تاریخ اسلام میں خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک واقعہ درج ہے کہ ان کی خلافت کے دور میں ان کی افواج کے کمانڈر انچیف حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ

عراق کے ایک گاؤں والوں کو ہمارے ایک غلام نے امان دے دی ہے۔ اب ہم ان کے ساتھ کیا معاملہ کریں؟ اس پر خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب ارسال فرمایا کہ ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے معاہدے کی پابندی کرنے کو ایک عظیم فریضہ قرار دیا ہے' جب تک آپ لوگ اپنے عہد کو پورا نہ کریں گے اس وقت تک آپ کو اللہ کا وفادار نہیں کہا جا سکتا۔'' چنانچہ اس جواب پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کرتے ہی اس گاؤں کے باشندوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ یہ تھی صفت ایک اصول پرست راست باز جماعت کی جو دینِ حق دینِ اسلام کو ماننے والی اس پر عمل کرنے والی جماعت تھی۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ بدکردار یہودیوں کے اخلاق اور راست باز مسلمانوں کے اخلاق کے درمیان کیا فرق ہے۔ یہودی صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو ہی برا نہ کہتے تھے بلکہ وہ ظالم لوگ تو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھی برا بھلا کہتے اور گالیاں دیتے تھے۔ ان کے مطابق حضرت جبرائیل علیہ السلام رحمت کے نہیں بلکہ عذاب کے فرشتے تھے۔ دراصل وہ حضرت جبرائیل کو گالیاں اس لیے دیتے تھے کہ وہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل کرنے کے لیے کیوں لے کر آئے تھے حالانکہ اگر وہ غور وفکر کرتے حقیقت کا ادراک کرتے تو ان پر یہ حقیقت واضح ہوجاتی کہ قرآن مجید تو سراسر تورات کی تائید کرنیوالی کتاب ہے اس نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو وہ خود اپنی کتاب تورات کی بھی نفی کررہے ہوتے تھے اس طرح تو ان کی گالیوں میں تورات بھی حصہ دار ہوئی۔

دراصل یہودیوں کا سارا غصہ اور بغض اس لیے بھی تھا کہ وہ چاہتے تھے یا انہیں گمان تھا کہ آنے والا وہ نبی جس کی بشارت تورات اور انجیل میں دی گئی ہے ان ہی کی قوم میں پیدا ہوگا مگر جب نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں پیدا ہوئے تو وہ انہیں اس لیے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوئے کیونکہ بنی اسرائیل قوم صرف اپنے آپ کو ہی ہر طرح کے فضل الٰہی اور رسالت ونبوت کا اہل سمجھتی تھی باقی تمام قوم وقبائل ان کے اپنے مقابلے میں ہیچ تھے۔ اس لیے بھی ان کی مخالفت شدید تھی کہ آنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قوم کی جگہ دوسری قوم سے کیسے آئے اور فرشتے حضرت جبرائیل نے کیوں بنی اسرائیل کو چھوڑ کر کسی اور قوم کے فرد پر قرآن نازل کیا۔ شاید ان کا خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ کر نبی بھیجتا جب ایسا نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خود جسے چاہا نواز دیا تو وہ بگڑ گئے۔

القدر

ترجمہ: یقیناً ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں نازل کیا ہے۔ اور تم کیا سمجھو شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں (ہر کام) کے سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل) اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے' اور فجر کے طلوع ہونے تک (رہتی ہے)

اس سورۂ مبارکہ میں کل پانچ آیات ہیں جن میں تیس کلمات اور ۱۱۵ حروف ہیں۔ قرآن میں اس کا شمار ستانویں نمبر پر ہے جبکہ بحساب نزول اس کا شمار (۲۱) اکیس واں ہے۔ بیس سورۃ اس سے پہلے نازل ہوچکی تھیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب اور نبی آخرالزماں سے جس قدر محبت فرماتا ہے اس کو کوئی بھی کسی طرح الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفارِ مکہ نے طرح طرح سے تنگ کرنا اور پریشان کرنا شروع کیا' اور جیسا کہ پچھلے صفحات میں تفصیل دی جاچکی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت پر سرفراز ہونے کے بعد کیسے کیسے پریشان کرتے تھے اور قرآن کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ کسی اور سے لکھوا کر یا پرانے قصوں کو ترجمہ اور نقل کر کے بناتے ہیں اور یاد کر کے لوگوں کو سناتے ہیں' اللہ تبارک وتعالیٰ نے کفار ومشرکینِ مکہ کے اس الزام کے جواب میں یہ سورۃ نازل فرمائی اور ارشاد فرمادیا کہ یہ ''ہم نے نازل کی ہے'' اس سے یہ بات صاف ہوگئی کہ یہ کلام کسی بندے کا نہیں بلکہ خالقِ دوجہاں ربّ العالمین کا کلام ہے تاکہ نہ صرف کفار ومشرکین کے منہ بند ہوجائیں اور مسلمانوں کے دلوں میں شیطانی وسوسوں کا تدارک کردیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتادیا جائے کہ یہ کلام خود اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کا ہے۔ اس کا نزول کب اور کیسے ہوا اور اُس رات جب قرآن مجید نازل ہوا اس کی قدر وقیمت کی تفصیل سے بھی اہلِ ایمان کو آگاہ فرمادیا گیا ہے۔ کیونکہ نہ تو یہ کوئی معمولی کلام ہے نہ کسی انسان کی تخلیق ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوٹوک انداز میں حکیمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی قرآن کریم کو ہم نے نازل کیا ہے اور اسے ایک قدر والی رات میں نازل کیا ہے۔

لغوی معنوں میں قدر کی جمع اقدار ہے۔ قاموس القرآن میں اس کے معنی ہیں' اندازہ کی ہوئی چیز' مقررہ انداز' وہ حکم جو اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مقرر کرچکا ہے۔ فعل بمعنی مفعول اللہ کا حکم' مقدار' طاقت' وسعت' کمی کرنا' اللہ کا علمی اندازہ' تقدیر' عمر کی مقدار' جو نبوت کے لیے علمِ الٰہی میں مقرر تھی یا مقررہ وقت۔ (لغات القرآن)

سورۂ مبارکہ میں قدر سے مراد لیلۃ القدر ہے' جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے لیلۃ القدر سے مراد' فیصلہ کرنے والی رات' یعنی جس میں اللہ کی قضا وقدر کے مطابق معاملات کے فیصلے ہوتے ہیں اور یہ رمضان مبارک کے آخری عشرے کی کوئی طاق رات ہوتی ہے۔

اس کا موضوع لوگوں کو قرآن مجید کی قدر وقیمت اور اہمیت سے آگاہ کرنا ہے۔ قرآن مجید کی ترتیب میں اسے سورۂ علق کے بعد رکھنے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ جس کتاب کے نزول کا آغاز سورۂ علق کی پانچ ابتدائی آیات سے ہوا تھا' اُن ہی آیات کے بارے میں اس سورہ مبارکہ میں لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ وہ کس تقدیر ساز رات میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ کیسی جلیل القدر کتاب ہے کہ اس کا نزول کیسا عظیم اور کتنا بامعنی ہے۔ سب سے پہلے اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسے ہم نے نازل کیا ہے یعنی یہ نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کے نازل کرنے والے تو ہم خود ہیں۔

(جاری ہے)



ہمارا آنچل

ایمن غفور چوہان

ی س: آپ کے نزدیک حسین دور کون سا ہے؟
جواب:۔ میرے نزدیک زندگی کا حسین دور بچپن کا ہے اور اب بھی یہ ہے کہ جوانی پھر نہیں آنی کرلے مستی اور نادانی گڑبڑ کرتی سب کی نانی، میری حیات نہیں ہے اس لیے۔
س:۔ کیسی طالب علم تھیں آپ صرف پڑھائی پر توجہ دی یا غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا؟
جواب:۔ ارے پڑھنے کی اجازت نہیں ملی غیر نصابی سرگرمیاں تو دور کی بات ہے۔
س:۔ کون سا مضمون سخت ناپسند ہے؟
جواب:۔ اگر بندہ لائق ہو تو سب اچھے ہی لگتے ہیں اور میتھ تو سمجھ سے باہر ہے۔ جی۔
س: آپ اپنے کس استاد سے زیادہ متاثر ہیں؟
جواب:۔ ارے اب آپ سے کیا چھپانا کہ تیسری جماعت سے ہی گھر بٹھا دیا تھا ابو نے تو سمجھ لیجیے آپ خود کہ ایک ہی ٹیچر سے متاثر ہوں (مس رضوانہ کوثر) بہت اچھی طرح گائیڈ کرتی تھیں کیونکہ ذہین فطین اسٹوڈنٹ جو تھی۔ سچی بات ہے۔
س:۔ اپنی تعلیم کو کس طرح کام میں لا رہی ہیں؟
جواب:۔ میں کس طرح پڑھائی کو کام میں لا رہی ہوں تو جناب ڈائجسٹ کا انبار لگا ہوا ہے، پاکیزہ، شعاع، خوف ناک، خواتین، اور پیارا آنچل جو میری جان ہے اور تاریخ میں اضافے کا باعث بھی۔
س:۔ پابندیاں صلاحیتوں کو متاثر کرتی ہیں یا شخصیت کو سنوارنے میں دیتی ہیں؟
جواب:۔ ایک حد تک تو پابندیاں جائز ہوتی ہیں کیونکہ ہمارے والدین ہمارا بھلا ہی چاہتے ہیں باقی سب کا نہیں پتا۔
س:۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرتی ہیں؟
جواب:۔ ضرور کوشش کرتی ہوں اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرسکوں کیونکہ بشر تو خطا کا پتلا ہے حقوق العباد کبھی بھی کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیا اللہ کی پاک ذات کا بڑا کرم ہے۔ جی۔
س:۔ اپنی شخصیت کو کس طرح بیان کریں گی آپ میں کیا خوبیاں، خامیاں ہیں؟
جواب:۔ ہی ہی ہی خوبیاں نکمی نہیں ہوں ایک چولہا چوکی کے علاوہ ہر کام میں ماہر ہوں اور یہ خوبی نہیں میری خامی ہے شرم کی بات ہے ناں کہ سب کام آتے ہیں سوائے کوکنگ کے اور میری نظر میں میری خوبی یہ ہے کہ ہر بات برداشت کرتی ہوں میرا غصہ بھی انسان پر نہیں نکلتا گھر کے کاموں پر نکلتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مجھے غصہ آتا ہے تو دل کرتا ہے کہ گھر کی سارے کام میں کروں اور اپنے آپ میں مگن رہتی ہوں بس۔
س:۔ غم اور خوشی کے موقع پر آپ کا رد عمل کیا ہوتا ہے؟
جواب:۔ (غم) جب دل بھر آئے تو نماز کی نیت کرتی ہوں اور رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاتی ہوں اور خوشی کے موقع پر بھنگڑا ڈالنا تو میرا پسندیدہ کام ہے تو رج کے بھنگڑا اور ڈسکو بھنگڑا بھی ڈالا جاتا ہے، اب آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ خوشی پر کیا ہوتا ہوگا ہاہاہاہا ہی ہی۔
س:۔ کن باتوں سے خوف آتا ہے؟
جواب:۔ اللہ پاک کی ناراضگی سے خوف آتا ہے کیونکہ جب وہ ناراض ہو تو روٹی نہیں پر سجدے کی توفیق چھین لیتا ہے اللہ ہمیں اپنی طرف مائل ہونے کی توفیق عطا کرے آمین۔ کہو سب آمین۔
س:۔ کس مقام پر پہنچنا چاہتی ہیں؟
جواب:۔ کس مقام پر پہنچنا ہے۔ جی بس آپ دعا کریں کہ اللہ پاک ہر ماں باپ کی بیٹی کے نصیب اچھے کرے اور ہمارے بھی سب کہو آمین۔ ہاہاہاہا۔
س:۔ محبت پر یقین رکھتی ہیں؟
جواب:۔ سب سے پہلے تو اللہ کی ذات سے محبت اور پھر اپنا وطن اور والدین، بہن بھائی اور آنچل فرینڈز سے محبت ہے، جو شاید کوئی سمجھ نہیں سکتا ہے اور کچھ نہیں۔
س:۔ گھر میں فیصلے کون کرتا ہے؟
جواب:۔ ابو جی اور بڑے بھائی اور سب سے چھوٹے بھائی پر جڑواں بھائی زمان کے سوا کسی کی مجال بھی نہیں کیونکہ وہ ٹانگ ضرور اڑاتا ہے ہر کام میں۔
س:۔ نئے لوگوں سے ملنا، نیا ہنر سیکھنا اور عمل کرنا اچھا لگتا

ہے یا گی بندھی زندگی گزارتی ہیں؟

جواب:۔ گی بندھی زندگی نہیں گزرتی پر نئے لوگوں سے ملنا اور نئی بات سیکھنا تو دور کی بات ہے، کبھی کسی کے سامنے جاتے ہی نہیں، ہم ٹھہرے خود میں مگن مست ملنگ، ہاہاہا اور عمل ضرور کرتی ہوں ہر کسی کی بات پر۔

س:۔ اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں سے کیا سیکھا؟

جواب:۔ اللہ کا شکر ہے کہ ابھی تک سامنا تو نہیں ہوا میرا ناکامیوں سے اور جیسے بھی حالات ہوں اللہ کے فضل و کرم سے ایڈجسٹ کرلیتی ہوں اللہ کا شکر بھی کرتی ہوں۔

س:۔ خود پر کتنی توجہ دیتی ہیں؟

جواب:۔ کبھی نہیں جناب، میرا دل ہی نہیں کرتا کہ خود پر توجہ دوں اس پر مجھے ہمیشہ ہی ڈانٹ پڑتی ہے امی بھائیوں، آپیوں اور سب سے چھوٹی (حری) حرا گل سے سب کہتے ہیں کہ (ہی مرہے بلا صاف ستھری رہیاں کر) پر میں ہی کیا جو مان کے دوں ہاہاہا

س:۔ اگر ماضی میں جانے کا موقع ملے تو کس کے ساتھ وقت گزارنا پسند کریں گی؟

جواب:۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اور ان کی اولاد کے ساتھ کیونکہ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کی وجہ سے ہمیں پیارا اسلام ملا۔

س:۔ ملکی حالات سے باخبر رہنے کے لیے کون سے ذرائع استعمال کرتی ہیں؟

جواب:۔ جی چوبیس گھنٹے نیوز اور نیوز ہیڈ لائنز، نیوز اپ ڈیٹ اور اگر میں نیوز چینلز کے نام لکھنے بیٹھی تو ادارے والوں نے میرا تعارف تو کیا کبھی میرا نام بھی شامل نا کریں۔ ہاہاہا۔

س:۔ ایسی کون سی ایجاد ہے، جس کے بغیر زندگی ادھوری ہوتی؟

جواب:۔ ہائے اللہ کی پچھ لیا تسی اگر ہم ایک گھنٹہ بھی ٹی وی نہ دیکھیں تو ایسا ہوتا ہی کہ اگلے پل ٹی وی رونے لگ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ (میمونہ خان، حرا پیز مجھے دیکھ لو) ارے اتنا وہ چل کر بور نہیں ہوتا جتنا بند ہو کر ہوتا ہے، بیچارا ہمارا پیارا ٹی وی۔ ہاہاہا اور آنچل کے بغیر بھی کوئی جینا ہے بھلا بالکل بھی نہیں جی۔

س:۔ مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف ہوں اور چوہا یا کاکروچ نظر آجائے تو کیا کریں گے؟

جواب:۔ ارے بابا اگر چوہا اور کاکروچ نظر آ بھی گئے تو کیا انہیں جینے کا حق نہیں وہ بھی جئے ناں پر گھن ضرور آتی ہے انہیں دیکھ کر۔

س:۔ مہمانوں کے جانے کے بعد کیا تبصرہ کرتی ہیں؟

جواب:۔ تبصرہ ہم نہ کریں تو میری چھوٹی بھابی شکیلہ ضرور کرتی ہے کیونکہ اس کے پیٹ میں کوئی بات نہیں رہتی اس لیے۔

س:۔ باتونی لوگوں سے کس طرح جان چھڑاتی ہیں؟

جواب:۔ اوہو ابھی تک کسی سے واسطہ تو نہیں پڑا کیونکہ میں اگلے بندے کو بولنے کا موقع نہیں دیتی تو جناب جان آمیں نہیں اگلے بندے کو چھوڑوانی پڑتی ہے ہاہاہاہا اور اپنے گھر میں حرا سے جان چھڑواتی ہوں کہ وہ میڈم بولتی جو اتنا ہے سر کھا جاتی ہے پر مجھے جان سے پیاری ہے چھوٹی ہے ناں۔

س:۔ وطن کے لیے کیا سوچتی ہیں؟

جواب:۔ وطن کے لیے...... بہت کچھ سوچا تھا بچپن میں...... پر اب اتنا ہی کہنا چاہوں گی کہ اے وطن تو ہمیشہ سلامت رہے آمین، اور جان سے بھی گزر جائیں گے وطن کی لیے باقی، ہم لوگ صرف دعا ہی کرسکتے ہیں باقی اللہ مالک ہی جی۔

س:۔ زندگی کا سب سے خوب صورت لمحہ یا کوئی ایسا لمحہ جس کی آپ منتظر ہیں؟

جواب:۔ خوبصورت لمحے تو ہمارے زمانے میں ہوا کرتے تھے سمجھے کہ نہیں سمجھے، (مطلب اوہو سوسوری) میرا مطلب کہ بچپن کا زمانہ...... جی منتظر ہوں کہ اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کے گھر کے ساتھ ساتھ نجف اشرف مطلب کہ حضرت علیؑ کے گھر اور کربلا کی مقدس سرزمین کی زیارت ہو جائے تو کیا بات ہے جی اور اس کے ساتھ ہی آپ سب اپنا بہت بہت خیال رکھیں اور مجھے یعنی ایمن میموخان چوہان، کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں خوش رہیں، جی اللہ سوہنے دے حوالے رب راکھا۔

تمہیں ٹوٹے ہوئے لوگوں کی نشانی بتاؤں فرینڈز
کبھی غور کرنا وہ مسکراتے بہت ہیں!



وقت کا پنچھی اور ہم

قرۃ العین سکندر

السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب؟ امید ہے کہ خیریت سے ہوں گے۔

کیا کہا؟

میں؟ جی الحمدللہ میں بھی ٹھیک ہوں اور مزید ٹھیک ہوگئی کہ مجھے اس آنچل کے ساتھ ساتھ چلتے پورے چھ سال بیت گئے ہیں، چھ سال بیت گئے اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔

آنچل اور میرا ساتھ بے شک بطور لکھاری چھ سال پرانا ہے مگر یہ بندھن اٹوٹ لگتا ہے اور میں اپنی آخری سانس تک آنچل کے لیے لکھتی رہوں گی، آپ سب کو شاید یہ جان کر حیرت کا جھٹکا لگے گا کہ شروعات میں میری کہانی ناقابل اشاعت میں تین بار رد ہوکر ہیٹ ٹرک کرگئی تھی لیکن الحمدللہ، ثم الحمدللہ کہ اب وہ دور بھی ہے کہ نئے افق، حجاب اور آنچل تینوں ڈائجسٹ میں تحاریر شائع ہوکر ہیٹ ٹرک کرتی ہیں، یہ سب کیسے ہوا، دراصل بات یہ ہے کہ زینہ عبور کرنے کے لیے پہلے پڑاؤ پر قدم مضبوط جمانے پڑتے ہیں اگر پہلا قدم ہی غلط رکھا جائے تو درست سمت نہ ہونے کی وجہ سے منزل کبھی بھی نہیں ملتی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب آنچل میں میری پہلی تحریر شائع ہوئی میری خوشی دیدنی تھی۔

اس لیے بھی کہ میں اس مکڑی کی مانند تھی جو تین مرتبہ گر کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی...... کبھی پھر نہ گرنے کے لیے...... آپ سب حیران ہوگئے ناں؟

ایک ایسی رائٹر جو اب پاکستان کے تمام مایہ ناز ڈائجسٹ میں لکھتی ہے، وہ کس طرح سے رد ہوسکتی ہے، تو ہمارے پیارے قارئین میں اکثر دیکھتی ہوں کہ اکثریت کو اپنے اندر چھپی قابلیت کا ادراک ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کچھ کرسکتے ہیں، اکثر مجھے ف ب پر آنچل گروپ میں یہ سوال ملتا ہے کہ ہم کیسے لکھیں۔

دوستو ایک بات یاد رکھیں، یہاں کسی بھی ڈائجسٹ میں کوئی سفارش نہیں چلتی ہے، اپنی محنت کے بل بوتے پر ہی آگے بڑھنا پڑتا ہے، آپ ایک دو تحاریر لکھ کر ہی بیچ سفر میں تھکنے والے انسان ہیں تو میں کہوں گی کہ آپ مت لکھیے کیونکہ یہ کوئی شوق ہے تو ایک آدھ تحریر کی اشاعت سے ہی اپنا یہ شوق پورا کیا جاسکتا ہے مگر لمبے سفر کے مسافر دل چھوٹا کرکے بیچ منجدھار میں ہمت نہیں چھوڑتے۔

مجھے یاد ہے کہ اس وقت مجھے آنچل ڈائجسٹ ملتا بھی نہیں تھا۔ میری پہلی کہانی رد ہوئی کہ موضوعاتی اعتبار سے وہ قابل اشاعت نہیں تھی، میں نے پھر کوشش کی پھر لکھا اور پھر بھیج دیا، اگلے ماہ مجھے میری دوست نے بتایا کہ تمہارا نام دوبارہ ناقابل اشاعت میں شامل ہے تو میں کچھ دیر چپ رہ گئی لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور تیسری بعد پھر لکھ کر بھیج دیا تب میرے نام مدیرہ صاحبہ کا خط تھا کہ آپ کا انداز تحریر بہت اچھا ہے، آپ لکھ سکتی ہیں کسی اور موضوع پر لکھیں۔

میں نے تب آنچل ڈائجسٹ منگوایا اور اس کا مطالعہ کیا...... دراصل گھر گرہستی کی وجہ سے میرا قلمی ناطہ ٹوٹ چکا تھا، میں نے آنچل ڈائجسٹ پڑھا اور پھر کچھ ماہ ٹھہر کر ایک ساتھ دو افسانے بھیج دیے، ایک چھپ گیا دوسرا پھر باری آنے پر شائع کرنے کا فیصلہ سنادیا گیا۔

الحمدللہ وہ دن اور آج کا دن میں نے کبھی پلٹ کر

پیچھے نہیں دیکھا۔
دوستو یہ سب بتانے کے دو مقاصد ہیں۔
ایک یہ کہ کبھی ہمت نہیں ہارنی چاہیے، مستقل مزاجی سے ہر کام کرنا چاہیے اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے..... دوسری بات یہ کہ ہر ڈائجسٹ کا اپنا معیار اور مزاج ہوا کرتا ہے اور اس کے مطابق چلنا چاہیے۔
مجھے یاد ہے کہ جب مجھے گھر ڈاک ملی شام کا وقت تھا اور مجھے یقین ہی نہیں آیا کہ میرا نام میری پسندیدہ مصنفہ نگہت عبداللہ کے نام کے ساتھ ساتھ ہی تھا، اس کے علاوہ ڈائجسٹ میں بہت بڑے نام شامل تھے جیسے رفعت سراج صاحبہ..... یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آج آنچل کے ساتھ میری گہری وابستگی ہے، آنچل نہ ہوتا تو شاید میں بھی نہ ہوتی۔
یہ جو ہر ماہ درخشندہ ستارے آنچل کو رونق بخشتے ہیں آنچل میں برابر کے حصے دار ہیں۔
دستور دنیا ہے، کچھ نئے لوگ آتے ہیں اور کچھ پرانے نام دل میں کھب جاتے ہیں۔
ادارے کو نئی کھیپ ملتی رہتی ہے اور نئی سوچ سے نئے افکار جنم لیتے ہیں، بہت سے منجھے ہوئے لکھاری اپنی خوبصورت تحاریر سے آنچل کو مہکاتے رہے ہیں۔
نفیسہ سعید، فاخرہ گل، نازیہ کنول نازی، نادیہ احمد، سباس گل، عالیہ حرا، سلمیٰ فہیم گل، صائمہ قریشی، یاسمین نشاط بہت پیارے پیارے نام شامل ہیں..... ندا حسنین کی منظر نگاری مجھے بہت پسند ہے اور شبینہ گل کم لکھتی ہیں مگر بہت اعلیٰ لکھتی ہیں۔
اقرأ صغیر احمد، تیری زلف کے سر ہونے تک، بہترین تحریر لیے دھنک رنگ بکھیرتی ہیں تو عشنا کوثر اپنے ناول اکائی کے ذریعے منفرد رنگوں سے روشناس کرواتی ہیں۔
صدف آصف اور شبانہ شوکت اکثر اپنے افسانوں سے محفل میں چار چاند لگا دیتی ہیں..... ام ایمان قاضی کا نام نہ لیا جائے کیسے ممکن ہے، نزہت جبیں اور آنچل کا ساتھ انمٹ ہے۔ یہ سب وہ نگینے ہیں جو کسی جوہری کی تراش خراش سے نکھرے ہیں تبھی ان کی روشنی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے۔
اب بات ہو جائے کچھ میرے اور آنچل کے ساتھ کی۔
میری پہلی تحریر آنچل میں "ظلمت شب کی سحر" تھی اس کے بعد میں نے تواتر کے ساتھ لکھا اور وہ چھپا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے ہمیشہ با مقصد لکھا اور آنچل ڈائجسٹ سے مجھے نام ملا، مقام ملا، پہچان ملی۔ سب سے بڑھ کر محبت ملی، سکندر کے بعد میری زندگی میں ایک مشکل دور آیا مگر اس ادارے نے ہمیشہ مان و محبت دی۔
آنچل ڈائجسٹ میں میری بہت سی تحاریر شائع ہوئی ہیں مگر مجھے اپنا ایک ناول "تجھے عشق ہو" بہت پسند ہے اور وہ میرے دل کے قریب ہے، اس ناول پر مجھے بہت پذیرائی ملی تھی۔
آپ جانتے کہ قارئین کی تعریف اور محبت لکھاری کے لیے اس جاں بلب مریض کے جیسی ہوتی ہے جسے خون کی اشد ضرورت ہو اور قارئین کی محبت خون کی بوندیں بن کر اس کی رگوں میں زندگی کی رمق دوڑا دیتی ہیں۔
میری دعا ہے کہ آنچل اور میرا ساتھ یونہی بنا رہے، آپ کی محبت شامل حال رہے اور لکھنے کا سلسلہ جاری رہے آمین۔
اختتام پر میری طرف سے ایک کاوش
آپ سب کے لیے محبت کے ساتھ
چھ سالوں کی یہ پر بہار نوید آئی ہے
صد شکر، یہ مبارک ساعت وسعید آئی ہے

مہکتا رہے یہ آنچل نہ آئے کبھی اس پر زوال
آنچل کے لیے نچھاور ہر دعا اور دل نہال
گروپ کے تمام ممبرز کا ساتھ ہے رب کی سوغات
حفظ وامان میں رہیں نہ آئے کبھی ان پر آفات
زباں پر آنہیں سکتی دل کی ہر اک بات
بیاں ہوتے ہیں مشکل سے یہ خیالات
ساتھی سینیئرز وجونیئرز کے لیے کچھ لکھا ہے
آج عیاں کرتی ہوں اپنے سارے جذبات
گھر گرہستی میں طاق ہیں نزہت جبیں
وہیں تحریر بھی لاتی ہیں اپنی آفریں
صبا ایشل کی شوخیاں شرارتیں بھاتی ہیں
ماورا کی اٹھکلیاں دل لبھاتی ہیں
حنا کی مذہبی پوسٹ رب سے ملاتی ہے
اریشہ کی ایڈیٹنگ خوب دل لبھاتی ہے
سیدہ آپی کی سنجیدگی ومتانت کے کیا کہنے
طاہر بھائی کی ذہانت کے کیا کہنے
فاخرہ گل ہیں آنچل کی شان
نازی بھی بڑھاتی ہیں اس کی آن
سباس گل کی شاعری واقتباس کے کیا کہنے
عشنا کوثر کے اکائی کے کیا کہنے
تسلیم شیخ کے شوخ وشنگ تبصرے ہیں جاندار
آبان احمد کے بے لاگ تبصرے ہیں شاندار
زینب ملک ہیں ایک ننھی قابل لکھاری ہیں
کوثر ناز کیا خوب ایڈمن ہماری ہیں
صائمہ قریشی کی شوخی تحریر کے کیا کہنے
نادیہ احمد کے عمدہ ناولز کے کیا کہنے
ندا حسنین کی کمال منظر نگاری کے کیا کہنے
سحرش فواد کی مستی تحریر کے کیا کہنے
طیبہ عنصر کی اصلاحی تحریر کے کیا کہنے
شبینہ گل کی منفرد انداز تحریر کے کیا کہنے
ریحانہ اعجاز کے خوبصورت آرٹیکل کا کیا کہنا
ریحانہ آفتاب کی عشق دی بازی کا کیا کہنا
شفقت شاہین ایکٹو ممبر ہماری ہیں
دلکش مریم بہت ہی پیاری ہیں
انعم خان، کنول خان ہیں شاداب ممبرز
صوبیہ اطہر اور عائشہ ہیں شاداب ممبرز
نفیسہ سعید آپی کی نکھری تحریر سبحان اللہ
شبانہ شوکت کی تعمیری تحریر سبحان اللہ
نگہت آپی گروپ کا غرور ہیں
توبانو آپا گروپ کا نور ہیں
کسی کا نام رہ گیا ہو تو معاف کرنا
بندہ بشر ہوں اس لیے دل صاف کرنا
جب آنچل میں میرا نام جگمگاتا ہے
دل ہمکتا ہے اور سرشار سا ہو جاتا ہے
قرۃ العین سکندر نام ہے میرا
آنچل میں لکھنا کام ہے میرا
محبت ہو، امن ہو، شانتی ہو
سبھی کے لیے یہ پیغام ہے میرا

جزاک اللہ
قرۃ العین سکندر



حصہ تین

تو اے میرے چارہ گر

نگہت سیما

آئی نہ تھی کبھی میرے لفظوں میں روشنی
اور مجھ سے یہ کمال تجھے دیکھ کر ہوا
پھر آ گئے مجھ سے میرا ماضی کریدنے
پھر مجھ سے اک سوال تجھے دیکھ کر ہوا

"اتنا زیادہ خرچ ہوگا میرے ذہن میں نہیں تھا...... اتنی رقم تو میں اگلے تین سالوں میں بھی جمع نہیں کر پاؤں گی۔ صابرہ باجی کے پاس جو کمیٹی ڈالی ہے وہ بھی دس ہزار کی ہے اگر وہ پہلے نکال بھی دیں تو......"

"مایوسی کفر ہے مائی ڈیئر۔" اسما نے اسے تسلی دی۔

"یہ پرائیویٹ ہے، ہم کسی سرکاری بحالی سینٹر کے متعلق پتا کرتے ہیں۔ آج میم زارا یا میم نرگس سے پوچھتے ہیں۔"

"تھینک یو اسما اگر تم نہ ہوتیں تو میں تو شاید آدھے راستے میں ہی تھک کر بیٹھ جاتی۔" وہ اسما کی تہہ دل سے شکر گزار ہوئی جو ہمیشہ ہی اس کی ہمت بڑھاتی تھی۔

"سرکاری سینٹر میں تو نچلا عملہ (ایڈیکٹ) کو کہیں نہ کہیں سے نشہ مہیا کر ہی دیتا ہے اور پھر ان سینٹرز کا بھی وہی حال ہے جو سرکاری ہسپتالوں کا، اول تو وہ کہہ دیں گے جگہ ہی نہیں ہے۔" صابرہ نے بتایا تھا، صابرہ باجی بھی کٹنگ کرتی تھیں انہیں زارا میم کے ساتھ کام کرتے ہوئے تقریباً سات سال ہو گئے تھے۔ اسما اور ماہ نور کے ساتھ ان دو ماہ میں ان کی اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی اور اسما نے ہی میڈم نرگس سے بات کرنے سے پہلے ان سے بات کی تھی۔ وہ لاہور کی ہی رہائشی تھیں اور اندرون شہر سے آتی تھیں۔ شوہر کی بیماری کی وجہ سے انہیں بچوں کی خاطر گھر سے نکلنا پڑا تھا، ان کا میکہ اور سسرال دونوں اندرون شہر بانس بازار میں تھا۔ میکے میں والدہ اور ایک بھائی تھا وہ بچوں کو آتے ہوئے والدہ کے پاس چھوڑ آتی تھیں...... والد حیات نہیں تھے، والدہ نے گھر کا ایک حصہ کرائے پر دے رکھا تھا، اس طرح گزر بسر ہو رہی تھی۔ بھائی چند ماہ پہلے ہی تعلیم سے فارغ ہوا تھا اور ابھی ملازمت کی تلاش میں تھا، سو شوہر کو جب گردوں کی تکلیف کی وجہ سے نوکری چھوڑنی پڑی تو انہوں نے اپنا بوجھ خود ہی اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ گردوں کی تکلیف کے باوجود شوہر دکانوں پر سلائی وغیرہ کا کام کر کے کچھ نہ کچھ کما لیتا تھا کہ دو وقت کی روکھی سوکھی میسر آ جاتی لیکن صابرہ کو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم بھی دلوانی تھی اور شوہر کا علاج بھی کرنا تھا۔ ماہ نور ان کے حالات جان کر بہت متاثر ہوئی تھی اور اسے حوصلہ بھی ملا تھا۔

"ایک دو ایسے سینٹر ہیں یہاں جنہیں کچھ مخیر حضرات

چلا رہے ہیں، میں بھائی سے پوچھوں گی، تم میڈم سے بھی بات کر کے دیکھ لو، پراچہ صاحب کے بہت تعلقات ہیں۔" انہوں نے ماہ نور کو مشورہ دیا اور وہ اسی شام کام سے فارغ ہو کر اسما کو ساتھ لے کر میڈم نرگس سے ملنے ان کے رہائشی حصے میں آئی کہ وہ ان دنوں درزی خانے میں نہیں آ رہی تھیں۔ میڈم نرگس اور پراچہ صاحب لاؤنج میں ہی موجود تھے۔ میڈم نرگس نے انہیں لاؤنج میں ہی بٹھا لیا تھا، پراچہ صاحب کوئی کتاب کھولے اس کی ورق گردانی کر رہے تھے۔

"کیسی ہو ماہ نور، دل لگ گیا یہاں؟ اور وہ ہماری شہزادی کیسی ہے اسے بھی لے آتیں ساتھ۔" اور اس سے بات کرتے کرتے انہوں نے پراچہ صاحب کو مخاطب کیا۔

"آپ نے نہیں دیکھا اس کی چھوٹی بہن بالکل پریوں جیسی ہے، بہت پیاری، کسی دن آپ کو ملواؤں گی، اللہ ہمارے خالد کو بھی ایسی ہی پیاری سی گڑیا دے۔" میڈم نرگس کے دو ہی بیٹے تھے، بڑے بیٹے کے بھی تین بیٹے تھے اور چھوٹے خالد کا بھی ایک بیٹا تھا...... دوسرے بچے کی آمد متوقع تھی سب کی ہی خواہش تھی کہ بیٹی ہو۔

"تو آپ نے ابھی تک ملوایا کیوں نہیں۔" پراچہ صاحب کو بھی بیٹی کی ہمیشہ آرزو رہی تھی۔

"ابھی ملواتی ہوں، اسما جاؤ ذرا پریا کو لے آؤ۔" اسما اٹھی تو انہوں نے ماہ نور سے کہا۔

"زارا نے بات کی تھی مجھ سے اور پراچہ صاحب سے...... تم بے فکر ہو جاؤ، تمہارے ابا کا علاج ہو جائے گا، پراچہ صاحب نے کہا ہے ایک دو بندوں کو معلومات کے لیے۔"

"تھینک یو میم۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے، پراچہ صاحب جو اسے ہی دیکھ رہے تھے کسی خیال سے چونکے۔

"یہ بچی کیا، یہاں ہمارے کوارٹر میں ہی رہائش پذیر ہے؟" انہوں نے میڈم نرگس سے پوچھا۔

"آپ کو بتایا تو تھا کہ اسما اور ماہ نور کو میں اپنے ساتھ ہی



لائی ہوں، ہمارے شہر سے ہی ہیں۔ اسما کی والدہ بھی ساتھ ہیں، ایک کوارٹر جو خالی تھا دونوں اسی میں رہتی ہیں۔" انہوں نے ماہ نور اور اسما کے متعلق تفصیل سے بتایا تو وہ مدہم سا مسکرائے۔

"آپ افتخار احمد کی بھتیجی ہیں...... ہم نے میٹرک تک ایک ساتھ ہی پڑھا تھا، میں پڑھنے کے لیے لاہور آ گیا تو زیادہ رابطہ نہ رہا، تاہم کبھی کبھار ملاقات ہو ہی جاتی تھی۔ فون کیا تھا اس نے مجھے پھر بتایا ہی نہیں کہ آپ آ گئی ہو۔ میں نے سمجھا ارادہ بدل گیا ہوگا اور میرے ذہن سے نکل ہی گیا۔ بھئی نرگس......" وہ بات کرتے کرتے میڈم سے مخاطب ہوئے۔ "یہ افتخار کی بھتیجی ہے تو میری بیٹی جیسی ہی ہے۔ اسے گھر کے اندر کوئی روم دے دو۔"

"نہیں...... نہیں۔" بے اختیار ہی ماہ نور کے لبوں سے نکلا۔

"میں وہاں بالکل سیٹ ہوں سر، اسما اور اماں کے ساتھ۔ پریا بھی خوش رہتی ہے، وہ بھی تو آپ کا ہی گھر ہے۔" وہ کسی کی بھی اتنی احسان مند نہیں ہونا چاہتی تھی کہ پھر اس کے سامنے سر نہ اٹھا سکے اور یہ بات اسے صابرہ باجی نے سمجھائی تھی۔

"جیسے آپ کی مرضی بیٹا اور یہ سر کیا انکل کہا کریں مجھے۔ انکل ہوں آپ کا...... جازی کا تمہارے تایا نے بتایا تھا بہت افسوس ہوا تھا، اگر اس وقت جب آپ کا بھائی گم ہوا تھا مجھے علم ہوتا تو پوری کوشش کرتا اسے ڈھونڈنے کی، پولیس والوں کو کچھ نہ کچھ خبر ہوتی ہی ہے ایسے لوگوں کی جو بچوں کو اغوا کرتے یا دوسرے جرائم کرتے ہیں۔ چھاپے وغیرہ ڈلواتا تو...... بہرحال بیٹا آپ پریشان نہ ہوں ان شاء اللہ جازی کے علاج کا بندوبست کرتے ہیں۔ ٹھیک ہو جائیں گے۔" ابا کا علاج ہو جائے، وہ نشہ کرنا چھوڑ دیں اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہو سکتی تھی۔ ماہ نور بھی بہت خوش تھی۔

اس روز پراچہ صاحب کے بے حد اصرار پر اسما اور اس نے چائے ان کے ساتھ ہی پی تھی۔ پریا سب کی توجہ کا مرکز بنی رہی تھی۔ میم زارا کے دونوں بیٹوں نے جھٹ سے پریا کو اپنی آپی بنا لیا تھا۔ تیسرا بیٹا تو ابھی ایک سال کا تھا...... پراچہ صاحب کو افسوس ہو رہا تھا کہ یہ شہزادی دو ماہ سے ان کے ہاں ہے اور ان کی اب ملاقات ہوئی ہے۔

اس روز گھر کے دروازے ہی ماہ نور اور پریا کے لیے نہیں کھلے تھے بلکہ آنے والے دنوں میں ماہ نور کے لیے اور کئی راستے بھی کھلنے والے تھے لیکن ابھی ماہ نور ان نئے راستوں اور نئی منزلوں سے بے خبر تھی۔ پورا ایک ہفتہ وہ یہ سوچ سوچ کر خوش ہوتی رہی تھی کہ بس اب جلد ہی ابا کے علاج کا بندوبست ہو جائے گا لیکن ایک ہفتہ گزر جانے کے بعد وہ مایوس ہونے لگی تھی۔ شاید پراچہ صاحب بھول گئے تھے، حالانکہ پریا کو تو ہر روز ہی ملازم لڑکی شازیہ شام کو اندر لے جاتی اور وہ گھنٹہ بھر میم زارا کے بچوں کے ساتھ کھیل کر آ جاتی تھی۔ اس روز چھٹی تھی اسما اور صابرہ باجی کو شاپنگ کے لیے جانا تھا۔ اسما نے اسے بھی ساتھ چلنے کو کہا تھا۔

"لیکن مجھے تو کچھ نہیں خریدنا۔" اس نے انکار کر دیا۔

"تو مت خریدنا، تمہیں آج انار کلی میں بانو بازار کی چاٹ کھلاتے ہیں۔" صابرہ باجی جو اسما کو لینے آئی تھیں انہوں نے بھی کہا۔

"اور پھر تمہیں یہاں کے راستوں کا بھی کچھ پتا چلے گا کہ کون سے نمبر کی ویگن کہاں جاتی ہے اور کون سے نمبر کی کہاں، ویگن اور بس کا سفر سیف ہوتا ہے اس لیے ہم لوگ تو لوکل بس یا ویگن میں ہی آتے جاتے ہیں۔"

"پھر بھی سہی صابرہ باجی، آج دل نہیں چاہ رہا، یوں بھی آج چھٹی ہے تو اپنے اور پریا کے کپڑے دھولوں گی اور پھر اس دوپٹے کی کڑھائی مکمل کرلوں گی جو آپ نے دیا تھا۔" اس نے ایک بار پھر دامن بچایا۔

"اگر تمہیں کڑھائی وغیرہ آتی ہے تو چھٹی والے دن اور جب رات کو فارغ ہوتی ہو تو کڑھائی وغیرہ کرلیا کرو...... ہاتھ کی کڑھائی کے اچھے پیسے مل جاتے ہیں۔" یہ مشورہ بھی صابرہ باجی کا ہی تھا اور کام بھی انہوں نے ہی

لا کر دیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بہت صفائی تھی۔ صابرہ کو امید تھی کہ اس کا کام پسند کیا جائے گا اور اسے بہت کام ملنے لگے گا، ابھی انہوں نے اسے دو دوپٹے لا کر دیئے تھے۔ کپڑے دھو کر اس نے پریا کو ہوم ورک کروایا کرا کے سولا دیا کہ اتوار کو زارا اپنے بچوں کے ساتھ میکے جاتی تھیں، اس نے دوپٹا اٹھایا لیکن آج جی ہی نہیں چاہ رہا تھا سو پریا کو سوتا چھوڑ کر اسما کی اماں کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور ان کی باتیں سننے لگی۔ ان کی بیتی زندگی کے وہ خوشگوار دن جب اسما کے ابا زندہ تھے۔ رشتہ داروں کے رویے، لوگوں کے دوغلے چہرے، منافعت، زندگی سے متعلق ان کے تجربے وہ سب شوق سے سنتی اور سیکھنے کی کوشش کرتی تھی...... ان کی باتیں سنتے ہوئے اسے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا، عصر کی اذان ہو رہی تھی جب اسما شاپنگ بیگز اٹھائے گھر میں داخل ہوئی، وہ ابھی تک اماں کے پاس ہی بیٹھی تھی۔

''لگتا ہے آج بہت کچھ خرید لیا ہے۔''

''ہاں بہت کچھ۔'' اسما نے شاپنگ بیگز میز پر رکھے جو پچھلے اتوار کو اس نے نیلام گھر سے خریدی تھیں۔ اس نے اسما کو یہاں جب سے آئی تھی خوش دیکھا تھا جبکہ وہاں اپنے شہر میں اپنی ممانی کے رویے کی وجہ سے اکثر اداس رہتی تھی۔ اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے ایک شاپر کھولا اور اس میں سے ایک چاکلیٹ کا پیکٹ اور ایک ڈبا نکالا۔

''یہ تو ہے ہماری پریا شہزادی کے لیے۔''

''اس میں کیا ہے؟'' اماں نے پوچھا۔

''سونے جاگنے والی گڑیا۔'' اسما نے مسکراتے ہوئے ڈبے سے گڑیا نکال کر دکھائی۔ جسے لٹاؤ تو آنکھیں بند کر لیتی تھی بٹھاؤ تو کھول لیتی تھی۔

''تم نے اسما اتنی فضول خرچی کیوں کی۔'' اسے دکھ ہوا۔

''بس...... یہ میرا اور پریا کا معاملہ ہے میں اپنی گڑیا کے لیے جو کچھ بھی کروں تمہیں اس میں بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

دعاؤں کا سہارا

جان حاضر ہے اشارہ کیجئے
عشق بازی پر گزارا کیجئے
خوبصورت بارشوں سے بھیگتی
شام ڈھلنے کا نظارہ کیجئے
زندگی بے خوف سی جینی ہو گر
کچھ دعاؤں پر سہارا کیجئے
دل دھڑک کر ہاتھ میں آ جاتا ہے
اس طرح نہ رخ سنوارا کیجئے
ناخدا بیڑا اٹھا کر تھک گیا
خود ہی کشتی کو کنارہ کیجئے
ایسے دلکش لہجے میں گویا ہوئے
کچھ تو باتیں اور خدارا کیجیے
عزت و تکریم کا رکھیے لحاظ
اس طرح احسان اتارا کیجیے
ان کی صورت چلیوں میں جم گئی
روز و شب ان کو نہارا کیجیے
اس طرح چاہیں کہ دنیا جان دیں ہم
عشق ایسا پھر دوبارہ کیجیے

ثناء صادق

''پہلے بھی تم نے اس کے ایڈمیشن اور کتابوں پر اتنا خرچ کیا اور روز کچھ نہ کچھ لاتی ہی رہتی ہو۔'' اس کی پلکیں بھیگ گئیں۔

''یار ماہی ایسا مت کیا کرو، ہم اب ایک خاندان ہیں بس۔'' اس کی اپنی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔

''اچھا چلو پہلے یہ دیکھ لو باتی بعد میں۔'' اس نے ایک شاپنگ بیگ سے کچھ کتابیں نکال کر میز پر رکھیں۔

''یہ کیا ہے...... یہ کتابیں کس لیے لائی ہو، کیا ناول ہیں؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''کیا ہم ساری زندگی یہاں کپڑے ہی سلائی کرتے رہیں گے ماہی۔'' اسما نے ایک کتاب ہاتھ میں اٹھائی۔

"تو ہم اور کیا کر سکتے ہیں امی، عزت سے روٹی مل رہی ہے۔" وہ ابھی تک حیران تھی۔

"کیوں نہیں کر سکتے ماہی...... ہمیں یہاں نہیں ٹھہرنا ہمیں آگے بڑھنا ہے، قدرت نے ہمیں موقع دیا ہے، ہم یہاں آگئے ورنہ وہاں رہ کر شاید کچھ نہ کر سکتے، یہ ایف اے کی کتابیں ہیں، ہم پڑھ کر پرائیویٹ امتحان دیں گے، اگلے ماہ ایف اے کے ایڈمیشن جا رہے ہیں۔ میں نے صابرہ باجی سے کہا ہے کہ جب ایڈمیشن جائے تو ہمیں بھی فارم منگوا دیجیے گا۔" اسما کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھی۔

"لیکن ایک ماہ میں ہم کیسے خود ہی پڑھ سکیں گے امی۔" ماہ نور اب پریشان سی ایک کتاب اٹھا کر دیکھ رہی تھی۔

"امتحان تو تین چار ماہ بعد ہوگا ناں اور آسان سے مضامین لیے ہیں اور صابرہ باجی کی نند کی بیٹی نے پچھلے سال ہی ایف اے کا امتحان دیا تھا۔ اس کے نوٹس اور کچھ ہیلپنگ بکس پڑی ہوئی ہیں صابرہ باجی کے گھر وہ نکل لے آئیں گی...... ان کی نند کسی گاؤں میں رہتی ہے ناں تو ان کی بیٹی نے ان کے گھر میں ہی رہ کر امتحان دیا تھا۔ انگلش میں کچھ مشکل ہوئی تو زارا میم مدد کر دیں گی میں نے ان سے بات کر لی ہے پھر بھی مشکل لگا تو آخری ماہ میں پریا والی اکیڈمی چلے جایا کریں گے شام کی کلاسز میں...... وہ نہیں ہیں آپا زیتون جو بچیوں کے کپڑے سیتی ہیں ان کی بیٹی نے بھی اس سال پرائیویٹ امتحان دینا ہے۔ انہوں نے ہی بتایا تھا ایڈمیشن کا، وہ زارا میم کو بتا رہی تھیں ناں تو بس میں نے بھی اسی وقت سوچ لیا کہ ہم بھی ایف اے کریں گے پھر بی اے کے لیے تو ہمارے پاس پورے دو سال ہوں گے، ہمیں ساری زندگی کپڑے نہیں سینے ماہی۔" اسما کی آنکھیں چمک رہی تھیں ایک اچھے مستقبل کے تصور سے اس کی آنکھوں میں جگنو سے اتر آئے تھے اور ماہ نور کی آنکھوں میں بھی تارے جگمگا اٹھے تھے اب وہ بہت شوق سے کتابیں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی تھی۔

"اور ہاں صابرہ باجی کے بھائی نے ایک بحالی سینٹر کا بھی پتا کیا ہے، پرائیویٹ ہے لیکن معتبر ہے، کئی لوگ وہاں سے نکل کر اب بالکل نارمل زندگی گزار رہے ہیں۔ عید کے بعد ابا کو لے آنا، ایک ماہ بعد رمضان ہے، صابرہ باجی تمہاری کمیٹی رمضان میں اور میری عید کے بعد نکال دیں گی، اس طرح ہمارے پاس ابتدائی اخراجات کے لیے بیس ہزار روپے ہو جائیں گے، صابرہ باجی کے بھائی نے بتایا ہے کہ ایک بار وہ وہاں ایڈمٹ ہو گئے تو پھر کئی مخیر حضرات وہاں مریضوں کی مدد کرتے رہتے ہیں...... ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا، پھر کڑھائی وغیرہ سے جو رقم ملے گی وہ ہم اسی مقصد کے لیے الگ سے رکھتے رہیں گے۔" اسما تو جیسے سب کچھ طے کر کے آئی تھی۔

"مجھے اتنا زیر بار مت کرو اسما کہ میں سر ہی نہ اٹھا سکوں۔" ماہ نور نے ہاتھ میں پکڑی کتاب میز پر رکھ دی۔

"پاگل ہوئی ہو ماہی، میں نے کہا ناں کہ ہم اب ایک خاندان ہیں اور جب تمہارے پاس ہوئے تو مجھے دے دینا واپس خوش۔" اسما کھڑی ہو گئی۔

"نماز کو دیر ہو رہی ہے پہلے نماز پڑھ لیں پھر اچھی سی چائے پلواؤ...... میں چاٹ پیک کروا کے لائی ہوں اور ساتھ جلیبیاں بھی۔"

"لیکن امی پراچہ صاحب نے بھی تو کہا تھا کہ وہ......"

"چھوڑو یار یہ بڑے لوگ ہیں بات کر کے بھول گئے ہوں گے۔" اسما نے اس کی بات کاٹی۔

"یوں بھی وہ فی الحال یو کے چلے گئے ہیں اپنے کسی کام سے، پتا نہیں کب واپس آئیں گے...... زارا میم کہہ رہی تھیں میڈم نرگس بھی رمضان سے پہلے چلی جائیں گی، ویسے تو انہوں نے ساتھ ہی جانا تھا لیکن ویزا نہیں لگ سکا تھا ان کا۔"

"اچھا......" ایک گہری سانس لے کر وہ بھی کھڑی ہو گئی تھی۔ مایوسی اور دکھ اس وقت اس کی آنکھوں سے جھلکا تھا، اسما نے اس کے دکھ کو محسوس کیا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"میری جان اپنے لیے خود ہی کچھ کرنا پڑتا ہے، اگر

اس انتظار میں رہے کہ دوسرے ہماری مدد کو آئیں گے اور اگر وہ نہ آئے یا انہوں نے دیر کردی تو وقت ہاتھوں سے پھسل جائے گا اور ہمارے پاس سوائے پچھتاوے کے کیا رہ جائے گا...... سو خود ہی ہمت کرو کسی کا انتظار مت کرو، میرا تجربہ ہے اور اماں بھی کہتی ہیں، کسی سے کوئی امید مت رکھو، اکثر لوگ ہماری امیدوں پر پورے نہیں اترتے...... بس اللہ سے ہی امید رکھو یقیناً وہ اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا۔" اسما وضو کرنے چلی گئی تو وہ اپنے کمرے میں آکر نماز پڑھنے لگی۔ آج بہت دنوں بعد نماز پڑھتے ہوئے اس کا دل بوجھل ہوا تھا اور دعا مانگتے ہوئے آنسو ہتھیلیوں پر گر رہے تھے۔ دل سے نکلی دعائیں عرش کو چھوتی ہیں اور آنسو رائیگاں نہیں جاتے۔ اس کی دعائیں بھی عرش تک پہنچ گئی تھیں اور آنسو رائیگاں نہیں گئے تھے۔



اگلے دو ماہ بے حد مصروف گزرے تھے۔ زارا چاہتی تھی کہ رمضان سے پہلے ہی عید کے لیے کافی کام کرلیا جائے کہ رمضان میں اتنا کام نہیں ہوسکتا...... کھڑے ہوکر کٹائی کرتے ہوئے وہ تھک جاتی تھی لیکن تھکن کے باوجود وہ گھر آکر کتابیں کھول لیتی تھی، فطری طور پر اس کے اندر تخلیقی صلاحیتیں تھیں، یوں تو ڈیزائننگ کا کام زارا خود کرتی تھی لیکن چند ایک اس کے مشورے سے بنائے گئے ڈیزائن زارا کو بہت پسند آئے تھے۔ اماں سے وہ ہر اتوار کو فون پر بات کرتی تھی اور پریا کی بات بھی کرواتی تھی۔ انہوں نے داخلہ بھی بھیج دیا تھا اور اب جو بھی فارغ وقت ملتا دونوں کتابیں اٹھا لیتیں۔

اتوار کو وہ ایک گھنٹے کے لیے زارا سے انگلش پڑھنے لگی تھیں، زارا کی خواہش تھی کہ پندرہ رمضان سے پہلے وہ اپنے عید کے کلیکشن کو متعارف کروانے کے لیے ایک ایونٹ رکھ لے، اس کے لیے اس نے خالد پراچہ سے بات کی جو باہر سے فلم میکنگ اور میڈیا سے متعلق ڈگری لے کر آئے تھے اور اب یہاں اپنی ایک ایڈورٹائزنگ کمپنی چلا رہے تھے۔ ان کی بیوی بھی ان کے ساتھ ہی کام کرتی

محبت کی جیت

محبت جیت بھی جاتی ہے
کبھی جو پریشانیاں آن گھیرے
غموں کے سائے گہرے ہو
پل میں ہاتھ رکھ کے ہاتھ پہ
بڑے مان سے کہہ دے
میں ہوں ناں یارا
تُو
محبت جیت بھی جاتی ہے
کبھی جو شام اداس ہو
دھند کے سائے گہرے ہوں
ایسے میں کوئی
دلکش سا کوئی چٹکلا سنا کہ
فقط اس کی ہنسی کے لیے
پھر بڑے مان سے کہے
تیری آنکھیں اداس اچھی نہیں لگتی
اک بار مسکرا دو ناں
تُو
محبت جیت بھی جاتی ہے

ثناء ڈوگر...... پتوکی

تھیں...... وہ پراچہ ہاؤس کے ہی دوسرے پورشن میں رہتے تھے۔ کیٹ واک کے لیے زارا کو ایک دو اچھی ماڈل گرلز کی ضرورت تھی۔ اس روز وہ زارا کے آفس میں بات کرنے آئے تھے کہ ان کی نظر ہال کی طرف جاتی ماہ نور پر پڑی تھی۔ سیاہ دوپٹے کے ہالے میں لپٹا اس کا چہرہ انہیں چونکا گیا تھا۔ وہ اپنے دھیان میں مگن اردگرد سے بے نیاز کٹائی والے کمرے سے نکل کر ہال کی طرف جارہی تھی اور وہ واپس زارا کے آفس میں چلے گئے تھے۔

"بھابی یہ لڑکی کون ہے؟"

"کون؟" زارا اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے تک آئی اور عین اسی وقت ہال میں داخل ہونے سے پہلے ماہ نو

نے پتانہیں کیوں پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔

"ارے یہ تو ماہ نور ہے، ان ہی دو لڑکیوں میں سے ایک ہے جو وہاں بھی ماما کے ساتھ کام کرتی تھیں اور ماما نے ہی انہیں یہاں بلوایا ہے۔ ہمارے سرونٹ کوارٹر میں رہتی ہیں۔"

"گڈ...... پھر تو مشکل نہیں ہوگی، آپ اس لڑکی کو تیار کریں اپنے ڈریسز کی انٹروڈکشن کے لیے۔" خالد نے مشورہ دیا۔

"خوب صورت تو ہے ہی لیکن جو معصومیت اور پاکیزگی ہے اس کے چہرے پر سچ کہہ رہا ہوں آپ کے عید کے لیے تیار کردہ ڈریسز کو چار چاند لگ جائیں گے۔"

"لیکن خالد بھائی پتانہیں وہ مانے گی بھی کہ نہیں۔"

"تو منوائیں ناں بھابی...... اچھی آفر دیں گی تو مان جائے گی۔ ضرورت مند ہے تب ہی تو اپنا شہر چھوڑ کر یہاں رہ رہی ہے۔" خالد پراچہ سوچ رہا تھا اگر بھابی اسے تیار کر لیتی ہیں اور اچھا جواب ملتا ہے تو اپنے اگلے ایڈ میں وہ اسے لیں گے۔

"میں بات کروں گی لیکن آپ سبینہ اور مہرین سے بات ضرور کیجیے گا۔"

"میں بات کروں گا لیکن آج کل بڑی ڈیمانڈ ہے ان کی۔" خالد پراچہ تو بات کر کے چلا گیا تھا لیکن زارا کو اس کی بات پسند آئی تھی اور اس نے اسی وقت ماہ نور کو بلا کر بات کی تھی۔

"میم میں بھلا......"

"فوراً فیصلہ مت کرو ماہ نور۔" زارا نے نرمی سے اس کی بات کاٹی تھی۔

"ایک دو دن سوچ لو، اسما سے مشورہ کرلو...... اس ایونٹ میں ہمارے خاص کسٹمرز ہوں گے ہرا ایرا غیرا منہ اٹھا کر نہیں آئے گا، ہمیں عید کے لیے اپنے تیار کردہ ڈریسز کو انٹروڈیوس کروانا ہے...... کیٹ واک جھجکتی ہو ناں۔" زارا اسے سمجھا رہی تھی اور وہ سوچ رہی تھی کہ بس لباس بدل کر ادھر سے ادھر جانا ہی ہے ناں اور زارا میم اس کے بدلے میں اتنے پیسے دیں گی کہ مجھے اسما سے لینے نہیں پڑیں گے اور ابا کا علاج بھی ہو جائے گا لیکن پتا نہیں اماں اجازت دیں گی بھی یا نہیں اور جب یہی بات اس نے اسما سے کی تو اس نے لاپروائی سے کہا۔

"بھئی تمہیں ابا کا علاج کروانا ہے ناں اور کیا خبر کتنا خرچ ہو اور کتنا عرصہ ان کو ہسپتال میں رہنا پڑے ان کی کیا حالت ہے کس اسٹیج پر ہیں...... تو میری جان زارا میم کی بات مان لو اور اماں کو فی الحال کچھ بتانے کی ضرورت نہیں، یہاں کسی ہال میں ہونے والے اس شو کا اماں کو کیا پتا چلے گا...... اتنی رقم جو زارا میم تمہیں دے رہی ہیں وہ اگلے سات سالوں میں بھی تم بچا نہیں سکو گی۔" اسما اور صابرہ باجی کے سمجھانے کے باوجود وہ متذبذب تھی، وہ جس متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھی اس کی اپنی اقدار اور روایات تھیں اور ان اقدار سے منحرف ہونا آسان نہ تھا لیکن جب اتوار کو اس نے اماں سے معمول کے مطابق بات کی تو انہوں نے کہا۔

"ماہی تمہارے ابا کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی، میں نے تو سمجھا کہ بس......" اور وہ رو پڑی تھیں۔

"اللہ بھلا کرے ساجد کا فوراً ہسپتال لے گیا، دو دن وہاں رہے...... اب ٹھیک ہیں۔ ڈاکٹر کہتے تھے زیادہ مقدار میں منشیات کا استعمال کرنے سے یہ حالت ہوئی ہے۔ تم کب انہیں علاج کے لیے لے کر جاؤ گی۔"

"بس اماں عید کے مہینے میں کمیٹی نکلنی ہے، میں عید پر آؤں گی تو ابا کو ساتھ لے آؤں گی۔" یوں فیصلہ ہوگیا تھا اس نے زارا میم کو اثبات میں جواب دے دیا تھا۔ زارا بہت خوش ہوئی تھی۔ خالد پراچہ نے اپنی کمپنی سے ایک لڑکی کو بھیجا تھا کہ وہ ماہ نور کو سمجھا دے کہ کیسے پرفارم کرنا ہے۔ ماہ نور کے لیے یہ مشکل نہیں تھا۔ اپنے اسکول کے زمانے میں وہ ہر طرح کی غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیتی تھی۔ جس میں ڈرامے، مباحثے، کھیل وغیرہ شامل تھے۔ خالد پراچہ نے دو تین اور ماڈل گرلز کو بھی ہائر کر لیا تھا جو پہلے بھی کئی کمرشل کر چکی تھیں۔ لیکن ماہ نور کی پرفارمنس

کو سب سے زیادہ پسند کیا گیا، پھر اس کا معصوم حسن لگتا تھا جیسے ہر لباس اس کے لیے بنایا گیا ہو، انار کلی فراک اور چوڑی دار پاجامے کے ساتھ بڑا سا دوپٹا اوڑھے ریمپ پر چلتی ہوئی وہ کوئی مغلیہ شہزادی لگ رہی تھی۔ کون ہے، کہاں سے آئی ہے؟ پہلی بار دیکھا ہے؟ کیا نام ہے؟ کتنے ہی سوال تھے جو زارا اور پراچہ سے کیے جا رہے تھے لیکن زارا نے کسی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ لوگوں کے دل کو مٹھی میں لینے والی یہ لڑکی اس کے درزی خانے میں کام کرتی ہے، ابھی اسے عید کے بعد دلہن کے ڈریسز پیش کرنے تھے۔

"پروفیشنل نہیں ہے ماما کی عزیز ہے..... میرے اصرار پر آئی ہے۔" اس نے سب کو تقریباً یہی جواب دیا تھا۔

ماہ نور یک مشت اتنی رقم ملنے پر بہت خوش تھی کہ اب وہ ابا کا علاج کروا سکے گی..... جیسا کہ اماں نے بتایا تھا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی، عید پر جب وہ گھر آئی تو ابا کی حالت ویسی ہی تھی۔ کھڑے ہوتے تو ٹانگیں کانپتی تھیں، ہاتھوں میں بھی لرزش تھی اور وہ کمزور بھی بے حد ہو گئے تھے۔

"ابا....." وہ ان سے لپٹ کر رو پڑی تھی۔

"یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنالی ہے۔" اور وہ بس خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتے رہے تھے۔ زارا نے سب کو ایک ہفتے کی چھٹی کے ساتھ پورے ایک ماہ کی اضافی تنخواہ بونس کے طور پر دی تھی۔ عید کے کپڑے بھی زارا کی طرف سے تھے۔ اس کے ساتھ انہوں نے پریا کو بھی عید کا جوڑا دیا تھا۔ جسے خود پریا نے پسند کیا تھا۔ اماں اور ابا کے لیے اس نے خود بازار سے اسما کے ساتھ جا کر کپڑے خریدے تھے۔

"کامی کے لیے بھی ایک جوڑا لے آتیں ماہی..... ایک دکان پر سیلز مین کی نوکری مل گئی تھی لیکن ایک ماہ بعد ہی کام چھوٹ گیا۔" پروین نے اپنا جوڑا ایک طرف رکھتے ہوئے کہا تو اس نے خاموشی سے اس ماہ کی تنخواہ اور بونس اماں کو نکال کر دے دیا۔

"یہاں سے ہی دلوا دیجیے گا عید کے لیے جوڑا۔" اور پروین خوش ہو گئی تھی۔

"تمہاری تنخواہ بڑھ گئی ہے کیا؟"

"نہیں عید پر سب کو بونس ملتا ہے مجھے بھی ملا۔" اماں کو خوش دیکھ کر اسے سکون ملا تھا اگر وہ اماں کو کامی کے لیے کپڑے لینے کو نہ کہتی تو وہ کڑھتی رہتیں..... بھانجا تھا ان کا، مری ہوئی بہن کے خیال سے وہ اکثر اس کے لیے دکھی ہو جاتی تھیں۔

"اچھا یہ بتا کمیٹی بھی ملی ہے کہ نہیں..... اپنے ابا کو لے کر جائے گی ناں علاج کے لیے؟"

"جی اماں..... تایا کے گھر سے کوئی آیا، کیسے ہیں سب لوگ، کل ملنے چلیں گے۔" وہ تائی اماں کے لیے بھی اپنے ہاتھ سے کڑھائی کر کے جارجٹ کا دوپٹا لائی تھی اور تایازاد بہنوں کے بچوں کے لیے چھوٹی چھوٹی چیزیں، چوڑیاں، کیچر اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔

"تمہارے تایا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں سوچ رہی تھی تم آؤ گی تو اکٹھے جائیں گے۔ ڈاکٹر نے دل کا آپریشن بتایا ہے۔" اور وہ تایا کی طبیعت کی خرابی کا سن کر پریشان ہو گئی تھی۔ وہ گاؤں میں رہتے تھے کبھی کبھار ملاقات ہوتی تھی لیکن ان کے ہونے سے اسے بڑا سہارا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر وہ کسی مشکل میں پڑی تو تایا ضرور اس کا ساتھ دیں گے..... وہ تایا کی صحت اور زندگی کے لیے بہت دعائیں کرتی تھی اور تایا کی حالت دیکھ کر وہ رو پڑی تھی۔

"یہ کیا حالت بنالی ہے آپ نے اپنی، کتنے کمزور ہو گئے ہیں، لگتا ہے آپ اپنا بالکل خیال نہیں رکھتے۔"

"بالکل صحیح کہہ رہی ہو تم۔" ریحان نے یک دم کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اسے اپنی نظروں کے حصار میں لیا تھا۔

"یہ اپنا بالکل خیال نہیں رکھتے، تم آجاؤ گی تو ان کا خیال رکھنا خود ہی۔" اس کے رخساروں پر حیا کے رنگ دوڑ گئے تھے، پلکیں جھک گئی تھیں۔

"آپ کب آئے۔" بہ مشکل اس نے اپنی جھکی پلکیں اٹھائیں۔

"رات کو ہی آیا ہوں، عید کی چھٹیاں تھیں تو ساتھ میں ایک ہفتے کی اور لے لیں کہ افضل بھائی نے بتایا تھا کہ ڈاکٹر نے ابا کو بائے پاس بتایا ہے اور ابا مان ہی نہیں رہے۔" ریحان نے اپنے بڑے بہنوئی کا نام لیا اور تایا کے پاس ہی آ کر بیٹھ گیا تھا۔

"ویسے تو میرا ارادہ تھا کہ پراجیکٹ ختم ہونے کے بعد ہی آؤں گا لیکن ابا کی وجہ سے آیا ہوں تاکہ......"

"میں نے افضل کو منع بھی کیا تھا کہ نہ ذکر کرے تم سے۔" تایا نے اس کی بات کاٹی۔

"نہیں کروانا کوئی آپریشن مجھے، جتنی زندگی لکھی ہے ناں اللہ نے اس سے ایک لمحہ نہیں بڑھنے والا...... خوامخواہ میں لاکھوں روپے کا خرچ...... دوا دے دی ہے ناں ڈاکٹر نے اب میں کافی بہتر ہوں، غلطی میری ہی تھی، باقاعدگی سے دوا نہیں کھائی حالانکہ ڈاکٹر نے تاکید کی تھی کہ دوا چھوڑنی نہیں ہے۔"

"خیر یہ تو ڈاکٹر سے مل کر ہی پتا چلے گا کہ اب وہ کیا کہتا ہے اگر آپریشن ضروری ہوا تو ظاہر ہے روپے زندگی سے بڑھ کر تو نہیں ہیں ناں ابا جی۔" ریحان اکلوتا تھا لیکن بے حد فرماں بردار اور والدین پر جان دینے والا تھا، اس نے کبھی اپنے اکلوتے ہونے کا فائدہ نہیں اٹھایا تھا، نہ کبھی بے جا ضد کی تھی نہ کوئی نخرہ اور فرمائش، بہنوں اور بہنوئیوں کی عزت کرتا تھا...... ماہ نور کو اس کا تایا کی خاطر پاکستان آنا اچھا لگا تھا اگر علی ہوتا تو وہ بھی ریحان کی طرح ہوتا۔ ماہ نور نے سوچا تھا تب ہی باہر سے تائی کی آواز آئی تھی۔

"ماہ نور بیٹی آنا ذرا یہ اپنے تایا ابا کو جوس دے دو۔" ماہ نور فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی، یوں بھی ریحان کے سامنے بیٹھتے ہوئے اسے حیا آ رہی تھی، کچن میں اماں بھی تائی اماں کے ساتھ کھڑی تھیں، پریا تو تایا ابا سے مل کر چھت پر چلی گئی تھی کہ اسے چھت پر سے کھیتوں کو دیکھنا اچھا لگتا تھا۔

"یہ سیب کا جوس نکالا ہے میں نے تمہارے تایا کے لیے لے جاؤ۔" تائی نے گلاس اسے پکڑایا۔

"اور آپ کیا کر رہی ہیں؟"

"پلاؤ پکانے لگی ہوں ابھی دونوں بہنیں بھی بھائی کے آنے کا سن کر آتی ہی ہوں گی۔"

"آپ جائیں اندر تایا ابا کے پاس بیٹھیں، مجھے بتا دیں بس کیا کیا کرنا ہے میں کرلوں گی۔" اس نے گلاس واپس انہیں پکڑا دیا۔

"جیتی رہو بیٹی...... یہ چاول میں نے نکال کر رکھ دیے ہیں۔ گوشت دھو کر چھلنی میں رکھا ہے، یخنی والا پلاؤ بنا لو...... ساتھ میں رئتہ اور سلاد بنا لینا...... قورمہ میں نے صبح ہی پکا دیا تھا، دیکھ لینا کوئی کسر ہوئی تو۔" تائی خوش ہو گئی تھیں، وہ پروین کو ساتھ لے کر چلی گئیں تو وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ یخنی کے لیے گوشت چڑھا کر وہ پیڑھی پر بیٹھی چاول صاف کر رہی تھی جب ریحان کچن کے دروازے میں آ کھڑا ہوا۔

"ماہی یہ گلاس لے لو۔" ماہ نور نے چونک کر اسے دیکھا اور اٹھ کر گلاس لے لیا، وہ دروازے پر ہاتھ رکھے گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیسی ہو ماہی؟"

"ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"

"اللہ کا شکر ہے، ابا نے بتایا تھا تمہارے لاہور جانے کا، سچ پوچھو تو مجھے اچھا نہیں لگا تھا...... تمہیں اس طرح خوار نہ ہونا پڑتا ماہی اگر تم میری بات مان لیتیں، میں کچھ نہ کچھ کر ہی لیتا۔" اس کے لہجے سے ہلکی سی ناراضی جھلکی تھی۔

"ابا سے میری بات ہوئی تھی چاچا کے علاج کے لیے لیکن وہ خود ہی بیمار پڑ گئے...... خیر ایک بار ابا کا چیک اپ کروالوں آپریشن یا جو بھی ڈاکٹر نے کہا پھر چاچا کے لیے کچھ کرتا ہوں۔"

"ابا کو عید کے بعد ساتھ ہی لے کر جاؤں گی، وہاں ایک بحالی سینٹر میں بات کرلی ہے میں نے۔" ماہ نور نے ذرا کی ذرا نظریں اٹھائیں۔

"لیکن ماہی تمہیں پتا ہے وہاں کم از کم تین یا چار ماہ تو

رکھیں گے چاچا کو اور زیادہ بھی رکھ سکتے ہیں تو پیسوں کا انتظام کیسے کیا تم نے؟'' وہ متجسس ہوا۔

''وہ میں نے کمیٹی ڈالی تھی اور اسما نے بھی اپنی کمیٹی مجھے دے دی ہے اور میم سے بھی ضرورت پڑی تو ادھار لے لوں گی پھر تنخواہ میں سے کٹواتی رہوں گی۔'' وہ ریحان کو اصل بات بتا نہیں سکی تھی کہ کہیں وہ برا نہ مان جائے۔

''ماہی......'' ریحان کو افسوس ہوا۔

''میرا ایگریمنٹ جب ختم ہوگا تو میں تمہیں کام نہیں کرنے دوں گا، تمہارا جو بھی قرض اور کمیٹی وغیرہ کی رقم رہتی ہوگی سب چکا دوں گا اور اس سلسلے میں اب میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔'' ماہ نور نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''اچھا یہ بتاؤ کبھی مجھے یاد کیا؟'' اب وہ پرشوق نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''میں تو تمہیں بہت یاد کرتا تھا اور کبھی کبھی مجھے تم پر غصہ بھی آتا تھا اگر تم منع نہ کرتیں تو ہماری شادی ہو چکی ہوتی، میں تمہیں فون کرتا اور وہ ساری باتیں تم سے کرتا جو ابھی تک تم سے نہیں کیں۔ تم نہیں جانتیں ماہی جب ابا نے مجھ سے تمہارے لیے بات کی تھی تب سے تم میرے دل میں چھپی بیٹھی ہو۔''

''آپا......آپا۔'' پریا اسے آواز دیتی سیڑھیوں سے اتر کر اچھلتی کودتی کچن کی طرف آ رہی تھی۔

''بتاؤ ناں ماہی کتنا یاد کیا؟'' ریحان نے بیتابی سے پوچھا۔

''پتا نہیں۔'' اس نے ایک گہری سانس لی۔

''زندگی اتنی مشکل ہے ریحان کہ پتا ہی نہیں چلتا کب کسے کتنا یاد کیا، علی کو، آپ کو، ابا کو، تایا کو لیکن جن کے ساتھ ہمارا خون کا اور دل کا تعلق ہوتا ہے وہ بھولتے ہی کب ہیں۔ انہیں یاد کرو یا نہ کرو وہ ہمارے اندر ہر پل موجود ہوتے ہیں۔''

''یہ تھوڑا سا مشکل وقت ہے ماہی، یہ بھی گزر جائے گا ان شاء اللہ۔'' اس نے تسلی دی، پریا اب قریب آ گئی تھی۔

''ہماری گڑیا کا کیا حال ہے؟'' وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''ریحان بھائی آپ......'' پریا اسے دیکھ کر خوش ہوئی۔

''یقین رکھنا ماہی کڑا وقت ہمیشہ نہیں رہے گا۔'' پریا کی انگلی پکڑ کر جاتے ہوئے اس نے مڑ کر یقین دلایا تھا۔ اسے بھی یقین تھا کہ کڑا وقت ہمیشہ نہیں رہے گا، ایک دن آئے گا جب سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن اس دن کے آنے سے پہلے کتنی کٹھن منزلیں تھیں جو طے کرنا تھیں، کتنے دکھ تھے جو برداشت کرنا تھے۔ وہ تایا کے گھر سے بہت خوش خوش آئی تھی۔ تایا چاہتے تھے کہ ریحان کے واپس جانے سے پہلے اس کا اور ریحان کا نکاح ہو جائے اور رخصتی بعد میں جب ریحان واپس آئے گا تو ہو جائے گی...... وہ جانتی تھی تایا نے نکاح کی بات کامران کی وجہ سے کی تھی...... اس

صبح نو

صبح نو میں آئی ہوں
پیغام نیا اک لائی ہوں
شب کا پردہ کر کے چاک
میں دن سہانا لائی ہوں
فلک ہوا ہے پھر سے نیلا
میں دھوپ سنہری لائی ہوں
نغمے گاتے ثنا کرتے
میں پنچھی پیارے لائی ہوں
کہیں بارش کہیں پھوار
کہیں باد صباء میں لائی ہوں
اٹھو جاگو سونے والو
میں موقع لے کر آئی ہوں
شب کی نرم نیندوں بعد
میں رزق تمہارا لائی ہوں
کیا وقت کو ایسے کھونا کہ
میں دن اکیل لائی ہوں
صبح نو میں آئی ہوں
اک دن سہانا لائی ہوں

صباء امین

طرح کامران سے شادی کا خطرہ ٹل جاتا، اماں کے دل میں کیا تھا وہ نہیں جانتی تھی لیکن تایا نے فیصلہ کردیا تھا کہ عید کے بعد ڈاکٹر سے چیک اپ کروا کے اور آپریشن اگر ہونا ہوا تو تب بھی آپریشن سے پہلے وہ ریحان اور ماہ نور کا نکاح کردیں گے لیکن تقدیر میں کیا لکھا ہے یہ انسان نہیں جانتا..... تایا جو آپریشن سے پہلے اس کا اور ریحان کا نکاح کروا کے اسے کامران سے بچانا چاہتے تھے عید سے ایک دن پہلے چپ چاپ دنیا سے رخصت ہوگئے تھے۔

"نہیں....." اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا جب خالہ زہرا نے آکر بتایا۔

"نہیں، یہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے تایا اس طرح نہیں جاسکتے....." لیکن وہ چلے گئے تھے، وہ تڑپ تڑپ کر روئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ بے یارومددگار رہ گئی ہو، جیسے وہ کھلے آسمان تلے کھڑی ہو، ابا اور علی کے لیے پھر بھی اس کے دل میں امید کا ایک ننھا سا دیا جلتا تھا کہ شاید کبھی ہاں شاید کبھی لیکن تایا تو ساری روشنیاں بجھا کر چلے گئے تھے۔

"ہائے اپنے اکلوتے بیٹے کی خوشی بھی نہ دیکھ سکے۔" تائی کے بین اس کے وجود میں شگاف ڈال رہے تھے اور اپنا آپ اسے مجرم سا لگنے لگا تھا، کیا تھا جو وہ انکار نہ کرتی، تایا اکلوتے بیٹے کی خوشی دیکھ لیتے۔

"تقدیر میں ایسا ہی ہونا لکھا تھا۔" ریحان نے اماں کو اور اسے بیک وقت تسلی دی تھی۔

"ہر بات کا وقت مقرر ہے جو جب جس وقت ہونا ہوتا ہے اسی وقت ہوتا ہے۔" ماہ نور کو واپس لاہور جانا تھا سو عید کے تیسرے دن وہ تائی سے اجازت لے رہی تھی۔

"اگر مجبوری نہ ہوتی تو ابھی نہ جاتی لیکن مجھے اتنے دن کی چھٹی ملی تھی۔" تائی نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاں تمہاری مجبوری ماہی، مجھے کوئی گلہ نہیں۔" اور وہ اندر ہی اندر شرمندہ سی ہوگئی تھی۔ ریحان نے نظروں ہی نظروں میں تسلی دی اور وہ روتی ہوئی تایا کے گھر سے نکلی تھی، اب جب بھی وہ آئے گی تو وہ شفیق ہستی موجود نہیں ہوگی..... وہ اب کبھی تایا کو نہیں دیکھ سکے گی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ پھر کبھی وہ اس گھر میں بھی نہیں آسکے گی..... یہ کھلے صحن والا بڑا سا گھر جہاں بچپن میں وہ بڑے شوق سے آیا کرتی تھی اس گھر کے دروازے اس پر ہمیشہ کے لیے بند ہوجائیں گے..... ہر بات سے بے خبر وہ زخمی دل کے ساتھ واپس لوٹ آئی تھی۔



ابا کو لاہور لے جانا کوئی آسان کام نہیں تھا..... کتنے حیلے بہانے کیے تھے لیکن وہ تو جیسے کان بند کیے بیٹھے تھے۔

"ابا....." آخر اسے ترکیب سوجھی۔

"میں علی کو ڈھونڈنے جارہی ہوں..... آپ میرے ساتھ چلیں گے؟" اس کی بات پر ان کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں اور انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تھا، یہ نہیں تھا کہ وہ کبھی حواس میں نہیں آتے تھے، تایا کی موت پر اس نے انہیں بلک بلک کر روتے ہوئے دیکھا تھا، ہاں وہ حواس میں آتے ہی خود کو پھر نشے میں ڈبو دیتے تھے۔ علی کا دکھ ان سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔

"علی مل جائے گا وہاں؟" انہوں نے آس بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کا دل جیسے کٹ گیا ہو۔ دبلے پتلے کمزور سے ابا کے ساتھ جب وہ اپنے کوارٹر میں آئی تھی تو اسما انہیں دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

"تمہارے ابا تو پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہوگئے ہیں ماہی اور پھر بہت بیمار بھی لگ رہے ہیں۔" اور وہ اسی روز باجی صابرہ اور اسما کے ساتھ انہیں بحالی سینٹر میں لے گئی تھی، نشہ نہ ملنے پر ان کو جو اذیت ہوتی وہ برداشت نہ کر پاتے اور ایسی حالت میں وہ انہیں کیسے سنبھالتی..... میڈم نرگس اور انکل یہاں نہیں تھے زارا میم پتا نہیں کیا سوچتیں، کہیں اسے کوارٹر سے ہی جانے کے لیے نہ کہہ دیں..... اس لیے وہ فوراً ہی ابا کو لے گئی تھی، صابرہ باجی کے بھائی نے اس سلسلے میں بہت مدد کی تھی۔

"دنیا ابھی اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہوئی اسی۔"

واپس آ کر وہ اسما کے گلے لگ کر بلک بلک کر روئی اور مدد کا یہ سلسلہ یہاں پر ہی ختم نہیں ہوا بلکہ بعد میں بھی جاری رہا تھا۔ وہ جب بھی فارغ ہوتے ابا کو دیکھنے، ان کی خبر گیری کرنے چلے جاتے تھے۔ وہ بھی ہر چھٹی والے دن پریا اور اسما کو ساتھ لے کر ابا سے ملنے جاتی تھی۔ شروع شروع میں تو وہ جب بھی ان سے مل کے آتی ان کی حالت دیکھ کر مایوس ہوجاتی۔

"ابا ٹھیک نہیں ہوں گے امی...... مجھ سے ان کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی...... میں انہیں واپس لے جاتی ہوں۔"

"پاگل ہوئی ہو...... اللہ کی رحمت سے مایوس ہو، جانتی ہو ناں مایوسی کفر ہے پھر بھی ایسی باتیں کرتی ہو۔" اسما سمجھاتی اس کی اماں اللہ سے دعا کرنے کو کہتیں اور پھر آہستہ آہستہ وہ بہتر ہونے لگے اور دو ماہ بعد وہ اماں کو خوشخبری دے رہی تھی۔

"اماں ابا پہلے سے بہتر ہوگئے ہیں، کچھ وقت اور لگے گا اور وہ بالکل ٹھیک ہوجائیں گے پہلے جیسے، کل میں گئی تھی تو وہ آپ کا پوچھ رہے تھے۔ آپ کامی بھائی یا ساجد بھائی کے ساتھ کچھ دنوں کے لیے آ جائیں ابا سے مل لیں۔" اور وہ تو جیسے تیار ہی بیٹھی تھیں۔ دوسرے دن ہی ساجد بھائی کے ساتھ آ گئی تھیں۔ ساجد بھائی تو انہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے لیکن وہ ایک ہفتہ رہی تھیں اور ابا کو بہتر ہوتے دیکھ کر خوش تھیں گو ابا نے ہسپتال والوں کی بہت شکایتیں بھی لگائی تھیں اور ساتھ چلنے کی ضد بھی کی تھی لیکن اس نے اماں کو پہلے ہی سب سمجھا دیا تھا، اماں اس کی طرف سے اور پریا کی طرف سے بھی بے حد مطمئن تھیں۔ زارا سے مل کر اور وہاں کا ماحول دیکھ کر ان کے دل میں اس کے یہاں کام کرنے کے حوالے سے جو خدشے تھے وہ بھی ختم ہوگئے تھے لیکن پھر بھی وہ جاتے جاتے کامی کی حمایت کرنا نہیں بھولی تھیں۔

"کامی بہت بدل گیا ہے ماہی، ہر بری عادت اس نے چھوڑ دی ہے۔ پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جا کر پڑھتا ہے، تمہارے ابا ٹھیک ہوجائیں تو بس تم بھی نوکری چھوڑ کر گھر آ جانا، میں تمہاری اور کامی کی شادی کردوں گی...... تمہارے تایا تو رہے نہیں اور تمہاری تائی نہیں کرنے والی اب اپنے بیٹے کی شادی تم سے۔" وہ خاموش رہی، جاتے ہوئے اماں کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اسما کی زبان پھسل گئی تھی۔

"خالی خولی مسجد میں ہی جاتا ہے یا کوئی کام کاج بھی کرتا ہے؟"

"وہ بے چارا تو سارا سارا دن کام کی تلاش میں پھرتا رہتا ہے، اب کام ملے بھی تو...... اب بھی شاداب نگر گیا ہوا تھا کام ڈھونڈنے۔"

"مفت کا کھانے کو مل رہا ہے تو پھر اسے کام ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے دل میں کہا۔

"کام ملنا کوئی آسان تو نہیں ہے ناں، میرا ابھی بس ایک گھر کا ہی کام رہ گیا ہے کتنے لوگوں سے کہہ رکھا ہے لیکن چھوٹا شہر ہے، جو لوگ کام کرواتے ہیں ان کے ہاں پہلے سے ہی کام کرنے والے ہیں۔" انہوں نے بات آگے بڑھائی۔

"تو آپ کو کام کرنے کی کیا ضرورت ہے، اب چھوڑ دیں یہ کام کرنا اور یہاں آ جائیں ہمارے پاس، جب تک ابا ہاسپٹل میں ہیں یہاں ہی رہیں ہمارے پاس۔" اس نے دل کی بات کہی تھی۔

"ہاں تو اماں۔" پریا نے ان کے گلے میں بانہیں ڈالی تھیں۔

"اتنا بڑا کمرہ ہے ہمارا...... آپ کے ساتھ ابا بھی رہ سکتے ہیں۔"

"اور کامی بے چارا کیا کرے گا، وہ تو اپنے لیے ایک کپ چائے بھی نہیں بنا سکتا۔" اماں کا دل بھی چاہ رہا تھا لیکن کامی کی وجہ سے انہوں نے انکار کردیا۔

"تو کیا آپ نے ساری زندگی کے لیے اس کا ٹھیکہ لے رکھا ہے، راضی کرے باپ کو اور گھر چلا جائے۔" وہ تلخ ہوئی تو پروین نے ایک ناراض سی نظر اس پر ڈالی۔

"جب تک میری زندگی ہے تب تک تو میں اسے نہیں نکالنے والی گھر سے بعد میں تم نکال دینا۔"

"اچھا ٹھیک ہے ناراض تو نہ ہوں ناں۔" اس نے ان سے لپٹ کر انہیں چوم کر راضی کرلیا تھا۔ وہ خوش تھی کہ ابا ٹھیک ہورہے تھے اور وہ چاہتی تھی کہ اماں بھی خوش رہیں اور وہ خوش تھیں، ہر گزرتا دن ابا کی طبیعت میں بہتری لارہا تھا لیکن چار ماہ بعد وہ خالی ہاتھ تھی۔

اسما کی کمیٹی کے علاوہ اس نے صابرہ باجی سے بھی کچھ رقم ادھار لی تھی...... ابھی کم از کم ابا کو دو تین ماہ اور یہاں رکھنا تھا، ورنہ واپس جاکر وہ پھر نشہ شروع کردیتے اور ساری محنت رائیگاں چلی جاتی اور وہ جس نے سوچ رکھا تھا کہ اب پھر کبھی نہیں...... ایک بار پھر دلہن کے لباس میں ریمپ پر کھڑی تھی کیونکہ اسے ابا کا مکمل علاج کروانا تھا اور انہیں اس وقت تک وہاں ہی رکھنا تھا جب تک وہ بالکل ٹھیک نہ ہوجاتے...... پراچہ صاحب اور میڈم نرگس بھی ابھی تک واپس نہیں آئے تھے ورنہ وہ ان سے کہتی کہ وہ کسی مخیر شخص سے کہہ کر ابا کے علاج کا بندوبست کروادیں، زارا سے اسے پتا چلا تھا کہ پراچہ صاحب کے چھوٹے بھائی وہاں بیمار ہیں انہیں کینسر ہے اور وہ ہسپتال میں داخل ہیں۔ میڈم نرگس کے وہ دیور ہی نہیں بہنوئی بھی تھے اور وہ دل ہی دل میں شرمندہ ہوئی تھی کہ خوامخواہ ان سے بدگمان ہوئی۔ تنخواہ کا زیادہ حصہ وہ اماں کو بھجوادیتی تھی۔

ابا کے علاج کے لیے اسے پیسوں کی ضرورت تھی اور اتنے زیادہ وہ کسی اور کام سے حاصل نہیں کرسکتی تھی اس لیے اس نے زارا کی پیشکش قبول کرلی تھی۔ ابا کا علاج چل رہا تھا اس دوران اس نے اور اسما نے ایف اے کا امتحان بھی دے دیا تھا جس روز ان کا پیپر ہوتا زارا انہیں چھٹی دے دیتی تھی پھر ابا ٹھیک ہوگئے، ڈاکٹر نے انہیں گھر لے جانے کی اجازت دے دی تھی اور تاکید کی تھی کہ ان کا بہت خیال رکھنا ہے اور نگرانی بھی رکھنی ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے نہ ملیں جو نشہ کرتے ہوں کیونکہ بعض اوقات نشے کے عادی ٹھیک ہونے کے بعد ترغیب ملنے پر دوبارہ سے اس لت کا شکار ہوجاتے ہیں۔

طاقت کی دوائیں ابھی مزید کچھ عرصہ استعمال کرنی ہیں۔ وہ بے حد خوش خوش ابا کے ساتھ گھر آئی تھی اور اماں کو ڈاکٹر کی ہدایات بتا کر تاکید کی تھی کہ انہیں ابا کا بہت خیال رکھنا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ گھر پر رہیں اور کام کرنا چھوڑ دیں، اسے یقین تھا کہ سال دو سال بعد ابا کے اندر اتنی قوت ارادی پیدا ہوجائے گی کہ پھر کسی ترغیب کا خوف نہیں رہے گا...... واپس آتے ہوئے وہ ابا کے گلے لگ کر بہت روئی تھی۔

"ابا ایک بار جی بھر کر علی کے لیے رولیں پھر نہیں رونا۔"

اس روز ابا، اماں اور وہ بہت روئے تھے اور ایسے جیسے علی آج ہی بچھڑا ہو...... وہ واپس لاہور آئی تو پراچہ صاحب اور میڈم بھی آگئے تھے ان کے بھائی کا انتقال ہوگیا تھا۔ وہ بھی سب ورکرز کے ساتھ تعزیت کرنے رہائشی حصے میں گئی تھی اور جب وہ لان سے گزر کر اپنے کوارٹر کی طرف آرہی تھی تو پراچہ صاحب اسے گیٹ کی طرف سے آتے ہوئے دکھائی دیے تو وہ رک گئی تاکہ ان کے بھائی کا افسوس کرسکے۔ وہ بھی اس کے قریب آکر رک گئے تھے۔

"تم ماہ نور ہو ناں افتخار کی بھتیجی؟"

"جی۔"

"مجھے اچانک جانا پڑا اور میں تمہارے ابا کے لیے کچھ نہیں کرسکا۔"

"کوئی بات نہیں، اب ان کا علاج ہوگیا ہے ٹھیک ہیں وہ۔"

"اور افتخار کیسا ہے؟"

"وہ تو اب نہیں رہے...... وفات پاگئے ہیں۔" اس کی پلکیں بھیگ گئی تھیں۔

"آہ......" پراچہ صاحب کو حقیقت میں افسوس ہوا تھا۔

"وہاں اپنے لاڈلے بھائی کو دفنا کر آیا ہوں اور یہاں تم بھائیوں جیسے دوست کی موت کی خبر سنارہی ہو۔" ان کی پلکیں بھیگ گئی تھیں۔

"اس نے مجھے تمہارا خیال رکھنے کو کہا تھا...... کبھی کوئی

مسئلہ یا پریشانی ہوتو بلا جھجک مجھ سے کہہ سکتی ہو۔" اس نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنے کوارٹر میں آ گئی تھی۔ وہ اور اسما دونوں ہی اچھے نمبروں سے کامیاب ہوگئی تھیں۔ اسما بی اے کی کتابیں خرید کر لے آئی تھی۔

"جیسا کہ میں نے کہا تھا اب ہمارے پاس بہت وقت ہے، ہم بہت اچھی تیاری کرسکیں گے اور درزی خانے سے واپس آ کر ہم ایک گھنٹے کے لیے اکیڈمی جائیں گے میں نے بات کرلی ہے۔"

"لیکن دو سال اماں مجھے یہاں نہیں رہنے دیں گی، جب بھی فون کروں، کہتی ہیں واپس آجاؤ..... مل جل کر کام کرلیں گے۔" وہ متذبذب سی کتابیں دیکھ رہی تھی۔

"تو جب تک یہاں ہو تب تک تو مل کر تیاری کرتے ہیں۔ اماں سے کہہ دینا کہ ابا کے علاج کے لیے جو ادھار لیا تھا وہ اتار کر آجاؤں گی۔ کل کا کیا پتا کیا ہو؟" اسما کے پاس تو ہر مسئلے کا حل تھا اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ اس بار جب وہ پریا کے ساتھ گھر گئی تو ابا کو صاف ستھرے کپڑوں میں ملبوس اماں سے باتیں کرتے دیکھ کر وہ خوش ہوئی تھی۔ اماں نے اسے بتایا تھا کہ تمہارے ابا باہر جا کر کہیں نوکری ڈھونڈنے کو کہتے ہیں لیکن میں ابھی جانے نہیں دے رہی کہ کہیں وہی کم بخت جنہوں نے پہلے اس راہ پر ڈالا تھا پھر کہیں وہی لت نہ لگادیں لیکن نہیں جانتی تھیں کہ چور تو گھر کے اندر ہی گھات لگائے بیٹھا ہے، اس بار ضرب اندر سے ہی لگی تھی۔ وہ بہت خوش خوش اور مطمئن سی واپس آئی تھی۔

"میں بی اے کا امتحان دے کر ہی واپس گھر جاؤں گی۔" اس نے اسما کو بتایا۔

"اور ریحان..... وہ تو تمہارے بی اے سے پہلے ہی واپس آجائے گا۔" اسما کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"اس نے مزید دو سال کا کنٹریکٹ کرلیا ہے۔ میں تائی سے ملنے گئی تھی وہاں فون پر بات ہوئی تھی اس سے۔ پہلے تو تایا کی وجہ سے تائی جلدی شادی کرنا چاہتی تھیں لیکن اب تایا نہیں رہے تو ریحان کہتا ہے کہ اگر اسے کمانے کا موقع مل رہا ہے تو وہ اس سے فائدہ اٹھالے..... کل کو ہمارے اور بچوں کے کام آئے گا۔" اس کے رخسار گلال ہوئے تھے۔

"لیکن وہ کامی....." اسما اب بھی شرارت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اب ابا ٹھیک ہوگئے ہیں تو کامی بھی جانتا ہے اور اماں بھی کہ وہ کامی کے لیے کبھی نہیں مانیں گے۔" وہ ہنسی تھی لیکن اسما نے صحیح کہا تھا کل کیا ہو کیا پتا، وہ بہت خوش اور مطمئن سی تھی کہ ایک روز اماں کا فون آیا وہ بری طرح رو رہی تھیں۔

"ماہی تمہارے ابا کی طبیعت بہت خراب ہے تم آجاؤ۔"

"کیا ہوا ابا کو؟" وہ پریشان ہوئی۔

"پتا نہیں ساجد ہسپتال لے کر گیا ہوا ہے۔" اسے تین ماہ ہوگئے تھے گھر گئے ہوئے کیونکہ پریا کے امتحان ہو رہے تھے۔ وہ اب کلاس ٹو میں تھی اور تھری میں جانا تھا اسے۔ اماں کو اس نے بتا دیا تھا کہ اس بار وہ دو ماہ بعد نہیں آئے گی لیکن پورے ہفتے کی چھٹی لے کر آئے گی۔ ان تین ماہ میں اماں نے ابا کی طبیعت کی خرابی کا تو کبھی نہیں بتایا تھا شاید اچانک کچھ ہوا ہے۔

"گھر میں سب خیریت ہے ماہ نور؟ تم پریشان لگ رہی ہو۔" اماں کو اگر خود سے فون کرنا ہوتا تو وہ زارا کے آفس کے نمبر پر کرتی تھیں لیکن وہ خود باہر پی سی او سے کرتی تھی، اس وقت بھی وہ زارا کے آفس میں ہی کھڑی تھی۔

"میرے ابا بہت بیمار ہیں۔"

"اوکے تو تم صبح گھر چلی جاؤ..... پیسوں کی ضرورت ہو تو لے جانا حساب کتاب بعد میں ہوتا رہے گا۔" زارا ایسی ہی تھی ہمدرد اور نرم دل۔

"ابا کو ساجد نے سرکاری ہسپتال میں داخل کروا دیا ہے۔ تمہاری اماں بھی وہاں ہی ہیں۔" گھر پہنچنے پر خالہ زہرا نے بتایا تو وہ پریا کو ان کے پاس چھوڑ کر ہسپتال گئی تو پتا چلا کہ ان کی حالت زیادہ مقدار میں منشیات لینے سے خراب ہوئی ہے۔ ایک گردہ بالکل ختم ہوگیا ہے جبکہ دوسرا

صرف بیس فیصد کام کر رہا ہے۔

"کیا ابا پھر نشہ کرنے لگے ہیں اماں؟" اس کا دل جیسے ٹوٹ کر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوا تھا۔

"پتا نہیں کب کیسے ماہی...... وہ تو کبھی گھر سے باہر بھی نہیں جاتے تھے، میں جانے ہی نہیں دیتی تھی پھر یہ کیسے......" وہ مجرم سی بنی کھڑی تھیں۔

"بی بی آپ انہیں لاہور لے جا کر کسی اسپیشلسٹ کو دکھائیں وہ صحیح بتا سکے گا کہ اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔" اس کے پوچھنے پر ڈاکٹر نے کہا اور وہ ابا کو ڈسچارج کروا کے اماں کے ساتھ گھر واپس آ گئی تھی۔ ابا برآمدے میں پڑی چارپائی پر گر سے گئے تھے۔

"ابا یہ آپ نے کیوں کیا پھر...... ایک بار پھر ابا۔" وہ ان کی چارپائی کے پاس زمین پر بیٹھی ان کے بازو پر ہاتھ رکھے رو پڑی تھی لیکن وہ نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے دبائے خاموش لیٹے تھے جیسے بہت تکلیف میں ہوں۔

"ابا کیا بہت تکلیف ہو رہی ہے، کیا درد ہے کہیں؟" اس نے پوچھا تھا تب ہی صحن کا دروازہ کھلا اور کامران اندر داخل ہوا اور ماہ نور کو دیکھ کر سیدھا برآمدے کی طرف آیا۔

"ارے واہ آج تو بڑے لوگ آئے ہوئے ہیں۔" اعجاز احمد نے کامران کی طرف دیکھا تو تیزی سے اٹھے اور تیر کی طرح کامران کی طرف بڑھے۔

"اللہ کا واسطہ ہے ایک خوراک دے دو نہیں تو مر جاؤں گا میں۔" وہ منتیں کر رہے تھے، ہاتھ جوڑ رہے تھے پروین اور ماہ نور حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اعجاز احمد زیادہ دیر کھڑے نہ رہ سکے تو زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس کے پیر پکڑ کر التجا کرنے لگے۔

"اللہ کا واسطہ مجھے تھوڑی سی لا دو۔" اور کامران نظریں چرائے پیر چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ماہ نور جیسے یک دم ہوش میں آ کر تیزی سے ان کے قریب آئی اور ابا کو پکڑ کر زمین سے اٹھایا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو ٹھہرے ہوئے تھے اور وہ اب بھی التجا کر رہے تھے۔

"تو یہ تم تھے گھٹیا انسان، تم نے ابا کو پھر...... نکل جاؤ ابھی ہمارے گھر سے نکل جاؤ۔" اس نے اعجاز احمد کے گرد اپنا بازو حمائل کر کے انہیں اپنے ساتھ لگایا۔

"ساری کوشش رائیگاں کر دیں اس سے پوچھیں اماں کیوں کیا اس نے ایسا، کیوں؟" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

اس نے ایسا کیوں کیا تھا اس کے ہونٹوں پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ نمودار ہو کر غائب ہو گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اعجاز احمد اس طرح ٹھیک رہے تو وہ کبھی بھی ماہ نور کا رشتہ اسے نہیں دیں گے، اس کے لیے بہتری اسی میں تھی کہ وہ کبھی ٹھیک نہ ہوں لیکن اب وہ پروین کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا خالہ اور نہ ہی میں نے خالو کو نشہ کرنے کے لیے کچھ لا کر دیا ہے۔"

"تو گھر کے اندر آسمان سے ٹپک پڑا۔" وہ اعجاز احمد کو لٹا کر جیسے پھنکاری تھی۔

"مجھے کیا پتا۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"پروین...... پروین۔" اعجاز احمد کی حالت بری ہو رہی تھی۔ وہ بار بار سر پٹخ رہے تھے اور ہاتھ چارپائی کی پٹی پر مار رہے تھے۔

"اسے کہو...... پیسے دو اسے، یہ...... یہی لاتا ہے۔" اس نے ایک نفرت بھری نظر کامران پر ڈالی اور اماں سے پوچھا۔

"کیا سکون والی دوا ہے گھر میں وہ جو ڈاکٹر نے ابا کو پورا سال کھانے کے لیے کہی تھی۔"

"ہو گی...... میں دیکھتی ہوں، ختم ہونے سے پہلے ہی منگوا لیتی ہوں۔" وہ کمرے کی طرف بڑھیں...... اعجاز احمد کے لبوں سے اب گھٹی گھٹی چیخیں نکل رہی تھیں اور وہ اس طرح اپنا سر پٹخ رہے تھے، پروین کمرے کی طرف جاتے ہوئے مڑی...... اس نے دیکھا وہ دوپٹے کے پلو سے کچھ پیسے کھول کر کامران کو پکڑا رہی تھیں، یہ کیسی بے بسی تھی...... اماں سے ابا کی تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی، وہ منہ موڑ کر چارپائی کی پٹی پر سر رکھ کر رونے لگی۔

"ماہی...... میں کامران کو گھر سے جانے کے لیے کہہ دوں گی۔" پروین نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اس کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔

"اماں......" وہ یک دم اٹھ کر ان کے گلے لگ گئی اور اب وہ دونوں رو رہی تھیں، ایک دوسرے کے گلے لگی۔



دوسرے روز وہ اماں اور ابا کو ساتھ لے کر لاہور آ گئی تھی۔ اس بار پراچہ صاحب نے بہت ساتھ دیا تھا نہ صرف یہ کہ انہوں نے ابا اور اماں کو اسے کوارٹر میں رکھنے کی اجازت دے دی تھی بلکہ خود ڈاکٹر سے وقت لے کر اپنی گاڑی میں ڈرائیور کے ساتھ بھیجا تھا۔ مختلف ٹیسٹ اور الٹرا ساؤنڈ وغیرہ کے بعد یہی پتا چلا تھا کہ ایک گردہ بالکل کام نہیں کر رہا جبکہ دوسرا صرف بیس فیصد کام کر رہا تھا۔ ڈاکٹر نے دوائیں تو دے دی تھیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ابھی تو یہ دوا باقاعدگی سے دیں لیکن پھر ہوسکتا ہے ہمیں کچھ عرصہ بعد ڈائیلیسس شروع کرنا پڑے...... وہ رپورٹس اور دوائیں لے کر گھر آ گئی تھی لیکن سب سے بڑا مسئلہ تو یہ تھا کہ جب ان کا نشہ ٹوٹتا تو ان کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ پروین نے یہاں آنے سے پہلے کامی کو گھر سے جانے کے لیے کہہ دیا تھا۔

"لیکن میں کہاں جاؤں گا خالہ۔"

"میری طرف سے جہنم میں جاؤ۔" پروین کو وہ بہت عزیز تھا لیکن شوہر سے زیادہ نہیں، وہ کتنی خوش تھیں، بہت ظلم کیا تھا اس نے وہ اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھیں لیکن اسے گھر سے نکالنے سے پہلے انہوں نے کچھ خوراکیں منگوالی تھیں کہ پرائے گھر میں ابا ہنگامہ نہ کھڑا کر دیں لیکن یہ مسئلے کا حل تو نہیں تھا۔ ایک بار پھر وہ ابا کو بحالی سینٹر میں چھوڑ آئی تھی۔ ان کی ملتجی نظروں سے نظریں چراتی وہ واپس آ گئی تھی۔ ان کی گردے کی دوائیاں اور رپورٹس وغیرہ اس نے وہاں کے انچارج کے حوالے کر دی تھیں۔ ڈاکٹر نے اس بار کوئی امید نہیں دلائی تھی لیکن وہ امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہ رہی تھی۔

"میرے ابا ٹھیک ہو جائیں بس، چاہے جتنا بھی پیسہ خرچ ہو میں کرلوں گی۔" اور ڈاکٹر کو اس نم آنکھوں والی لڑکی پر ترس آیا تھا۔

"ہمارے اختیار میں جو کچھ بھی ہوا ہم کریں گے بی بی لیکن اب ان کا کوئی ایک پرابلم تو نہیں ہے کسی بھی وقت گردے یا دل فیل ہوسکتا ہے، ہم اپنی سی کوشش کریں گے آپ دعا کریں۔" دوا اور دعا جو بھی اختیار میں تھا وہ کر رہی تھی، بس ایک امید پر کہ شاید ابا بچ جائیں شاید اللہ ان کی سن لے۔

لیکن ان کی طبیعت روز بروز خراب ہوتی جا رہی تھی۔ ان میں قوت مدافعت بہت کم رہ گئی تھی۔ بحالی سینٹر والے انہیں زیادہ تر سکون بخش دواؤں کے زیر اثر رکھتے تھے تب صابرہ کے بھائی کے مشورے پر وہ انہیں گھر لے آئی تھی کہ اب وہاں رکھنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ دوسری طرف ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اب ہر پندرہ دن بعد گردے واش کرنا ضروری ہے ورنہ جسم میں زہر پھیل جائے گا۔

"اب کیا ہوگا امی...... ڈائیلیسس کا تو بہت خرچ ہے اور پھر ہر پندرہ دن بعد وقت کے ساتھ یہ عرصہ اور بھی کم ہوسکتا ہے۔" وہ بہت پریشان تھی، چند دن پہلے ہی اسے خالد پراچہ نے ایک کمرشل میں کام کرنے کی پیشکش کی تھی اس نے اسے قبول کرلیا تھا کہ اس کے علاوہ ایسا کوئی اور ذریعہ نہ تھا جس سے ضرورت کے مطابق پیسے مل جاتے...... اس بار اس نے اماں کو بتا دیا تھا، پروین کچھ دیر تو حیران سی اسے دیکھتی رہی تھی۔

"تم جانتی ہو ماہی ہمارے خاندان اور برادری میں اسے بہت برا سمجھا جاتا ہے۔ ایسی لڑکیوں کو جو فلموں ڈراموں میں کام کرتی ہیں اچھا نہیں سمجھا جاتا...... یہ اشتہاروں میں بھی کام کرنا فلموں جیسا ہی تو ہے۔"

"جانتی ہوں اماں لیکن کیا ابا کو یوں ہی تکلیف میں تڑپتے دیکھتی رہوں، نہیں دیکھا جاتا مجھ سے اماں۔" وہ رو پڑی تھی۔

"کاش میں نے کامی کو پہلے ہی گھر سے نکال دیا ہوتا

تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔" اعجاز احمد کی حالت دیکھ کر وہ اکثر ہی احساس جرم کا شکار ہوجاتی تھیں۔

"اب جو ہونا تھا وہ ہوگیا اماں۔" اس نے اپنے آنسو پونچھے تھے۔

"اور میری طرف سے اطمینان رکھیں کہ میں کچھ ایسا نہیں کروں گی جس سے آپ کی یا ابا کی عزت پر حرف آئے۔ میں خالد بھائی کے ساتھ کام کروں گی...... وہ سب کی بہت عزت کرتے ہیں اور انکل نے انہیں خاص تاکید کی ہے میرے متعلق۔" پروین چپ کرگئی تھی۔ اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ تھا ہی نہیں، منع کرتی تو کس برتے پر لیکن اس روز ہسپتال کی انتظارگاہ میں بیٹھے سامنے لگے ٹی وی پر شیمپو کے ایک اشتہار میں ماہ نور کو اپنے بالوں کی نمائش کرتے دیکھ کر انہیں لگا تھا جیسے ان کا دل بند ہوجائے گا، انہوں نے ماہ نور کو پہچان لیا تھا تو یقیناً دوسروں نے بھی پہچان لیا ہوگا اور وہاں ہی بیٹھے بیٹھے اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ واپس عادل آباد چلی جائے گی۔ وہ مزید اعجاز احمد کے ڈائیلیسس نہیں کروائے گی آج ہی تو ڈاکٹر نے کہا تھا کہ ہوسکتا ہے اب ہر ہفتے ڈائیلیسس کرنا پڑیں۔ ڈائیلیسس کے بعد اگرچہ دو روز تک اعجاز احمد کی طبیعت گری گری سی رہتی تھی اور وہ بہت نقاہت محسوس کرتے تھے کہ یہ بہت تکلیف دہ عمل تھا پھر بھی وہ اگلے روز ہی بیگ تیار کرکے بیٹھ گئی تھیں۔

"یہ کہاں کی تیاری ہے اماں؟" ماہ نور اماں اور ابا کا ناشتہ لے کر کمرے میں آئی تو اماں کو بیگ کی زپ بند کرتے دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

"بس مجھے اور اپنے ابا کو گھر چھوڑ آ۔" پروین نے بیگ ایک طرف رکھا۔

"لیکن کیوں اماں؟" ماہ نور نے ٹرے میز پر رکھی اور ابا کو سہارا دے کر اٹھانے لگی۔

"بس دل گھبرا گیا ہے میرا یہاں، کچھ دن کے لیے اپنے گھر جاؤں گی۔" پروین نے اپنے دل کی بات نہیں بتائی تھی۔

"ٹھیک ہے میں زارا میم سے کہہ کر کوئی گاڑی ہائر کروا لیتی ہوں ابا کے لیے بس کا سفر مشکل ہوگا ابھی کل ہی تو ان کے ڈائیلیسس ہوئے ہیں۔ اب پندرہ دن بعد پھر ہونے ہیں تو میں آ کر لے جاؤں گی۔" ماہ نور جانتی تھی کہ وہ اتنے دن کبھی گھر سے باہر نہیں رہیں اس لیے گھبرا گئی ہیں۔ دس پندرہ دن گھر رہ لیں گی، خالہ زہرہ، خالہ صفیہ سے ملیں گی تو فریش ہوجائیں گی۔

"اتنے پیسے خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے، ہم بس سے چلے جائیں گے، اپنے بیاہ کے لیے بچا کر رکھ۔" اس نے حیرت سے اماں کی طرف دیکھا اور مسکرادی۔ اماں کیا سوچ رہی تھیں اور اس کے دل میں کیا تھا، حقیقت تو یہ تھی کہ دونوں ہی ایک دوسرے کے ارادوں سے بے خبر تھیں۔ اماں کے روکنے کے باوجود وہ ابا کو گاڑی میں چھوڑنے آئی تھی۔ اس کا ارادہ دو دن رہنے کا تھا...... اپنا شہر، اپنا گھر سب کو ہی پیارا ہوتا ہے، اسے بھی تھا۔ اپنے شہر کی ہواؤں کی خوشبو ہی الگ ہوتی ہے۔

وہ اکثر اسما سے کہتی تھی اور اب اتنے ماہ بعد یہاں اپنے گھر آنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ خالہ زہرا گھر کی صفائی کرواتی رہتی تھیں، اس لیے گھر صاف ستھرا تھا۔ پریا بھی خوشی سے سارے گھر میں بھاگتی دوڑتی پھر رہی تھی۔ کامی نہیں تھا تو اسے بھی پریا کے ساتھ ساتھ رہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ خود اسے بھی کامی کے نہ ہونے سے عجیب سی آزادی کا احساس ہوا تھا۔ پہلے دن کھانا خالہ زہرا لے کر آئی تھیں۔ دو دن جیسے پلک جھپکتے میں گزر گئے تھے۔

"اماں ویسے تو ابا کے جس روز ڈائیلیسس ہونے ہیں اس سے ایک روز پہلے ابا کو لینے آؤں گی لیکن اگر درمیان میں کہیں ان کی طبیعت زیادہ خراب ہوجائے تو فون کردیجیے گا۔"

"نہیں...... تم مت آنا لینے میں نے سوچ لیا ہے کہ اب نہیں کروانا کچھ بھی۔" انہوں نے لاہور میں ہی فیصلہ کرلیا تھا لیکن اب اسے بتا رہی تھیں۔

"لیکن کیوں اماں؟" وہ حیران ہوئی۔

"بس میں نے فیصلہ کرلیا ہے ماہی تیرے ابا کی جتنی زندگی ہے اس میں ایک لمحے کا بھی اضافہ نہیں ہونے والا تو خوانخواہ کس لیے اتنی خواری۔" پروین نے نظریں چرائیں۔
"اماں۔" وہ اب بھی حیران سی پروین کو دیکھ رہی تھی۔
"زندگی نہیں بڑھ سکتی اماں لیکن تکلیف تو کم کی جاسکتی ہے۔ دیکھیں ناں ذرا ابا کی طرف کتنے سکون سے سوئے ہوئے ہیں۔" اس نے ابا کی طرف اشارا کیا۔
"جو اللہ تکلیف دیتا ہے وہی اس کو برداشت کرنے کا حوصلہ بھی دے گا۔" وہ جیسے ایک دم ہی صابر وشاکر ہوگئی تھیں۔
"اماں یہ آپ کیسی باتیں کررہی ہیں۔" ماہ نور جیسے رو دینے کو تھی۔
"جو میرے رب کو منظور ہوگا وہی ہونا ہے۔ بس اب تم خود کو خوار مت کرو، چھوڑ دو یہ کام جو کررہی ہو۔" پروین کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی جب سے اس نے ٹی وی پر ماہ نور کو اشتہار میں دیکھا تھا۔
"کیسے چھوڑ دوں اماں، مجھے ابا کا علاج کروانا ہے، ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے میں نے آپ کو بتایا تھاناں کہ شاید اگلی بار ہر ہفتے اور پھر ہر دوسرے دن بعد...... یہ بہت تکلیف دہ ہے، میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اپنا ایک گردہ ابا کو دوں گی۔" ماہ نور نے جو اپنے دل میں ارادہ کر رکھا تھا ظاہر کردیا۔
"میں نے ساری معلومات لے لی ہیں، مجھے یقین ہے کہ ٹشوز وغیرہ سب میچ ہوجائیں گے...... اس میں بہت پیسہ خرچ ہوتا ہے ہمارے تصور سے بھی زیادہ، مجھے پتا چلا ہے کہ انڈیا میں خرچ کم ہوگا، ہے تو وہ بھی بہت زیادہ لیکن امریکہ، انگلینڈ کے مقابلے میں کم۔" پروین حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔
"یہ کیا کوئی رومال یا ٹوپی ہے جو تم اپنے ابا کو دے دو گی؟"
"ایک گردے کے ساتھ بھی بندہ زندہ رہتا ہے اماں۔ میرا آپریشن کرکے گردہ نکال کر ابا کے خراب گردے کی جگہ

لگادیں گے لیکن اس سے پہلے میرے اور ابا کے ٹیسٹ ہوں گے کہ میرا گردہ ان کا جسم قبول بھی کرے گا یا نہیں۔" اس نے تفصیل سے بتایا۔

"تو کیا پھر تمہارے ابا بالکل ٹھیک ہوجائیں گے اور یہ جو ہر پندرہ دن بعد......" پروین نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"جی اماں۔" اس نے ان کے ہاتھ تھام کر التجا کی۔ "پھر ابا کو ہر پندرہ دن بعد یہ تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی، پلیز اماں ابھی مجھے مت روکیں...... اس میں پیسہ تو بہت خرچ ہوگا لیکن ابا ٹھیک ہوجائیں گے۔"

"اور تم......" پروین کسی گہری سوچ میں ڈوبی اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے کچھ بھی نہیں ہوگا، میں بھی ٹھیک رہوں گی۔" اس نے پروین کو تسلی دی۔

"صابرہ باجی نے بتایا تھا کہ بہت سارے لوگ سالوں سے صرف ایک گردے کے ساتھ جی رہے ہیں خود ان کے میاں کا بھی صرف ایک ہی گردہ کام کرتا ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے تو پھر ہم اپنا گھر بیچ دیتے ہیں، گھر کا اتنا پیسہ تو مل جائے گا ناں کہ تیرے ابا کا علاج ہوسکے۔" پروین نے فوراً ہی فیصلہ کیا۔

"نہیں اماں، ابا نے گاؤں کی ساری زمین بیچ کر کتنے شوق سے یہ گھر بنوایا تھا۔ نہیں اماں، ہم گھر نہیں بیچیں گے میں ہوں ناں، ان شاء اللہ جلد ہی میں رقم اکٹھی کرلوں گی میں نے خالد بھائی سے بات کی ہے کہ ان کی کمپنی کے علاوہ مجھے اور جہاں سے آفرز مل رہی ہیں میں ادھر بھی......"

"نہیں......" پروین نے اس کی بات کاٹی۔

"تم اب کام نہیں کرو گی، اس روز تمہیں ٹی وی پر ادھر سے ادھر گھومتے دیکھ کر مجھے لگا تھا جیسے میرا دل بھی بند ہوجائے گا، مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ یہ میری ماہی ہے جو اپنے تایازاد بھائی سے بھی بات کرتے ہوئے شرماتی تھی۔ مجھے اچھا نہیں لگتا ماہی کہ تم ہماری خاطر یوں خود کو خوار کرو۔ پھر یہ کوئی چھپنے والی بات نہیں ہے۔ آج یا کل کبھی بھی تیری تائی اور ریحان کو بھی پتا چل جائے گا، وہ کیا کہیں گے برادری میں کیا کیا باتیں بنیں گی تم نہیں جانتیں۔" اچھا تو اسے بھی نہیں لگتا تھا پہلی بار جب اس نے بل بورڈ پر اپنی تصویر دیکھی تو اس کا بھی دل جیسے بند ہونے لگا تھا اور اس نے خالد پراچہ سے کہا تھا۔

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ یہ لوگ یوں جگہ جگہ بل بورڈ نہ لگائیں بس ٹی وی......" اور خالد پراچہ نے قہقہہ لگایا تھا اتنا بلند اور اونچا کہ دیر تک اس کی گونج اسے اپنے کانوں میں سنائی دیتی رہی تھی۔

"کتنی معصوم ہو تم......" وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسا تھا۔

"وہ لوگ جو اپنی پراڈکٹ کی مشہوری کے لیے پیسہ خرچ کرتے ہیں ان کی مرضی وہ بل بورڈ پر اشتہار لگائیں ٹی وی پر یا کسی میگزین یا اخبار میں۔" اور وہ شرمندہ سی ہوگئی تھی۔

"ماہ نور اگر اپنے والد کے علاج کے لیے آپ کو پیسے کی ضرورت نہ ہوتی تو میں آپ کو مشورہ دیتا کہ آپ ماڈلنگ چھوڑ دیں...... یہ فیلڈ بہت خوار کرتی ہے، ایک بڑے بھائی کی طرح جہاں تک ہوسکا میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔" اور اس کی آنکھیں نم ہوگئی تھیں، پراچہ فیملی کے خلوص پر اسے کبھی بھی شک نہیں ہوا تھا۔

"میں آج ساجد سے کہوں گی کہ قیمت لگوائے۔" اسے خاموش دیکھ کر پروین نے کہا تو وہ چونکی۔

"نہیں اماں ابھی نہیں جلد بازی مت کریں، میں انکل سے بات کروں گی، ان کا کوئی نہ کوئی پراپرٹی ڈیلر جاننے والا ہوگا اچھی قیمت پر بکوا دے گا۔" وہ جانتی تھی پروین اس وقت کوئی بات نہیں سنیں گی۔

"ٹھیک ہے تو پھر تم بھی واپس آجاؤ، وہاں رہ کر کیا کرنا ہے۔" پروین مطمئن ہوگئی تھی۔

"اب تو کام بھی نہیں ہے۔" وہ اطمینان سے بولیں۔

"آجاؤں گی اماں ابھی تو جب تک انڈیا جانے کا بندوبست نہیں ہوتا ابا کو ڈائیلیسس کے لیے لے کر جانا

ہوگا پھر جو کنٹریکٹ سائن کیے ہیں وہ تو ہر صورت کرنے ہیں ایڈوانس بھی لے رکھا ہے۔" وہ کون سا یہ سب کر کے خوش تھی۔ پروین بھی چپ کر گئی تھی کہ یہ تو اس کی بھی آرزو تھی کہ اعجاز احمد ایک بار ٹھیک ہو جائیں۔

لیکن انسان کے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے، ہوتا تو وہی ہے جو اللہ چاہے...... وہ بھی انڈیا جانے کی کوشش کر رہی تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے وہ انہیں انڈیا لے جائے کہ اب تو ہر ہفتے ہی انہیں ڈائیلیسس کے لیے لاہور لانا پڑتا تھا گھر کی ابھی مناسب قیمت نہیں لگی تھی لیکن پراچہ صاحب نے کہا تھا کہ فی الحال مارکیٹ میں جو قیمت لگتی ہے وہ دے دیں گے بعد میں جب مناسب قیمت لگی فروخت کر کے وہ اپنی رقم لے لیں گے...... ابھی وہ ویزے کے لیے بھاگ دوڑ کر رہی تھی، خالد پراچہ کے تعلقات کی وجہ سے وہاں کے ہسپتال سے اس کے پیپرز وغیرہ آ گئے تھے لیکن ویزا لگنے سے پہلے ہی ایک رات اعجاز احمد کا دل سوتے میں ہی بند ہو گیا تھا، خالہ زہرا کا فون آیا تو کتنی ہی دیر تک وہ ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔

"نہیں بھلا ایسے کیسے ابا ہمیں چھوڑ کر جا سکتے ہیں۔ ابھی تو سب کچھ ٹھیک ہونے والا تھا۔" لیکن سب کچھ ٹھیک نہیں ہوا تھا، ابا چلے گئے تھے اور ساری تگ و دو رائیگاں چلی گئی تھی۔

"ان کی زندگی اتنی ہی تھی ماہی، تم ان کی زندگی میں اضافہ نہیں کر سکتی تھیں لیکن تم نے اپنی سی کوشش تو کی ناں۔" اسما نے اسے سمجھایا۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کب واپس آنا ہے میم زارا پوچھ رہی تھیں۔ شاید انہیں خالد پراچہ نے کہا ہے۔"

"کل آ جاؤں گی اسی میم کو بتا دینا۔" وہ فون سن کر واپس آئی اور پروین کو بتایا تو پروین نے منع کر دیا۔

"اب نہیں ماہی، جن کے لیے یہ سب کچھ کر رہی تھیں وہ ہی نہیں رہے تو پھر کس لیے، ہم تینوں ماں بیٹی کر لیں گے گزارا...... دو تین گھروں کا کام اٹھا لوں گی میں، جب تک ریحان نہیں آ جاتا تم بھی گھر میں سلائی کر لینا، ریحان کے آتے ہی تمہاری شادی کر دوں گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے اماں لیکن میں نے آپ کو بتایا تھا کہ جن سے ایڈوانس لے چکی ہوں ان کا کام تو مکمل کروانا ہے ہر صورت۔" اب وہ پروین کو کیا بتاتی کہ اس نے ابا کی وفات سے صرف چند دن پہلے ایک ٹی وی سیریل بھی سائن کی تھی۔

"کتنا وقت لگے گا۔" پروین نے پوچھا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتی اماں...... تین چار ماہ سے تو زیادہ ہی لگیں گے۔ مجھے کل جانا ہے اسما کا فون آیا تھا اور آپ کو میں ساتھ ہی لے کر جاؤں گی۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی، یوں بھی ابھی تو عدت میں ہوں، کوشش کرنا تم جلدی کام ختم کر لو...... موقع تو نہیں تھا پھر بھی تمہاری تائی میرے کان میں بات ڈال گئی تھیں کہ چھ سات ماہ تک ریحان چھٹی لے کر آئے گا تو وہ رخصتی کروا لیں گی۔ زہرا آپا سے کہا ہے میں نے کہ تمہاری شادی کے لیے کمیٹی ڈالنی ہے خیال رکھیں اگر کہیں شروع ہو تو۔" پروین کا اپنا ہی پروگرام تھا جبکہ وہ اسے ساتھ ہی لے کر جانا چاہتی تھی۔

"آپ یہاں اکیلے رہ کر کیا کریں گی؟ آپ دل گھبرائے گا۔" اس نے بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں مانیں، تب مجبوراً خالہ زہرا اور ساجد کو ان کا خیال رکھنے کا کہہ کر وہ واپس آ گئی تھی، اس وعدے کے ساتھ کہ جیسے ہی پریا کی چھٹیاں ہوں گی وہ اسے چھوڑ جائے گی۔

"کام جلدی جلدی ختم کرنا۔" پروین نے جاتے ہوئے اسے تاکید کی تھی۔

"صاف صاف تو نہیں پوچھا کسی نے لیکن ساجی، فرحی اور برادری کی کچھ عورتیں کہہ رہی تھیں کہ یہ شیمپو اور صابن کے نئے اشتہار والی لڑکی بالکل اپنی ماہ نور جیسی ہے۔"

"تو بتا دیتیں کہ ماہ نور ہی ہے۔" اماں کے ساتھ نہ جانے پر وہ اندر سے تلخ ہو رہی تھی۔

"بتا دیتی تو ساری برادری میرے سر پر ہی جوتے

مارتی۔" پروین بھی اعجاز احمد کی وفات کے بعد چڑچڑی سی ہوگئی تھی، وہ چپ کرگئی اور واپس آ کر خالد پراچہ کو بھی بتایا کہ اسے اب مزید کام نہیں کرنا...... وہ مقصد ہی نہیں رہا جس کے لیے پیسہ چاہیے تھا۔

"لیکن تمہیں موقع مل رہا ہے تو پھر کیوں اسے گنوا رہی ہو۔" زارا نے سمجھایا۔

"پیسہ تو ہمیشہ ہی ضرورت ہوتا ہے ماہ نور...... پریا کی ایجوکیشن، شادی، اچھا گھر بہترین زندگی اور پھر جب تک خالد تمہیں سپورٹ کررہا ہے تمہیں خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" پریا کو ڈاکٹر بنانا تو اس کا بھی خواب تھا لیکن اماں، اماں کو کون سمجھاتا جو کسی صورت اسے مزید کام کرنے کی اجازت نہیں دے رہی تھیں اور خود وہ بھی انہیں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ ریحان نے جب ابا کی تعزیت کے لیے فون کیا تھا تو اسے یقین دلایا تھا کہ وہ شادی کے بعد اماں اور پریا کو ساتھ ہی گاؤں لے جائے گا اور یہاں کا گھر کرائے پر چڑھادیں گے اور کرایہ پریا کے نام جمع ہوتا رہے گا۔ اس نے زارا کو ساری بات بتادی تھی۔

"پھر بھی سوچ لینا اچھی طرح اگر تمہارے شوہر کو اعتراض نہ ہوا تو اس کی اجازت سے کام کرتی رہنا...... تمہارا سیریل آن ایئر ہوجائے تو پھر دیکھنا تمہارے پاس کام ہی کام ہوگا...... یہ خالد کا خیال ہے۔"

"شاید ریحان اس بات کو پسند نہ کرے...... وہ تو اس کا یہاں رہ کر سلائی کرنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔" اس نے سوچا۔ "اور بہت زیادہ دولت نہ بھی ہو تو زندگی اچھی گزر جاتی ہے، جیسے اماں اور ابا کی زندگی گزر رہی تھی...... وہ ہمیں پرائیویٹ اسکول میں پڑھا بھی رہے تھے تو ریحان کے سنگ وہ بھی ایک اچھی زندگی گزارے گی۔" اسے یقین تھا لیکن اس کا یقین ٹوٹ گیا جب ریحان نے اس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کردیا تھا۔

۞......۞......۞......۞

وہ پریا کو لینے گھر آئی ہوئی تھی لیکن پروین نے انکار کردیا تھا۔

"اس کی پڑھائی کا حرج ہو رہا ہے اماں، چھٹیاں ختم ہوئے بھی دو ہفتے گزر گئے ہیں۔"

"نہیں ہوتا حرج...... میں اسے یہاں ہی داخل کروا دوں گی اسکول کی میڈم سے میں نے بات کرلی ہے، یہ بتاؤ تم کب آرہی ہو؟" اماں کو اس نے اتنے سخت لہجے میں بات کرتے کبھی نہیں سنا تھا لیکن ابا کے بعد وہ بہت بدل گئی تھیں۔

"بتایا تو تھا اماں ابھی نہیں آسکتی...... اب آدھے راستے میں تو ڈراما نہیں چھوڑ سکتی۔" پچھلی بار جب وہ آئی تھی تو اس نے اماں کو ٹی وی ڈرامے میں کام کرنے کے متعلق بتادیا تھا۔

"تو ان کو کہو ہیروئن کو ماردیں اور نئی لے آئیں...... جو پیسہ لے رکھا ہے ناں واپس کردے...... اگلے ماہ پچاس ہزار کی کمیٹی نکلے گی وہ لے جانا تم اور جو رہ گئے کہہ دینا وہ بھی دے دیں گے۔" اماں میں اتنی خود اعتمادی ابا کے بعد ہی آئی تھی، وہ حیران ہو کر ان کی باتیں سنتی رہی، ان کے پاس اب ہر بات کا جواب تھا، وہ جو ہر بات پر مشورہ کرتی تھیں ہر فیصلہ خود ہی کرنے لگی تھیں۔

"ریحان چھٹی کی کوشش کررہا ہے، ہوسکتا ہے آج کل میں ہی آجائے، میں نے تمہاری تائی سے کہہ دیا ہے شادی کی تیاری کریں۔"

"اماں......" وہ روہانسی ہوگئی۔ "آپ نے چھ سات ماہ بعد کا کہا تھا۔"

"تیری تائی کے اندر ڈر بیٹھ گیا ہے کہ تیرے تایا کی طرح کسی دن اچانک اسے بھی کچھ ہوگیا تو بس اسی کی ضد پر ریحان نے چھٹی کی درخواست دی ہوئی ہے۔" اس بار ان کا لہجہ نرم ہوگیا۔

"پھر میرا ابھی کیا بھروسا ماہی، تیرے ابا کے بعد جینے کو جی نہیں چاہتا، تم دونوں کا خیال نہ ہوتا تو......" پروین کی آواز بھرائی تو وہ رونے لگی۔

"اماں پلیز ایسی باتیں نہ کریں...... آپ کے سوا ہمارا اور کون ہے۔"

"اسی لیے تو تمہاری شادی جلدی کرنا چاہتی ہوں کہ کوئی ہو تمہارا اپنا۔" پروین نے اسے گلے سے لگایا تو اس کے آنسو اور تیزی سے بہنے لگے۔

"کوئی سفارش لڑا ماہی اپنی میڈم اور انکل سے بات کر کہ وہ تیری اس سے جان چھڑا دیں۔"

"ویسے ریحان کب تک آئے گا اماں؟" اس نے پروین سے الگ ہوتے ہوئے اپنے آنسو پونچھے۔

"جب تم نے یاد کیا تب....." ریحان پریا کا ہاتھ پکڑے چند لمحے پہلے ہی اندر آیا تھا۔ پریا کچھ دیر پہلے باہر سے بسکٹ لینے گئی تھی اس لیے صحن کا دروازہ کھلا تھا۔

"آپ.....!" وہ مڑ کر حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پروین بھی کھڑی ہوگئی تھی۔

"تمہارے ابا کے بعد تمہارے چاچو بھی چلے گئے ریحان۔" پروین رونے لگی، ریحان وہاں ہی صحن میں چارپائی کے پاس پڑے موڑھے پر بیٹھ گیا اور سر جھکائے تفصیل پوچھ رہا تھا اور پروین بتا رہی تھی کہ کیسے اور کیا کیا علاج کیا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر کچن میں آ گئی تھی۔

"تم چائے بناؤ، میں ذرا زہرا آپا کی طرف جا رہی ہوں۔" رو دھو کر پروین اٹھ کھڑی ہوئی اور وہاں سے ہی ماہ نور کو آواز دی اور پھر ریحان سے کہا۔

"بس بیٹا یہ دو منٹ میں زہرا آپا سے ایک بات کر کے آتی ہوں۔" وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ ساجد بھائی سے کچھ منگوانے گئی ہوں گی، اس نے چائے کا پانی رکھا اور آلو پیاز والی ٹوکری اٹھائی کہ سودا آنے سے پہلے پیاز وغیرہ کاٹ کر رکھ دے، تب ہی ریحان نے کچن کے پاس آ کر آہستہ سے پوچھا۔

"کیسی ہو ماہی؟"

"ٹھیک ہوں۔" وہ ٹوکری کاؤنٹر پر رکھ کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"لیکن مجھے تو ٹھیک نہیں لگ رہی ہو۔" وہ بہت اشتیاق اور محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں، وہ بس ایسے ہی ابا کی باتیں کر رہے تھے میں اور اماں تو....." اس کی پلکیں اب بھی نم تھیں۔

"چاچا نے بھی ابا کی طرح جانے کی جلدی کی، ورنہ جب سے اماں نے بتایا تھا کہ چاچا اب بالکل ٹھیک ہیں تو میں نے دل میں جانے کیا کیا پروگرام بنا لیے تھے، اتنا خوش تھا میں لیکن....." وہ لمحہ بھر کو رکا۔

"جب سے چاچا فوت ہوئے ہیں اماں تقریباً روز ہی فون کرواتی تھیں کبھی ساجی سے، کبھی فرحی سے کہ جلدی چھٹی لے کر آؤں کہیں ابا اور چاچا کی طرح میں بھی تمہاری شادی کی حسرت لیے دنیا سے نہ چلی جاؤں..... بہت مشکل سے اماں کی بیماری کا بہانہ بنا کر چھٹی لی ہے، خیر اماں آئیں گی ایک دو روز میں تاریخ لینے..... میں تو چاچی کے پاس افسوس کے لیے آیا تھا تمہارا تو مجھے پتا ہی نہیں تھا کہ تم سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ اماں نے بتایا تھا تم ابھی لاہور میں ہی ہو..... چاچا کی بیماری کی وجہ سے کچھ قرض چڑھ گیا تھا تم پر، اس لیے تم نے ابھی نوکری نہیں چھوڑی۔" شاید اماں نے تائی کو یہی بتایا ہوگا، اس نے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"تم پریشان مت ہو ماہی۔" اس کے لبوں پر مدہم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"مجھے بتانا کتنا قرض ہے میں ادا کر دوں گا۔"

"لیکن....." اس نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے تو ریحان پہلے ہی بول پڑا۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں ماہی..... چاچا تھے وہ میرے، میرا بھی کچھ فرض بنتا تھا۔"

"باہر چل کر بیٹھتے ہیں۔" اس نے سوچا وہ بیٹھ کر آرام سے ریحان کو سب بتا دے گی ابا کی بیماری اور ان کے علاج کے لیے ماڈلنگ کرنا سب۔

"جو حکم سرکار۔" اس کی آنکھوں میں شوخی تھی اس نے مڑ کر چولہے کی آنچ دھیمی کی اور کچن سے باہر آ گئی۔ برآمدے میں چارپائی پر بیٹھتے ہوئے ریحان نے بہت گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

"بہت پیاری ہوگئی ہو ماہی، ساجی سچ ہی کہہ رہی تھی

کہ آج کل تم بہت خوب صورت ہوگئی ہو۔" اس کی پلکیں جھک گئی۔

"ویسے ساجی تو یہ بھی کہہ رہی تھی کہ آج کل ہونے والے کسی ڈرامے کی ہیروئن بالکل ماہی جیسی ہے، پتا ہے میں نے کیا کہا۔" وہ مسکرایا۔ "ہماری ماہی جیسا تو کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا..... ٹھیک کہا ناں؟" اسے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔

"اگر میں کہوں کہ اس ڈرامے کی ہیروئن میں ہی ہوں تو....."

"کیا.....! کیا مطلب؟" وہ یک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا کہہ رہی ہو تم....."

"ابا کے علاج کے لیے بہت زیادہ پیسے کی ضرورت تھی۔" اس کی پلکیں جھک گئیں۔ "اور....."

"اور تم نے سوچا کہ اس طرح ناچ گا کر ادائیں دکھا کر پیسہ حاصل کرلو۔" اس کی آواز بلند ہوئی اور آنکھیں یک دم سرخ ہوگئی تھیں۔ وہ کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا افضل بھائی سچ ہی کہتے تھے کہ یہ ہنڈرڈ پرسنٹ ماہ نور ہی ہے۔ وہ لاہور میں تنہا رہ رہی ہے کیا خبر وہاں کیا کچھ کرتی پھر رہی ہے۔ پتا تو کرو لیکن میں ہی پاگل تھا جو ان کی بات پر یقین نہیں کیا۔"

"ریحان پلیز میری بات تو سنو..... میں....."

"کچھ نہیں سننا مجھے..... جب سے ہوش سنبھالا اور ابا نے بتایا کہ یہ ماہ نور تمہاری دلہن ہے تب سے ہاں تب سے تمہاری رفاقت کے خواب دیکھ رہا ہوں، کبھی کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا، کبھی کسی کے متعلق سوچا تک نہیں اور تم....." اس نے ایک نفرت بھری نظر اس پر ڈالی۔

"تم غیر مردوں کے ساتھ محبت کے مکالمے بول رہی ہو، ادائیں دکھا رہی ہو، دوپٹا گلے میں ڈالے بال کھولے مٹک رہی ہو، کتنے یقین سے افضل بھائی سے میں نے کہا تھا یہ میری ماہی نہیں ہوسکتی..... لعنت بھیجتا ہوں میں تم پر اور اس رشتے پر۔"

"ریحان پلیز میری بات تو سنو۔" اس کے لبوں سے بہ مشکل نکلا۔

"کوئی وضاحت نہیں چاہیے مجھے ماہ نور اعجاز..... اتنا پاگل نہیں ہوں میں، مجھے کیا خبر کہ پیسے کی خاطر تم نے صرف اپنی نمائش کی ہے یا اپنی عزت بھی بیچ دی ہے۔" وہ بولا نہیں تھا جیسے پھنکارا تھا، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی اور اس کا دل جیسے کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ ساری دنیا اسے برا بھلا کہتی لیکن اسے یقین تھا ریحان ہمیشہ اس کے لیے کھڑا ہوگا۔

"بتا دینا چاچی کو ملک ریحان اعوان اتنا بے غیرت نہیں ہے کہ تم جیسی لڑکی سے شادی کرے، آج ہر رشتہ ختم کردیا میں نے۔" اس نے زمین پر تھوکا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھا وہ یوں ہی ساکت کھڑی تھی جیسے پتھر کی ہوگئی ہو۔

"ریحان..... بیٹا کیا ہوا؟ بات سنو۔" پروین کی لرزتی ہوئی سی آواز سے ماہ نور کے ساکت وجود میں جنبش ہوئی اور اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا، پروین صحن میں کھڑی تھی، پتا نہیں وہ کب اندر آئی تھی اور اس نے کیا سنا تھا۔

"ریحان بیٹا....." اس نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا لیکن وہ اس کا بازو جھٹکتا ہوا صحن کے دروازے کو تیزی سے کھولتا باہر نکل گیا۔

"یہ..... یہ کیا کہہ رہا تھا رشتہ ختم کردیا اس نے۔" پروین اب ماہ نور کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"جی۔" ماہ نور نے سر جھکا لیا، پروین کے ہاتھ میں پکڑا ہوا شاپر نیچے گر پڑا اور وہ وہاں ہی صحن میں زمین پر بیٹھ گئی تھی۔

"ہائے اعجاز احمد کیوں چلے گئے آپ؟" وہ زمین پر ہاتھ مار مار کر رو رہی تھیں۔

"اماں....." ماہ نور جیسے ہوش میں آئی اور تیزی سے پروین کے قریب آ کر اس کے ساتھ ہی زمین پر بیٹھ گئی۔

"اماں....." اس نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا، مجھے ابا کا علاج کروانا تھا،

میں انہیں کھونا نہیں چاہتی تھی، ہمیں ابا کی ضرورت تھی۔"

"مجھے اسی بات کا ڈر تھا ماہی، اسی لیے تم سے کہتی تھی کہ ختم کرو یہ سب لیکن ہائے کیسے بے دردی سے ٹھکرا کر چلا گیا..... جوتا مار گیا منہ پر، ہائے اعجاز احمد کیوں یہ لت لگائی تھی۔" اب وہ بین کر، کر کے رو رہی تھیں یوں جیسے ابھی ابھی اعجاز احمد کا جنازہ اٹھا ہو۔

"اماں..... اماں مت کریں، ایسا مت روئیں، مجھے کوئی شرمندگی نہیں، کوئی پچھتاوا نہیں، فرض تھا میرا..... ابا کی زندگی کے لیے مجھے اس سے بھی زیادہ کچھ کرنا پڑتا تو میں کرتی۔" اس نے پروین کو اپنے بازوؤں میں لے کر اپنے ساتھ بھینچ لیا۔ اب وہ دونوں رو رہی تھیں اور پریا ان کے پاس کھڑی انہیں روتا دیکھ رہی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

"زندگی بہت ظالم ہے ڈاکٹر عفان ایک مسلسل امتحان..... مجھ سے بھی زندگی نے بہت امتحان لیے ہیں۔ اس روز جب میں ریمپ پر دلہن کا لباس پہنے کھڑی تھی، میرا سفر وہاں ختم نہیں ہوا تھا میں آگے ہی آگے بڑھتی گئی، میں ماہ نور نہیں رہی تھی نور سحر ہوگئی تھی۔ یہ نام مجھے خالد پراچہ نے دیا تھا جب میں نے اس کے پہلے کمرشل میں کام کیا تھا اور ریحان نے ماہ نور کا نور سحر بننا قبول نہیں کیا اور اسے ٹھکرا کر چلا گیا تھا۔" اس نے ہاتھوں کی پشت سے بھیگی پلکوں کو صاف کر کے ڈاکٹر عفان کی طرف دیکھا جو بالکل اس کے بیڈ کے ساتھ کرسی رکھے بہت انہماک سے اسے سن رہے تھے۔

"یہ کیسی محبت تھی ریحان احمد کی کہ اس نے آپ کو نہ سمجھے بغیر برسوں کا بندھن توڑ دیا۔" ڈاکٹر عفان احمد نے نور سحر کے ٹھکرائے جانے کا دکھ اپنے دل میں محسوس کیا۔

"ریحان نے ماہ نور کو نہیں نور سحر کو ٹھکرایا تھا اور محبت تھی یا نہیں مجھے اس کا علم نہیں لیکن برسوں سے کزن کے علاوہ بھی ایک اور رشتہ تھا، جسے بڑوں نے طے کیا تھا لیکن اس نے توڑ دیا..... ہمارا تعلق ایک چھوٹے شہر اور دیہات سے تھا وہاں کی اقدار اور ویلیوز بڑے شہروں سے مختلف ہوتی ہیں، اس نے وہی کیا جو اسے کرنا چاہیے تھا۔ مجھے اس سے کوئی گلہ نہیں تھا لیکن اماں کو بہت دکھ تھا وہ سارا دن روتی رہتیں یا پھر بالکل چپ خالی خالی نظروں سے در و دیوار کو تکتی رہتی تھیں..... بہت مشکل سے میں نے انہیں سمجھایا کہ شاید اس میں ہی اللہ کی کوئی مصلحت ہوگی۔"

"ہاں مصلحت تو تھی۔" عفان احمد مسکرائے تو اس کی سوالیہ نظریں ان کی طرف اٹھیں۔

"بھئی اگر ریحان کے ساتھ آپ کی شادی ہو جاتی تو پھر مجھے آپ کہاں سے ملتیں..... میں محبت کے اس احساس سے کیسے روشناس ہوتا جو دل و جان کو معطر کرتا اور مشام جاں کو مہکاتا ہے۔" نور سحر کے لبوں پر مدہم سی مسکراہٹ نمودار ہو کر معدوم ہوگئی۔

"آپ کو تو ڈاکٹر کے بجائے ادیب یا شاعر ہونا چاہیے تھا۔"

"یہ آپ کی محبت کا اعجاز ہے نور سحر جس نے ادیب شاعر سب کچھ بنا دیا، بس اب مجنوں بننے کی کسر رہ گئی ہے۔" ان کی نظروں نے اسے اپنے حصار میں لیا، تھکی تھکی آنکھیں، زرد رنگت ان کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

"آپ تھک گئی ہوں گی نور کچھ دیر آرام کرلیں..... آپ کی زندگی کی باقی کہانی کل سن لیں گے۔"

"کل..... کون جانے کل میں ہوں گی بھی یا نہیں۔" اس کا افسردہ لہجہ عفان احمد کو تڑپا گیا۔

"آپ کو فضول باتیں کرنے کا بہت شوق ہے نور..... میں تو آپ کی وجہ سے کہہ رہا تھا کہ اتنی دیر سے بیٹھی ہیں تھک جائیں گی، کل آپ کی کیمو بھی ہے۔"

"نہیں میں تو نہیں تھکی لیکن اگر آپ سن سن کر تھک گئے ہوں تو زندگی ہوئی تو پھر سہی۔"

"میں ہرگز نہیں تھکا..... میں اپنی زندگی کی آخری سانس تک یہاں اس کرسی پر بیٹھ کر آپ کو سن سکتا ہوں، آپ کی خوب صورت آواز کا سحر میری روح کو اس طرح تر و

تازہ کرتا ہے جیسے شبنم کے قطرے پھولوں پر گر کر انہیں تازگی بخشتے ہیں۔ میری آرزو ہے کہ میں ساری زندگی آپ کی اس خوب صورت آواز کو اپنی روح میں اتارتا رہوں، جب میں آخری سانس لوں تو میری سماعت میں محفوظ ہو جانے والی آخری آواز آپ کی ہو نور۔" وہ آنکھوں میں شوق کا جہان بسائے اسے دیکھ رہے تھے۔

"آپ کی یہ شدتیں مجھے خوف زدہ کرتی ہیں ڈاکٹر عفان، اس لمحے کو سوچ کر جب میں نہیں ہوں گی...... اپنے آپ کو میری محبت کے حصار سے باہر نکال لیں پلیز۔"

"محبت ہماری مرضی اور مشورے سے ہمارے دل میں جگہ نہیں بناتی نور اور نہ ہی ہماری خواہش پر ہمیں اپنی قید سے رہا کرتی ہے، کیسی خاتون ہیں آپ محبت کو اپنے در تک آنے سے روکتی ہیں جبکہ...... خیر چھوڑیں۔" وہ ذرا سا ہنسے۔

"آپ نہیں سمجھ پائیں گی محبت کی ان رموز کو...... کبھی سمجھائیں گے آپ کو جب آپ کی رفاقت نصیب ہوئی تو۔" اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی ماہ نور نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

وہ موت کی منزل کی راہی تھی اور اس راستے پر قدم رکھ چکی تھی "بلڈ کینسر یقینی موت" اس کی رپورٹس دیکھنے والے پہلے ہی ڈاکٹر نے کہا تھا اور یہ عفان احمد سب جاننے کے باوجود پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھے اور اس کی محبت میں گرفتار تھے جس کا ہر اٹھتا قدم اسے موت کی طرف لے جا رہا تھا...... یہ کیا ہو گیا تھا اس کے ساتھ جب وہ عمر بھر کی تھکاوٹ کے بعد سکون سے باقی ماندہ زندگی گزارنا چاہتی تھی، جب اس کے دل میں عفان احمد کے سنگ زندگی گزارنے کی چاہ پیدا ہوئی تھی۔ تب موت نے کینسر کو اپنا پیامبر بنا کر اس کی طرف بھیج دیا، کیا یہ کوئی آزمائش تھی یا ریحان کے خواب توڑنے اور اماں کی بات نہ ماننے کی سزا...... لیکن وہ کیا کرتی اسے ابا کا علاج کروانا تھا اور پھر اس نے اماں کی بات مان تو لی تھی کہ وہ اب واپس آ جائے

گی...... اماں نے ریحان کے انکار کا غم دل سے لگا لیا تھا، وہ بہت زیادہ دن اماں کے پاس نہیں رک سکتی تھی اور ان کو چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتی تھی لیکن اسے جانا پڑا تھا...... زارا نے بتایا تھا کہ جواد احمد بہت شور مچا رہا ہے کہ اس کی وجہ سے شوٹنگ رکی ہوئی ہے اور خالد سے اس کا اس بات پر جھگڑا بھی ہوا ہے۔ اماں اور پریا کو چھوڑ کر لاہور جاتے ہوئے وہ بہت روئی تھی لیکن اماں اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں تھیں۔

"بس میں نے سوچ لیا ہے تم کام ختم کر کے آؤ گی تو پھر خود تیری تائی کے پاس جاؤں گی...... ساری بات بتا کر منت کروں گی اس کی کہ میری ماہی کو اپنے باپ کے ساتھ محبت کرنے کی سزا مت دو۔" وہ جانتی تھی کہ تائی مان بھی گئیں تو ریحان نہیں مانے گا اس نے جو ردعمل ظاہر کیا تھا اس کے بعد وہ کوئی اچھی امید نہیں رکھ سکتی تھی لیکن اس نے اماں کو کچھ نہیں کہا تھا کہ جب تک ان کی امید نہیں ٹوٹتی یہ امید ان کو حوصلہ دیتی رہے گی...... لاہور آ کر وہ بے حد مصروف ہو گئی تھی لیکن پھر بھی وقت نکال کر ایک دو دن بعد انہیں ضرور فون کر کے ان کی اور پریا کی خیریت پوچھتی تھی اور اماں کا ہر بار ایک ہی سوال ہوتا کہ کب ختم ہو گا تمہارا کام اور کب آؤ گی تم...... اور آؤ گی تو تب ہی جاؤں گی تمہاری تائی کی طرف تاکہ کہہ سکوں کہ میری ماہی نے اب ٹی وی پر کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔" اماں دل ہی دل میں لفظوں کو بنتی اور ادھیڑتی رہتیں۔

"ایسے کہوں گی، اس طرح بات کروں گی کہ ریحان اور بھابی کا دل نرم پڑ جائے۔" اور ریحان شادی کر کے واپس بھی چلا گیا تھا، بہت دنوں بعد طاہرہ میکے آئی تو اس نے بتایا کہ ساجی کی نند سے شادی ہوئی ہے اس کی اور فون پر اسے بتاتے ہوئے وہ بلک بلک کر روئی تھیں۔

"کیسا خون سفید ہو گیا ہے تمہاری تائی کے خاندان کا ہمیں خبر تک نہ دی...... مہندی، بارات، ولیمہ کسی میں بھی نہ پوچھا۔" اور وہ انہیں تسلی دیتی رہی تھی۔

"آپ کیوں اتنی دکھی ہو رہی ہیں، نہیں بلایا تو نہ سہی،

خوشخبری سنیں، ایک ماہ بعد میں واپس آجاؤں گی۔"
"اب کیا فائدہ ماہی جب سب ختم ہوگیا۔"
"تو آپ کا مطلب ہے کہ کام کرتی رہوں نہ چھوڑوں۔" اس نے جان بوجھ کر کہا اور جواب حسب توقع ہی ملا تھا۔
"میں نے کب کہا ایسا..... میرے اختیار میں ہو تو آج ہی لے آؤں تمہیں۔" اور وہ ہنستی چلی گئی تھی۔
"مہینہ گزرنے کا پتا بھی نہیں چلے گا اماں یوں چٹکیوں میں گزر جائے گا۔"
اب وہ درزی خانے میں کام نہیں کرتی تھی لیکن رہتی اسما کے کوارٹر میں ہی تھی۔ کبھی فارغ ہوتی تو اپنی مرضی سے چلی جاتی تھی۔ اس روز بھی وہ زارا کے آفس میں بیٹھی تھی کہ اماں کا فون آگیا تو زارا نے ریسیور اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔
"تمہاری اماں ہیں بات کرلو۔"
"جی اماں کیسی ہیں، خیریت ہے ناں؟" اماں تو کسی ایمرجنسی میں ہی فون کرتی تھیں ورنہ تو وہ خود ہی کرتی تھی۔
"ماہی پریا کو اپنے ساتھ لے جاؤ وہاں ہی اسکول میں داخل کروادو۔"
"کیا ہوا اماں؟" وہ پریشان ہوگئی تھی۔ انہوں نے خود ہی تو کہا تھا کہ جب تمہیں یہاں ہی واپس آنا ہے تو پھر چند دن کے لیے کس لیے لے کر جانا ہے۔ میں نے یہاں داخل کروادیا ہے اسے اور اب وہ کہہ رہی تھیں کہ لے جاؤ اسے۔
"کچھ نہیں....." وہ رو پڑی تھیں۔
"بس پریا کو لے جاؤ آکر۔" اور انہوں نے فون بند کردیا تھا۔
اگلے تین دن وہ فارغ تھی جواد صاحب کراچی چلے گئے تھے۔ آخری قسط کی شوٹنگ تین دن بعد تھی۔ اس لیے وہ اسی وقت عادل آباد جانے کے لیے تیار ہوگئی تھی۔ زارا کا ڈرائیور اسے بس میں بٹھا آیا تھا۔ وہاں جا کر اسے پتا چلا تھا کہ دو دن پہلے پروین کو چھٹی کے وقت اسکول جانے میں کچھ دیر ہوگئی تھی ہمیشہ تو وہ چھٹی سے پہلے ہی اسکول پہنچ جاتی تھی پریا کو لینے..... لیکن آج سب بچے بچیاں جاچکے تھے اور پریا وہاں نہیں تھی، پروین نے سوچا وہ سفینہ وغیرہ کے ساتھ گھر چلی گئی ہوگی لیکن وہ گھر نہیں تھی..... پروین پاگلوں کی طرح اسے ہر طرف ڈھونڈتی رہی، وہ تو قسمت اچھی تھی کہ ساجد بھائی اور خالہ زہرا طاہرہ آپا سے مل کر واپس آرہے تھے اور اڈے پر انہوں نے کامران کو دیکھا جس نے پریا کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما ہوا تھا، پریا کسی سہمی ہوئی ہرنی کی طرح اس کے ساتھ جیسے گھسٹتی ہوئی جارہی تھی۔ دن بھر وہ شاید کہیں چھپا رہا تھا اور اب مغرب کے وقت اسے نہ جانے کہاں کس شہر میں لے جارہا تھا۔
"ساجد وہ دیکھو پریا کو کامران کہیں لے جارہا ہے۔"
اسی وقت کامران نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا، پریا چیخنے لگی تھی۔
"خالہ..... خالہ....." کامران تیزی سے اس کی طرف لپکا تھا دوسرے لوگ بھی متوجہ ہوگئے تھے لیکن وہ پریا کو دھکا دے کر خود بھاگ نکلا تھا۔
"تم سچ کہتی تھیں ماہی..... وہ نہ جانے میری بچی کے ساتھ کیا کرتا، کہیں جا کر بیچ آتا۔" وہ جب سے آئی تھی پروین مسلسل رو رہی تھی۔
"اب بس کریں اماں اللہ نے اپنا کرم کیا ہے ناں اٹھیں اور شکرانے کے نفل پڑھیں..... حوصلہ کریں اور آئندہ کے لیے اللہ سے دعا کریں کہ سب خیریت رہے۔" اس نے بہ مشکل پروین کو سمجھایا تھا۔
"کیا سوچ رہی ہیں خاتون؟" عفان نے کہا تو ماہ نور چونکی۔
"کچھ نہیں بس یوں ہی ماضی کے متعلق سوچنے لگی تھی۔"
"ماضی نہیں مستقبل کے متعلق سوچا کریں جہاں ہم تم ہوں گے بادل ہوگا۔" عفان احمد یونہی شوخی بھری باتیں کرکے ماحول کی افسردگی کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے حالانکہ یہ ان کا مزاج نہیں تھا۔

"پتا نہیں آپ اتنے خوش فہم کیوں ہیں ڈاکٹر عفان۔" ماہ نور کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"خوش فہم نہیں جانِ عزیز پر امید...... مایوسی تو یوں بھی کفر ہے نور...... آپ بھی اچھی امید رکھیں۔" وہ مسکرائے۔

"ماضی کو کچھ دیر کے لیے بھول جائیں، چلیں ذرا پارک کا چکر لگاتے ہیں، کچھ فریش ہو جائیں گی کل پھر آپ کی کیمو ہے۔"

"ابھی اور کتنی بار اس اذیت سے گزرنا پڑے گا ڈاکٹر عفان۔" وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"ابھی تو یہ تیسری کیمو ہے ڈاکٹر ولسن کا خیال ہے کم از کم چھ کیمو تو ہوں گی ہی۔"

"کیا فائدہ ڈاکٹر عفان انجام تو موت ہی ہے۔" اس نے جھک کر بیڈ کے پاس رکھے جوگر اٹھائے۔

"کیا آپ نے ٹھان رکھا ہے نور کہ اپنی موت کا ذکر کر کے مجھے اذیت دیتی رہیں گی۔" عفان احمد نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا...... اس نے عفان کی بات کا جواب نہیں دیا تھا اور جوگر پہننے لگی تھی۔

"بہت دن پہلے آپ کی مستقل مزاجی اور جذبوں کی شدت نے مجھے ہرا دیا تھا۔" وہ اعتراف کر رہی تھی اور عفان احمد کی آنکھوں میں جگنوؤں کی بارات اتر آئی تھی۔

"تب میں نے سوچا تھا کہ آپ کے سامنے اپنے ماضی کی کتاب کا ہر ورق کھول کر رکھ دوں گی۔ شوبز سے متعلق لڑکیوں کے متعلق لوگ اچھی رائے نہیں رکھتے، میں چاہتی تھی جب آپ اپنے بابا اور ماما سے بات کریں اور میں آپ کی زندگی میں قدم رکھوں تو میرے متعلق آپ کے ذہن میں کوئی ابہام نہ ہو۔" وہ جوگر پہن کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میرے ذہن میں کبھی کوئی ابہام نہیں تھا نور...... میں نے آپ کو دیکھا، محسوس کیا اور جان لیا۔ آپ نے روزِ اول ہی میرے دل میں اپنی جگہ بنالی تھی۔ آپ کا ماضی کیا تھا مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ آپ کا حال کیا ہے مجھے اس کی بھی کرید نہیں تھی۔ ہاں آپ کے مستقبل سے مجھے دلچسپی تھی کہ میں اس کے حوالے سے خواب دیکھتا تھا۔ آپ اور میں زندگی کا سفر اکٹھا طے کریں۔ میں نے کیا کیا اہتمام کیے نور کس کس طرح وقت کو سنبھالا، کیا کیا چاہا، کیا کیا سوچا تھا کہ سب آپ کے گوش گزار کروں گا تب جب آپ کا ہر لمحہ میرا اپنا ہوگا...... مجھے یقین ہے وہ وقت ضرور آئے گا نور، تب میں عفان احمد آپ کو بتاؤں گا کہ میں نے کس طرح آپ کو چاہا، میں آج بھی اپنی شدتوں اور اپنے جذبوں کے اظہار کے لیے لفظ سینت سینت کر اپنے اندر رکھ رہا ہوں۔" وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرائے اور پھر بڑی عقیدت سے اسے دیکھا اور بہت مان سے کہا۔

"میرے لیے اہم آپ ہیں نور آپ کا ماضی نہیں۔"

"لیکن میں آپ کو بتانا چاہتی تھی سب کچھ میرا دل جیسے پکے ہوئے پھوڑے کی مانند دکھتا تھا۔" وہ دکھی لہجہ میں گویا ہوئی۔ "جی چاہتا تھا کوئی تو ہو جو جانتا ہو کہ میں نے ماہ نور سے نورِ سحر تک کا سفر کیسے طے کیا، کتنے آبلے پھوٹے، کتنے زخم لگے، کوئی تو ہو جو جانتا ہو کہ میں نے اس کانٹوں بھرے رستے پر چلتے ہوئے کیسے اپنے دامن کو ان سے الجھنے سے بچایا...... پھر آپ کے خلوص، آپ کی سچائی، آپ کی محبت نے مجھے احساس دلایا کہ وہ آپ ہی ہو سکتے ہیں۔ زندگی کا جو باب میں اپنے لیے بند کر چکی تھی، میں اس کے متعلق نہ چاہتے ہوئے بھی سوچنے لگی...... آپ سے ملنے اور جاننے کے بعد زندگی کی شاہراہ پر کسی مخلص ہمسفر کے ساتھ کی خواہش کبھی کبھی دل میں جاگ اٹھی تو میں نے سوچا کہ آگے بڑھنے سے پہلے مجھے آپ کو اپنے متعلق سب کچھ بتا دینا چاہیے لیکن اس سے پہلے کہ میں آپ سے کچھ کہتی سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔"

"کچھ بھی ختم نہیں ہوا جانِ آرزو...... محبتیں اپنی شدتیں کبھی نہیں بدلتیں۔"

"میں محبتوں کی بات نہیں کر رہی ڈاکٹر عفان اس زندگی کی بات کر رہی ہوں جو ختم ہوا چاہتی ہے۔" اس کی آنکھوں کی سطح پر نمی سی پھیل گئی اور ان نظر نہ آنے والے

آنسوؤں سے عفان احمد کا دل بھیگ رہا تھا لیکن انہوں نے مسکرا کر ہاتھ آگے بڑھایا۔

"آئیں باقی باتیں باہر کی کھلی فضا میں کرتے ہیں۔" ماہ نور نے جھجکتے ہوئے عفان کا ہاتھ تھام لیا اور وہ دونوں کمرے سے باہر نکل آئے...... اسکارف کو درست کرتے ہوئے اس نے ایک نظر عفان پر ڈالی اور نظریں جھکا لیں۔

وہ دونوں اب لفٹ کی طرف جارہے تھے کہ لندن کے اس ہوٹل میں نور سحر کا کمرہ فورتھ فلور پر تھا۔ ڈاکٹر عفان احمد نے چند دوستوں سے مشورے کے بعد امریکہ کے بجائے یوکے آنے کا فیصلہ کیا تھا کہ یہاں لندن کے Ryal Marsden Hospital کے مشہور Oncologist ڈاکٹر ولسن نیو بری اور ولید حسن اس کے گہرے دوست تھے اور لندن آنے سے پہلے اس نے نور سحر کی رپورٹس انہیں میل کردی تھیں اور فون پر کافی دیر تک کیس ڈسکس بھی کیا تھا سرجن ولید نے انہیں فوراً آنے کو کہا تھا...... یہاں آکر ایک بار پھر سارے ٹیسٹ ہوئے تھے۔ ڈاکٹر ولید کا خیال تھا کہ ہوسکتا ہے Thrombocytopenia ہو لیکن بون میرو کے ٹیسٹ سے تصدیق ہوگئی تھی کہ یہ لیوکیمیا (بلڈ کینسر) ہی ہے۔ دراصل لیوکیمیا بون میرو کے اندر ایک خاص خلیات سے متحرک ہوتا ہے اور وہ ایسے بلڈ سیل پیدا کرتا ہے جن کی حرکات معمول کے مطابق نہیں ہوتیں اور صاف وصحت مند خون کے بجائے کینسر زدہ خون پیدا ہونے لگتا ہے اور بون میرو تباہ ہوجاتا ہے۔ نور سحر کے پوچھنے پر کہ آخر یہ کیوں ہوجاتا ہے، سرجن ولید نے تفصیل سے بتایا تھا۔

"کوئی امید کوئی علاج تو ہوگا ناں۔"

"ہم ڈاکٹر آخری سانس تک امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے اور جہاں تک علاج کی بات ہے تو علاج بھی ہے...... باقی زندگی دینے والی تو اللہ کی ذات ہے...... ہم کیموتھراپی اور Immuno Theropy کے کمبی نیشن سے علاج کریں گے۔ ان شاء اللہ بہتر ہی ہوگا۔" ڈاکٹر ولید ایسے مسیحا تھے جو آخری لمحوں تک مریض کو مایوس نہیں ہونے دیتے تھے۔

"میں نے سنا ہے کہ کیمو کے بعد بال غائب ہوجاتے ہیں۔" نور سحر کی بات پر سرجن ولید بے اختیار مسکرائے تھے۔

"ہاں بال جھڑ جاتے ہیں لیکن اس کمبی نیشن سے ذرا کم جھڑتے ہیں۔ چکر یا غنودگی کی شکایت ہوجاتی ہے، کبھی کبھی انفیکشن بھی ہوجاتا ہے اور سفید خلیے پیدا ہونے کم ہوجاتے ہیں لیکن مس نور زندگی کے لیے اور اپنوں کی خاطر یہ تکلیف برداشت کرنا ہی پڑتی ہے، مجھے یقین ہے آپ بالکل ٹھیک ہوجائیں گی۔"

اور اسی یقین کا سرا تھامے وہ Royal Marsden میں علاج کروانے کے لیے تیار ہوگئی تھی ورنہ دل تو یہی چاہتا تھا کہ زندگی کے باقی ماندہ دن وہ اپنی مینو اپنی پریا کے ساتھ گزارے...... مدت ہوئی اس نے اسے پریا بلانا چھوڑ دیا تھا کہ اس نام کے ساتھ اندر کہیں کئی زخموں کے ٹانکے کھل جاتے تھے۔

"ہم یہاں کوئی اپارٹمنٹ کرائے پر لے لیتے ہیں۔" علاج کروانے کا فیصلہ کرنے کے بعد نور سحر نے کہا تھا لیکن عفان نے منع کردیا تھا۔

"یہ مناسب نہیں ہے نور...... میں نے ایک ہوٹل میں آپ کے لیے کمرہ بک کروالیا ہے اور خود بھی نزدیک ہی کسی ہوٹل میں کمرہ لے لوں گا۔ میں وقتاً فوقتاً آپ کے پاس آتا رہوں گا اور فون پر تو مسلسل رابطہ رہے گا ہی، آپ اپارٹمنٹ میں اکیلی رہیں میرا دل نہیں مانتا اور ایک اپارٹمنٹ میں دونوں رہیں گے تو کسی پاکستانی نے دیکھ لیا تو خوامخواہ باتیں بنائیں گے ہاں ایک صورت ہوسکتی ہے کہ ہم آج ہی نکاح کرلیں۔" وہ ذرا سا شوخ ہوئے تھے۔ عفان احمد کی اس احتیاط پسندی نے نور سحر کی نظروں میں ان کا قد اور بلند کردیا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ کسی ڈراما لور نے انہیں ہوٹل سے اکٹھے باہر نکلتے دیکھ کر ان کی تصویر بنا کر سوشل میڈیا پر ڈال دی تھی۔ ایک بار رات کو نور سحر کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی اس لیے ایک ہفتے بعد عفان احمد نے اسی

ہوٹل کے تھرڈ فلور پر اپنے لیے بھی کمرے لے لیا تھا..... وہ دونوں لفٹ سے نکل کر جارہے تھے جب ریسپشن کے قریب کھڑے ایک شخص نے بغور انہیں دیکھا تھا۔

"ارے یہ تو نور سحر ہے۔" اس نے خود کلامی کی تھی اس سے پہلے کہ وہ ان کی تصویر لیتا وہ دونوں باہر نکل گئے تھے..... موسم بہت خوشگوار تھا آج بہت دنوں بعد لندن کے آسمان پر سورج نے جلوہ دکھایا تھا، وہ دونوں ہلکی پھلکی باتیں کرتے پارک میں آ گئے تھے۔ اتوار کی وجہ سے پارک میں معمول سے زیادہ رونق تھی۔ وہ ایک بینچ پر بیٹھ گئے تھے۔ درختوں سے چھن چھن کر آتی ہلکی دھوپ نے طبیعت پر خوشگوار اثر ڈالا تھا۔

"کیا خیال ہے نور، اگلی کیمو سے پہلے ہم شادی نہ کر لیں۔" عفان نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ، زندگی ہاتھوں سے پھسل رہی ہے اور آپ....." اس نے ایک شاکی نظر ان پر ڈالی۔

"سوری نور۔" انہوں نے فوراً معذرت کی۔

"آپ کو شاید برا لگا لیکن غور ضرور کیجیے گا آئیڈیا برا نہیں ہے۔" ان کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"اچھا آئیڈیا ہے لیکن گنجی دلہن کیسی لگے گی۔" نور سحر سمجھ گئی تھی وہ اس کا دھیان بٹانا اور افسردگی دور کرنا چاہتے ہیں۔

"آپ ہاں تو کریں میم ہمیں گنجی دلہن بھی دل وجان سے قبول ہے۔" وہ کھل کر مسکرائے لیکن فوراً ہی ان کے لب بھینچ گئے تھے۔ اس لمحے کے متعلق انہوں نے پورے دو سال سوچا تھا کہ جب یہ خوب صورت لمحہ ان کی زندگی میں آئے گا تو کیسا لگے گا، لیکن یہ لمحہ زندگی کے کس موڑ پر آیا تھا جب نور سحر کے بقول زندگی ہاتھوں سے پھسل رہی تھی۔ ان کے دل پر یک دم جیسے ایک بوجھ سا آ پڑا تھا۔

"کیا ان کی محبت کی عمر اتنی مختصر ہوگی۔" انہوں نے خود سے پوچھا اور پھر خود ہی اس کی نفی کر دی تھی۔ "نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ نور کو کچھ نہیں ہوگا اور وہ نور کی رفاقت میں ایک خوب صورت زندگی گزاریں گے۔"

"آپ اتنی خاموش کیوں ہیں نور..... کیا میں آپ کو قبول نہیں۔" انہوں نے خود کو کمپوز کر لیا تھا۔

"آپ کا ساتھ کسے قبول نہیں ہوگا ڈاکٹر عفان..... بہت خوش نصیب ہوگی وہ جس کے ہم سفر آپ ہوں گے۔" اس کے لہجہ میں افسردگی تھی۔

"وہ خوش نصیب تو آپ ہی ہیں نور۔" نور سحر نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا، وہ سامنے سے آتی اس ادھیڑ عمر کی عورت کو دیکھ رہی تھی جو چاروں طرف اس طرح دیکھتی ہوئی آ رہی تھی جیسے کسی کی تلاش میں ہو۔ شکل سے وہ ایشیائی لگتی تھی۔

"اماں بھی علی کے گم ہونے کے بعد جب بھی باہر نکلتی تھیں تو یوں ہی چاروں طرف دیکھتے ہوئے چلتی تھیں۔" اس نے جیسے خود کلامی کی۔

"شاید اس کا بھی کوئی کھو گیا ہے جسے تلاش کر رہی ہے۔"

"تو پھر آپ پریا کو ساتھ لے آئی تھیں۔" عفان احمد نے اس کا دھیان بٹانے کے لیے پوچھا۔

"ہاں پریا کو ہی نہیں اماں کو بھی۔" اس نے خاتون سے نظریں ہٹالیں۔

"لیکن اماں کا وہاں دل نہیں لگتا تھا، وہ ہر پندرہ دن بعد عادل آباد چلی جاتی تھیں۔ میں نے پھر درزی خانے میں کام شروع کر دیا تھا کہ مجھے اب نہ ماڈلنگ کرنی تھی نہ کسی ڈرامہ میں کام..... میں نے خالد بھائی کو بتا دیا تھا کہ تب میں نے ابا کی خاطر کام کیا تھا اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میم زارا حیران رہ گئی تھیں۔

"پاگل ہو تم جو اس گولڈن چانس کو گنوا رہی ہو، خالد بھائی کا خیال ہے تمہارا آن ایئر ہوتے ہی آفرز آنے لگیں گی۔"

"اماں کو پسند نہیں ہے میم۔"

"تمہاری اماں اب جب آئیں تو میں بات کروں گی۔" زارا میم نے کہا لیکن میں نے منع کر دیا تھا کہ میں

جانتی تھی اماں کسی صورت نہیں مانیں گی اور خود میرا دل بھی نہیں چاہتا تھا، جب سے صابرہ باجی نے اسما سے اپنے بھائی کا رشتہ کیا تھا، اماں بھی میری شادی کے لیے پریشان رہنے لگی تھیں۔

”میں نے زہرا آپا اور صفیہ سے کہہ رکھا ہے تمہارے رشتے کے لیے جب بھی کوئی نظر میں جچا تیری شادی کردوں گی۔“

میں شادی نہیں کرنا چاہتی تھی میرے سامنے پریا کی تعلیم تھی۔ اس کا مستقبل تھا لیکن میں اماں کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی، وہ پہلے ہی بہت دکھی تھیں اس لیے میں نے سر جھکا دیا تھا۔

”ٹھیک ہے اماں لیکن جب تک رشتہ نہیں ہوتا، میں زارا میم کے ساتھ کام کروں گی اور اسما کی شادی کے بعد پریا یہاں اکیلی کیسے رہے گی، آپ یہاں ہی رہیں ہمارے پاس۔“ اسما نے صابرہ باجی سے بات کرلی تھی کہ وہ اپنی اماں کو اپنے ساتھ ہی رکھے گی اور ان کے بھائی اور والدہ کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔

”لیکن یہاں میرا دل گھبراتا ہے ماہ نور، وہاں تیرے ابا کی خوشبو ہے، ان کی چارپائی، ان کا بستر، ان کی چیزیں سب مجھے احساس دلاتے ہیں کہ وہ میرے آس پاس ہی کہیں ہیں اور پھر یہاں اس سرونٹ کوارٹر میں تیرے لیے اچھا رشتہ کہاں سے آئے گا...... وہاں کوئی بات بنی تو میں تمہیں فون کرکے بلوالوں گی...... جب وہاں دل گھبرایا تیرے پاس آجایا کروں گی۔ اب تو سارے راستوں کا بھی پتا چل گیا ہے مجھے اور پریا جب اسکول سے آئے تو اسے اپنے ساتھ ہی لے جایا کرنا، تیری میم کچھ کہے گی تو نہیں ناں؟“ اور اماں ایسا ہی کرتی تھیں کبھی میرے پاس، کبھی عادل آباد۔

گرمیوں کی چھٹیوں سے پہلے ہی اسما کی شادی ہوگئی اور وہ اپنی اماں کے ساتھ چلی گئی۔ اماں چاہتی تھیں کہ میں بھی زارا میم سے چھٹیاں لے لوں، وہ جانتی تھیں کہ ابا کے علاج کے لیے جو رقم میں نے جمع کی تھی وہ میرے پاس ہے، گزارا ہوتا رہے گا لیکن میں چاہتی تھی کہ جب تک رشتہ نہیں ہوتا کام کرتی رہوں تاکہ وہ رقم پریا کی تعلیم کے لیے محفوظ رہے۔ میں نے اماں کو قائل کرلیا تھا اور اماں پریا کی چھٹیاں ہوتے ہی اسے ساتھ لے کر چلی گئی تھیں اور میں مغرب کے بعد جب کوارٹر میں واپس آتی تو عجیب تنہائی، ویرانی اور ڈر کا احساس ہوتا تھا، کئی بار راتوں کو میں اٹھ کر بیٹھ جاتی تھی پھر مجھے نیند نہیں آتی تھی، کئی بار سوچا واپس چلی جاؤں لیکن پھر پریا کا خیال آجاتا مجھے اسے پڑھانا تھا، تنخواہ اچھی تھی ابا کے بعد اخراجات بہت کم ہوگئے تھے۔ کافی بچت ہوجاتی تھی، اماں میری شادی کرنا چاہتی تھیں اور میری شادی کے بعد جانے حالات کیسے ہوں؟ اماں تنہا پریا کی ذمہ داری کیسے سنبھالیں گی، اس لیے میں زیادہ سے زیادہ کام کرکے بچت کرنا چاہتی تھی۔

اس روز سب لوگ اسلام آباد کسی شادی میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ گھر کا رہائشی حصہ لاک تھا اور ڈرائیور کی فیملی بھی کچھ دنوں سے گاؤں گئی ہوئی تھی۔ زرا میم نے بتایا تھا کہ اگر وہ لوگ جلدی فارغ ہوگئے تو رات میں ہی واپس آجائیں گے نہیں تو اگلے دن، احتیاطاً انہوں نے درزی خانے میں کام کرنے والی خواتین کو دو دن کی چھٹی دے دی تھی۔ کک اور دوسرا اسٹاف بھی چھٹی پر تھے۔

ایک بار میرے دل میں بھی خیال آیا کہ اسما کے گھر چلی جاؤں لیکن پھر میں نے سوچا کہ باجی صابرہ نے جو دوپٹے کڑھائی کے لیے دیئے ہوئے تھے وہ ان دو دنوں میں مکمل کرلوں گی تو اگلے ہفتے عادل آباد چلی جاؤں گی...... گیٹ پر گارڈ تھا، جسے چند ماہ پہلے ہی رکھا گیا تھا۔ کبھی آتے جاتے اس پر نظر پڑ جاتی تو وہ عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھتا تھا۔ اس روز سارا دن میں اپنے کوارٹر سے باہر نہیں نکلی تھی، شام ہوتے ہی مجھے ڈر لگنے لگا کہ میں بھی کیوں نہ چلی گئی۔ صحن کا اور اپنے کمرے کا دروازہ اچھی طرح بند کرکے میں لیٹ گئی تھی۔ نیند بہت دیر سے آئی تھی لیکن پھر فوراً ہی آنکھ کھل گئی۔ کوئی دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ کچھ دیر تو میں یونہی لیٹی رہی، دستک مسلسل ہورہی تھی،

تب میں نے کھڑکی کھول کر پوچھا تھا۔
"کون ہے؟" تو وہ دروازے کے پاس سے ہٹ کر کھڑکی کے پاس آ گیا...... میں نے دیکھا وہ، وہی گارڈ تھا میں نے جلدی سے کھڑکی بند کردی۔ وہ کھڑکی کی گرل پر ہاتھ مارتے ہوئے بہت غلیظ باتیں کررہا تھا۔ ایک بار کامران نے بھی آدھی رات کو دروازے پر دستک دی تھی، تب اللہ نے مدد کی تھی اور خالہ زہرا آ گئی تھیں...... میں مسلسل اللہ سے دعا مانگ رہی تھی۔ وہ کبھی کھڑکی کی طرف آتا کبھی دروازے کی طرف چلا جاتا تھا۔
"یا اللہ میری مدد فرما، ایک بار پہلے بھی بچایا تھا اب بھی بچالے۔" اور اللہ نے میری دعا سن لی تھی۔ جب وہ صحن کی دیوار پر چڑھ کر اندر کودنے والا تھا عین اس وقت گیٹ کھلا تھا، ایک اضافی چابی انکل، ناصر اور خالد بھائی کے پاس ہوتی تھی۔ ڈرائیور چھوٹے گیٹ سے اندر آ کر اندر سے بڑا گیٹ کھول رہا تھا جب اس کی نظر گارڈ پر پڑی تھی جو دیوار پر چڑھ رہا تھا اس نے وہاں سے ہی اسے آواز دی تھی۔
"اے کون ہو تم......" اور اس کی آواز سن کر انور انکل بھی گاڑی سے اتر کر اندر آ گئے تھے۔
نور سامنے دیکھتے ہوئے ہولے ہولے بول رہی تھی اور عفان محویت سے اسے سن رہے تھے تب ہی اس کی نظر اسی عورت پر پڑی تو وہ یک دم خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگی وہ اس کی طرف ہی آ رہی تھی۔ اب وہ ان کے سامنے آ کر رک گئی تھی۔
"تم نے اسے دیکھا۔" وہ اردو بول رہی تھی اس کا اندازہ صحیح تھا وہ ایشیائی تھی۔ شاید پاکستانی یا انڈین۔
"کسے......" عفان نے پوچھا۔
"میری بیٹی کو...... وہ یہاں ہی آئی تھی، میں وہاں سامنے بیٹھی تھی اور وہ یہاں کھڑی ایک سے بات کررہی تھی، پھر وہ اسی امریکن لڑکے کے ساتھ چلی گئی۔ اس نے کہا تھا وہ کچھ دیر تک آجائے گی پھر آئی ہی نہیں...... میں روز آتی ہوں یہاں کہ وہ شاید آ گئی ہو کہہ کر، پھر وہ واپس مڑ گئی تھی۔" نور سحر کی آنکھوں میں تاسف تھا۔ عفان نے آہستہ سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔
"ریلیکس نور یہاں ایسی بہت کہانیاں بکھری پڑی ہیں۔" نور نے سر ہلایا لیکن اس کی آنکھوں میں اب بھی تاسف تھا اور ان میں نمی جھلک رہی تھی۔
"تو پھر اس گارڈ کا کیا ہوا؟" عفان احمد نے پھر اس کا دھیان بٹانا چاہا۔
"اسے تو انکل نے نکال دیا لیکن میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ میں واپس عادل آباد چلی جاؤں گی جب اسما اور اس کی اماں تھیں تو اور بات تھی لیکن اب نہیں، پریا کو وہاں ہی کسی اچھے سکول میں داخل کروادوں گی لیکن انکل نے مجھے روک لیا۔
"ہرگز نہیں تم اب یہاں گھر کے اندر رہو گی، افتخار نے مجھے تمہارا خیال رکھنے کا کہا تھا سوری مجھے یہ خیال پہلے نہیں آیا تھا۔ ہماری کوئی بیٹی نہیں ہے آج سے تم ہماری بیٹی ہو اور انکل نے جو کہا تھا ویسا ہی کیا...... پریا کو انہوں نے زارا میم کے بچوں کے ہی اسکول میں داخل کروادیا تھا وہ ان کے ساتھ ہی ان کی گاڑی میں اسکول آتی جاتی تھی۔ وہ پریا سے بھی اپنے پوتوں کی طرح ہی پیار کرتے تھے۔ سوچتی ہوں اگر دنیا میں ایسے اچھے لوگ نا ہوں تو ہم جیسے لوگوں کو تو دنیا اپنی ٹھوکروں میں ہی رکھ لے۔"
"دنیا ایسے ہی اچھے لوگوں کی وجہ سے قائم ہے نور ورنہ کب کی ختم ہوگئی ہوتی۔" عفان احمد نے اس کی طرف دیکھا۔
"کیا خیال ہے کہیں چل کر کافی پیتے ہیں یا پھر واپس چلتے ہیں...... آپ مجھے کچھ تھکی تھکی لگ رہی ہیں۔"
"ہاں کچھ تھکن تو ہو رہی ہے۔" نور سحر کھڑی ہوگئی تو عفان احمد بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔
"صبح کیمو کے لیے جانا ہے تو واپس ہوٹل ہی چلتے ہیں۔ کافی کا موڈ نہیں ہے صبح کے خیال سے گھبراہٹ سی ہونے لگتی ہے۔" نور سحر ادھر ادھر دیکھتی ہوئی دھیمے قدموں سے چل رہی تھی شاید وہ اس عورت کو تلاش کررہی تھی لیکن وہ جا چکی تھی۔ عفان احمد اس کے ہم قدم تھے اور وہ دونوں

ہولے ہولے ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے واپس ہوٹل کی طرف جارہے تھے۔



"عفان اور نور سحر......" کسی ہوٹل کے باہر کھڑے، کافی ہاؤس میں بیٹھے کافی پیتے ہوئے، فٹ پاتھ پر کھڑے ہنستے ہوئے، ان تینوں تصویروں کو وہ کوئی پچاسویں بار دیکھ رہی تھی یہ تصویریں اسے لالہ نے کل ہی سینڈ کی تھیں۔ کسی نے فیس بک پر لگائی تھیں اور پوسٹ لگائی تھی کہ بالآخر نور سحر کو بھی اپنا ہیرو مل گیا...... کسی اور نے لکھا تھا۔

"نور سحر اپنے ہیرو کے ساتھ لندن میں۔" کسی نے وہ تصویریں کیا لگادی تھیں کہ مختلف کمنٹس آرہے تھے کسی اور نے لکھا تھا۔ دونوں نے خفیہ شادی کررکھی ہے...... لندن سے واپسی پر اناؤنس کریں گے۔ کسی کا خیال تھا کہ ہیرو کا تعلق یوکے سے ہی ہے شاید وہ کوئی پاکستانی نژاد برطانوی ہے۔

"بڑی چھپی رستم نکلیں تم، ہوا تک نہیں لگنے دی کہ عفان احمد کی وہ محبت تمہاری آپی ہیں۔" تصویریں سینڈ کرنے کے کچھ دیر بعد لالہ نے فون کیا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے لالہ، اگر ہو بھی تو مجھے اس کا علم نہیں، تمہیں پتا تو ہے سوشل میڈیا کا، بات کا بتنگڑ بناتے ہیں۔" اس نے لالہ کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور لالہ نے یقین بھی کرلیا تھا۔

"ہاں یہ تو ہے عفان بھائی کی وہاں اتفاق سے تمہاری آپی سے ملاقات ہوگئی ہوگی اور کسی نے ان کی تصویریں بنالیں۔" لالہ نے تو یقین کرلیا تھا لیکن وہ تو جانتی تھی کہ عفان احمد نور سحر سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ تو کیا آپی نے ان سے وہاں جاکر شادی کرلی۔ آخر انہیں مجھ سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا انہوں نے میرے دل میں جھانک لیا تھا کہ میں...... لیکن کیا میں اتنی خودغرض یا اتنی گھٹیا ہوں کہ اپنی آپی کی خوشیوں میں رکاوٹ ڈالوں گی؟ آپی جنہوں نے میرے لیے میری خاطر لوگوں کی باتیں برداشت کیں...... لیکن نہیں وہ بھلا ایسا کیسے کرسکتی ہیں؟ پھر عفان احمد کا خاندان ہے، ماما بابا، بھائی ان کے بغیر وہ کیسے، یہ سب جھوٹ ہے...... کتنے سارے سوالات تھے جو اس کے اندر سے اٹھتے تھے پھر وہ خود ہی ان کا جواب بھی دیتی تھی۔ جب سے لالہ نے اسے تصویریں بھیجی تھیں تب سے لے کر اب تک وہ ایک لفظ نہیں پڑھ سکی تھی۔

"ہوسکتا ہے یہ سچ ہی ہو...... اس شادی کو چھپانے میں کوئی مصلحت ہو ان کی...... آج سے پہلے تو نور سحر بھی اس کے امتحان کے دنوں میں کہیں نہیں جاتی تھیں کبھی کافی بنا کر لارہی ہیں کبھی دودھ میں بادام ڈال کردے رہی ہیں، اس کے ساتھ رات رات بھر جاگتی۔"

"مجھے تو پڑھنا ہے آپ تو سوجائیں ناں۔" وہ کہتی لیکن پھر بھی وہ جاگتی رہتی تھی۔ اس نے ایک نظر تصویروں پر ڈالی اور فون آف کرکے ایک طرف رکھ دیا۔

"ڈاکٹر عفان احمد بہت اچھے ہیں اور پھر آپی سے محبت بھی کرتے ہیں۔ مجھے تو خوش ہونا چاہیے کہ ایک عمر کی آبلہ پائی کے بعد آپی کو ان کا ہمسفر مل گیا، ہمسفر بھی ایسا کہ جس کے ساتھ پر وہ فخر کرسکیں۔" لیکن وہ خوش نہیں تھی اس نے اپنے اندر جھانک کر دیکھا، خوشی کی کہیں کوئی ہلکی سی رمق بھی کہیں نہیں تھی۔

"ہاں وہ خوش نہیں تھی۔" اس نے خود سے اعتراف کیا لیکن وہ خوش کیوں نہیں تھی اس کا اعتراف کرنے کا حوصلہ نہیں تھا اس میں...... وہ کم ظرف تھی، خودغرض تھی، یہ جاننے کے باوجود کہ عفان احمد نور سحر کے دیوانے ہیں...... پور پور اس کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ ان کا خیال دل سے نکال نہیں پارہی تھی۔

"یااللہ میرے دل سے ان کا خیال نکال دے۔" اس نے بند لبوں سے دعا کی، اپنی جلتی ہوئی آنکھوں کو رگڑا اور دوپٹا گلے میں ڈالتی ہوئی باہر آگئی۔ خالہ زہرا لاؤنج میں بیٹھی وزیراں سے ڈسٹنگ کروارہی تھیں۔

"وزیراں ڈسٹنگ کرکے مجھے ایک کپ اسٹرانگ سی

چائے بنادو۔"

"ایسی بھی کیا پڑھائی کہ اپنی حالت خراب کرلی ہے، شکل دیکھواپنی کیسی آنکھیں لال سرخ ہورہی ہیں۔ کچھ دیرآرام بھی کرلیا کرو۔" خالہ زہرا نے اس کی سوجی ہوئی سرخ آنکھوں کی طرف دیکھا۔

"آرام بھی کرتی ہوں خالہ بس آج سر میں بہت درد ہورہا ہے۔" وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی، وزیراں جھاڑن رکھ کر چلی گئی تھی۔

"آپی نے کب تک آنے کا کہا تھا خالہ۔"

"آجائے گی بیٹی جب کام ختم ہوگا، تاریخ تو نہیں بتائی تھی۔" اس سے خالہ زہرا نے کہا تو وہ کچھ دیر چپ بیٹھی رہی تو انہوں نے پیار سے پوچھا۔

"اداس ہوگئی ہواپنی آپی کے لیے؟"

"پہلے تو جب میرا امتحان ہونے والا ہوتا تو وہ کبھی اس طرح مجھے چھوڑ کر نہیں جاتی تھیں میرا دل ہی نہیں لگتا پڑھائی میں۔" اس نے جیسے شکوہ کیا۔

"کوئی مجبوری ہوگی تب ہی تو چلی گئی، تم پڑھائی میں دل لگاؤ آجائے گی وہ بھی۔" انہوں نے اس کی پیشانی پر بکھرے بالوں کو پیچھے کیا۔

"کیا مجبوری خالہ؟"

"یہی اپنے کام کی۔" خالہ زہرا نے نظریں چرالیں۔ نورسحر نے انہیں ساری حقیقت بتادی تھی۔

"آپ کو کیا خبر خالہ ان کی کیا مجبوری ہے؟" اس نے سوچا۔ فیس بک کی پوسٹ اس کی آنکھوں کے سامنے آگئی تو وہ ایک دم ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں اپنے کمرے میں جارہی ہوں وزیراں کے ہاتھ چائے ادھر ہی بھجوادیجیے گا۔"

"میں سر دبادیتی ہوں تمہارا آرام ملے گا۔" انہوں نے کسی قدر پریشانی سے اس کی طرف دیکھا۔

"خدانخواستہ ماہ نور کو کچھ ہوگیا تو یہ کیا کرے گی...... کیسے جی پائے گی، یااللہ اسے صحت وتندرستی اور زندگی دینا۔"

"نہیں میں چائے کے ساتھ سر درد کی گولی لے کر سو جاؤں گی، اگر میں سوگئی تو مجھے کھانے کے لیے مت جگایئے گا۔" وہ واپس کمرے میں آگئی اور چائے کے ساتھ گولی کھا کر سونے کی کوشش کرنے لگی تھی لیکن سر درد سے پھٹا جارہا تھا۔ دل بے سکون تھا، یہ بے چینی، یہ بے سکونی اس لیے ہے کہ آپی نے شادی کرلی ہے یا اس لیے کہ عفان احمد سے شادی کی ہے۔ اس نے خود سے پوچھا تھا اور بند آنکھوں کے پیچھے عفان احمد کی شبیہ آگئی اور ضبط کی کوشش کے باوجود لبوں سے سسکی نکل گئی تھی۔

"یااللہ مجھے اس احساس سے جو عفان احمد کے لیے میرے دل میں پیدا ہوا ہے آزاد کردے، ان کی پرچھائیں تک میری سوچوں پر نہ پڑنے دے، یہ نہیں ہونا چاہیے تھا، ہرگز نہیں، کیوں میرے دل میں اس شخص کا خیال پیدا ہوا جو میری آپی کا نصیب تھا لیکن آپی کا ہی نصیب کیوں وہ میرا نصیب بھی ہوسکتا تھا۔" ذہن کی رو بھٹکی تھی۔ "اگر آپی سے پہلے وہ مجھے ملا ہوتا تو یقیناً اس کا دل میرے لیے دھڑکتا، یہ کیسے ممکن ہے کہ مجھے دیکھنے کے بعد اس کی نظریں کسی اور طرف اٹھتیں۔" اسے اپنی دوستوں کے تبصرے یاد آگئے تھے جو اکثر کہتی تھیں۔

"یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی تمہاری طرف دیکھے اور تمہارے حسن کے سحر سے خود کو بچاسکے۔"

"لیکن وہ پہلے آپی سے ملا اور ان کے سحر میں گرفتار ہوگیا اور مجھ سے بات کرتے ہوئے تو اس کے لہجے میں بڑے بھائیوں جیسی شفقت ہوتی ہے لیکن اس روز جب آپی نے میرا تعارف کروایا تھا تو اس نے مجھے ماہ کامل کہا تھا، یعنی اسے میری خوب صورتی کا احساس ہوا تو تھا تو تب ہی تو اس نے ایسا کہا تھا اگر وہ پہلے سے ہی آپی کی محبت میں گرفتار نہ ہوتا تو......" آنسو اس کی آنکھوں کے کونوں سے نکل کر تکیہ بھگونے لگے تھے۔ وہ کل رات بھی ٹھیک سے سو نہیں پائی تھی، یوں ہی روتے ہوئے جانے کب سو گئی تھی اور کتنی دیر تک سوتی رہی پھر اس کی آنکھ فون کی مسلسل ہونے والی بیل سے ہی کھلی تھی۔ اس نے تکیے

کے پاس پڑا فون اٹھا کرآن کیا۔
"کیسی ہو مینو۔" دوسری طرف نور تھی۔
"ٹھیک ہوں۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔
"یہ تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے مینو؟" نور سحر کے لہجے میں تشویش تھی۔
"کچھ نہیں سو رہی تھی اس لیے۔" وہ بیزار سی تھی اس وقت نور سحر سے بات کرنے کا اس کا بالکل بھی موڈ نہیں ہو رہا تھا۔
"لیکن تم اس وقت کیسے سو گئیں، سچ بتاؤ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" وہ پریشان ہوئی۔
"آپ بلاوجہ پریشان نہ ہوں، یوں ہی پڑھتے پڑھتے سو گئی تھی۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں ہلکی سی تلخی آ گئی تھی۔
"اچھا وہ تو ٹھیک ہے لیکن میری جان تھوڑا آرام بھی کرلیا کرو۔" نور سحر کے لہجے سے اب بھی پریشانی جھلک رہی تھی۔
"آپ میری فکر مت کریں جس کام کے لیے گئی ہوئی ہیں وہ ختم کریں، میں اپنا دھیان رکھ سکتی ہوں خود بھی۔"
"یہ میں کس طرح آپی سے بات کر رہی ہوں۔" بات ختم کرتے ہی اسے اپنے لہجے کی تلخی کا خود ہی احساس ہوا۔
"ناراض ہو مجھ سے زرور؟" وہ جیسے تڑپ گئی۔
"نہیں بھلا مجھے کیا ضرورت ہے۔" احساس کے باوجود وہ اپنے لہجے کو بدل نہیں سکی تھی۔
"مجبوری نہ ہوتی تو میں کبھی بھی یوں تمہارے پیپرز شروع ہونے سے پہلے نہ آتی، پہلے بھی میں اس طرح پیپرز کے دنوں میں تمہیں چھوڑ کر کہیں جاتی تھی کیا؟"
"پہلے ڈاکٹر عفان بھی تو آپ کی زندگی میں نہیں تھے۔" اس نے دل ہی دل میں کہا۔
"میں تمہارے پیپرز شروع ہونے سے پہلے آ جاؤں گی اور وعدہ پھر کبھی کہیں نہیں جاؤں گی۔ آخری سانس تک اپنی مینو کے پاس رہوں گی۔"
"میرے پاس۔" وہ کھوکھلی ہنسی ہنسی۔
"ہاں تمہارے پاس، میں اپنے آخری لمحوں میں تمہیں اپنے سامنے دیکھنا چاہتی ہوں۔ جب موت کا فرشتہ میری روح قبض کرنے آئے تو میری آنکھوں کے سامنے تمہارا چہرہ ہو۔" وہ یک دم جذباتی ہو گئی اور زرمین کے دل کو کچھ ہوا، وہ لمحہ بھر کے لیے چپ ہو گئی تھی پھر شعوری کوشش سے لہجے کو خوشگوار بنایا۔
"ساری زندگی کیا آپ میرے پاس رہیں گی سسرال نہیں جانا؟"
"میں نے تو نہیں جانا لیکن تمہیں سسرال بھیجنا ہے، بس تم فارغ ہو جاؤ تو تمہیں کسی بہت اچھے انسان کے حوالے کرکے زندگی کے باقی دن سکون سے گزاروں گی۔" زرمین کو اس کی آواز بھرائی ہوئی سی لگی۔
"لیکن سوشل میڈیا پر تو آپ کی شادی کی خبریں گردش کر رہی ہیں۔" بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا۔
"سوشل میڈیا والے تو بے پر کی اڑاتے ہیں مینو۔"
"لیکن اس میں حرج بھی کیا ہے اگر کوئی اچھا انسان ہے آپ کی زندگی میں تو آپ کو اس کا ہاتھ تھام لینا چاہیے۔" اس نے بے حد خلوص سے کہا۔
"تم جانتی ہو ناں مینو میں نے اپنی شادی کے متعلق کبھی نہیں سوچا، میں نے ہمیشہ تمہارے فیوچر اور تمہاری شادی کے متعلق ہی سوچا۔ دعا کرتا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنی زندگی ضرور دے کہ اپنے ہاتھوں سے تمہیں رخصت کرسکوں۔" زرمین کو وہ اداس سی لگی تو وہ شرمندہ ہو گئی۔
اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔
"شادی تو نور سحر کے پلان میں کہیں بھی نہیں تھی اور وہ خوامخواہ بدگمان ہو گئی تھی اور پھر اگر وہ اس اسٹیج پر آ کر کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی چن بھی لیتی ہیں تو اس میں کیا حرج ہے، کیا ان کا حق نہیں زندگی کی خوشیوں پر...... ڈاکٹر عفان ان سے محبت کرتے ہیں، ضروری تو نہیں وہ بھی ان سے محبت کرتی ہوں، وہ اگر ڈاکٹر عفان سے محبت نہیں کرتیں تو وہ کسی سے بھی شادی کرسکتی ہیں۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو آج بھی ان سے شادی کے خواہش مند ہوں گے لیکن کوئی اور

کیوں عفان احمد کیوں نہیں جبکہ وہ ان سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ دو سال سے ان کا انتظار کر رہے ہیں۔" ڈاکٹر عفان کا سراپا اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تو وہ کھو سی گئی پتا نہیں نور سحر کیا کہہ رہی تھی، اس نے سنا ہی نہیں اور کچھ دیر بعد اللہ حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ وہ یک دم پرسکون ہوگئی تھی، وہ جو کل سے بے چین تھی، وہ بے چینی ختم ہوئی تو شرمندگی نے گھیر لیا۔ ماہ نور نے اس کے لیے صرف اس کے لیے کتنی قربانی دی تھیں، کتنی تکالیف اٹھائی تھیں، اماں اکثر اس سے کہتی تھیں۔

"ماہی کی قدر کرنا پریا، اس نے اپنے ابا کی، تمہاری اور میری خاطر خود پر خوشیوں کے سارے دروازے بند کر دیئے تھے، کبھی کسی کی باتوں میں آ کر اس کے لیے غلط مت سوچنا۔" ان دنوں وہ میٹرک کا امتحان دے کر فارغ تھی اور اس کا زیادہ وقت اماں کے ساتھ گزرتا تھا...... ماہ نور شوٹنگ میں مصروف رہتی تھی اور اماں اسے پرانی باتیں بتاتی رہتی تھیں۔ ماہ نور نے دو تین سال پہلے اپنا گھر لے لیا تھا اور انور پراچہ کے گھر سے اپنے گھر میں منتقل ہوگئی تھی اور اماں کو بھی ساتھ لے آئی تھی۔ ہاں جب ان کا دل گھبراتا تو وہ انہیں عادل آباد لے جاتی تھی اور وہ تین چار دن وہاں رہ کر اکھٹے واپس آ جاتے تھے۔ ایک بار اس نے اماں سے کہا تھا کہ اس کی چند کلاس فیلو کہتی ہیں کہ ٹی وی پر کام کرنے والے اچھے نہیں ہوتے، تب انہیں غصہ آ گیا تھا۔

"بکواس کرتی ہیں وہ۔ اچھے برے لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں۔ وہاں بھی اگر کچھ برے ہوں گے تو اچھے بھی ہوں گے، پھر ماہی کو کوئی شوق نہیں تھا ٹی وی میں کام کرنے کا، اس نے تمہارے ابا کے علاج کی خاطر کام شروع کیا تھا۔ بہت مہنگا علاج تھا بہت پیسہ چاہیے تھا اور پھر جب تمہارے ابا نہ رہے تو اس نے کام چھوڑ دیا۔ میں نے کئی لوگوں سے رشتے کے لیے کہا ہوا تھا کچھ تو لالچی تھے، گھر اپنے نام کروانا چاہتے تھے اور کچھ یہ سن کر کہ اس نے ٹی وی ڈرامے اور اشتہارات میں کام کیا ہے، مڑ کر نہیں آئے کہ اس وقت لوگ بہت برا سمجھتے تھے فلموں، ڈراموں میں کام

کرنا اور کچھ ایسے بھی تھے جو چاہتے تھے کہ وہ ٹی وی پر کام کرے بلکہ فلموں میں بھی اور انہیں کما کما کر دیتی رہے، میری بیٹی نے مجبوراً کام کیا تھا..... اب وہ کام نہیں کرے گی، میں نے صاف صاف بتا دیا تھا اسے۔“ اور اماں نہ بتاتیں تو کیا وہ نہیں جانتی تھی ماہ نور آپا نے اس کی تعلیم کی خاطر، اس کے لیے کیا کچھ نہ کیا تھا، اسے کامی سے بچانے کے لیے اماں کو ناراض کر کے گھر چھوڑا اور وہ کتنی خود غرض ہے بلکہ کم ظرف ہے کہ اس سے یہ برداشت نہیں ہو رہا کہ وہ ایک شخص جسے اس کے دل نے پسند کیا تھا وہ اس کی آپی سے محبت کرتا ہے اور اسے شریک زندگی بنانا چاہتا ہے۔

”میں بہت بری ہوں بے حد۔“ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

”اب میں خود ڈاکٹر عفان سے کہوں گی کہ وہ آپی سے شادی کر لیں بس ایک بار وہ واپس آ جائیں تو میں انہیں منالوں گی کہ میری فکر نہ کریں اور ڈاکٹر عفان جیسے اچھے شخص کا ہاتھ تھام لیں۔“ اس نے ہاتھوں کی پشت سے آنکھیں پونچھیں اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے صبح ناشتہ بھی نہیں کیا تھا صرف ایک کپ چائے پی تھی اور پھر دن کو بھی کھانا نہیں کھایا تھا تو اس وقت بھوک لگ رہی تھی۔ یہاں تین بج رہے تھے اور لندن میں اس وقت آٹھ بجے ہوں گے، اپنے کمرے سے نکل کر اس نے کچن کی طرف جاتے ہوئے سوچا کہ نور سحر کو فون کر کے معافی مانگ لے کہ اگر اس کی کوئی بات انہیں بری لگی ہو تو..... لیکن کیا خبر انہوں نے کچھ محسوس ہی نہ کیا ہو اور یہ اس کے اپنے احساسات ہوں یہ سوچ کر اس نے فون کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

وزیراں برتن وغیرہ دھو کر کچن کی صفائی کر چکی تھی۔

”سب نے کھانا کھا لیا؟“ اس نے پوچھا۔

”جی آپ سو رہی تھیں خالہ نے جگانے سے منع کر دیا تھا۔“ وزیراں نے بتایا۔

حنیف چاچا کو بھی اور مالی آیا تھا اس کو بھی خالہ نے کھانا بھجوا دیا تھا۔

”خالہ کہاں ہیں؟“ اس نے پھر پوچھا۔

”نماز پڑھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔“

”ٹھیک ہے مجھے کھانا دے کر خالہ سے کہو کہ وہ بازار جانے کا کہہ رہی تھیں تیار ہو جائیں، کھانا کھا کر چلتے ہیں۔“ اماں اور آپا خالہ زہرا کی بھی احسان مند رہتی تھیں۔

”خالہ نے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے پریا ہمیشہ ان کی عزت کرنا۔“ اماں ہی نہیں ماہ نور بھی اس سے کہتی تھی، ساجد بھائی کی بیوی بہت لڑاکا تھی، ہر روز کے جھگڑوں سے تنگ آ کر خالہ زہرا نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ الگ سے گھر کرائے پر لے کر رہیں گی۔

”کرائے پر کیوں خالہ ہمارا گھر خالی پڑا ہے..... بس فیصلہ ہو گیا ہے آپ وہاں ہی رہیں آج سے وہ گھر آپ کا۔“ ماہ نور نے گھر کی چابیاں ان کے حوالے کر دی تھیں۔

”ہم کبھی کبھی آپ کے پاس آیا کریں گے جب پرانی یادیں ستائیں گی تو۔“ اماں کو مرے تب دو سال ہو گئے تھے اور خالہ زہرا نے ہمیشہ انہیں اپنی بیٹی طاہرہ کی طرح ہی سمجھا..... جب بھی ماہ نور کو شوٹنگ پر شہر سے باہر یا ملک سے باہر جانا ہوتا تو خالہ زہرا کو اس کے پاس چھوڑ جاتی تھیں اور خالہ نے بھی انکار نہیں کیا تھا حالانکہ ان کے خاوند کی وفات کے بعد ماہ نور نے بہت کوشش کی تھی کہ انہیں ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ یہاں لے آئے۔

”آپ ہمارے پاس رہیں گی تو اماں کی کمی محسوس نہیں ہو گی۔“ لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا۔

”یہاں میرے پوتے ہیں، بیٹا ہے، آتے جاتے انہیں دیکھ لیتی ہوں تو آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں پھر طاہرہ ہے وہ تین چار ماہ بعد چکر لگاتی ہے، داماد ہے، یہاں تمہارے گھر آتے ہوئے جھجکے گا۔“ اور پھر ماہ نور نے زیادہ اصرار نہیں کیا تھا اور ان کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ اب تو تقریباً تین چار ماہ سے وہ ادھر ہی تھیں۔ نور کے واپس آنے کے بعد ہی انہیں عادل آباد جانا تھا اور وہ کچھ شاپنگ کرنا چاہتی تھیں شاید پوتے پوتیوں اور نواسوں کے لیے، تین چار دن پہلے انہوں نے زرمین سے کہا تھا کہ جب اسے پڑھنا نہ ہو تو ان کے ساتھ بازار چلے۔“ اور آج اس وقت پڑھائی کا

موڈ نہیں ہو رہا تھا تو اس نے سوچا خالہ کے ساتھ چلی جائے...... اپنے لیے بھی جو شاپنگ کرنی ہے کر لے پھر رات کو سکون سے پڑھے گی اور پھر کھانا کھا کر خالہ کے ساتھ وہ لیبرٹی آ گئی تھی۔ خالہ زہرا کو شاپنگ کروا کے وہ اپنے لیے جوتے لینے برانڈڈ کی شاپ پر آ گئی تھی اپنے لیے جوتا پسند کر کے اور سیلز مین کو بتا کر واپس آئی تو اس نے دیکھا خالہ زہرا کسی خاتون سے باتیں کر رہی تھیں جو ان کے ساتھ ہی بیٹھی تھیں۔ اسے ان کی شکل کچھ مانوس سی لگی تھی بہرحال اس نے انہیں نظر انداز کرتے ہوئے خالہ زہرا سے کہا۔

"خالہ آپ بھی اپنے لیے اور طاہرہ آپا کے لیے کوئی شوز یا سینڈل وغیرہ لے لیں۔"

"یہ...... یہ پریا ہے ناں؟" خاتون اب اشتیاق سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"ماشاءاللہ...... اللہ نظر بد سے بچائے کتنی پیاری ہو گئی ہے۔" اس نے سوالیہ نظروں سے خالہ کی طرف دیکھا۔

"پہچانا نہیں پریا یہ تمہاری تائی ہیں۔" خالہ زہرا نے بتایا تو اخلاق کا تقاضا تھا کہ وہ انہیں سلام کرتی سو سلام کر کے خالہ کے پاس بیٹھ گئی اماں اکثر تائی کا ذکر کرتے ہوئے دکھی ہو جاتی تھیں۔ وہ کہا کرتی تھیں "اگر تیری تائی ساتھ دیتی اور ریحان کو سمجھاتی تو آج ماہ نور اپنے گھر والی ہوتی۔"

"ماشاءاللہ اپنی ماہی بھی بہت پیاری لگتی ہے ساجی کی بچیاں بہت شوق سے اس کا ڈراما دیکھتی ہیں اور مجھے بھی بتاتی رہتی ہیں، اور اخباروں، رسالوں میں اس کی جو تصویریں آتی ہیں وہ بھی دکھاتی رہتی ہیں مجھے۔ ساجی کا میاں بتا رہا تھا بہت بڑا اور بہت خوبصورت گھر بنایا ہے اس نے اللہ نے بہت شہرت اور پیسہ دیا ہے بس ماں باپ ہی یہ دیکھنے کے لیے زندہ نہ رہے۔" تائی اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"اللہ کو ایسے ہی منظور تھا۔" خالہ زہرا نے ذرا سا رخ موڑ کر اس کے سنجیدہ چہرے پر نظر ڈالی اور پھر تائی کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔

"طاہرہ بتا رہی تھی کہ تم ریحان کے لیے رشتہ ڈھونڈ رہی ہو تو کوئی بات بنی۔"

"کہاں بات بنی تھی طاہرہ کے سسرالی عزیزوں میں ایک لڑکی دیکھی تھی لیکن ریحان مانے بھی تو تب ناں...... طاہرہ نے بھی لڑکی کی تعریف کی تھی لیکن اس نے تو صاف انکار کر دیا۔ سچی بات تو یہ ہے زہرا بہن کہ اس کے دل سے کبھی ماہ نور کا خیال نکلا ہی نہیں...... بچپن کی نسبت تھی، غیرت میں آ کر انکار کر دیا...... شادی بھی ہو گئی، اللہ نے ایک بیٹا بھی دے دیا لیکن میں نے شادی کے بعد اسے کبھی خوش نہیں دیکھا۔ بس چپ ہی لگ گئی تھی۔ ہاں رشتہ نبھاتا رہا، زیب کو بھی تکلیف نہیں دی لیکن دل کا رشتہ جڑ نہیں سکا۔ شاید بیٹے کے بعد دل جڑ ہی جاتا پر وہ بدنصیب اتنی ہی زندگی لکھا کر لائی تھی...... اب تو تین سال ہو گئے اسے دنیا سے گئے، بہنیں کہہ کہہ کر ہار گئیں پر شادی کے نام پر بھڑک اٹھتا ہے، ابھی تو میں ہوں بچے کو سنبھال لیتی ہوں کل میں نہ رہی تو کون سنبھالے گا، خود تو دوسرے شہر میں نوکری کرتا ہے، مہینے بعد گھر آتا ہے، اپنی ماہ نور نے بھی اب تک شادی نہیں کی۔" انہوں نے کن انکھیوں سے زرمین کی طرف دیکھا وہ بظاہر انہیں نظر انداز کیے سیلز مین کے لائے ہوئے جوتے پہن، پہن کر دیکھ رہی تھی لیکن تائی کی ساری باتیں سن رہی تھی۔

"سنیں یہ سینتیس یا اڑتیس نمبر دکھائیں، یہ تھوڑا تنگ ہے مجھے اور ہاں وہ ڈاکٹر شوز بھی دکھائیں اڑتیس نمبر میں ہی۔" اس نے سامنے شوکیس کی طرف اشارا کیا تب ہی کوئی تائی کے سامنے آ کر کھڑا ہوا تھا۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ شمارے میں)



بازگشت

طلعت نظامی

سیدھے سادے راستے یوں اچانک مڑتے ہیں
کہ فیصلے انسان کے دنگ رہ جاتے ہیں
زندگی کے سفر میں ساتھ چلنے والے بھی
گزری ہوئی شاہراہ کے سنگ رہ جاتے ہیں

ماہ نور ماں کی گود میں سر رکھے سسک کر بین کر رہی تھی۔ قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی، اندرونی آگ میں سلگنے کے لیے تقدیر نے اسے اس جرم کی سزا کے طور پر چھوڑ دیا تھا جو اس سے کبھی سرزد ہوا ہی نہیں تھا، چہرہ پہ حزن وملال کے بادلوں نے ڈیرہ ڈال لیا تھا۔ سرخ وسفید رنگت زردی مائل ہو چکی تھی، کبھی کبھی دوسروں کی سزا کسی اور کو بھگتنی پڑتی ہے۔ انسان کا اترانا، فخر وتکبر کے الفاظ اسے زمین پر پٹخنے کے لیے کافی ہوتے ہیں، اگر تقدیر کی بساط پر خوب صورتی کا مہرہ چلتا تو ماہ نور اس سے کہیں زیادہ خوب صورت تھی، قدرت نے خوب صورتی کے تمام لوازمات سے اسے آراستہ کیا تھا۔

اس کے آگے سبحانہ شاہ ویز کیا شے تھی، عام شکل وصورت کی مالک ایک عام سی عورت لیکن بدترین نیت کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہوتی ہے۔ جس کے آگے اجلی رنگت، خمیدہ پلکیں، کجراری آنکھیں، عنابی لب اور سنگ مرمر سے تراشا سراپا بھی بے معنی تھا۔ فرحین بھابی کے شکست خوردہ چہرے پہ ندامت کے جال بچھ گئے تھے، بس وہ منظر دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان گواہ نہ بن سکے تھے جن کو براہ راست انہوں نے اپنے تکبر کے زہر سے آشنا کیا تھا، ایک سبحانہ ہی وہ واحد ہستی بچی تھی جس کی سماعت نے ان کے الفاظ کے نشتر کا کرب جھیلا تھا۔

منافقت کے روپ سے آشنا ہوئی تھی۔ بس یہ بات فرحین بھابی ہی نہیں جانتی تھیں کہ ان کے جملوں نے کس طرح اسے اس دن ادھ موا کر دیا تھا۔ وہ تو تقدیر کی خرابی کے راستوں سے بھی آشنا نہیں ہوئی تھی، آگے بڑھنے کے تمام راستے مسدود ہو گئے تھے۔ پھر اسے اپنی جنت کی طرف پلٹنا پڑا کیونکہ اس نے کسی کی راہ میں کانٹے نہیں بچھائے تھے نہ الفاظ کے نہ ہی اعمال کے۔

ماہ نور کے شوہر نے دوسری شادی کر لی تھی، ان دوٹوک الفاظ سمیت کہ سوتن کے ساتھ گزارہ کرنا ہے تو کرلو ورنہ میکے کی راہ لو۔ جس سمجھ داری کا درس فرحین بھابی نے اپنی ساس کو اپنی اکلوتی نند کے لیے دیا تھا۔ آج اسی سمجھ داری کے کٹھن رستوں پر سفر کرنے کے لیے ان کی بیٹی کا انتخاب کیا گیا تھا۔ مکافات عمل اب انجام پایا تھا پر وہ آج بھی صاف نیت لیے ان کے غم میں برابر کی شریک تھی۔

❀❀❀

اسے اس لمحے کسی کے کندھے کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی تھی جس پر سر رکھ کر وہ اپنے سارے دکھ بہا سکتی۔ وہ لاوا جو اندر ہی اندر کچھ عرصے سے پک رہا تھا پھٹنے کو بے تاب تھا لیکن بکھرتی تو کس کے سامنے، اپنے تین معصوم بچوں کے سامنے تو خود کو آشکار نہیں کر سکتی تھی۔ انہیں تو خود توانا ہاتھوں کی

ضرورت تھی، بچوں کے سامنے نہ چاہتے ہوئے بھی ٹوٹ کر بکھر رہی تھی۔ اس ایک پل کا شدت سے انتظار تھا۔ جب امی جان آ کر اپنی شفقت بھری آغوش میں اسے سمیٹ لیتیں اور وہ مچل مچل کر اپنے دل کے سارے دکھ ان کی جھولی میں بہا دیتی۔

اسے امید تھی کہ اس دل گزیدہ لمحے میں اس کی خبر گیری کرنے ضرور آئیں گی، وہ جو ایک کال پر اس کے آواز کے زیرو بم سے آگاہ ہو جاتی تھیں کہ اس کا گلا کہیں خراب تو نہیں؟ آج آواز میں معمول سے زیادہ چہکار کیوں ہے آواز بھرائی ہوئی سی کیوں ہے؟ پھر ان کے چکر لگتے، اس کی طبیعت معلوم کرنے، اس کی خوشی میں خوش ہونے، یہ ماں ماہ نور کے قدموں کو ہوا میں اڑائے رکھتا، محبتوں کا یہ سحر کتنے دنوں تک اسے سرشاری میں مبتلا رکھتا، تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ زندگی کے اس قہر بھرے لمحوں کی خبر سے انہیں آگاہ کرنے کے باوجود وہ نہ آتیں، ان کی کیفیت پوشیدہ نہ تھی کہ کس صدمے میں گھر کر انہوں نے یہ سب کچھ سہا ہوگا۔ یہ تو ان کی آواز کی لرزاہٹ سے ہی نمایاں تھا۔

"کیا کہہ رہی ہو...... ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟" وہ جس گہرے صدمے سے گزری ہوں گی اس کا اسے اندازہ تھا۔

"یہ سچ ہے امی......" شاہ ویز دوسری شادی کر رہے ہیں۔ ان کے بدلتے ہوئے رویے کا اور اک تو اسے تین مہینے پہلے ہی ہو گیا تھا پر اس حد تک حالات ہاتھ سے نکل جائیں گے اس کا اندازہ نہیں تھا آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ اب کہہ رہی ہو جب اس شک کو پالتے ہوئے تین مہینے گزر گئے، یہ اژدھے کی صورت جب تمہیں نگلنے کو تیار ہے تب مجھے بتا رہی ہو۔"

"میں اس وقت آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔ شاہ ویز کی بدلتی روش کو اپنا وہم اور شک جان کر خاموش تھی، سوچا کہ حالات ٹھیک ہو جائیں گے پر یہ میری غلط فہمی تھی آپ صحیح کہہ رہی ہیں امی کہ یہ خطرناک صورت حال اب مجھے نگلنے کو تیار ہے۔ مجھے اندر ہی اندر کھوکھلا کر رہے ہیں اور ویسے بھی ابتداً میں ہی آپ کیا کر لیتیں، میرے نصیب کی خوشیاں بس یہیں



تک تھیں۔" وہ آزردگی سے بولی۔

"تو اب میں کیا کرسکتی ہوں؟ اب بھی اس حقیقت سے بے بہرہ ہی رکھنا تھا مجھے، بہت پرسکون رہتی۔" ان کے لہجے میں ناراضی اتر آئی۔

"امی، میرے زخموں کو ہوا نہ دیں، میں اندر ہی اندر جل رہی ہوں، آپ نہیں سمجھیں گی مجھے تو کون سمجھے گا، میرے مزاج سے واقف ہیں آپ کہ میں اتنی جلدی واویلا مچانے والی عورت نہیں ہوں جب تک کہ معاملات کی تہہ تک نہ پہنچ جاؤں۔"

"گہرائی جس میں ڈبونے کو چلی ہو...... خیر یہ بتاؤ کون ہے وہ ناعاقبت اندیش جو تین بچوں اور ایک عورت کا گھر اجاڑنے کو تلی ہے اور شاہ ویز کو بھی شرم نہیں آئی باپ بن کر بھی عقل گھاس چرنے چلی گئی ہے کیا؟ کوئی چھٹرا چھانٹ ہے جو ایسی حرکت کرنے پر تلا ہے۔"

"امی...... مرد کی آنکھ پر پٹی بندھ جائے تو ساری عقل کہیں اور جا سماتی ہے آپ بھی کیا باتیں کررہی ہیں ثبوت میری زندگی سے ہی حاصل کرلیں۔"

"ارے کل کلاں کو بچیاں جوان ہوں گی تو کیا سوچیں گی، اپنے باپ کے کرتوت کو کیا نام دیں گی، وہ پاگل ہو چلا ہے، کبھی خوش نہیں رہ پائے گا، بچوں کو بے سہارا کرکے، مانا کہ بیوی غیر گھر کی ہوتی ہے پر کوئی اپنے خون سے کیسے منہ موڑ سکتا ہے، میں سمجھاؤں گی اسے۔ دیکھنے میں کتنا بھلا مانس لگتا ہے کہ اندر سے پورا ہے۔" وہ غصہ میں بہت کچھ کہہ گئیں۔ فون پر ان کے لہجے سے ہی اندازہ ہورہا تھا۔

"ان کے ناخوش ہونے کی باری تو بعد میں آئے گی فی الحال تو اپنی بیٹی کا سوچیں کہ کس گناہ نے اس کی زندگی میں زہر گھول دیا ہے۔" وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔

"امی آپ سمجھائیں آکر، بھیا کو بھی کہیں کوئی راستہ دکھائیں، بتائیں میں کس کرب سے گزر رہی ہوں، اس کا آپ ہی اندازہ کرسکتی ہیں۔" اس کی آنکھیں پھر سے بھر آئیں، اس نے سیل فون آف کردیا گویا انتہا ہوچکی تھی بے چینیوں کی۔

تنکا تنکا کرکے یہ آشیانہ اس نے سجایا تھا، چپے چپے، کونے کونے میں سجانہ اور شاہ ویز کی لگن، جدوجہد اور محنت جھلکتی تھی، وہ باہر کے لیے سرگرداں تھا تو وہ گھر کے لیے اپنے سلیقے کو کام میں لارہی تھی، شادی کے شروع کے دن اتنے آسان نہیں تھے، اسے اپنی تین کنواری نندوں کو بیاہنا تھا اور گھر کے معاشی حالات بھی کوئی قابل ذکر نہیں تھے۔ آہستہ آہستہ دونوں کی محنت و لگن سے نندیں اپنے اپنے گھر کی ہوگئیں تو یوں لگا جیسے منوں بوجھ اتر گیا ہو گھر کو چمکاتے سجاتے بچوں نے بھی بچپن چھوڑ کر لڑکپن کی دہلیز کو پکڑلیا، ساس اس دنیا سے رخصت ہوئیں گھر میں اب صرف پانچ نفوس یعنی ان کی مکمل فیملی رہ گئی تھی۔ تینوں بچوں کو بہت محبت سے پروان چڑھا رہے تھے، معاشی تنگی میں کمی آئی تو گھر کے حالات بھی کچھ سدھرے، بچوں نے اچھے اسکول کی راہ دیکھی اور اچھی غذا نے چہرے کو نکھار بھی بخشا، وہ دن رات اللہ کا شکر ادا کرتی کہ خوش اسلوبی سے اس نے نندوں کو نبھایا آج اللہ نے بھی اس کا ساتھ دیا، اچھی نیت سے انجام دیئے گئے اعمال کبھی رائیگاں نہیں جاتے وہ یہی سوچ کے دن و رات مسرور رہتی لیکن اچانک بادصبا نے انداز بدل لیے۔ شاہ ویز کا بدلتا ہوا روپ اور اطوار نے دل کی دھڑکن کو مرض کا روپ دے دیا تھا۔

اس وقت شک یقین میں بدل گیا جب اس نے اس کے خلوص اور محبت کی پروا کیے بغیر یہ مژدہ سنایا کہ وہ اپنے آفس کی کسی کولیگ کا سہارا بن رہا ہے، کتنی دیر تک تو وہ اس کی شکل ہی دیکھتی رہی کہ جیسے اس مذاق پر اب ہنس دے گا لیکن شاہ ویز کے چہرے پہ سچ ثبت تھا جسے دیکھ کر اس کی زندگی پنپتی تھی، اپنے وجود میں ایک نئی ترنگ محسوس کرتی، آج وہی خوب صورت چہرہ اس سے زندگی کی رمق چھین رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

"وہ بہت مجبور ہے، بھائی خود غرض بنے بیٹھے ہیں، ماں باپ کے مرنے کے بعد بھابیاں دشمن بن گئی ہیں، اس کے حقوق ہڑپ کرکے کسی عمر رسیدہ آدمی سے شادی کرنے پر تلی ہیں کہ کسی طرح اپنے سر سے بوجھ سرکائیں، دن رات وہ روتی رہتی ہے حالانکہ اپنی ساری تنخواہ بھابیوں کے ہاتھ پر رکھتی ہے لیکن بے لحاظ بن کر اسے اس گھر کا فالتو پرزہ سمجھے بیٹھی ہیں،

دن رات بیچاری طعنوں تشنوں کی زد پر رہتی ہے۔" کسی کے دل کی دنیا بھلا کرایک فریق ثانی کو بے چارگی کی مسند پر بٹھادیا یہ خودغرضی نہیں تھی۔

"تم جس حیثیت سے رہ رہی ہو اس میں ذرا بھی فرق نہیں آئے گا نہ بچوں کو کسی کمی اور فرق کا احساس ہوگا، چاہو گی تو اسے الگ گھر لے کر دوں گا بس تم اداس مت ہونا، میں روز اول کی طرح تمہارے ساتھ مخلص رہوں گا تم فکر مند مت ہونا۔" اس نے ایک کرب آلود مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

"آپ تقسیم ہونے جارہے ہیں شاہ ویز، اس سے بڑھ کر کوئی فکر مندی اور کیا ہوگی، اس کی آمد کا عذاب جھیلنا تو ابھی دور ہے پہلے اس نئے زخم کو سہنے کے قابل تو خود کو کرلوں۔" آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔ اس کے ہاتھ ہمیشہ کی طرح اس موتی کو سمیٹنے کے لیے بڑھے تھے جسے اس نے جھٹک دیے۔

"بس کریں...... سب کچھ ختم ہو چکا...... اب یہ نمک پاشی مت کریں، اس دنیا جہاں کے مردوں کے بیچ ایک میرا ہی سائبان ملا چھلنی کرنے کو، بددعا اسے نہیں دوں گی جب میری اپنی محبت اور خلوص کو کسی نے کھوٹے سکے کی طرح اچھال دیا۔ میں آج تک آپ کے دل پر راج نہ کرسکی شاہ ویز ورنہ صورت حال ایسی نہ ہوتی۔" وہ بین کررہی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے، اس دل پر آج بھی تمہارا ہی راج ہے لیکن تم ہی بتاؤ ایک بے سہارا کا سہارا بن جانا گناہ ہے کیا؟"

"نہیں شاہ ویز کسی کی بیساکھی کو کھینچ کر اسے منہ کے بل گرادینا ثواب ہے، بتائیں کیسے جیوں میں آپ کی شراکت داری کو دیکھ کر، کتنا بڑا دل لاؤں اس آزمائش کو جھیلنے کے لیے، میرا دل چاہے بہت مضبوط سہی پر آپ کے معاملے میں بڑا بے صبرا ہے، پلیز اپنے محبت بھرے آشیانے کو کھوکھلا مت کریں، آپ کی تقسیم ہم سب کی ذات میں بہت بڑا خلا پیدا کردے گی۔" وہ منت سماجت پر اتر آئی، وہ خاموشی سے اٹھ گیا۔ اس کی خاموشی میں اپنی التجاؤں کو ٹھوکر لگنے کا اور اس فیصلے پہ اس کی مضبوطی کا احساس بخوبی ہوگیا تھا۔

وہ آنسوؤں میں گھری اپنوں کے آگے کھڑی ہوگئی کہ اعتبار تو ٹوٹ ہی گیا تھا۔ اب بس آشیانہ بچ جائے یہی کوشش تھی، چاہے آرزوؤں کی آبرو ریزی ہی سہی، اس کی بے تابیاں عروج پر تھیں منجدھار میں ہاتھ پاؤں ماررہی تھی۔ اب پل پل امی کا انتظار تھا۔ کسی بھی ہلکے سے کھٹکے پر آنکھیں دروازے کی سمت اٹھ جاتیں بچے اس کی ان حرکات کا نوٹس لینے پر مجبور ہوگئے۔

"مما آپ باربار گیٹ کی طرف کیوں دیکھ رہی ہیں؟ جبکہ پپا کے آنے کا ٹائم بھی تو یہ نہیں۔" لیکن اس دل کی بے چینی کو کون سمجھائے یہی لگتا کہ ہمیشہ کی طرح امی پرنٹیڈ کاٹن کے سوٹ اور سفید چادر اوڑھے چہرے پہ ملامت محبت و ماتا کے سب رنگ سمیٹے، بچوں کے لیے ان کی من پسند چیزیں سمیٹے چلی آرہی ہیں، جنہیں دیکھتے ہی اس کے لبوں سے وہی چہکار پھوٹتی جو کسی زمانے میں چھٹی کے وقت اسکول گیٹ پر انہیں دیکھ کر برآمد ہوتی تھی۔

"بیٹا...... نانو نے کہا تھا آنے کو اس لیے بار بار راستہ دیکھ رہی ہوں۔" وہ کہہ کر سوچنے لگی کہ شاید اب کوئی راستہ نظر آئے اوران کی صورت نظر آئے۔ یہ ماں بھی کیا ہستی ہوتی ہے دنیا کی جس کے آنچل میں منہ چھپا کر رونے کے لیے عمر کی قید نہیں ہوتی بچے صحیح کہہ رہے تھے مجھے فون کرکے دریافت کرلینا چاہیے کہ کب آرہی ہیں اس طرح دل کو کچھ تسلی تو ہوتی، اس نے فون ملالیا، دو تین بار کال ملانے کے بعد فرحین بھابی نے ریسیو کرہی لیا تھا۔

"ہاں سجانہ...... کیسی ہو میری جان؟ میں تمہیں فون کرنے ہی والی تھی۔" ان کے انداز میں، ازلی والہانہ پن تھا۔

"تو کیا کیوں نہیں بھابی...... کتنا یاد کررہی تھی میں آپ لوگوں کو۔" اس کی آواز بھیگ گئی۔

"ارے گڑیا...... تو آجاتی ناں، میں نے تمہارے بھیا کو کہا تھا سجانہ سے ملنے چلتے ہیں پر تم تو جانتی ہو ناں کتنے مصروف ہوگئے ہیں وہ آج کل آفس میں اضافی کام کے باعث لیکن ہم لوگ خود سے بھی زیادہ تمہیں یاد کرتے ہیں...... پر تم فکر مت کرو، ہم جلد ہی آئیں گے۔"

"امی...... کہاں ہیں بھابی؟" وہ اصل مقصد کی طرف

آئی۔

"امی...... ہاں...... وہ عشاء کی نماز پڑھنے کمرے میں گئی ہیں تمہیں پتا ہے ناں وہ یکسوئی سے اس وقت نماز پڑھتی ہیں ساتھ میں وظائف وغیرہ بھی چلتے ہیں جونہی فارغ ہوتی ہیں میں تمہاری بات کراتی ہوں۔"

"ہاں بھابی اب وہ فارغ ہوں تو کہیے گا کل صبح بات کرلیں۔ کیونکہ اب شاہ ویز بھی آتے ہوں گے، صحیح بات نہ ہو پائے گی۔"

"ہاں میں سمجھ رہی ہوں ابھی بات نہ ہی کرو تو بہتر ہے میں تو امی سے روز کہہ رہی ہوں جا کر مل آئیں تم اس وقت کتنی تنہا خود کو محسوس کررہی ہوگی پر ان کا بی پی بھی ان دنوں رہ رہ کے شوٹ کر جارہا ہے۔ تو ایسے میں اکیلی جان راستے کا سفر بھی کیسے طے کریں اور میں عبدالرافع کے ایگزمز اور تمہارے بھیا کی مصروفیت میں بری طرح الجھی ہوں کہ سمجھ نہیں آتا کہ کیا کروں، پرسوں شام بھی بی پی اتنا ہائی ہوگیا کہ ہاتھ پاؤں اکڑ گئے تھے فوری ہاسپٹل لے جانا پڑا اللہ اللہ کر کے بی پی کنٹرول ہوا۔" بھابی کی بات پر وہ پریشان ہوگئی۔

"اوہو......" اس نے خود کو کوسا...... شاید ٹینشن میں کچھ زیادہ ہی مبتلا ہوگئی تھی کہ امی کے حالات کو اپنی مجبوری کے آگے بھول گئی، اپنی خودغرضی پر سدا افسوس ہوا۔

"کوئی بات نہیں بھابی...... انہیں پریشان مت کریں۔ یہ بتائیں اب تو ٹھیک ہیں ناں امی...... پریشانی کی کوئی بات تو نہیں؟"

"ہاں...... اب تو بہتر ہیں ان کی طبیعت، پوری طرح ٹھیک ہوتی ہے تو چکر لگاتے ہیں، ایسا کیسے ممکن ہے اس پریشانی کی گھڑی میں تمہیں اکیلا چھوڑ دیں پھر میکے اور میکے والوں کا فائدہ ہی کیا جو دکھ مصیبت میں ساتھ چھوڑ دیں۔" اس وقت بھی کتنا احساس تھا اس کا، پلکیں نم ہوگئی تھیں۔

"اور شاہ ویز کو بھی کیا سوجھی اس مرحلے میں جب تین بچوں کا ساتھ ہو اور وہ دوسری شادی کے لیے تلا ہے، حد ہوتی ہے بھئی نہ بچوں کا احساس ہے نہ اپنی محبت کرنے والی بیوی کا چلے ہیں سر پر نیا سہرا سجانے۔"

"بس بھابی...... سب نصیبوں کے کھیل ہیں، میرے مقدر کی خوشیاں بس یہیں تک تھیں۔"

"پریشان مت ہو ہم ہیں ناں تمہارے ساتھ، میں تو ایسا مزا چکھاؤں گی کہ شاہ ویز یاد کرے گا۔" وہ اونچی آواز میں بولیں۔



لیکن انتظار انتظار ہی رہا۔

"بھابی بھی امی کی وجہ سے پریشان ہوں گی، فرصت نہیں مل رہی ہوگی انہیں۔" ان کا اتنا خیال کرلیتا بھی بہت تھا، کم از کم اس کے دکھ کا اندازہ تو تھا ناں انہیں، سوچ کر دل کو تسلی دے لیتی۔ شاہ ویز کی خاموشیاں گہری ہوتی جارہی تھیں اس کے دل کے خدشات کی طرح، ان کے درمیان محبتوں بھری رفاقت نے اندیشوں کی چادر اوڑھ لی تھی۔

اللہ جانے وہ کس جنوں میں تھے، وہ پوچھ بھی نہیں سکتی تھی کہ خود سے زہر کا پیالہ لبوں سے لگانے کا حوصلہ بھی نہ تھا، وہ پل پل ٹوٹ کر بکھر رہی تھی، بس اس کا تعلق بچوں سے رہ گیا تھا۔

اللہ جانے امی اب کیسی ہیں؟ کتنے دنوں سے رابطہ بھی ختم تھا، بچے اسکول گئے تو شاہ ویز کی ایک ایک چیز سمیٹتے، پرانی عادت کے مطابق کپڑوں سے اس کی خوشبو سونگھتے وہ رو پڑی...... یہ خوشبو بھی اب پرائی ہونے جارہی تھی بہت دیر لگی خود کو سنبھالنے میں، جلدی جلدی پھیلاوا سمیٹا، کھانا نہیں پکانا تھا کیونکہ امی کے گھر جاتی تو بھابی پیٹ بھر کر کھلانے کے ساتھ بچوں اور شاہ ویز کے لیے کھانا الگ سے پیک کرتیں تو آج کیسے پیچھے رہ سکتی تھیں، یہی سوچتے ہوئے رکشے میں بیٹھ گئی۔

امی کے گھر کا گیٹ دیکھتے ہی لگا ضبط کے بندھن ٹوٹ جائیں گے، بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا، ابھی تو اندر جا کر امی کی ممتا سے لبریز بانہوں میں پناہ لینا تھی اور بھابی کی نثار ہوتی آنکھوں میں اپنے لیے تسلی اور مان بھی دیکھنا تھا تب کیا حالت زار ہوگی۔

گیٹ کی اٹکی ہوئی کنڈی سرکا کر اندر آئی، راہ داری عبور کرنے کے بعد کچن سے کھٹر پٹر کی آوازیں آنے لگیں کھڑکی

سے جھانکا تو امی کچن میز پر بیٹھی سبزی کاٹتی نظر آئیں اور بھابی ان کی طرف پشت کیے برتن دھو رہی تھیں۔ ساتھ باتوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ اس سے پہلے کہ اس کے قدم ہمک کر اندر داخل ہوتے اپنا نام سن کر رک سی گئی، قدم آگے بڑھنے سے انکاری ہو گئے، اندر گفتگو کا زہر سا گھلا ماحول محسوس ہوا۔

"ان حالات میں صبر و تحمل سے کام لینا عورت ذات کو ہی پڑتا ہے، واویلا مچانے سے "مدر" کا نام تک زندگی سے نکل جاتا ہے اور سبحانہ کے پاس دو بیٹیاں ہیں بیٹے سے بھی بڑی، خدانخواستہ ناعقلی سے یہ نام بھی خانے سے نکل گیا تو بیٹیاں بیاہنے میں بڑی دشواری ہوگی اسے، دنیا کا کوئی بھی رشتہ باپ کی کمی پوری نہیں کر سکتا سب عورت ذات کو ہی موردِ الزام ٹھہراتے ہیں یہ تھوڑی ناں دیکھیں گے کہ کتنی ستی ساوتری تھی، بچیوں کے لیے کوئی ارا غیرا ہی پوچھنے آئے گا، رکھ رکھاؤ والے خاندان آنکھوں دیکھی مکھی نہیں نگلیں گے۔" وہ کچھ اور پیچھے ہوئی۔

"لیکن فرحین، ہم اپنی سی کوشش تو کر لیں شاہ ویز کو سمجھانے کی شاید ہماری باتیں اس کے دل میں اثر کر جائیں اور میری بیٹی کا نصیب بدل جائے، زندگی کے کسی موڑ پر پچھتاوا تو نہیں رہ جائے گا کہ اپنی سی کوشش نہیں کی۔" امی کا بجھا بجھا ملتجیانہ لہجہ اس کے دل پر شاہ ویز کی بے اعتنائی سے زیادہ وار کر گیا۔

"امی آپ بھی اپنی بیٹی کی طرح ضدی ہیں۔" پلیٹ کو ٹھوم مارتیں پل دو پل کو امی کو زہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مڑیں، وہ تو شکر تھا کہ وہ پہلے ہی آڑ میں ہو گئی تھی۔

"اس نے بھی بس امی کو بھیجیں، امی سے بات کرائیں، کی رٹ لگا رکھی ہے جیسے شاہ ویز کوئی بچہ ہے، ہمارے سمجھانے سے سمجھ جائے گا، اللہ کا واسطہ ہے امی، مصلحت اسی میں ہے کہ ہم خاموش رہیں اور میاں بیوی کے مسئلے میں ٹانگ نہ اڑائیں اس طرح ہم داماد کی نظروں میں بھی گر جائیں گے، کتنا نفیس انسان ہے وہ، کتنا احترام ہے ہمارا اس کی نظروں میں، آپ وہاں جا کر اپنی بزرگی کھو دیں گی، بہتر ہے اس کی نظروں میں اپنا اعتبار قائم رہنے دیں۔"

"ارے جب میری بیٹی ہی اس پر اپنا اعتبار کھو بیٹھی تو باقی رشتوں اور مصلحتوں کا کیا فائدہ...... کم از کم مجھے اس سے ایک بار باز پرس تو کرنے دو، ایسے کیسے چھوڑ دوں اسے بے راہ رو ہونے کو۔" امی تڑپ کر بولیں۔

"اور جو اس نے اگر کہہ دیا مجھے اختیار اور اجازت دو کی نہیں "چار" کی ہے تو بتائیں آپ اپنا سا منہ لے کر کہاں جائیں گی، آپ کی عزت میں کتنے چاند لگ جائیں گے، بے جا من مانی اور اس کی خواہش میں رکاوٹ کہیں آپ کی بیٹی کی زندگی میں گھن نہ لگا دے، مرد ضد کا پکا ہوتا ہے ورنہ سبحانہ کا ہی ہو کر رہ جاتا اتنے تو سمجھوتے کیے اس نے اب تھوڑا اس کی ضد کی بھی لاج رکھ لیں۔"

"کیوں...... میری بیٹی کوئی لولی، لنگڑی تھی کیا جو اس کو سمجھوتے کرنے پڑے، کتنی سمجھداری سے اس نے تیرہ سال گزارے ہیں یہ بات اس کے سسرال والے بخوبی جانتے ہوں گے۔"

"سسرال والے تو سمجھداری کا مظاہرہ کر ہی لیتے ہیں پر شوہر کے دل پہ راج کرنے کے لیے شکل و صورت بھی اچھی چاہیے ہوتی ہے، معاف کیجیے گا امی اب سبحانہ جیسی قبول صورت کے ساتھ شاہ ویز جیسا وجیہہ آدمی تیرہ سال بھی صبر کے ساتھ گزار لے تو اس کے مضبوط دل گردے کا کام ہے اب بھی وہ اسے طلاق دینے کی بات نہیں کر رہا، ساتھ میں رہ لے گی تو کیا برائی ہے اور اگر ہم نے مداخلت کے بند باندھنے کی کوشش کی تو خدانخواستہ اسے چھوڑ بھی سکتا ہے۔" اس نے جھرجھری لی اب اندر جانے کے سب راستے بند ہو چکے تھے گو کہ دروازہ کھلا تھا، ابھی ایک تیر اور جگر میں پیوست ہونا باقی تھا وہ تو دم بخود تھی ہی اپنی ہر سزا کو گلے کا طوق بنا لینے کے لیے زبان بندی کے فارمولے پر مکمل پیرا تھی۔ بھابی مزید کہہ رہی تھیں۔

"اور اگر آپ نے اپنی من مانی کی اور اس کے گھر گئیں تو نتائج کی ذمہ دار آپ خود ہوں گی، اجڑ کر آنے والی آپ کی بیٹی کے لیے تو اس گھر میں کوئی جگہ نہیں ہوگی اور آپ بھی اس کے ساتھ پناہ لینے پر مجبور ہو جائیں گی، میں خود بچوں والی ہوں، اتنے لوگوں کے لیے شوہر کی آمدنی ناکافی ہو جائے گی اس لیے

ہوش کے ناخن لیں۔" یہ تھا اصل لب لباب پوری حکایت کا، اس کے پورے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی، "جان" اور "چندا" کہہ کر لب شیرینی ٹپکانے والی اس کی ہمدرد بھابی کا اتنا زہریلا روپ پہلی بار اس کے سامنے آیا تھا، اس سے پہلے کہ بھابی دروازے تک آتیں اور ان کی پارسائی کا بھانڈا پھوٹتا وہ الٹے قدموں واپس آ گئی تھی۔ رشتوں، مان اور اعتبار کے لٹ جانے کا احساس دل میں جاگزیں تھا۔

انسان دھیرے دھیرے روپ کیسے بدل لیتا ہے؟ امی کی مجبوری کی وجہ سمجھ میں آ گئی تھی، آنکھوں میں آتی نمی کو چادر کے پلو میں جذب کیا، اب مزید امی کو مجبوریوں کے دلدل میں دھکیل کر ان کے سر سے چاردیواری کی چھت بھی نہیں چھین سکتی تھی جس میں چھت کو مضبوط کرنے میں عورت کی پوری جوانی مٹی میں مل جاتی ہے بڑھاپے میں اس کا حکمراں کوئی اور بن بیٹھتا ہے۔ وہی عورت بڑھاپے میں بیٹے، بہو کی ایک دھمکی سے سہم جاتی ہے بھابی کے بدلے روپ نے اس کی آنکھیں کھول دی تھیں، شاہ ویز کی نظروں میں برا نہ بننے کی مصلحت نے اس کے جذبوں اور رشتوں کے مان کو روند ڈالا تھا وہ گھر واپس آ گئی تھی۔ گھر میں گھڑیاں گنتی، بچوں کو سنبھالتی کہ بہت کڑے وقت کا سامنا تھا، خاموشی سے خود کو آنے والے وقت کے لیے تیار کرتی رہی، اس کے اور شاہ ویز کے بیچ چپ کی ایک سرد دیوار کھڑی ہو گئی تھی، بس گزرتے وقت کو محسوس کرتے ہوئے خود کو حالات کے دھارے پہ چھوڑ دیا تھا، ہاں ان صبر آزما لمحات میں اس نے ایک بات بری طرح سے محسوس کی تھی کہ شاہ ویز بہت خاموش سا ہو گیا تھا، ناشتے کی میز پر مختصر سا ناشتہ کر کے اٹھ جاتا۔

رات گئے لاؤنج میں ٹی وی دیکھتا رہتا اور کبھی کمرے سے نکلتے ہوئے جو اس کا سامنا ہو جاتا تو نظریں ٹی وی اسکرین سے ہٹ کر کہیں اور مرکوز ملتیں، اب تو کچھ پوچھنے کا بھی رشتہ نہیں تھا، اس کو اس کے حال پہ چھوڑ کر وہ کمرے میں واپس آ جاتی پھر ایک دن دھماکہ ہو گیا کہ سماعت گنگ ہو گئی، بصارت اس کے تیور پہچاننے سے انکاری تھے، حالات ایسے بدلے کہ یقین کرنا ناممکن سا ہو گیا تھا۔ حبس زدہ شام میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے جسم وجاں کو گدگدائے دے رہے تھے۔

وہ یقین اور بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

"جو ہوا اسے بھول جاؤ ایک خواب سمجھ کر، میں پلٹ آیا ہوں تمہارے اور بچوں کے لیے۔" وہ پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھتی رہی اس کے بدلے روپ کو۔

"مجھے معلوم ہے پچھلے دنوں تم جس اذیت اور کرب سے گزری ہو اس کا احساس ہے مجھے لیکن اب وہ وقت گزر گیا۔ اب آنے والے وقت میں صرف ہم ہوں گے اس کے علاوہ کوئی دوسرا فریق نہیں۔"

اللہ نے کس مہربان گھڑی میں اس کا ہاتھ تھاما تھا وہ اندازہ لگانے سے قاصر تھی لیکن جس کڑے دور سے گزر آئی تھی اپنے سگے رشتوں کے ہی روپ بھرے چیزوں کو پہچان لیا تھا وہ دور زندگی میں بھولنے کا نہیں تھا اور شکر کے لمحات کا بھی تھا، جس نے اس کی بند آنکھیں کھول دی تھیں ورنہ میٹھے لفظوں کے پیچھے چھپے کاری ضرب کو بھی نہ پہچان پاتی۔

"اور وہ...... کہاں گئی جس کے پیچھے میری محبت اور قربانیوں کو فراموش کر بیٹھے تھے آپ...... رشتوں کی پہچان بھول گئی تھی آپ کو اسی طوفان نے پھر سے سر اٹھا لیا تو کہاں جائیں گے ہم؟" آنکھیں رنگ فشاں ہو گئیں۔

"وہ جذباتیت تھی میری، میں لمحاتی شورش میں بہہ گیا تھا۔ لیکن جلد ہی مجھے احساس ہوا یہی عمل میری بیٹیوں کی زندگی میں مکافات عمل بن کر سامنے آ گیا تو میں سہہ بھی پاؤں گا کہ نہیں، میری بیٹیوں کی معصوم صورتوں نے میری آنکھیں کھول دیں سبحانہ میں جن آنکھوں میں آنسو کا ایک قطرہ بھی برداشت نہیں کر سکتا ان کی زندگیوں کا اتنا بڑا سانحہ کیسے برداشت کر سکوں گا اس لیے میں خود ہی سدھر گیا۔"

"واہ...... بیٹیوں کے حق پہ بات آئی تو عقل ٹھکانے آ گئی اور جب بھلائے بیٹھے تھے تو اس بات کا بھی احساس نہیں ہوا کہ میں بھی کسی کی بیٹی ہوں۔ اگر اللہ نے آپ کو بیٹیوں کا باپ نہ بنایا ہوتا تو میں راندہ درگاہ ہو چکی ہوتی، ہے ناں شاہ ویز۔" کتنے عرصے بعد تو آج حساب کتاب کا وقت آیا تھا۔

"نہیں تمہاری قربانیوں اور محبت میں بڑی طاقت ہے،

اس کا احساس مجھے اس وقت ہوا جب میں شازیہ کی ہر ادا میں تمہارا عکس تلاش کرتا، محبت اور سادگی میں ڈوبا خلوص کا پیکر مجھے مل نہ سکا، بس وقتی رو میں بہہ تو گیا لیکن سکون جسے کہتے ہیں وہ تمہارے سراپے کے علاوہ کہیں نہ مل سکا۔ کہیں نہ کہیں بہت سی کمی نے اسے میری نظروں اور دل سے بہت دور کر دیا، بہت سی وجوہات دامن گیر تھیں، یہ سچ ہے کہ میری بیٹیوں کی صورت نے میرے قدم جکڑ لیے، اسے کوئی اور مل جاتا، پر میری بچیوں کو باپ نہ مل پاتا، میں ہی بے عقل تھا، اپنے محل نما آشیانے کو آگ لگانے چلا تھا۔" وہ دھیرے دھیرے پگھل رہی تھی، مچل رہی تھی، شاہ ویز اس کے رخسار پہ آئے موتی سمیٹتے نہ تھک رہا تھا۔ اس کی نیکیاں کام آ گئی تھیں اس کا مضبوط سہارا پھر سے چٹان کی طرح اس کی پشت پر براجمان تھا، اس نے اپنی نیکیوں کی راہوں میں پھول بچھائے تھے ان لمحوں میں جب وہ زندگی کی آسائشوں سے خود ہی تہی داماں تھی تو اللہ نے ان نیکیوں کو رائیگاں نہیں جانے دیا اس کے آشیانے میں خزاں کی دستک کے ساتھ بہاروں نے ڈیرے ڈال دیئے تھے اور کسی طرف بدنیتی کا پھل ببول کے ساتھ ملا تھا، ایک ذرا سی مصلحت کی خاطر اس کی ماں کا رشتہ کمزور کر دینے والی آج خود بیٹی کے دکھ کے کانٹوں پہ ننگے پاؤں چل رہی تھیں۔



سبحانہ کی دونوں بیٹیاں اپنے اپنے گھروں میں خوش و خرم تھیں اور فرحین بھابی کی اکلوتی بیٹی اسی حادثے کے پیش نظر جس سے کبھی سبحانہ گزری تھی گھر آ بیٹھی تھی۔ اللہ نے قرض لوٹا دیا تھا۔ وہ قرض جو فرحین بھابی نے اس کے شانوں پر کبھی بے حد نخوت کے ساتھ دھرا تھا اور کسی خانہ بدوش کی طرح اپنی کٹیا میں وہ واپس آئی تھی شاید راستے میں ہی اس کی چادر میں جذب ہونے والے آنسوؤں نے عرش معلٰی کو ہلا دیا تھا۔ شاہ ویز معجزانہ طور پر اس کی زندگی میں واپس آ گیا تھا اور یہاں تو بربادی کی مکمل تفسیر تھی۔ پھول جیسی بچی شراکت داری اور ضد کی آگ میں جھلس رہی تھی، دوبارہ گھر نہ جانے کی ضد نے ارمانوں کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔

"تم ہی کچھ سمجھاؤ سبحانہ اتنا کیوں رو رہی ہے یہ، ایک ناقدرے شخص کے پیچھے اپنی جان گنوا بیٹھے گی۔ کیا خبر تھی دانش کے اتنے خوب صورت چہرے کے پیچھے اتنا گھناؤنا روپ چھپا بیٹھا ہے۔ ارے جب ماہ نور نہیں پسند تھی تو نہ کرتا شادی کسی نے زبردستی کی تھی کیا، اس کی والدہ تو خود رشتہ لے کر آئی تھیں، ماں کے مرنے کے بعد اپنی من مانی کے گل کھلانے لگا بتاؤ کیسے گزارہ کرے گی میری پھول سی بچی، ایک شاطر عورت کے ساتھ اگر وہ عیارنہ ہوتی تو کسی کا گھر نہ اجڑتا۔" "پھول سی بچی" تو واقعی وہ تھی پر سبحانہ بھی ایک پھول سا دل اور کومل سے احساسات کی مالک تھی، فرق صرف "نند" اور "بیٹی" کا تھا۔

"بھابی..... اسے اپنے گھر جانے دیں، بات اگر عقد ثانی سے پہلے کی ہوتی تو سمجھایا جاسکتا تھا اب وقت گزر چکا ہے۔" اس نے گہری سانس لی۔

"ماہ نور دانش کے دل میں گھر کرنے کی کوشش کرے، ویسے بھی یہ بہت اچھی نیچر کی ہے کچھ دن حالات کو برداشت کر لے اور اللہ کے حکم کا انتظار کرے وہ خدائے مہرباں بہتر فیصلے کرے گا ورنہ گھر اجاڑ کر بیٹھ جانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا سوائے مطلقہ کا دھبہ لگانے کے۔" وہ غلط مشورہ کبھی نہیں دیتی کیونکہ وہ خود بھی اس کرب کو جھیل چکی تھی اور نہ کسی کی مجبوری کا تماشا دیکھ کر مزہ لینے والوں میں سے تھی، حتمی فیصلہ تو فرحین بھابی کا ہی ہوتا لیکن وہ دعا گو تھی ماہ نور کی زندگی میں اجالوں کی خواہش مند بھی کیونکہ ہر بیٹی کے روپ میں اسے راعنہ اور شائنہ ہی جھلکتیں وہ فرحین بھابی کی طرح اپنی بیٹی اور دوسروں کی بیٹیوں میں تمیز رکھنے والی نہیں تھی اور نیک نیتی کا پھل خدائے بزرگ و برتر خود دیتا ہے۔



قسط نمبر چودہ

سانسوں کے اس سفر میں

اُم ایمان قاضی

کہنے کو اس سے عشق کی تفسیر ہے بہت
پڑھ لے تو، صرف آنکھ کی تحریر ہے بہت
بیٹھا رہا وہ پاس تو میں سوچتی رہی
خاموشیوں کی اپنی بھی تاثیر ہے بہت

گزشتہ قسط کا خلاصہ

عبدالحنان کا آپریشن شروع ہوتا ہے تو دوسری طرف اماں جہاں کی حالت بگڑ جاتی ہے۔ جنہیں فوری اسپتال لیا جاتا ہے اور یشعرہ بے قرار و بے چینی سے اسپتال کے کوریڈوز میں ٹہل ٹہل کر عبدالحنان اور اماں جہاں کے لیے دعائیں کر رہی ہوتی ہے اور پھر اللہ کے کرم سے عبدالحنان کے کامیاب آپریشن کی اطلاع کے ساتھ اماں جہاں کے دل کے دورے کی اطلاع بھی ملتی جہیں بروقت طبی امداد دے کر بچالیا جاتا ہے۔ احسن اسپتال میں عبدالحنان کو سمجھتا ہے کہ اس کو مایوسی کے اندھیروں سے نکل کر اب روشنی کی طرف سفر کرنا چاہے اور اس میں یشعرہ کا اس کے ساتھ رہنا کتنا ضروری ہے پر وہ بے دلی سے احسن کی باتیں سنتا رہا تھا اور جب وہ اسپتال سے رخصت لے گھر آتا ہے تو اس کا پر جوش استقبال کیا جاتا ہے پر وہ بے قرار سے اماں جہاں سے ملنے کو کہتا ہے۔ جس پر اس کو اماں جہاں کی کمرے لایا جاتا ہے اور وہاں اماں جہاں سب کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے یشعرہ کی تعارف کرتی ہیں اور اس کو اپنے گھر کے لیے ایک سعد اضافہ گرداتی ہیں جس پر یشعرہ دل ہی دل میں عبدالحنان سے شکوہ کناں ہو جاتی ہے اور پھر جب وہ اپنے کمرے میں آتے ہیں تو یشعرہ اسے اپنے نا جانے کی کئی وجوہات بتاتی اور عبدالحنان کا دل بھی کچھ اس کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ آمنہ ناعمہ سے عنایت بی سے ملنا کا کہتی ہے جواب میں ناعمہ عنایت بی تک اس کا پیغام پہنچا دیتی جس پر عنایت بی اس کو بلاتی ہیں اور آمنہ دل ہی دل میں عنایت بی کا اب کا اور پہلے رویہ سوچتی ان کی کمرے میں آ کر اماں جہاں کا پیغام ان تک پہنچا دیتی ہے اور کے حالت سے بھی آگاہ کر دیتی ہے۔ جس کو سن کر عنایت بی رونے لگتی ہے اور اجلال کو بلا کر کہتی ہے کہ بھائی کے ساتھ مل فوری ولیمہ کی تیاری کرے اور ان اماں جہاں سے ملنے کے لیے بھی کہتی ہے پھر ولیمہ میں اماں جہاں اور اماں جی کی گھر کی تمام لڑکیاں سدرہ چچی کے ساتھ شرکت کرنے آتی ہیں اور پھر ایک دن عنایت بی اماں جہاں سے ملنے آتی ہیں تو وہ دونوں ایک دوسرے لگ کر خوب روتی ہیں اور پھر وہ دونوں اپنے دکھ درد ایک دوسرے کہنے لگ جاتی ہیں اور ماں جہاں عنایت بی سے آمنہ کو خوش رکھنے کا کہتی ہیں اور عنایت بی کے اطمنان دلانے پر کے بعد اچانک سے ان کی حالت بگڑ جاتی

ہے، چند دنوں کے بعد اماں جہاں بشرہ سے اکمل اور فجر کے رشتے کی بعد کرتی ہیں اور اجمل کی خواہش کا بتا دیتی ہیں جس پر بشرہ ان سے وعدہ کر لیتی ہے اور ان کا پیغام اماں جی تک پہنچا دیتی ہے اور دونوں بہنیں ایک دوسرے سے مل کر سارے گلہ شکوہ مٹا کر ایک دوسرے سے معافی مانگ لیتی ہیں اور پھر اماں جہاں سلطانہ تائی کو بلا کر ان سے اپنی خواہش کا اظہار کر کے کہتی ہے کہ انہوں نے ان سے پوچھے بغیر اجمل اور فجر کا رشتہ طے کر دیا ہے جس پر سلطانہ تائی فرماں برادری سے سر جھکا دیتی ہیں۔ اجمل خوش خبری سن کر فجر کو فون کر کے اس سے درخواست کرتا ہے کہ اگر اس سے پوچھا جائے تو وہ انکار نا کرے۔ آیت پر فیصل مسلسل دباؤ ڈال رہا ہوتا ہے جس کے باعث آیت کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور اسے فوری اسپتال میں داخل کر دیا جاتا ہے پر فیصل اس کا پیچھا وہاں بھی نہیں چھوڑتا اور اس کی بیماری کو ڈرامہ کہہ کر اس کو حتمی فیصلہ کرنے کو کہتا ہے۔

اب آگے پڑھئے



”جی...... کیا کہہ رہے ہیں آپ؟“ وہ حیرت سے بولی۔

”میں نے کوئی ایسی معیوب بات تو نہیں کی جو آپ اتنی حیران ہو رہی ہیں۔“ دوسری طرف اس نے حیران ہو کر کہا۔

”نہیں معیوب بات تو نہیں ہے اگر معاشرے کے حساب سے دیکھا جائے لیکن ہماری فیملی کے حساب سے دیکھا جائے تو شاید یہ معیوب سے بھی بڑھ کر بات ہو کیونکہ ایسا ہوا نہیں کبھی کہ ہمارے گھر کی لڑکی کبھی منگیتر کے ساتھ باہر گئی ہو، آپ نے بات کی تو میں نے بھی کر لی۔ بارہا اسکائپ پر بات ہو چکی ہے، مزید اگر تسلی کرنا چاہ رہے ہیں گھر آ کر مل لیں لیکن باہر نہیں، اجازت بھی نہیں ملے گی اور میں خود بھی ایسا نہیں چاہتی۔“ اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"ہمم...... بہت اچھی لگی مجھے آپ کی یہ بات، احتیاط پسندی اور آپ کے گھر کے اصول...... لیکن میں جو آپ سے ملنا چاہ رہا ہوں اس میں کچھ ایسی باتیں ہیں جو میں آپ سے اکیلے میں ہی کرنا چاہتا ہوں، سب کے سامنے نہیں۔"

"ایسی کون سی باتیں ہیں عمیر...... میرا تو خیال ہے کہ جتنا ضروری تھا، میں نے آپ کے بارے میں جان لیا اور آپ نے میرے بارے میں اور پھر موبائل پر جب بات ہوتی ہے، ہم اکیلے ہی ہوتے ہیں۔"

"ارے...... ارے رک جائیں، اگر ایسی ہی خوش فہمی ہے آپ کو تو اس کو دور کرلیں جناب، انسان سے بڑھ کر الجھی ہوئی گتھی ہی کوئی نہیں دنیا میں، ہم تو بعض دفعہ اپنے بے حد قریبی لوگوں کے ساتھ عمر گزار کر بھی کچھ نہیں جان پاتے اور آپ کہتی ہیں کہ آپ مجھے جانتی ہیں...... بہت بڑا دعویٰ کرلیا ہے بھئی آپ نے اور ایک دوست ہونے کے ناتے میں مشورہ دے رہا ہوں کہ کوئی کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو آپ کا، نہ تو اس کے بارے میں کوئی دعویٰ کریں نہ ہی اس کے دعوے پر یقین کریں۔" عمر اپنی بات کے آخر میں سنجیدہ ہوا۔

"جی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔" شجر نے تائید کی۔

"اور میری اتنے دن سے آپ سے بات چیت ہے، میں تو دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں آپ کو جانتا ہوں۔" اس نے مزید کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ اپنی ذات میں کوئی بھید چھپائے بیٹھے ہیں؟" اب کے وہ مدبر بن کر بولی۔

"ارے جناب! وہی تو آشکار کرنا چاہ رہے ہیں ہم اور آپ ہیں کہ احتیاط اور اصول پسندی کے راگ الاپے بیٹھی ہیں۔" اس نے گویا شکوہ کیا۔

"میں پھر آپ کو بھی جتنا جانتی ہوں اسی پر مطمئن ہوں، باقی عمر پڑی ہے ایک دوسرے کو جاننے کے لیے۔" شجر اب بھی اپنی بات پر قائم تھی۔

"دیکھ لیں...... کہیں بعد میں گلہ نہ کریں آپ کہ سب کچھ کیوں نہ بتایا؟"

"جب تقدیر سے گلہ نہیں کیا تو پھر آپ سے کیسا گلہ......؟" وہ جیسے کسی سوچ کے زیر اثر بولی۔

"مجھے تو لگتا ہے کہ آپ بھی اپنے اندر کوئی بھید چھپائے بیٹھی ہیں۔" وہ جیسے کچھ سوچ کر بولا تو شجر چپ رہی۔

"چلیں چھوڑیں، آپ تو پریشان ہی ہوگئیں میری بات سے پھر کبھی کھوجیں گے آپ کی ذات اسرار، یہ بتائیں کہ کچھ سوچا پھر ملنے کے بارے میں باہر نہیں یا یہ اصرار لاحاصل ہی ٹھہرا میرا۔"

"نہیں...... نہیں میں پریشان نہیں ہوئی اور نہ ہی میری ذات میں کچھ ایسے اسرار ہیں کہ جن کو کھوجنے کی آپ کو ضرورت پڑے گی، میں جیسی باہر سے دکھتی ہوں یقیناً اندر سے بھی ایسی ہی ہوں...... باقی رہا آپ کا اصرار تو آپ گھر آجائیے، آپ جو کہنا چاہتے ہیں وہ میں سن لوں گی، گھر والے بھی خوش ہوجائیں گے۔"

"چلیں پھر ٹھیک ہے، میں آتا ہوں کل شام، پرسوں دوپہر کی فلائیٹ سے مجھے پھر جانا ہے...... ایک ضروری میٹنگ کے لیے آنا پڑا ورنہ میرا ایگریمنٹ دو سال کا ہے۔" اس نے بتایا، شجر نے اوکے کہہ کر ایک دو باتوں کے بعد کال منقطع کردی تھی۔



"میری حالت پر رحم کھاؤ فیصل اور کچھ نہیں تو اتنا ہی سوچ لو کہ میں تمہاری کزن ہوں، میرے ساتھ ایسا مت کرو...... اللہ کے واسطے مان جاؤ کہ شجر تمہاری قسمت میں نہیں ہے، اب اس کا رشتہ ہوچکا ہے اور شادی ہونے والی ہے، پچھلی ساری باتیں بھلادو۔ میں تمہیں زیور، پیسہ، جو کچھ کہو گے دینے کے لیے تیار ہوں مگر پلیز تم یہ ضد چھوڑ دو۔" وہ رو کر التجا کر رہی تھی۔

"شجر بھی تو تمہاری کزن تھی آیت، موحد کی بیوی بننے والی تھی، تم نے سوچا تھا، تم نے رحم کھایا تھا جو میں کھاؤں اور تم مجھے کوئی بلیک میلر سمجھتی ہو جو زیور، روپے پیسے کی لالچ دے رہی ہو..... آیت بی بی محبت کی ہے، میں نے محبت۔ ویسی ہی محبت جیسی تم اپنے اس موحد سے کرتی ہو اور اگر تمہیں یاد نہیں تو میں یاد دلا دیتا ہوں کہ شجر کی طرف مجھے متوجہ کرنے والی بھی تم ہی تھیں، اس کی طرف سے پہلا پیغام اور پہلا گفٹ بھی تم نے ہی لا کر دیا تھا مجھے..... اب اگر شروع سے ساری کڑیاں ملانے بیٹھوں تو سمجھ میں آتا ہے کہ تم نے یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت کیا..... شجر تو کبھی میری طرف ملتفت تھی ہی نہیں۔" وہ زہر خند لہجے میں بولا۔

"م..... میں....."

"میری بات سنو تم پہلے۔" وہ غرایا۔ "میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ آج تم مجھے اجازت دو، میں آج سب کچھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی مرضی کے مطابق کر لیتا ہوں، جیسا تم نے کیا تھا، مجھے یقین ہے کہ مجھے صرف ایک ملاقات تمہارے سسرال والوں سے بشمول موحد سے کرنی پڑے گی اور صرف ایک ملاقات شجر کے ہونے والے شوہر سے، جیسے ہی سارا کچا چٹھا کھلے گا دونوں فریقین شجر کو آرام سے میری دلہن بنا دیں گے..... یہ تو میں بار بار اسی کزن ہونے کا مارجن ہی دے رہا ہوں تمہیں۔"

"نہیں..... نہیں..... فیصل، اللہ کے واسطے ایسا کچھ مت کرنا، میں بہت محبت کرتی ہوں موحد سے، میں..... میں اس کے بچے کی ماں بھی بننے والی ہوں..... موحد فوراً مجھے طلاق دے دے گا۔" وہ بے تحاشہ رو رہی تھی۔

"مجھے شجر مل جائے میں سب کچھ بھول جاؤں گا، تم غلطی سے بھی میرے منہ سے دوبارہ یہ ذکر نہیں سنو گی۔" وہ خود غرضی کی انتہا پر تھا۔

"اچھا..... مجھے تھوڑا سا وقت دو، میں کچھ سوچتی ہوں لیکن وعدہ کرو کہ اس دوران تم کال یا ٹیکسٹ کر کے مجھے پریشان ہرگز نہیں کرو گے۔" وہ سنبھلتے ہوئے بولی۔

"کتنا وقت؟"

"پن..... پندرہ دن..... لیکن تم مجھ سے رابطہ نہیں کرو گے۔"

"اوکے ڈن..... پورے پندرہ دن بعد میں تمہیں اسی وقت دوبارہ کال کروں گا۔" کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

"اللہ کرے..... تم مر جاؤ فیصل۔" وہ اذیت سے آنکھیں میچ کر بولی تھی۔



"ہم سمجھے تھے تم نے ہمیں معاف کر دیا ہے۔" آنکھیں کھولتے ہی انہیں وہ اپنے پاس نظر آئی تھی۔ آج اس کی آنکھوں اور چہرے پر عجیب سی اداسی اور حزن بکھرا ہوا تھا۔

"معافی....." وہ استہزائیہ مسکرائی۔

"کتنا خوب صورت عدل ہے ناں پروردگار کا اماں جہاں کہ جس کا دل دکھاؤ، جس کے قرض دار ہو، دکھ بانٹنے کے، اس سے معافی مانگو تو ہی معافی ملے گی ورنہ اللہ بھی معاف نہیں کرے گا..... یہ اور ایسے کئی خوب صورت اصول جو اس نے زندگی گزارنے کے مقرر کیے ہیں..... انہی پر تو انسان چونکتا ہے، پھنستا ہے، ورنہ آپ جیسے زور آور..... ظالم لوگوں کے ہاتھوں میں انصاف کا ترازو ہوتا تو خود ساختہ بھاؤ تاؤ کر کے ایک پل میں بری کرا لیتے خود کو۔" وہ آنکھوں میں آنسو لیے کہہ رہی تھی۔

"اماں جی سے لے کر عبدالحنان تک سے معافی مانگ لی آپ نے...... ایسے میں آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں نے بھی آپ کو معاف کر دیا ہوگا۔" اس نے آگے جھکتے ہوئے کہا...... اماں جہاں نے سہم کر آنکھیں بند کر لیں۔

"آپ نے سنا اور پڑھا ہوگا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان اور جان کے بدلے جان...... آخر کو بہت پڑھی لکھی ہیں آپ، لوگوں کو اپنے علم سے فیض دیتی ہیں۔" وہ طنزیہ مسکرائی تو اماں جہاں نے آنکھیں کھول دیں۔

"تو تم ہمیں مار دو منتہا، ہم تو کب کا کہہ چکے ہیں کہ ہمیں مار دو، شاید ایسے ہی ہماری معافی ممکن ہو پائے۔" وہ بے بسی سے روتے ہوئے بولیں۔

"یہی تو میں نہیں چاہتی اماں جہاں کہ آپ کو سکون ملے...... آپ کو معافی ملے، ارے آپ جیسے لوگوں کو تو قیامت تک تڑپتے رہنا چاہیے سکون کے لیے، معافی کے لیے۔"

"نہیں...... نہیں۔" اس کی نفرت سہارنا ان کے بس میں تھا نہ اس کی تجویز کردہ سزا کے بارے میں سننا، وہ تڑپ تڑپ کر رو رہی تھیں۔

"کیا ہوا بڑی دادی؟" ان کے کمرے میں داخل ہوتی بشرہ لپک کر ان کے پاس آئی تھی۔



آج وہ بہت دن بعد گھر پر تھا مگر حیرت کی بات تو یہ تھی کہ دو بجے گھر آنے کے بعد بشرہ نے ڈھائی بجے اسے کھانا لا کر دیا تھا اور پھر پونے تین بجے چائے اور اب ساڑھے پانچ ہونے والے تھے، وہ ہنوز غائب تھی اور نجانے کیوں وہ اسے اس طرح غیر موجود پا کر عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا تھا، وہ اسے اپنے پاس، اپنے اردگرد دیکھنا چاہ رہا تھا اور جیسے ہی اپنی اس سوچ پر دھیان دیا اسے خود پر بھی غصہ آیا اور اس پر بھی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئی وہ اس پر الٹ پڑا۔

"کہاں تھیں تم؟"

"میں...... کہاں ہونا تھا، اماں جہان کے پاس۔" اس کے تیکھے چتون دیکھ کر وہ حیرانی سے بولی۔

"کیوں تم نے ٹھیکا لے رکھا ہے گھر بھر کا یا تمہارے محتاج ہیں سب اس گھر میں، تم یہ ثابت کرنا چاہ رہی ہو۔"

"کیا ہوا...... مزاج کیوں برہم ہیں؟" وہ رسان سے بولی کہ صاحب بہادر کے پل پل بدلتے موڈ کی اب وہ عادی ہوگئی تھی۔ جواب میں وہ ہونٹ بھینچے چپ بیٹھا رہا۔

"کوئی کام تھا، کچھ چاہیے؟"

"ابھی اتنا محتاج نہیں ہوا کہ "کچھ چاہیے ہو" تو تمہارا انتظار کرتا رہوں۔" وہ تلخ ہوا، بشرہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔

"اچھا چلیں یہ بتائیں چائے لے کر آؤں آپ کے لیے...... اماں جہاں کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، تائی سلطانہ اپنے بھائی کی طرف گئی ہیں اور اماں جہاں کو اکیلے چھوڑیں تو عجیب سی حالت ہو جاتی ہے ان کی...... بس ان کے پاس ہی بیٹھی تھی۔" وہ سنگار میز کے پاس آئی، کیچر نکال کر رکھی پھر بالوں کو ڈھیلے سے جوڑے میں لپیٹتی اس کے پاس آئی۔

"بتایا نہیں آپ نے کہ چائے لاؤں؟" اس کے تند رویے کے جواب میں اس کا انداز پھر بھی نرم ہی تھا۔

"نہیں...... بیٹھو، مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" بات نہیں کی گئی گویا پتھر لڑھکائے گئے تھے۔ بشرہ دل ہی دل میں الجھتی اس کے سامنے بیٹھ گئی اور تکیہ اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔

"جی کہیں......"

"اماں جہاں ایک بیمار خاتون ہیں اور بیمار اور بزرگ لوگ عام لوگوں کی نسبت زیادہ توجہ کے طالب ہوتے ہیں اور

یقیناً زندگی کے ہر رویے کو بھی عام لوگوں سے زیادہ محسوس کرتے اور ردعمل دیتے ہیں۔ یہ جو تم اب ہمدردی کے ڈونگرے بھر بھر کران پر برسا رہی ہو تو کیا تم نے کبھی بیٹھ کر سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ تم نے یہاں ہمیشہ نہیں رہنا، یہاں سے چلے جانا ہے تو وہ جب تمہاری عادی ہو جائیں گی تو پھر کیسے سروائیو کرسکیں گی۔"

"میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ اس حوالے سے ہمارے درمیان اب کوئی بات نہیں ہوگی اور آپ نے وعدہ بھی کیا تھا...... لیکن اب آپ نے بات چھیڑ ہی دی ہے تو میں آپ پر واضح کردوں کہ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے میں ایک بیمار، لاچار اور بستر پر پڑی بزرگ کی ایسی ٹیپکل حالت دیکھ کر چپ کر کے نہیں بیٹھ سکتی کیونکہ میں نہ تو آپ کی طرح کٹھور ہوں نہ دنیا سے بے زار۔" اس کی ان الفاظ میں تعریف پر وہ تلملا گیا تھا۔

"لیکن میں یہ بھی بتادوں کہ میں ان کو اس حالت میں چھوڑ کر تو ہرگز نہیں جارہی اور جب جاؤں گی تو یقیناً کچھ نہ کچھ ایسا ہی کروں گی کہ وہ میرے بغیر بھی اچھی طرح سروائیو کرسکیں۔ اس لیے آپ کو کم از کم اس فکر میں گھلنے کی ہرگز ضرورت نہیں۔" وہ بھی جل کر بولی اور گود میں رکھا تکیہ اٹھا کر گھوم کر بیڈ کی دوسری جانب آئی اور اپنی سائیڈ پر لیٹ کر پاؤں کے پاس رکھی چادر غصے میں کھینچ کر سر تک تان لیا۔

"کیا مصیبت ہے یار...... پتا نہیں میں کیا کہنا چاہ رہا ہوتا ہوں کیا کہہ جاتا ہوں؟" وہ جیسے اپنی ہی الجھن میں تھا۔

"ظالم، سنگدل کٹھور، بزدل انسان، کہاں سے لگتا ہے اس کی کسی بات یا رویے سے کہ اس نے مجھ سے بقول اس کے ٹوٹ کر محبت کی اور ایک دنیا سے ٹکر لے کر مجھے اپنایا۔" چادر میں ملفوف دوسرا وجود کلس کر سوچ رہا تھا۔



"کیا کہہ رہی ہیں بھابی؟" آمنہ کے انداز میں حیرت ہی حیرت تھی۔ ناعمہ بھابی نے افسردہ انداز میں سر اثبات میں ہلایا اور سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"آہستہ بولو، کسی نے سن لیا تو قیامت آجائے گی اس گھر میں...... میں نے خود بھی اڑتے اڑتے کہیں سے یہ بات سنی تھی...... اور جیسے ہی میں نے جمیل سے اس معاملے پر بات کی وہ تو ہتھے سے اکھڑ گئے، نہ صرف سختی سے ڈانٹا بلکہ مجھ پر ہاتھ بھی اٹھایا پھر جب میں نے یہ بات کرنے کی کوشش کی، منہ کی کھائی، دنوں گھر کا ماحول خراب رہا۔" وہ افسردہ سی بول رہی تھیں۔

"کیا آپ نے ان کو دیکھا تھا؟" اس کے انداز میں اشتیاق تھا۔

"نہیں میری شادی سے سال ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے یہ۔" وہ طویل سانس لے کر بولی۔

"آپ اب مجھ سے کیا توقع کرتی ہیں؟" وہ ناعمہ کو دیکھ کر بولی۔

"تم...... تم آگئی ہو ناں آمنہ...... مجھے امید ہے کہ اب ہم دو ہیں تو ہوسکتا ہے اب اپنی بات منوا سکیں اور کسی حق دار کو اس کا حق دلوا سکیں۔"

"وہ ٹھیک ہے بھابی لیکن کیسے؟ آپ نے خود بتایا کہ اس گھر میں ان کا ذکر تک ممنوع ہے اور تو اور خالہ (عنایت بی) ماں ہو کر بھی ان کا ذکر تک نہیں کرتیں۔" آمنہ کے انداز میں الجھن تھی۔

"دیکھو آمنہ...... برا مت ماننا میری بات کا لیکن تم خود سوچو کہ جو قدم اجلال نے اٹھایا وہی اس گھر کے بیٹے نے بھی اٹھایا لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ بیٹے کے لیے زندگی گزارنے اور برتنے کے اور اصول، بیٹی کے لیے اور اصول...... اجلال کو پھر سے گھر میں بھی جگہ مل گئی اور دل میں بھی مگر وہ بیچاری جس نے انتہائی مجبوری میں اس وقت یہ قدم اٹھایا جب کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا ان لوگوں کے پاس، تب اس لڑکے کے ماں باپ نے دونوں کا نکاح اپنی رضامندی اور سرپرستی

میں کرایا اور میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ سال بھر وہ بیچاری آتی رہی معافیاں مانگتی اور منتیں کرتی رہی کہ اسے معاف کردیا جائے وہ تو جمیل نے دھمکی دی تھی کہ اب اگر وہ اس دہلیز پر پھر آئی تو وہ اس کو زندہ نا چھوڑے گا نہ اس کے شوہر کو، تب جا کے وہ خوف زدہ ہو کر پلٹ کر نہیں آئی۔“

”توبہ...... سنگ دلی ہے یہ تو سراسر۔“ آمنہ جھرجھری لے کر بولی۔

”ہاں لیکن اس نے دیکھا ہے کہ اجلال نے تعلیم حاصل کی ہے، پڑھے لکھے ماحول میں رہا ہے تو اس کی سوچ کا انداز اور نظریات اپنے بھائی اور اپنی ماں سے مختلف ہیں...... تم کوشش کرو اجلال کو منانے کی تاکہ وہ اپنی ماں اور بھائی سے بات کرے اور ان کو منانے کی کوشش کرے کیونکہ مجھے پتا چلا ہے کہ اس کے ساس سسر اب اس دنیا میں نہیں رہے، خاوند بیمار ہے اور نہایت لاچاری کی زندگی بسر کررہے ہیں دونوں میاں بیوی تین بچوں کے ساتھ، میں باوجود چاہنے کے بھی ان کی مدد نہیں کرپارہی ہوں۔“ ناعمہ جو یقیناً اچھے دل کی مالک تھی اداسی سے بولی۔

”بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابی آپ، آج سے مجھے بھی اپنے ساتھ اس مہم میں شریک پائیں گی آپ اور بہت بار ہم کزنز میں بہت سے مسائل پر آپس میں بحث ہوجایا کرتی تھی جن میں سے کچھ باتیں ایسی تھیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود ہی سمجھ میں آتی چلی گئیں جن میں سب سے اہم بات تو یہ تھی کہ سجدے کرکے پیشانی کیوں نہ زخمی کرلو مالک تو تب ہی راضی ہوگا جب اس کی مخلوق کو خوش کرو گے...... ہم ہیں کہ مہینے میں بھلے دس قرآن پاک ختم کرلیں، ایک مہینے کا راشن اپنے غریب بھائی کے گھر ڈلوانے کا خیال تک ہمارے دل میں نہیں آتا...... ایک پل میں کسی کی دل شکنی کرکے اگلے پل ہم مصلے پر رب کے حضور پیش ہوجاتے ہیں یہ سوچے بغیر کہ رب کیسے راضی ہوسکتا ہے جب تم اس کے بندے کو رلا کر، اس کا حق مار کر اس کے حضور سربسجود ہونے آئے ہو۔“ وہ افسردگی سے مزید بولی۔

”ایسی ہی ہماری ساس ہیں، ایسے ہی شاید ہم اور ہم میں سے بہت سے لوگ جو زندگی کے مسائل سے پریشان ہوکر صرف یہی سوچنے میں عمر گزار دیتے ہیں کہ ہم اپنی زندگی سے مطمئن کیوں نہیں ہیں، اللہ کیوں ناراض ہے ہم سے؟ اسباب پر نظر ڈالے بغیر کہ جب حق دار کو حق سے محروم کریں گے تو بے سکونی تو آئے گی، جو میسر ہے اس پر قانع ہوکر شکر کرنے کی بجائے نہ ہونے کے پیچھے بھاگ بھاگ کر ناشکری کریں گے تو نعمتوں سے محروم تو کردیئے جائیں گے ناں۔“

”ہم...... تم بھی میری طرح ہی سوچتی ہو آمنہ لیکن اجر تو تب ہے ناں جب ہم اپنی سوچ کو عمل میں لائیں اس سے کسی کو فائدہ پہنچائیں۔“

”جی...... بھابی ایسا ہی ہے، میں اجلال سے ضرور بات کروں گی آپ بھی جمیل بھائی سے دوبارہ اس بارے میں ذکر کیجیے گا، مجھے یقین ہے کہ ہم ایک دن اس گھر کی بیٹی پر اس گھر کے دروازے کھلوانے میں کامیاب ہوں گے۔“

”ان شاء اللہ آمنہ...... ان شاء اللہ۔“ ناعمہ کے لہجے میں ایک عزم تھا۔



پورا گھر ہی فعال تھا کہ آج شجر کا منگیتر گھر میں پہلی بار آرہا تھا۔ مہمان نوازی اس گھر کی خاص روایتوں میں سے ایک تھی اور یہاں تو تھا ہی گھر کے داماد کا معاملہ وہ بھی پہلی بار سو اماں جی نے سب کے ذمہ ہی مختلف کام تفویض کردیئے تھے۔ عمیر نے آنا تو پورے چھ ماہ بعد تھا کاروباری سلسلے کی وجہ سے اسے صرف چند دن کے لیے پاکستان بھیجا گیا تھا اور اس نے پہلی فرصت میں شجر سے ملنے کی خواہش کا اظہار کردیا تھا، شجر نے باہر تو ملنے سے انکار کردیا تھا سو اسے گھر آنا پڑا تھا۔ مزے کی بات تو یہ تھی کہ جہاں گھر کے باقی لوگ اس سے ملنے کے مشتاق تھے وہیں آیت بھی عمیر سے ملنے کے لیے پرجوش تھی۔ وہ عمیر سے مل کر اپنا گھر بچانے کی آخری کوشش کرنے والی تھی کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ بچا تھا کہ وہ اسی کو

جھوٹی سچی کہانی سنا کر شجر سے اس حد تک بدظن کر دے کہ وہ خود ہی شجر سے شادی سے انکار کر دے۔ اس کے لیے وہ یا تو عمیر سے اکیلے میں ملنا چاہتی تھی یا کسی طریقے سے اس کا نمبر حاصل کرنا چاہتی تھی سو ناشتے کے بعد ہی تیار ہو کر لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی تھی اور اب وہاں بیٹھے بیٹھے سب کی مصروفیات کا جائزہ لینے کے ساتھ سوچ رہی تھی کہ وہ عمیر سے کیا کہے گی اور کیسے کہے گی جبکہ اس کی سوچ کے برعکس باقی گھر والے آج اس کو روٹین کی طرف لوٹتا دیکھ کر خوش اور مطمئن تھے کہ کتنے ہی دن بعد وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی اور دیکھنے والوں نے حیرت سے یہ منظر دیکھا تھا کہ عمیر کا استقبال سب سے پہلے آیت نے ہی کیا تھا اور لمحوں میں ہی اس سے بے تکلف بھی ہو گئی۔ اماں جی اور باقی بڑوں کے آنے تک وہ عمیر سے اس کا نمبر لے چکی تھی۔ سو اپنا مقصد پورا ہوتے ہی اس نے اپنے کمرے کی راہ لی تھی۔

"شجر چلو ناں اماں جی بلا رہی ہیں۔" وہ بالکل خاموش اپنے کمرے میں بیٹھی تھی جب فجر اسے بلانے آئی۔

"میں...... پتا نہیں کیوں فجر، میرا دل کچھ عجیب سا ہو رہا ہے۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"چلو بھئی اماں جی ابھی تمہارا موڈ ٹھیک کر دیں گی اور پلیز یہ رونی شکل بالکل بھی اچھی نہیں لگ رہی، یہ ناں ہو لڑکا ایسی سڑی ہوئی شکل دیکھ کر بدک جائے۔" فجر بگڑ کر بولی کہ اسے شجر پر اپنے میک اپ لک والے میک اپ کی محنت اکارت جاتی نظر آ رہی تھی کہ وہ اسے روئی روئی سی بھی لگ رہی تھی۔ اس بات پہ اس کی کلاس لینے کا ارادہ وہ کسی اور وقت پر موخر کرتے ہوئے اسے لے کر ڈرائنگ روم میں چلی آئی جہاں وہ اماں جی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔ اسے دیکھ کر گفتگو کو کچھ دیر کا بریک ملا اور عمیر اس کے احترام میں کھڑا ہو گیا تھا...... عمیر کے اس عمل پر اماں جی تو نہال ہی ہو گئی تھیں۔

"اچھا بچے تم دونوں باتیں کرو میں ذرا کھانا لگوا دوں...... جیسے ہی سب آفس سے آتے ہیں، اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔" اماں جی فجر کو اشارہ کرتی اٹھ کھڑی ہوئیں، پتا نہیں کیوں شجر کو اس پل اماں جی کی یہ بات اچھی نہیں لگی تھی۔

"کیسی ہیں آپ؟" وہ اپنے مخصوص دوستانہ انداز میں بولا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں آپ سنائیں کیسے ہیں؟"

"دیکھ لیجیے جناب آپ کے سامنے ہیں۔" وہ شوخی سے بولا تو شجر کو اپنے اندر ایک عجیب سے خالی پن کا احساس ہوا۔

"میں...... سوچ رہا ہوں کہ سب سے پہلے میں وہ بات کرلوں جس کے لیے میں آپ سے اکیلے میں ملنا چاہ رہا تھا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ شجر منتظر نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ عمیر ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پھنسائے سوچ سوچ کر بولنے لگا۔



"کیسی ہیں اماں آپ...... کیسی حالت بنالی ہے آپ نے؟" بہت دنوں بعد بڑے تایا اماں جہاں کے پاس آئے تھے کہ کچھ سال سے دکان کا کام اجمل کو سونپ کر وہ زیادہ تر تبلیغی دوروں پر مختلف شہروں میں رہتے تھے، گھر میں کئی کئی ماہ کے بعد چکر لگتا تو قیام نہایت قلیل ہوتا تھا۔ وہ زیادہ وقت مسجد میں گزارتے تھے اس قیام کے دوران یا گھر پر ہوتے تو مراقبے میں ہی رہتے تھے۔ سو اماں جہاں کی حالت دیکھ کر حیران ہی تو رہ گئے تھے۔

"بس کرو عبدالصمد در در کی خاک چھاننا...... ہمیں اور اس گھر کو اب تمہاری ضرورت ہے۔" وہ بہ مشکل بول رہی تھیں۔

"اماں جان...... اللہ سلامت رکھے آپ کو، دین کی ترویج کے لیے سفر بھی تو آپ کے حکم سے ہی اختیار کیا تھا، ابھی تو سفر کی ابتدا ہے، آپ کی دعا چاہیے بس اور آپ گھر سنبھالے بیٹھی ہیں جس احسن طریقے سے، میں گھر پر رہوں تب بھی ویسے نہیں سنبھال سکتا جیسے آپ نے سنبھال رکھا ہے، بس درخواست یہی ہے کہ ابھی واپسی کا مت کہیں، ابھی تو بہت کام کرنا ہے۔" وہ عاجزی سے بولے۔

"میں نے اجمل کو کہا ہے وہ ڈاکٹر صاحب کو لے آئے اگر ہسپتال لے جانا پڑے تو وہاں لے جائے، ٹیسٹ وغیرہ کرائے، آخر اتنی کمزور کیوں ہوگئی ہیں آپ، مجھے تو صحیح معنوں میں تشویش ہورہی ہے، میں خود ڈاکٹر صاحب سے مل کر تسلی کرنا چاہتا ہوں۔" وہ قدرے فکرمندی سے بولے، اصل میں اماں جہان نے سختی سے سلطانہ تائی اور گھر کے باقی افراد کو منع کردیا تھا کہ ان کی بیماری کے سلسلے میں عبدالصمد صاحب کو کچھ بھی نہ بتایا جائے کہ پردیس میں وہ کر بھی کیا سکتے ہیں سوائے پریشان ہونے کے۔

"پریشان مت ہو عبدالصمد، اب آگئے ہو تو دیکھنا ہم کیسے جی اٹھیں گے۔ یوں سمجھو تمہیں بلانے کا بہانہ ہی ہے اور روکے رکھنے کا بھی کچھ دن...... تمہاری دین سے محبت دیکھ کر اس کی ترویج کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے لیکن کچھ دن ہمارے پاس رک جاؤ۔" وہ اتنا کہنے میں تھک گئی تھیں۔ عبدالصمد صاحب ان کی طرف جھکے کچھ آیات پڑھ کر ان پر دم کرتے رہے، ان کا ماں کی حالت دیکھ کر دل بھر آیا تھا...... یہ ان کی وہ آن بان والی اماں جہاں تو نہ تھیں جنہیں کچھ ماہ قبل وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ آخری بار وہ منتہا کے جنازے پر آئے تھے۔

❁......❁......❁......❁

کتنی ہی دیر وہ دروازے میں ساکت کھڑی ان کو دیکھتی رہی تھی۔ اگر وہ خواب تھا تو وہ عمر بھر اسی خواب کو دیکھتے رہنا چاہتی تھی اور اگر وہ حقیقت تھی تو اسے اپنی خوش بختی پر یقین کیوں نہیں آرہا تھا۔

"بھائی......!" کتنی ہی دیر بعد اس کے منہ سے نکلا تھا آ منا اپنی آنکھوں کو نم ہونے سے نہ روک پائی تھی۔

"اندر آنے کو نہیں کہو گی؟" اجلال نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تو ناز بوکھلا کر ایک طرف ہوگئی تھی۔ وہ دونوں اندر آئے تھے...... ایک کمرے پر مشتمل وہ قریباً دو مرلے کا مکان تھا، چھوٹے سے کمرے میں دو چارپائیاں پڑی تھیں، ایک پر لیٹا ہوا کمزور سا مرد یقیناً اس کا خاوند تھا جبکہ دوسری چارپائی پر ایک دوسال کا بچہ سورہا تھا اور دو بچیاں نیچے بیٹھ کر کچھ کھیل رہی تھیں، اب شوق اور حیرت سے آنے والے مہمانوں کو دیکھ رہی تھیں۔

اجلال کا دل دکھ سے پھٹنے لگا تھا، بہن کی ایسی حالت دیکھ کر اسے رہ رہ کر افسوس ہورہا تھا کہ کچھ دن پہلے تک وہ بھی جمیل اور عنایت بی کا ہمنوا تھا جن کا کہنا تھا کہ ناز ان کے لیے مرچکی ہے اور وہ دونوں اسے بددعائیں دیتے تھے کہ وہ کبھی خوش نہیں رہ پائے گی، وہ متفق ہوتا کہ واقعی ماں باپ کی عزت خاک میں ملانے والوں کو مرہی جانا چاہیے اور جمیل تو باقاعدہ قسم اٹھا کر کہتا تھا کہ جس دن وہ اسے نظر آئے گی وہ اسے ماردے گا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" وہ بمشکل خود پر ضبط کرکے بولا۔

"ایکسیڈنٹ ہوا تھا بہت برا...... ساس سسر اسی میں چل بسے، ان کی ریڑھ کی ہڈی کو نقصان پہنچا تھا...... آپریشن سے اٹھنے بیٹھنے کے قابل تو ہوگئے مگر کوئی کام نہیں کرسکتے اب۔" وہ آنکھوں میں آنسو بھر کر بولی، اسی دوران اس کے خاوند کی بھی آنکھ کھل گئی تھی، ان کو دیکھ کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

"ارے بھئی لیٹے رہو...... مت اٹھو" اس کے سلام کا جواب دے کر اجلال اس کے پاس آیا اور نرمی سے کہتے ہوئے اسے دوبارہ لٹا دیا۔

"گزر بسر کیسے ہوتی ہے؟"

"اللہ مسبب الاسباب ہے بھائی، گھر چھوٹا ہے لیکن اپنا ہے، نزدیک فیکٹری سے کام لے آتی ہوں...... سلائی کا بھی کچھ نہ کچھ ہنر ہاتھ میں ہے...... شکر ہے اس پاک ذات کا کہ اس نے کبھی بھوکا نہیں سلایا۔" اس کے شکر اور صبر پر وہ دونوں حیران ہی تو رہ گئے تھے۔

"یہ تمہاری بھابی ہے ناز، میری بیوی آمنہ نام ہے اور یہ اگر نہ ہوتی تو شاید ابھی کچھ اور عرصہ میں بھی اسی سوچ اور بے خبری میں گزار دیتا جس میں اماں اور بھائی گزار رہے ہیں...... اس کی اور ناعمہ بھابی کی کوششوں کا ہی نتیجہ ہے کہ آج میں تمہارے سامنے ہوں اور تم فکر مت کرنا میں خود شکیل کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گا اور تم آج ہی فیکٹری سے جواب دے آؤ...... میں اتنا تو نہیں کماتا کہ تمہارے لیے پیسے کی ریل پیل کر دوں لیکن اتنی کم بھی نہیں ہے میری آمدنی کہ اپنی بہن کے آڑے وقت میں اس کی مدد نہ کر سکوں۔"

"نہیں...... نہیں بھائی آپ آ گئے، میرے لیے یہی بہت ہے، میرے بھائی اور ماں خوش اور سلامت رہیں اس سے بڑھ کر کچھ نہیں چاہیے مجھے اور بھابی آپ کے شکریے کے لیے تو میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں۔" ناز رو رہی تھی۔

"ارے اس میں شکریہ کیسا بھئی...... بہنوں کا حق ہوتا ہے اپنے بھائیوں پر، کوئی احسان نہیں ہے اگر وہ تمہیں کچھ دیں گے تو......" آمنہ نے اس کو گلے سے لگا لیا تھا۔

"ادھر آؤ بچو، دیکھو تو میں آپ کے لیے کیا لائی ہوں۔" آمنہ اب ایک طرف شرمائی بیٹھی بچیوں کی طرف متوجہ ہوئی جو اس کی توجہ پاتے ہی ایک طرف سمٹ گئی تھیں۔ ماں کے اشارے پر آمنہ کے پاس آئیں۔ آمنہ نے ان کو پاس رکھے شاپر میں سے کھلونے اور کھانے پینے کی چیزیں نکال کر دیں جبکہ دوسرا شاپر ناز کی طرف بڑھایا تھا جس میں ناز، اس کے خاوند اور بچوں کے کپڑے تھے...... دو تین گھنٹے گزار کر جب وہ واپس جا رہے تھے تو کسی حد تک ان کے دل مطمئن تھے، اجلال نے بہن کو دس ہزار روپے دیئے تھے جو اس نے بہت اصرار کے بعد لیے تھے، بہن کی پرزور فرمائش پر انہوں نے ناز کے ہاتھ کے بنے ہوئے دال چاول بڑی رغبت سے کھائے تھے اور تو اور اب بچیاں بھی آمنہ اور اجلال سے مانوس ہو گئی تھیں۔ آتے ہوئے اجلال نے شکیل سے کہا تھا کہ اگر وہ بیٹھ کر کام کرنے کے قابل ہے تو کل سے اس کی شاپ پر آ جائے اسے، بہت دنوں سے ایک ہیلپر کی ضرورت تھی کیونکہ کام بہت بڑھ گیا تھا اور فوٹو کاپیز کرنے کے لیے اسے خود بیٹھنا پڑتا تو نوٹس اور دوسری اسٹیشنری کی خرید و فروخت کا کام تعطل کا شکار ہو جاتا تھا...... شکیل نے بھی خوشدلی سے ہامی بھر لی تھی۔



"کیا کہتی ہیں آپ اماں جی؟" سدرہ چچی اماں جی کی رائے جاننے کو منتظر ہوئیں۔

"دیکھ لو بہو...... جیسے مناسب سمجھو، فیصلے کا حق پھر بھی ماں باپ کو ہی ہونا چاہیے، میاں سے مشورہ کر لو، بچی سے بھی پوچھ لو پھر جیسے دل کرے ویسے کر لو۔" سدرہ چچی تو اماں جی کے اس طرح دامن بچانے پر پریشان ہو گئیں۔

"یہ کیا بات ہوئی اماں جی، آپ کو پتا ہے کہ اس گھر کا کوئی بڑا فیصلہ ہو یا چھوٹا وہ ہمیشہ آپ ہی کرتی آئی ہیں اور اس طرح پہلو بچا کر ہمیں پرایا تو نہ کریں۔" سدرہ چچی نے اماں جی کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر پورے خلوص کے ساتھ کہا۔

"پرایا نہیں کر رہی بہو، بس زمانے اور حالات کی بدلتی صورت نے تھوڑا احتیاط کر دیا ہے۔" اماں جی نے طویل سانس لی۔

"یشعرہ کا رشتہ بڑے چاؤ سے میں نے کسی سے بھی پوچھے بغیر خود ہی کر دیا تھا، ہاں بچی کی رضا ضرور لی تھی پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سب کے سامنے ہی ہے، ایسے ہی شجر اور موحد کی مثال تمہارے سامنے ہے، کیا سوچ بیٹھے تھے اور کیا ہو گیا...... دل ہی ڈر گیا ہے اب تو۔" وہ بہت سنجیدہ تھیں۔

"اماں جی، ہمارا تو ایمان ہے ناں کہ ازل سے کاتب تقدیر نے جو لکھ دیا ہے وہ ہمیں مل کر رہے گا...... اس میں آپ کیوں اپنے آپ کو قصور وار کہہ رہی ہیں۔ فجر کے ابا کی مصروفیت کا حال آپ جانتی ہیں، چھ ماہ سے پھر شکل نہیں دکھائی، دبئی برانچ کو ہی سنبھال کر رہ ہیں کے ہو رہے، ہفتے میں ایک بار مشکل سے بات ہو پاتی ہے، ان سے ذکر کیا تو الٹا مجھ پر ہی

بگڑنے لگے کہ پہلے اس قسم کی گھریلو باتوں میں دخل اندازی دی ہے میں نے، اماں جی بیٹھی ہیں ناں گھر کی بڑی وہی کریں گی جو بھی فیصلہ ہوگا۔ یشعرہ نے بھی لڑکے کی طرف سے ہر طرح کی تسلی کرائی ہے اور وہ غیروں کا گھر تو ہے نہیں کہ زیادہ پوچھ گچھ کرتے پھریں...... اب آپ بتائیں پھر کیا کرنا ہے؟"

"ٹھیک کہتی ہو بہو، گھر کا دیکھا بھالا بچہ ہے...... میں ایک بار استخارہ کرلوں، تم بھی بچی سے پوچھ لو، استخارہ کا جواب آنے کے بعد دیکھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔" اب کے اماں جی کی آواز میں نرمی در آئی تھی۔



"پھر آپ نے کوئی جواب ہی نہیں دیا شجر، میں کتنے دن سے آپ کی کال کا انتظار کر رہا ہوں یا پھر میں یہ سمجھوں کہ میری بات آپ کے نزدیک ویلیو ہی نہیں رکھتی یا پھر......" وہ کہتے ہوئے رکا۔

"یا پھر کیا؟" شجر نے سکون سے پوچھا۔

عمیر سے ملاقات کے بعد یہ تقریباً دس دن بعد کی بات تھی جب عمیر نے اس سے خود رابطہ کیا تھا کیونکہ جو بات وہ اسے بتا کر گیا تھا اس کے سننے کے بعد تو شجر الٹا سکون میں آ گئی تھی بجائے پریشان ہونے کے حالانکہ یہ آسانی سے ہضم کرنے والی بات تھی نہ ہی سن کر چپ کر کے بیٹھ جانے والی اور اس کا ایسا ٹھس رویہ دیکھ کر ہی عمیر چونک گیا تھا۔

"یا پھر...... جو میں نے آپ کے بارے میں سنا ہے، وہ سچ ہے شاید...... آپ نے تو نہیں بتایا لیکن دیکھ لیں تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔"

"کیا نہیں بتایا میں نے اور قیامت کی نظر رکھنے والوں نے کیا تاڑ لیا؟" اس نے اسی طرح پر سکون میں پوچھا۔

"یہی کہ آپ کسی فیصل نامی بندے میں انوالو ہیں اور وہ بھی...... آپ نے تو شاید حالات سے سمجھوتہ کر کے مجھے قبول کرلیا مگر فیصل ابھی تک آپ کو نہیں بھولا اور اگر آپ اسے نہ ملیں تو شاید وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔" عمیر کی آواز میں ہلکی سی ناگواری در آئی تھی جبکہ شجر کو اپنا دماغ سن ہوتا محسوس ہوا تھا اس پل، یہ سوچ کر کہ عمیر نجانے اسے کیسی لڑکی سمجھ رہا تھا۔

"اور آپ بتا سکتے ہیں کہ اس قسم کی فضول باتیں میرے بارے میں آپ سے کس نے کی ہیں؟" وہ سلگ کر بولی۔

"دیکھیں عمیر...... مجھے نہیں پتا آپ کو یہ آدھی ادھوری مبہم باتیں میرے بارے میں کس نے بتائی ہیں لیکن میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ ادھوری بات پورا شک پیدا کرتی ہے اور شک ذہن کو آلودہ کرتا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ کا ذہن میرے حوالے سے کسی آلودگی کا شکار ہو میں یہ بات آپ کو واضح طور پر بتا دوں کہ ہمارے گھر میں شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو پورا حق دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہونے والے جیون ساتھی کے حوالے سے کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرے اور فیصل نامی لڑکے کے پروپوزل کے ہوتے ہوئے میں نے آپ کے رشتے کے لیے ہاں کی ہے تو اسی سے آپ سمجھ لیں کہ میری اس میں کتنی انوالمنٹ ہوسکتی ہے، باقی اس کے بارے میں، میں یہ سننے یا جاننے میں بالکل دلچسپی نہیں رکھتی کہ وہ کیا چاہتا ہے، اس کے علاوہ آپ نے اپنے بارے میں مجھے جو کچھ بتایا ہے اس کے باوجود میں آپ سے شادی پر رضامند ہوں تو یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اسی فیصل سے چھٹکارا پانے کے لیے ہی نے میں اس پروپوزل پر ہامی بھری ہو اور میں کبھی بھی اس رشتے سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہتی کیونکہ نیا رشتہ بھلے وہ طے دو لوگوں کے مابین ہوتا ہے مگر اس میں دو خاندانوں کی عزت، جذبات اور احساسات جڑے ہوتے ہیں آخری بات میں جس بات میں دلچسپی نہیں رکھتی اس بارے میں آج تو آپ کی یہ بات سن لی ہے آئندہ نہیں سنوں گی۔" قطعی لہجے میں کہہ کر جس پل اس نے کال منقطع کی تھی اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا اور ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"دوسروں کی راہ میں کانٹے بو کر تم اپنے لیے کیسے خوشیوں کی فصل ملنے کی توقع رکھتی ہو آیت......" اس نے بے حد دکھ سے سوچا کہ اس دن آیت کا بہت دن بعد سب کے ساتھ خصوصاً عمیر کے ساتھ ہنسی خوشی مل بیٹھنا اسے اس وقت کھٹکا تھا، آج پوری طرح سمجھ میں بھی آ گیا تھا۔

"نجانے ایسی کون سی کمزوری ہے تمہاری فیصل کے ہاتھ کہ تم زبردستی مجھے اس کی زندگی کا حصہ بنانے پر بضد ہو...... تمہاری مرضی پر میں نے موحد سے علیحدگی کے فیصلے کو قبول کر لیا تھا آیت مگر میری زندگی کا ہر فیصلہ تم کرو گی؟؟ اگر تم یہ سمجھتی ہو تو تمہاری بہت بڑی بھول ہے۔" خیالوں ہی خیالوں میں وہ آیت سے مخاطب تھی۔



"کیا مل گیا آپ کو مجھے برباد کر کے؟" آنکھوں میں آنسو لیے وہ ان سے سوال کر رہی تھی جس کا جواب ان کے پاس نہ کل تھا نہ آج...... آج اگر وہ خاموشی سے کھڑی ان سے اپنے سوال کا جواب مانگ رہی تھی تو اماں جہاں بھی بالکل ساکت لیٹی اسے دیکھ رہی تھیں کہ ان کے اندر کسی قسم کی مزاحمت کی ہمت باقی نہیں رہی تھی۔ احساس جرم تھا یا بیماری جس نے ان کی تمام طاقتوں کو جیسے سلب کر دیا تھا۔

"آؤ منتہا ہمارے پاس بیٹھو، ہم تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں، تمہیں پیار کرنا چاہتے ہیں۔" اماں جہاں کے لب بے آواز ہلے تھے۔

"بخدا ہم جانتے ہوتے کہ ہم تم سے اتنی شدید محبت کرتے ہیں تو کبھی ایسا قدم نہ اٹھاتے، تمہارے لیے ہمارے دل میں دبی محبت کی چنگاری سلگ سلگ کر بھڑکی بھی تو کب جب ہم اپنے ہاتھوں تمہیں گنوا چکے...... اب اس آگ کے شعلے لپک لپک کر ہمیں جلائے دے رہے ہیں، جھلسائے دے رہے ہیں اور ہم اس پر قابو پانے میں ناکام ٹھہرے ہیں...... اللہ کی قسم ہم وقت کو پلٹنے پر قادر نہیں ہیں ورنہ چاہتے تو ہم بھی یہی ہیں کہ پلک جھپکنے میں کچھ ایسا ہو کہ ہماری منتہا جہاں کبھی ہم اسی کے سنگ اس کو رخصت کر دیں بغیر کسی ذات پات اور نسل کے تردد میں پڑے۔" آنسو آنکھوں سے نکل کر ان کی کنپٹیوں سے بہتے ہوئے ان کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے مگر منتہا تک وہ سب کیسے پہنچتا کہ آج تو وہ لب ہلانے سے بھی قاصر تھیں اور بے بسی سے منتہا کو دیکھتے ہوئے ان کا رواں رواں اس سے گفتگو کر رہا تھا مگر منتہا تھی کہ آنکھوں میں سرد مہری اور نفرت کی کاٹ لیے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اپنے سوال کا جواب لینے کی منتظر تھی۔

"انسان کیوں خود کو خدا سمجھتے ہوئے دوسروں کی زندگی کے فیصلے کرتے ہوئے بھول جاتا ہے کہ اللہ نے زمین پر اسے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے اسی کے احکامات کی روشنی میں زندگی گزارنے کے لیے نا کہ دوسروں کی زندگی کی ڈوریں اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے۔"



اور آج ایک گھریلو سی تقریب میں فجر کو اجمل کے نام کی انگوٹھی پہنائی جانا تھی مگر گھر میں کسی فنکشن کا ہی سماں تھا۔ نشرہ، شجر اور مومنہ نے مل کر ہال کو سجایا تھا، صفیہ تائی، سدرہ چچی ملازمہ کے ساتھ مل کر کچن میں مصروف تھیں، جبکہ اماں جی ہال میں ہی بیٹھی تھیں جہاں اب فجر ان کے بالکل پاس بیٹھی تھی اور شجر اس کے ہاتھوں پر مہندی لگا رہی تھی۔

"یہ لڑیاں ایسے نہیں لگائی تھیں ایان۔" ابھی ابھی ہال میں داخل ہوتی نشرہ نے سیڑھی پر چڑھ کر لڑیاں لگاتے ایان کو ٹوکا۔

"او میری ماں، بس کرو اب...... کوئی دس بار تو ان کی ارینج منٹ چینج کرائی ہے۔" وہ جھنجلا کر بولا۔

"ہاں تو جیسے بتایا ہے ویسے کرو ناں...... تم نے مہندی کا ایونٹ شو کرنے کی کوشش کی ہے، بتایا بھی ہے کہ ریڈ اور گولڈن

تین تین لگا کے درمیان میں ایک ایک میرون لگاتے جاؤ...... تم نے پہلے ساری ریڈ لگا دیں پھر ساری گولڈن اور پھر میرون لے کے ساری تھیم ہی خراب کردی، کچن میں ذرا سی دیر کیا ہوگئی مجھے۔" یشعرہ خفگی سے بولتی ہوئی فجر کے پاس چلی آئی۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ مجھ سے کام کروانا ہے تو میری مرضی کا کام ہوگا ورنہ نہیں اور مجھے ایسے ہی اچھا لگ رہا ہے۔" سیڑھی سے اتر کر ہاتھ جھاڑتا وہ بھی ان لوگوں کے پاس آ گیا۔

"یہ بھی برا نہیں لگ رہا یشعرہ۔" شجر نے ایک تنقیدی نظر سارے ہال پر دوڑائی۔

"ہاں ہاں، بہت اچھا لگ رہا ہے، صبح سے لگا ہوا ہے بچہ اور بجائے شکریہ کے الٹا اسے سنا دیں تم نے...... پوچھو اس سے کچھ کھانا پینا ہو تو لا کر دو۔" اماں جی بھی لاڈلے پوتے کی حمایت کو آئیں، ایان نے شرارت سے اماں جی کے آگے کورنش بجالانے کی ایکٹنگ کی۔

"بریانی کی ایک بڑی پلیٹ، اسٹار بیری شیک کے ساتھ ہضم کرنے کے بعد آپ کا لاڈلا اس کام پر آمادہ ہوا تھا۔" یشعرہ جل کر بولی۔

"اچھا اچھا...... ایسے کھانے پینے کو نہیں گنتے۔" اماں جی نے پھر ٹوکا۔

"موحد کہاں ہے اماں جی، مجھے گھر ہی چھوڑ آئے۔ شام کو فنکشن ہے اور میں یہاں بیٹھی ہوں ابھی تک جب کہ تائی جان (سلطانہ) سے ایک گھنٹے کی اجازت لے کر آئی تھی۔"

"لگے بیٹھے ہوں گے بیوی کے گھٹنے سے، کافی دیر پہلے جاتے دیکھا تھا اسے اپنے کمرے کی طرف۔" ایان نے اماں جی کی گود میں سر رکھتے ہوئے مذاق کیا۔ شجر کا مہندی لگا ہاتھ لمحہ بھر کو ست ہوا۔

"اچھا بس، ہر وقت کا مذاق نہیں اچھا ہوتا، اب شادی شدہ ہو ماشاءاللہ سے چند ہی دنوں میں خیر سے باپ بن جاؤ گے، اب تو یہ چونچیں مت لڑایا کرو۔" اماں جی نے ایان کے سر میں انگلیاں پھیرتے ہوئے سمجھایا۔

"ارے اماں جی، اللہ اللہ کر کے تو یہ دن واپس آئے ہیں ہمارے گھر میں ورنہ تو منہ ہی ٹیڑھے ہوگئے تھے سب کے، چپ چپ اور سنجیدہ رہ رہ کر......"

"ٹھیک کہہ رہا ہے اماں جی ایان، اللہ پاک ہمیشہ اس گھر کی ہنستی کھلکھلاتی فضا کو قائم و دائم رکھے، میں دیکھ لوں موحد کو، نہیں تو تم ذرا تیار رہنا مجھے چھوڑنے کے لیے، اجمل کو بلا لیتی لیکن آج کے دن اچھا نہیں لگتا اسے یہاں بلانا۔" یشعرہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بلا لیتیں اجمل بھائی کو...... بہت سوں کا بھلا ہو جاتا۔" شجر کی زبان سے بے ساختہ جملہ نکلا پھر ایان اور اماں جی کو مسکراتا اور فجر کو خود کو گھورتے دیکھ کر اس نے زبان دانتوں تلے دبالی تھی۔ اسی اثنا میں موحد خود ہی وہاں چلا آیا۔

"واہ بھئی...... خوب رونق لگی ہوئی ہے یہاں اور میں نے کہا بھی تھا کہ مل کر کرلیں گے ڈیکوریٹ لیکن خیر بہت اچھا کرلیا تم نے تو۔" سارے ہال کا طائرانہ جائزہ لیتے اس نے کہا۔

"آیت کی طبیعت گھبرا رہی تھی تو میں اسی کے پاس ٹھہر گیا تھا تھوڑی دیر......" وہ مزید وضاحت دیتے ہوئے بولا اور یہ تھا بھی ٹھیک کہ آج کا سارا دن آیت نے اسے خود میں ہی الجھائے رکھا تھا۔ حالانکہ یشعرہ نے آتے ہی موحد اور ایان دونوں کو ہال کی سجاوٹ کا کہا تھا ساتھ ہی یہ بھی کہ شجر اور وہ خود ان کی مدد کردیں گی، اس بات کا آیت کی سماعتوں سے گزرنا تھا کہ اس نے سوچ لیا تھا کہ کیسے آج موحد کو کمرے میں روکے رکھنا تھا، بھلے شجر اب منگنی شدہ تھی مگر وہ آج بھی اس سے اتنی ہی خار کھاتی تھی جتنی پہلے۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ وہ موحد کو ایسا موقع فراہم کرتی جہاں وہ اور شجر اکٹھے ہوسکیں۔

"اچھا کوئی بات نہیں، ایان نے کرلیا ہے سب لیکن تم اب مجھے گھر چھوڑ کر آؤ...... میں چادر لے کرآتی ہوں۔" یشعرہ نے عجلت میں کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ دفعتاً موحد کا موبائل گنگنایا۔

"آئی رے آئی رے، کسی کو ہماری یاد آئی۔" آنکھیں موندے موندے ایان گنگنایا، فجر نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تنبیہہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ آنکھیں بند کیے گنگناتا رہا۔

"یہیں گھر پر ہی ہوں اماں جی کے پاس۔" وہ بات کرتے ہوئے تھوڑی دور چلا گیا مگر آواز ان سب تک پہنچ رہی تھی۔

"گھبراؤ مت آیت...... میں ابھی آرہا ہوں۔" عجلت میں کہتا ہوا وہ دوبارہ ان سب کے قریب آیا۔

"ایان...... میرا بھائی تو تھک گیا ہے، مجھے پتا ہے لیکن آیت کی حالت کا تو پتا ہی ہے ناں تجھے کہ صحیح سے ٹھیک ہوئی نہیں ہوتی کہ دوبارہ بگڑ جاتی ہے، اب بھی وہ اچھا محسوس نہیں کررہی اور ڈاکٹر نے اسے اکیلے چھوڑنے سے منع کیا ہے، میں اب اس کے پاس جارہا ہوں تو ذرا یشعرہ کو گھر تک چھوڑ آ۔" اس نے اماں جی کی گود میں سر رکھ کر لیٹے شرارت سے مسکراتے ایان سے درخواست کی اور اسی پریشانی اور عجلت میں وہاں سے چلا گیا۔

"واہ میرے بھولے بھائی۔" ایان موحد کے جاتے ہی اٹھ بیٹھا۔

"اماں جی، اپنی کلاس کا کمپیٹنٹ اسٹوڈینٹ، آفس کا ہارڈ ورکنگ ورکر، ایک چھٹانک بھر کی لڑکی سے ہار مان گیا۔" وہ سر دھنتے ہوئے بولا۔

"ایسے نہیں کہتے بچے۔" اماں جی نے ٹوکا۔

"بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں اماں جی، آیت واقعی بیمار ہے، ٹھیک ہے مگر اس طرح کا رویہ تو نہیں ہوتا ناں بیماری میں، موحد اس کا خاوند ہے، یہ بات سب کو پتا ہے مگر ہمارا ابھی تو کچھ لگتا ہے کہ نہیں۔" فجر بھی شاکی ہوئی، البتہ شجر اس سارے قصے میں خود کو قصداً مہندی کی طرف ہی متوجہ رکھے ہوئے تھی۔

"اب کہاں گیا یہ موحد...... میں لیٹ ہورہی ہوں۔" یشعرہ اپنی چادر اور پرس سنبھالتی ایک بار پھر اندر آئی۔

"ابھی سے پریشان ہوگئیں، یشعرہ جو میں دیکھ رہا ہوں مستقبل کا حال اپنے شعور کی آنکھ سے وہ یہ ہے کہ آنے والے دنوں میں آیت میڈم آپ کے بھائی کو یا تو مکھی بنا کر اپنے کمرے کی دیوار سے چپکا دیں گی اور دن رات اس کا دیدار کرتی رہیں گی یا پھر اپنے پلو سے باندھے پھریں گی اور پہلی بات چونکہ اس کے بس میں نہیں ہے تو سو فیصد میری دوسری پیشن گوئی پر عمل ہونے والا ہے، ایک ہم ہیں کہ دن کے چوبیس گھنٹے بھی گم رہیں بیگم پلٹ کر پوچھتی نہیں کہ سیاں جی کہاں گئے تھے؟ آپ کی پیاری بھابی کو اچانک ہی طبیعت خرابی میں یاد آیا کہ دوائی سے اتنا افاقہ نہیں ہونے والا جو دیدار شوہر سے ہوگا سو موحد تو چلا اپنے حجرے کی طرف، اب یہ غلام حاضر ہے آپ کو گھر چھوڑنے کے لیے۔" ایان نان اسٹاپ بول رہا تھا۔

"توبہ ہے ایان کتنے کم گو ہوتے تھے تم ہمارے گھر میں، اب دیکھو ذرا زبان کی دھار سے قینچی بھی شرما جائے...... آجاؤ میں ذرا آیت کو بھی دیکھتی چلوں، پتا نہیں کیا ہوگیا ہے اس کی طرف سے پریشانی لگی رہتی ہے ہمہ وقت۔ اچھا اماں جی، شجر، فجر ملتے ہیں پھر شام میں۔" کہتے ہوئے وہ اماں جی کا پیار لینے کے لیے جھکی۔

"ارے بھئی مان لیں میری بات...... آپ کے بھائی محترم کے ہوتے ہوئے بیماری کی جرأت کہ ہماری آیت کے پاس سے بھی بھٹک جائے...... اب چلنے کی کریں، مجھے ابھی ابھی بیگم کے حضور بھی حاضری دینی ہے، اس نے کوئی کام کہا تھا جو کہ میں بھول چکا ہوں اور......"

"اچھا بھئی چلو اور زبان کو تھوڑا آرام دو، سننے والوں کے کان تھک گئے ہیں تو بیچاری بھی بول بول کر تھک گئی ہوگی۔"

یشعرہ جل کر بولی، ایان نے ادب سے سر جھکایا ایسے انداز میں کہ ان سب کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔



"میری بات مانتے تو کم ہی ہیں آپ لیکن پھر بھی پتا نہیں کس امید پر کچھ نہ کچھ کہہ دیتی ہوں۔"

"مطلب......" فائل سے سر اٹھا کر اپنے مخصوص خشک لہجے میں پوچھا۔

"مطلب یہ ہے کہ آج اگر میری بہن کی زندگی کا اہم دن ہے تو آپ کے بھائی کی بھی خوشی کی گھڑیاں ہیں، میری حسرت تو شاید پوری نہ کرنے میں آپ کو کوئی تسکین ملتی ہے مگر اجمل تو آپ کا قریبی عزیز ہے اور یہ سوچ کر آج کی تقریب میں شریک ہو جائیں کہ بہت دن بعد ڈھیروں پریشانیوں کے بعد جہاں منزل میں خوشی کے لمحات آئے ہیں۔"

وہ کپڑوں کو منتخب کرتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے میرے کپڑے بھی تیار کر دینا...... ابھی تو ذرا باہر جانا ہے کام سے پر ٹائم تک آ جاؤں گا۔"

"سچ آپ جائیں گے؟" خوشی سے اس کی چیخ نما آواز نکلی، وہ جو دوبارہ سے فائل میں منہ دے چکا تھا ناگواری سے بولا۔

"اس میں اس قدر چیخ و پکار کی کیا ضرورت ہے؟" یشعرہ نے زبان دانتوں تلے دبائی۔

"اور یہ مت سوچنا کہ میں تمہاری وجہ سے جا رہا ہوں...... میں اماں جہاں اور اجمل کی وجہ سے شرکت کروں گا۔" وہ اسی خشک لہجے میں باور کراتے ہوئے بولا۔

"نوازش آپ کی۔" وہ بڑبڑا کر رہ گئی، سارا موڈ خراب ہو گیا تھا۔

"دل رکھنا تو سیکھا نہیں اس کھور بندے نے۔" وہ جل کر سوچ رہی تھی۔



"چچ...... چچ، کتنی خوب صورت جوڑی ہے مگر لڑکا بیچارہ......" وہ دونوں ساتھ ساتھ چل کر تقریب میں شرکت کے لیے آ رہے تھے جب ان دونوں کی سماعتوں نے ان زہریلے لفظوں کو سنا اور اپنے اپنے ظرف اور فطرت کے حساب سے لیا۔ یشعرہ جو کہ بے حد مضبوط اعصاب کی ہو چکی تھی اب یا شاید حالات نے بنا دیا تھا اسے مگر عبدالحنان جو اللہ اللہ کر کے اپنے احساس محرومی سے نکلنے کی سر توڑ کوشش میں تھا کہ سماعتوں وہ الفاظ نہیں تھے ایک دھماکہ تھا جو اس کی ساری کوششوں کو ایک پل میں بھک سے اڑا لے گیا تھا۔

"کتنے ظالم ہوتے ہیں ہم انسان اور اس سے بڑھ کر سفاک ہوتے ہیں ہمارے الفاظ جو کبھی کبھار سیدھے سیدھے جا کر دل کو تو زخمی کر دیتے ہیں روح کو بھی گھائل کر دیتے ہیں پھر ان لفظوں کے گھاؤ بھرنے کے نہ انسان قابل رہتا ہے، نہ وقت، انہیں عمر بھر تازہ ہی رہنا ہوتا ہے، کمزور اعصاب کے مالک کے لیے تو وہ ایسی موت کی مانند ہوتے ہیں جو کند چھری سے ذبح کرنے جیسی ہو۔" عبدالحنان کے قدم ہی سست نہیں پڑے تھے، جسم سے جیسے جان بھی ساتھ ہی نکل گئی تھی۔

"ہاں جانتی ہوں، اماں جہاں کا پوتا ہے ناں کتنی پیاری شکل ہے، لگتا ہی نہیں کہ ایک ٹانگ نہیں ہے بے چارے کی۔"

عبدالحنان نے شاکی نظروں سے ساتھ چلتی یشعرہ کو دیکھا جو کچھ خواتین کی طرف متوجہ تھی۔

"ارے...... عبدالحنان بھائی آئے ہیں۔" ایان عبدالحنان کو دیکھ کر اس کی طرف آیا اور ملتے ہی بتایا تھا کہ مردوں کے بیٹھنے کا انتظام پچھلے لان میں ہے...... عبدالحنان جیسے اپنے قدم گھسیٹتا ہوا اس کے ساتھ ہی چل پڑا۔ دماغ میں ابھی تک ان خواتین کی گفتگو ہی چکرا رہی تھی۔

یشعرہ جو آج بے حد خوش تھی کہ اس نے بہت دن بعد عبدالحنان کو ایک نارمل رویے کے ساتھ پر سکون دیکھا تھا اور تیار

ہوتے وقت اس کا گنگنانا سن کر اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہی تھی، اس کی تیاری دیکھ کر اس کی زبان سے تو کوئی لفظ نہ نکلا تھا مگر اس کی نظروں کا نرم، گرم تاثر اسے یہ بتا گیا تھا کہ آج وہ اچھی لگ رہی ہے اور وہ اس مختصر سی رفاقت کو محسوس کرتے ہوئے گویا ہواؤں میں اڑ رہی تھی یہ جانے بغیر کہ کچھ الفاظ بارود بن کر عبدالحنان کے دل و دماغ میں لگے تھے تو ان کے پھٹنے کے اثر سے وہ بھی محفوظ رہنے والی نہیں تھی۔



آج بہت دنوں بعد وہ اپنے پرانے والے موڈ میں آئی تھی، وہی پرانی شجر جس کے لیے اہم صرف یہ تھا کہ اس کے گھر میں کوئی فنکشن تھا اور اسے اس کو بھرپور طریقے سے منانا تھا۔ منگنی کا سنتے ہی وہ اپنی تیاریوں کے لیے پہلے کی طرح پرجوش ہوگئی تھی، کپڑے، میچنگ جیولری، جوتے ایک ایک چیز کے لیے گھنٹوں تیاری کرتی اور اماں جی کو بھی ساتھ ساتھ شامل کرتی رہی تھی، وہ اماں جی کو حقیقی خوشی سے دوچار کر رہی تھی۔ اماں جی دل ہی دل میں اسے ہزاروں دعاؤں سے نوازتے ہوئے نظر بد سے بچنے کی دعا تو کر ہی رہی تھیں ساتھ ہی ساتھ یہ دعا بھی مانگ رہی تھیں کہ اس پر اب کسی بھی دکھ کی پرچھائیں تک نہ پڑے...... دوسری بات یہ تھی کہ اس کی عزیز از جان دوست، بہن اور غمگسار فجر کی زندگی کا اہم دن تھا اور وہ احسان فراموش تھی نہ ہی خودغرض کہ اس اہم دن پر بھی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر بیٹھی رہتی پھر اس نے دیکھا تھا کہ اماں جی کی خوشی اور سکون کا محور وہی تھی...... وہ روتی تو اماں جی ساتھ ہی روتی تھیں...... اس کی اداسی پر وہ بھی چپ ہو جاتی تھیں اور اس کی مسکراہٹ ان کے چہرے پر سکون بن کر اترتی تھی، اس لیے اس نے طے کیا تھا کہ دل پر کیسی ہی قیامت کیوں نہ گزر ے اب وہ اپنے پیاروں کے لیے جیے گی، ہنسے گی اور ان کے دل کے سکون کا باعث بنے گی۔

''دیکھیں تو میں کیسی لگ رہی ہوں؟'' گولڈن اور بلیک کنٹراسٹ کے غرارہ چولی میں وہ اپنے پرانے انداز سے بولی۔

''بہت بہت پیاری...... مالک دو جہاں نظر بد سے بچائے۔'' اماں جی بہت محبت سے بولیں اور آج تو انہوں نے اس کے کہے بغیر اس کی امی کے زیورات میں سے سنہری خوب صورت جڑاؤ کنگن اور چھوٹی سی بالیاں بھی نکال کر پہننے کے لیے دی تھیں، جن کے پہننے کی اسے کب سے خواہش تھی مگر اماں جی کی ایک ہی شرط تھی کہ زیورات کو تو شادی کے بعد ہی ہاتھ لگانے کی اجازت ملے گی، فجر نے اپنا میک اپ بعد میں کیا تھا اس کا بہت دل لگا کر پہلے کر دیا تھا۔

''آخر کو میری منگنی ہے، اس پر میری عزیز از جان دوست کو مجھ سے بھی زیادہ پیارا لگنا چاہیے۔'' فجر نے اس کے میک اپ کے دوران جو ہدایات دیں ان میں ایک یہ بھی تھی۔

''چلیں اماں جی۔'' اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ اماں جی کو سہارا دے کر تقریب میں لے جا سکے۔ اماں جی بھی اس کو اس قدر خوش اور مطمئن دیکھ کر بے حد خوش تھیں سو اس کے ساتھ ہی نیچے آ رہی تھیں جب سدرہ چچی نے شجر کو عجلت میں مخاطب کیا۔

''کہاں ہو تم لڑکیاں...... وہ لوگ دروازے تک پہنچ چکے ہیں اور یہاں نہ لڑکیوں کا نام و نشان ہے نہ پھولوں کا۔'' ان کی بات پر شجر نے ایک دم ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے اندر کی طرف دوڑ لگائی۔

''چچی آپ اماں جی کو لے کر چلیں، فکر مت کریں میں ابھی دو منٹ میں آپ سے بھی پہلے پہنچتی ہوں، مہمانوں کے استقبال کو۔'' جاتے ہوئے اس نے سدرہ چچی کو مخاطب کر کے کہا۔

''آئیں اماں جی، یہ آج کل کے بچے بھی بس......'' سدرہ چچی نے سر جھٹک کر اماں جی کا ہاتھ پکڑا، وہ بھی مسکراتے ہوئے بہو کے ساتھ چل دیں۔ ان کی شجر خوش تھی تو وہ بھی خوش تھیں اور کمرے سے دونوں ہاتھوں میں پھولوں سے بھری ٹوکریاں لے کر آتی شجر کو اندازہ نہیں تھا کہ اس کی عجلت کسی ایک کے دل کی کلی کھلانے والی تھی تو دوسرے پر بجلیاں گرانے

والی تھی۔ اپنے کمرے سے نکلنے والے موحد سے وہ اس بری طرح سے ٹکرائی کہ دونوں ٹوکریوں سے پھول نکل کرفرش پر تو پھیلے سو پھیلے تھے وہ خود بھی گر پڑی تھی مگر اس وقت اسے اپنے گرنے کی پرواہ تھی نہ ہی وقت اور احساسات کی نازکی کی پرواہ، وہ دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر پھول دوبارہ ٹوکریوں میں ڈالنے لگی۔

''آج تو چچی نہیں چھوڑنے والی مجھے...... تمہیں بھی ہمیشہ کی طرح عین ٹائم پر اپنے کمرے سے نکلنا تھا...... اب بت بن کرمت کھڑے ہو جلدی سے یہ پھول ان میں ڈالو میرے ساتھ، مہمانوں کو ان کے انتظار میں چچی نے دروازے پر ٹھہرا رکھا ہے۔'' وہ اپنی سابقہ انداز میں اسے ڈپٹ کر بولی تو موحد اس پل سب کچھ بھلا کر مسکراتا ہوا اس کے ساتھ نیچے ہی بیٹھ گیا اور گرے پھول اٹھا کر ٹوکری میں ڈالنے لگا مگر ایسے کہ ایک ایک پھول، جیسے ہی شجر کی نظر اس کی اس حرکت پر پڑی اس نے اس کے ہاتھ میں پکڑا پھول جھپٹ لیا۔

''اسی رفتار اور تعداد سے اگر تم نے میری مدد کرنی ہے تو برائے مہربانی تشریف لے جاؤ یہاں سے۔'' اس کے کلس کر بولنے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''توبہ ہے شجر، تم آج بھی پہلے جیسی نک چڑھی اور کٹ کھنی بلی ہو۔'' ابھی ابھی اسی منظر کا حصہ بنتی آیت جیسے کھڑے کھڑے شعلوں میں گھر گئی تھی۔

''تائی...... اماں جی...... کہاں ہیں آپ سب...... آ کر دیکھیں کہ کیا ہو رہا ہے یہاں۔'' وہ حلق کے بل چیخی، شجر تو خوف کے مارے زرد پڑ گئی تھی، ٹوکری ایک بار اس کے ہاتھ سے پھسل کر گری تھی جبکہ موحد تیزی سے اٹھ کر آیت کی طرف آیا تھا۔

''کیا ہو گیا آیت، شجر سے پھول گر گئے تو......''

''شجر سے ہی ایسی حرکات کیوں سرزد ہوتی ہیں اور ہر ایسی واردات میں اس کی مدد کو تم ہی کیوں موجود ہوتے ہو...... باقی سب مر گئے ہیں کیا؟'' وہ اس کی بات کاٹ کر چلائی۔

''بلاتی ہوں ناں میں سب کو جو تمہارے اور میسنی کے کردار اور پاک دامنی کی گواہیاں دیتے نہیں تھکتے۔'' وہ اسی طرح چیخ کر بولی تھی۔ شجر سے مزید برداشت نہیں ہوا تھا وہ تو ابھی ایک بات کے جھٹکے سے سنبھلی نہیں تھی اور اس کی قوت اور سماعت جیسے کسی نے سلب کر دی تھیں کہ وہ ابھی تک نیچے ہی بیٹھی تھی، اس الزام تراشی کے بعد جیسے ہوش میں آئی تھی اور موحد پر ایک شاکی نگاہ ڈالتی وہاں سے بھاگنے کے انداز میں واپس چلی گئی جبکہ موحد جو اس فضول گوئی پر آیت کو سخت بات سنانا چاہتا تھا، آیت کی حالت دیکھ کر ضبط کر گیا تھا جو سینے کو مسلتے ہوئے گہرے گہرے سانس لیتی قریبی صوفے پر ڈھے گئی تھی۔

''کیا ہوا آیت...... تم ٹھیک تو ہو ناں؟'' اس پر جھکتا وہ بے تابی سے پوچھ رہا تھا۔

''مم...... میرا دم گھٹ رہا ہے موحد...... مم...... مجھے سانس نہیں آ رہی...... تائی اماں کو بلاؤ پانی...... پانی دو۔'' وہ بمشکل بول رہی تھی۔ موحد نے سامنے رکھے جگ میں سے گلاس میں پانی ڈالا اور اس کے منہ سے لگا دیا جسے وہ بلا تامل پی گئی۔

''کچھ بہتر فیل ہو رہا ہے آیت یا ڈاکٹر کے پاس چلیں۔'' وہ اب اس کے قریب بیٹھ کر اس کے ہاتھوں کو سہلاتے ہوئے تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے لیکن مجھے میرے کمرے میں جانا ہے...... آپ بھی میرے ساتھ چلیں، مجھے نہیں لگتا کہ میں فنکشن اٹینڈ کر پاؤں گی۔'' وہ آنکھیں موندے تھکے ہوئے انداز میں بولی۔

''او کے او کے اٹھو شاباش ہمت کرو...... کمرے میں چلتے ہیں۔'' موحد اس کی حالت کے پیش نظر اس سے بہت نرمی

سے بات کرتے ہوئے اسے اپنے کمرے میں لے گیا..... بیڈ پر لٹا کر چادر اوڑھا کر اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔
"کیوں چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھ کر اپنی طبیعت خراب کر لیتی ہو اور میرا موڈ بھی خراب کرتی ہو..... کم سے کم اپنے بچے کے بارے میں ہی سوچ لو کہ ان خود ساختہ پریشانیوں سے تم اس کی جان بھی خطرے میں ڈال رہی ہو۔" وہ آہستہ آہستہ اس کو وہی باتیں سمجھا رہا تھا جو آئے روز سمجھاتا رہتا تھا۔
"خود ساختہ پریشانیاں نہیں ہیں موحد..... آنکھوں دیکھی حقیقت کبھی بھی خود ساختہ نہیں ہوتی، مجھے دکھانے کے لیے وہ یہ ہتھکنڈے آزماتی ہے، یہ جتانے کے لیے کہ دیکھو آج بھی میں جب چاہوں تمہارے خاوند کو اپنی مرضی پر چلانے پر مجبور کر سکتی ہوں، اس کی آنکھیں، اس کا ہر انداز مجھے چیلنج دیتا محسوس ہوتا ہے..... ہر ہر اس پل جب جب میرا اس سے سامنا ہوتا ہے۔" وہ زخمی لہجے میں بولی، اس نے آج بھی موحد کی ہر دلیل کو رد کر دیا تھا، وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا تھا۔



"اب یہاں کیوں چپک کر بیٹھی ہو محترمہ، شاید بھول گئی ہو کہ تقریب کی دلہن میں ہوں تم نہیں..... مانا کہ اماں جہاں کا خاندان کوئی غیر نہیں اور وریشہ، آمنہ وغیرہ ہماری دوست ہیں مگر اس وقت وہ یہاں سسرالی رشتہ دار بن کر آئی ہیں، ایک مومنہ کس کس کو دیکھے گی اٹھو اور فوراً جا کر ایک اچھی دوست اور بہن کا رول ادا کرو۔ جس کی تربیت تمہیں گزشتہ بیس دن سے دیتی آ رہی ہوں۔" منگنی کے لیے تیار بیٹھی فجر دانت پیس کر بولی۔
"پھول تھے تو محترمہ راستے میں ہی پتا نہیں کس کے قدموں میں گرا آئیں، وہ تو مومنہ وہاں سے گزری تو اس نے جلدی سے معاملہ سنبھال کر مہمانوں کے سامنے عزت رکھ لی۔" فجر نے اس کا ایک اور پول کھولا، پھولوں کے ذکر پر شجر کو کیا کچھ نہ یاد آ گیا تھا۔
"اب پھوٹ بھی دو منہ سے کہ کیا ہوا ہے اور پیروں سے مہندی اتار کر ایک چکر مہمانوں کے پاس ہی لگا لو بی بی....."
فجر کے کہنی مارنے پر وہ بادل نخواستہ اٹھی اور مرے مرے قدموں سے چلتی ہوئی مہمانوں کے پاس آ گئی، اسے تو رہ رہ کر یہی خوف ہو رہا تھا کہ ابھی آیت یہاں آئے گی اور ہمیشہ کی طرح ایک تماشا لگا کر اس کی ذات کو بے مول کر دے گی..... ذرہ ذرہ اکٹھا کر کے وہ خود کو سمیٹتی تھی ہر ایسی بات کے بعد اور آیت اسے جیسے پتا چل جاتا تھا کہ ذات کی تعمیر مکمل ہونے کو ہے وہ اپنی زبان کے تیز نشتر شاید اسی موقع کے لیے سنبھال کر رکھتی تھی، ایسے تاک تاک کر نشانے لگاتی کہ شجر لمحوں میں ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جاتی تھی۔ آج بھی جو کچھ وہ اندر دیکھ اور سن کر آئی تھی اسے ڈر تھا کہ ایسا تماشا جو پہلے کئی بار گھر کے افراد کے سامنے آیت اس کا بنا چکی تھی ویسا ہی کچھ جہاں منزل والوں کے سامنے نہ کر دے کہ جس سے وہ تو بکھرے سو بکھرے گی، اس کی عزیز از جان فجر کی تقریب بھی خراب ہو جائے گی، اسی ڈر میں وہ وریشہ اور آمنہ کی باتوں کا بھی ہوں ہاں میں جواب دے رہی تھی جو نجانے کیا پوچھ اور بتا رہی تھیں اس کو، وہ بار بار ہال کی طرف سے کھلنے والے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔
"یہ آیت کہاں رہ گئی بشرہ؟ ذرا پتا تو کرو بیٹا، جب میں آئی تھی تو تیار ہی تھی وہ۔" دفعتاً تائی صفیہ نے بشرہ کو مخاطب کر کے کہا تو شجر خوامخواہ اپنی جگہ پر چور سی بن گئی تھی۔



"دیکھ لیا نتیجہ میرے ساتھ چلنے کا، ہو گئیں مطمئن، مل گئی خوشی جب ہر منہ اور ہر زبان نے مجھے معذور کہا، چاہے لفظ بدل بدل کر ہی سہی، ہر کسی کو تمہاری قسمت پر، تم پر ترس آ رہا تھا جو نجانے کیسے ایک ایسے شخص کے ساتھ زندگی گزارے گی جو ایک ٹانگ سے محروم ہے، دوسرے الفاظ میں لنگڑا ہے، مجھ پر وہ الفاظ قیامت بن کر گرے ہیں تو کیا تمہاری سماعتوں

اور ذہن نے ان کو نہیں قبول کیا ہوگا مگر نہیں تمہیں تو شوق ہے مہان بننے کا، تمہارے تو جذبات کی تسکین ہوتی ہے اس بات سے کہ لوگ بار بار تمہاری اعلیٰ ظرفی کے گن گائیں کہ کیسے ایک خوب صورت، پڑھی لکھی، زندگی سے بھرپور اور مکمل لڑکی ایک لنگڑے کو برداشت کررہی ہے۔'' غصے اور رنج کی کیفیت میں اس کی آواز پھٹ گئی تھی، چہرہ سرخ ہوگیا تھا اور یشعرہ بیچاری ہک دک بیٹھی اس کا یہ غضب ناک روپ دیکھ رہی اور سن رہی تھی، وہ روح کو کاٹتے الفاظ جو اس کو تکلیف دے رہے تھے مگر وہ سامنے بیٹھا شخص خود اذیتی کی انتہا پر تھا جیسے یشعرہ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ایک بار پھر میدان میں آنے کا فیصلہ کیا اگر چہ اسے یقین تھا کہ اس وقت سمجھانا دنیا کا مشکل ترین کام تھا۔

''اچھا..... دو بیمار ذہن کے لوگوں کی ذہنی پراگندگی تھی یا کم ظرفی، اس کو تو آپ نے قبول بھی کرلیا اور اپنی مرضی کے معنی بھی پہنا دیئے..... دس اور لوگوں نے آپ کی ہمت کی تعریف کی، آپ کے حوصلے کو سراہا بھی، ہم دونوں کو سدا ساتھ رہنے اور خوش رہنے کی دعائیں بھی دیں، ان کا کیا؟ ان لفظوں کو قبول کرنا تو ایک طرف آپ نے سماعتوں کی نذر کرنا بھی گوارا نہیں کیا..... معاشرے میں ہر قسم کے لوگ بستے ہیں، مثبت رویے والے، منفی سوچ والے، ان سب کو ان کے رویے اور کردار کے حوالے سے نہیں بلکہ اپنے ظرف کے حساب سے لینا چاہیے..... ایک بندے نے آپ کو معذور کہہ دیا، اس کو آپ نے جی کا روگ بنالیا، دوسرے نے آپ کو بلند حوصلہ اور بہادر بھی تو کہا ہے، اس بات کو تو دل میں جگہ دیں، مجھے دیکھیں۔'' اس نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

''آپ کے صرف ایک رات کی دلہن کو چھوڑ کر جانے کے بعد میں نے کس قسم کے حالات کو فیس نہیں کیا، کیسی کیسی باتیں نہیں سنیں، لوگوں نے کہا لڑکی میں کوئی ایسی ویسی بات ہوگی تو ایک دن کا دلہا اسے چھوڑ کر چلا گیا تو کیا میں ایسی ویسی بن جاتی لوگوں کی باتوں میں آ کر..... لوگوں نے کہا مجھے آپ سے طلاق لے لینی چاہیے کیا میں نے لی۔ یہ تک کہا گیا کہ آپ میرا زیور، سونا، پیسہ، سب لے گئے اور کہیں اور جا کر شادی کرلی، ایسا کیا تھا آپ نے بولیں؟'' وہ دلیل پر دلیل دے رہی تھی۔

''میں نے سب کی باتیں سنی لیکن ظرف بھی اپنا دکھایا اور فیصلہ بھی خود کیا، آج وہ لوگ کہاں ہیں..... نکل پڑے ہیں کسی دوسری چٹ پٹی خبر کے لیے، کل میں ان کی بات پر عمل کرلیتی وہ تب بھی میرے ساتھ کندھے سے کندھا ملائے نہ کھڑے ہوتے۔'' وہ قدرے توقف کو سانس لینے کو رکی۔

''خدارا عبدالحنان..... اپنوں کو پہچانیں، صرف اپنے مخلص لوگوں کی باتوں پر دھیان دیں ورنہ دل اور ذہن میلا کرنے والے لوگ آپ کو قدم قدم پر ملیں گے۔ ان کی باتوں پر کان دھرے تو بہت نقصان اٹھائیں گے، جس کی تلافی بھی ممکن نہیں ہوپائے گی، میں آپ کی زندگی میں رہوں یا چلی جاؤں لیکن آپ کو مضبوط اور باہمت دیکھنا چاہتی ہوں، جو زندگی کی ہر دشواری کا ڈٹ کر مقابلہ کرے اور پھر اسے اپنے حق میں کرلے..... میری باتوں پر عمل تو بہت بعد کی بات ہے لیکن کم از کم ان پر ایک بار غور ضرور کیجیے گا، ابھی اتنا حق تو رکھتی ہوں آپ پر کہ میری اتنی سی درخواست مان لیں..... چینج کر کے فریش ہوجائیں میں چائے لاتی ہوں۔'' نرمی سے کہتی وہ باہر نکل گئی تھی، عبدالحنان نے بے اختیار اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں)



تیری دید عید ہے

یاسمین نشاط

میری محبت کے دونوں عالم' تمام روشن تمام محکم
میں یاد کرنا بھی جانتا ہوں' میں یاد آنا بھی جانتا ہوں
نظر نظر میں ہے کامرانی' قدم قدم پہ ہے کامیابی
مگر کوئی مسکرا کے دیکھے تو' ہار جانا بھی جانتا ہوں

فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی اور جانے کب سے بج رہی تھی علیحہ نے کسلمندی سے وال کلاک کی سمت دیکھا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ حازم بزنس کے سلسلے میں فارن ٹور پہ تھا وہ اکثر جلدی سوجاتی تھی کہ کرنے کو کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ ویسے بھی حازم کے بغیر اسے کوئی بھی کام کرنے کا جی نہیں چاہتا تھا۔

''کون ہوگا اس وقت؟'' اس نے خود پر سے کمبل ہٹاتے ہوئے سوچا اور پیروں میں سلیپر اڑستی نیچے آگئی۔ اس کے آنے تک فون بند ہوچکا تھا۔

''ہونہ ہو یہ رحمہ کا ہی فون ہوگا۔'' اس نے سوچا کیونکہ لینڈ لائن پر وہی کال کرتی تھی۔ اس نے سی ایل آئی پہ نمبر دیکھا اور اس کے شبہے کی تصدیق ہوگئی۔ اس نے کال بیک کی جو کہ فوراً ہی ریسیو کرلی گئی۔

''السلام علیکم...... آپا سوگئی تھیں کیا؟'' اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''وعلیکم السلام! خیریت اس وقت فون کیا؟'' علیحہ نے خود کو کسی متوقع پریشانی کے لیے ذہنی طور پر تیار کیا کیونکہ رحمہ کا فون آتا ہی تب تھا جب اسے کوئی پریشانی لاحق ہوتی تھی۔

''کچھ نہیں آپا، بس ایسے ہی یاد آرہی تھی، سوچا کافی دنوں سے آپ کا فون نہیں آیا میں ہی کر کے حال چال پوچھ لوں۔'' رحمہ نے جواب دیا۔

''ہاں بس...... کوئی خاص مصروفیت بھی نہیں بس دل ہی نہیں چاہا۔'' اس نے سچ بولا۔ رحمہ ادھر ادھر کی بے شمار باتیں کرنے کے بعد مطلب کی بات پر آئی۔

''آپ کو تو پتا ہے آپا، سکندر کے کام میں آج کل مندا چل رہا ہے، اوپر سے بیمار بھی رہنے لگا ہے، اس مہینے کچھ زیادہ ہی خرچا ہوگیا ہے، آپا گیا بہت رہا ناں میرا، سکندر کہہ رہے تھے اگر آپ اس مہینے کچھ رقم ادھار دے دیں تو ایک دو ماہ میں لوٹا دیں گے، پلیز پلیز آپا انکار مت کرنا۔'' آخر میں وہ منت سماجت پر اتر آئی تھی۔

علیحہ نے کچھ پس و پیش کے بعد ہامی بھرلی۔ وہ جانتی تھی وہ ایک دو ماہ تو کیا سالوں نہیں لوٹائے گی لیکن کیا کرتی...... بہن کو یوں روتے سسکتے بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ چند اور باتیں کرنے کے بعد اس نے فون بند کردیا، وال کلاک کی سمت نگاہ دوڑائی بارہ بجنے میں کچھ ہی دیر تھی۔ اس نے واپس کمرے میں جانے کا ارادہ ملتوی کردیا۔ اسے بھوک محسوس ہورہی تھی۔ آج شام چائے بھی نہیں پی تھی۔ اس لیے کچن میں آگئی۔ فریج میں بہت کچھ رکھا ہوا

تھا، اس نے چاول نکالے اوون میں رکھے اور شامی کباب فرائی کرنے لگی۔

ذہن بے حد الجھا ہوا تھا، حاذم کی واپسی رمضان سے پہلے ہونا تھی، سب کی عیدیاں بھی بھیجنی تھیں، نندوں، دیورانیوں اور پھر بہنوں کو بھی اور یہ کام وہ ہمیشہ رمضان سے پہلے ہی نمٹالیا کرتی تھی کہ روزہ رکھ کر اس سے بازار کی خواری نہیں ہوتی تھی لیکن اس کی الجھن کا سبب یہی نہیں تھا، بس کچھ تھا جو اسے تنگ کررہا تھا۔ اس کا دل اداس بے حد تھا۔ رائتہ کا ڈونگہ فریج سے نکالتے ہوئے اسے پھر کچھ یاد آ گیا۔ دانیہ بیمار تھی، اسے لیور کینسر ہوگیا تھا اور حالات اس کے بھی بے حد خراب تھے۔ زہرہ خالہ نے کہا تھا خاموشی سے زکوٰۃ کے پیسے اسے تھما دے۔ اپنا علاج کرالے گی۔ وہ سوچ رہی تھی حاذم سے مزید مدد کے لیے کہے گی، رحمہ کے ہاں تیسرے بچے کی ولادت متوقع تھی۔ ابرار شادی کی تیاریوں میں تھا، ہاجرہ کا شوہر ایک بار پھر لڑائی کر کے گھر سے غائب ہوگیا تھا۔

”اف اللہ......“ اس کا سر پھٹنے والا ہوا۔ اس نے دو چمچ لینے کے بعد ہی پلیٹ پرے سرکادی۔

سب کے مسائل اسی کے پاس جمع تھے اور ان کے مسائل کا حل بھی اسی کو ڈھونڈنا ہوتا تھا۔ کسی نہ کسی کو روزانہ اس کی ضرورت پڑ جاتی تھی لیکن اب تو وہ بھی چاہتی تھی کوئی اس کا دکھ درد بھی بانٹ لے۔

”بھلا آپ کو کیا مسئلہ ہوسکتا ہے؟“ دو دن پہلے ہی تو رحمہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا اور وہ چپ ہی کر گئی تھی۔ ورنہ اس کا دل بھی چاہ رہا تھا کہ کسی سے اپنے دل کی بات شیئر کرے۔

بڑا ہونا بھی ایک مسئلہ ہے، ایک دکھ ہے۔ کتنے دکھ، ذمہ داریاں ایک بڑا ہونے کی وجہ سے ذمہ لگ جایا کرتیں، اسے یاد تھا، بچپن میں چھوٹے بہن بھائیوں کو سنبھالنا، ان سے کھیلنا اس کے ذمے تھا۔ تھوڑی سمجھ دار ہوئی تو چھوٹے دونوں بہن بھائیوں کو نہلانا اور کپڑے بدلنا بھی اس کے ذمے آ گیا۔ بہت بار اس کا بھی دل چاہتا کہ وہ بھی باہر جا کر



اپنی ہم عمر بچیوں کے ساتھ کھیلنے مگر دادی کی ہاہا کار ایسی شروع ہوتی کہ اسے من مار کر ٹی وی دیکھنے پر گزارا کرنا پڑتا۔

آہستہ آہستہ اسے ادراک ہونا شروع ہوا کہ وہ بڑی بہن اور ماں زیادہ ہے۔ چھوٹے بہن بھائی مکمل اسی پر انحصار کرنے لگے تھے۔ اپنا دکھ، پریشانی، مسئلے، وہ ماں کی بجائے اسے سناتے اور وہ جی جان سے ان کو حل کرنے میں لگی رہتی۔ کوئی بیمار ہوجاتا تو ساری رات جاگ کر تیمار داری کرتی، وقت پر دوائیاں دینا، کھانا سب کچھ اس پر ہوتا..... اماں جھولی بھر بھر دعائیں دیتیں۔ اس کے ہونے سے انہیں بڑا سکون تھا۔ اس نے ان کو ذمہ داریوں، فکروں سے بری الذمہ جو کردیا تھا۔ بڑے ہوئے تو یکے بعد دیگرے سب کی شادیاں ہوگئیں، سب اپنے اپنے گھر بار والے ہوگئے لیکن ملیحہ اب بھی ان کے لیے ماں ہی تھی، سارے بہن بھائی جب تک اپنی ہر بات اس سے شیئر نہ کرلیتے انہیں سکون نہ ملتا۔

علیحہ کی اب بھی وہی عادت تھی۔ ذرا کسی نے مسئلہ بیان نہیں کیا اور وہ اس مسئلے کا حل نکالنے کے لیے دل و جان سے جت گئی لیکن اب اسے لگتا تھا وہ تھکنے لگی ہے، اسے بھی اب دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے کوئی سامع درکار تھا۔ اس کا بھی دل کرتا تھا کوئی اس کی بھی ناز برداری کرے اور اسے بے فکر ہوجانے کا کہے..... اس کے دکھ پریشانی انگلیوں کی پوروں پر چن لے۔ وہ سب کی فکر کرتی تھی، کوئی اس کی بھی کرے۔ وہ سب کی خوشیوں کا خیال رکھتی تھی، کوئی اس کی خوشیوں کا بھی رکھے، سب کی عیدیں، شبراتیں بھجوانے والی اب خود اس خوشی سے ہمکنار ہونا چاہتی تھی۔ وہ بھی اس لمس کو محسوس کرنا چاہتی تھی جو کسی بھی بہن بھائی کی طرف سے آئی عیدی میں ہوتا ہے۔

اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ گھر میں ہر شے کی فراوانی تھی، حاذم کا بزنس بہت اچھا تھا۔ فیملی بھی کوئی خاص بڑی نہیں تھی۔ سب بہن بھائی اپنے اپنے گھروں میں سیٹ تھے۔ بظاہر اس کی زندگی قابل رشک تھی۔ سب کچھ اس کے ہاتھ میں تھا لیکن..... سوچتے سوچتے اسے نیند نے آلیا تھا۔ نیند میں بھی وہ بے چین ہی رہی تھی۔



اگلی صبح اٹھ کر سب سے پہلے اس نے رحمہ کو پیسے ٹرانسفر کیے، خالہ زہرہ کو کال کی دانیہ کا حال احوال پوچھا اور ابھی وہ گروسری کے لیے نکلنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ اس کی بڑی نند اپنے بیٹے اور بہو کے ساتھ آگئیں۔ اس نے صابرہ کو ناشتہ کا کہا اور ان کو لیے ٹی وی لاؤنج میں آگئی۔

"حاذم نہیں لوٹا اب تک؟" بیٹھتے ہی انہوں نے پوچھا۔

"نہیں..... آپ کو تو پتا ہی ہے، مہینوں کے ٹور ہوتے ہیں ان کے۔" اس نے ہلکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔ صابرہ جوس لے آئی تھی اس لیے وہ کچھ دیر خاموش رہیں۔ اس کے جاتے ہی وہ دوبارہ گویا ہوئیں۔

"ایک بات کہوں، بری تو لگے گی مگر دیکھو ہے تو میرا بھائی لیکن بی بی تم نے اس کی طرف سے مکمل حروف نظر کیا ہوا ہے، یہ کون سا کاروبار ہے، جس کے لیے وہ مہینوں گھر سے غائب رہتا ہے؟" ملیحہ کو نمرہ اور حاذق کی موجودگی میں یہ بات کچھ اچھی نہیں لگی لیکن اس نے پھر بھی حاذم کا بھرپور دفاع کیا۔

"مجھے پورا بھروسا ہے آپا..... حاذم کبھی میرا اعتماد نہیں توڑیں گے۔ میں ان کے پل پل کی خبر رکھتی ہوں۔"

"سب جانتی ہوں۔" انہوں نے ہنکارا بھرا، علیحہ نے نمرہ کی طرف رخ کیا۔

"اور سناؤ نمرہ کیا چل رہا ہے آج کل؟"

"بس ماما گھر، گھر داری، آج کل نٹنگ اور اسٹچنگ کورسز اسٹارٹ کیے ہیں، شام کا وقت اس میں گزر جاتا ہے۔" نمرہ نے دھیمے سے جواب دیا۔

"اچھا ہے خود کو مصروف رکھو تو بے کار سوچوں سے بچا رہتا ہے انسان۔" علیحہ نے اسے سراہا۔ صابرہ ناشتہ لے آئی تھی اس کے اشارے پر سرو کرنے لگی۔

"اسپتال آرہے تھے یہ دونوں میں نے کہا مجھے تمہاری طرف چھوڑ دیں، بڑے دن ہوگئے تھے تم سے ملے

ہوئے۔" کیک کا ٹکڑا اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے انہوں نے بڑی یگانگت سے کہا۔
"اچھا کیا آپا، میں بھی تھک گئی تھی اکیلے رہ رہ کے۔" وہ خوشدلی سے بولی۔ "بلکہ یہیں رہ جائے دو چار دن۔"
"کہاں ممکن ہے یہ۔" انہوں نے ٹھنڈی آہ بھری۔ اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ انہوں نے اس کے گوش گزار کیا تو وہ ان کا احساس کرتے ہوئے بولی۔
"کوئی بات نہیں۔" وہ لوگ شام میں گئے، اس نے گروسری کرنے کا پروگرام اگلے دن پر چھوڑ دیا تھا۔



"آپا میں کہہ رہی تھی اس بار عید کا جوڑا ذرا فینسی بھیج دیجئے گا، عید کے بعد ریحان کے کزن کی شادی ہے دو پچھلے چلالوں گی مگر بارات کا جوڑا تو نیا ہونا چاہیے، آپ کو تو پتا ہے ریحان کتنے کنجوس ہیں، دھیلا خرچ کرنے کے روا دار نہیں۔" ہاجرہ کا رونا پیٹنا شروع ہو گیا تھا۔
حالانکہ اس نے جب بھی ہاجرہ کو دیکھا، اچھا پہنے اوڑھے ہی دیکھا لیکن ناشکرا پن اس کے اندر سے ختم ہی نہیں ہوتا تھا، وہ جانتی تھی دو جوڑے اس نے ریحان سے ہی بنوائے ہوں گے یہ کہہ کر کہ تیسرا جوڑا علیحہ بھجوا رہی ہے۔ اس نے تسلی دی اور سمجھایا بھی کہ اپنے حالات کے مطابق رہنا سیکھو لیکن نصیحت سننا اسے گوارا ہی نہیں تھا۔
"پھر کال کرتی ہوں آپا، امی (ساس) بلا رہی ہیں۔" کہہ کر کال کاٹ دی۔ وہ مسکرا کر رہ گئی۔
کوئی بھی اپنے حالات پر قانع نہیں تھا۔ ہر کسی کے پاس حالات کا رونا تھا، ہاتھ کی تنگی کا رونا تھا، اخراجات کی لمبی چوڑی فہرست اور کم آمدن کا رونا تھا، کوئی بھی سمجھوتا کرنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ اپنی بساط کے مطابق چادر پھیلانے کو یہ توہین سمجھتے تھے، یہ تو حازم اچھا تھا اس نے کبھی اس سے حساب کتاب نہیں مانگا تھا۔ وہ کہاں خرچ کرتی ہے، کتنا خرچ کرتی ہے، کس پر کرتی ہے؟ اس نے کبھی دھیان نہیں دیا تھا۔ کبھی پوچھا نہیں تھا اور علیحہ کا بھرم رہ جاتا تھا اور نہ خود وہ بھی حساب کتاب کرنے بیٹھ جاتا تو۔

وہ سوچ رہی تھی شاپنگ کر ہی آئے ڈرائیور اور صابرہ کے ہمراہ جا کر لیکن اس کا ذہن منتشر تھا، پچھلے دس دن سے حازم کی کال نہیں آئی تھی، اس نے کی تو "میٹنگ میں بزی ہوں" کہہ کر ڈسکنیکٹ کر دی اور پھر یہ گزشتہ دن سے اب تک کا معمول تھا مگر اب اسے پریشانی کے ساتھ ساتھ گھبراہٹ بھی ہونے لگی تھی۔ آپا (نند) کی کہی باتیں کانوں میں گونجنے لگی تھیں۔
"ہاں تو کون رہتا ہے مہینوں گھر سے باہر...... اتنا بڑا بزنس بھی نہیں حازم کا تو پھر۔" شک کے ناگ پھن لہرانے لگے تھے اور اس کا وجود نیل و نیل ہونے لگا تھا۔
"مجھے شک ہے علیحہ...... حازم نے دوسری شادی کر رکھی ہے۔"
آپا کا پھر فون آ گیا۔ پتا نہیں کیوں وہ اس کے سکون کے درپے تھیں اور ہمیشہ کی طرح اس نے انہیں پھر جھٹلا دیا تھا۔
"نہیں آپا ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" اس نے لہجہ مضبوط رکھا تھا لیکن اس کے لہجے کا کھوکھلا پن نمایاں تھا۔
"علیحہ آنکھیں کھول، اتنے دن کوئی گھر سے لاتعلق کیسے رہ سکتا ہے بھلا، جب وہ جانتا ہو کہ گھر میں بیوی اکیلی ہے۔" آپا کو اس کی سادگی کھل رہی تھی۔
"ان کے بزنس کی نوعیت ایسی ہی ہے آپا اور جب وہ یہاں ہوتے ہیں تب تو وہ بھرپور توجہ دیتے ہیں...... میں جانتی ہوں، وہ مجھ سے بے حد محبت کرتے ہیں ایسا کرنے کا تو وہ سوچ ہی نہیں سکتے۔" اس نے ایک بار پھر اپنا لہجہ مضبوط کیا تھا۔
"اللہ کرے تمہارا بھروسا قائم رہے علیحہ۔" انہوں نے مزید بحث کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ وہ دعا گو تھیں کہ علیحہ کا یہ مان ہمیشہ سلامت رہے حالانکہ وہ خود اس بات پر قائم تھیں، انہیں سو فیصد یقین تھا کہ حازم دوسری شادی کر چکا ہے۔



رمضان سے چار دن پہلے ہی اس نے سب کو عیدیاں بھجوا دیں، بہنوں، نندوں کے جوڑے، سویاں، چینی، خشک

میوے، مٹھائیاں، بچوں کی نقد عیدی اور ابھی اس نے سکون کا سانس بھی نہ لیا تھا کہ فون آنے شروع ہوگئے۔

"آپا آپ نے اتنے ہلکے رنگ کا سوٹ بھیج دیا، اللہ سکندر کو ذرا پسند نہیں آیا، بولے تم بوڑھی ہوگئی ہو گیا؟ تمہاری بہن نے اتنے ہلکے رنگ کا جوڑا بھجوایا۔" یہ رحمہ تھی۔

"آج کل ہلکے رنگوں کا فیشن ہے رحمہ اور پھر برانڈڈ سوٹ لائٹ کلرز میں ہوتے ہیں۔" اس نے سوٹ کی اہمیت اجاگر کرنے کی کوشش کی لیکن وہ مطمئن نہیں تھی۔ بجھی بجھی لگی، علیجہ کا دل برا ہوگیا۔ اس نے خاص رحمہ کے لیے یہ کلر لیا تھا، امید تھی اسے پسند آئے گا مگر اس نے ہاجرہ کو فون کیا تو وہ بھی ناخوش ہی تھی۔

"آپ نے ناحق اتنے پیسے برباد کردیے آپا...... جتنا مہنگا ٹیگ لگا ہے اس کے مطابق تو سوٹ کچھ بھی نہیں۔ اب فان اور بلیو کلر کا بھی کوئی کمبی نیشن ہے بھلا...... ویسے آپ اس کے ساتھ اپنا بلیو نگینوں والا سیٹ بھی بھجوا دیتیں تو شادی پہ کام آہی جاتا۔"

"میں سیٹ بھجوا دیتی ہوں۔" اس نے فوراً ہامی بھری اور ابھی فون رکھا ہی تھا کہ زہرہ خالہ کی کال آگئی۔

"جگ جگ جیو بٹیا، یہ تم ہی ہو جو ہر عید، شب برات پہ غریب رشتے داروں کا خیال رکھتی ہو، ورنہ آج کل کون پوچھتا ہے، اللہ تمہیں اجر دے بیٹا...... تمہیں یونہی ہنستا بستا رکھے آمین۔" زہرہ خالہ امی کی چچازاد تھیں، جب تک وہ زندہ رہیں انہوں نے ہر موقع پر خالہ کو یاد رکھا اور پھر یہ ذمے داری بھی علیجہ کے ذمے آگئی۔ اس نے اخلاقاً اپنی دونوں نندوں اور دیورانیوں کو بھی فون کیا اور عیدی مل جانے کی تصدیق کی ادھر بھی کچھ ایسی ہی صورت حال تھی۔ اس کا جی مزید برا ہوگیا۔ وہ کتنی محبت سے سب کے لیے شاپنگ کرکے انہیں بھجواتی تھی لیکن ہر بار ایسا ہی رسپانس ملتا تھا۔ کسی کو کپڑا پسند نہ آتا، کسی کو رنگ، کسی کو ایمبرائڈری تو کسی کو برانڈ...... اس بار تو اس کا جی حد سے زیادہ ہی برا ہوگیا تھا۔ ایک تو حازم کی لاتعلقی کی پریشانی اور دوسرا ان سب کی باتیں اور نخرے، وہ اگلے کئی دن کسی سے رابطہ نہ کرسکی اور حیرت کی بات یہ کہ کسی کو اس کی ضرورت بھی نہ محسوس ہوئی...... پندرہ روزے سکون سے گزر گئے اور سولہویں روزے کی صبح جب وہ فجر پڑھ کر فارغ ہوئی ہی تھی کہ حازم کی واپسی ہوگئی۔ اس نے دعا کو اٹھائے ہاتھ شکر کرتے منہ پہ پھیرے اور جائے نماز تہہ کرتی حازم کے پیچھے آگئی۔

"کیا حال ہے، سب ٹھیک رہا؟" اس نے رسٹ واچ اتار کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ علیجہ کا گلا رندھ رہا تھا لیکن اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اتنے دن...... میرا مطلب ہے اس بار زیادہ دن نہیں لگا دیے؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"ہوگئی شروع جرح وکیل صاحب۔" اس نے لہجے میں کرختگی سموئی۔

"جرح تو نہیں حازم...... خیریت پوچھ رہی ہوں آپ کا موبائل بھی پاور آف ہی ملا اور جب بھی کال ملی تو......"

"میں نے کاٹ دی۔" اس نے اس کی بات اچک لی۔ حازم کا رویہ ناقابل یقین تھا۔ اس لیے حیرت سے اسے تکتی رہ گئی۔ اس نے خاموشی سے باتھ روم کی راہ لی۔ علیجہ اس کے بدلتے رویے اور آپا کی پیشن گوئیوں کو آپس میں گڈمڈ ہونے سے بچانے کی کوشش کرتی رہی۔ اسے حازم کا رویہ سمجھ میں آرہا تھا لیکن وہ نظریں چرا رہی تھی۔

حازم کو ویسے بھی اس سے کوئی طوفانی قسم کی محبت نہیں تھی، بس جیسا میاں بیوی کے بیچ لگاؤ والا رشتہ قائم ہوجاتا ہے، پھر بھی تعلقات میں اتنی سرد مہری ہرگز نہیں تھی...... وہ جب بھی بزنس کے سلسلے میں دوسرے شہر یا ملک جاتا ہمیشہ اس سے رابطے میں رہتا تھا۔ صبح آفس کے لیے نکلنے سے پہلے، شام کو واپسی پر اور رات سونے سے پہلے۔ بڑی فارمل گفتگو کرتا تھا مگر رابطے میں رہتا تھا...... قسمت تھی کہ وہ ابھی تک ماں باپ کے عہدے پر فائز نہیں ہوسکے تھے لیکن اس بات پر بھی حازم نے کبھی کوئی مسئلہ کھڑا نہیں کیا تھا۔ وہ اسی لیے حازم کی بہت قدر کرتی تھی۔ شادی کے پانچ سال بغیر کسی بدمزگی کے گزر گئے تھے لیکن اب وہ تھکنے لگی تھی، اس ایک سی روٹین سے پھر حازم کے معمولات

اسے تھکانے لگے تھے یا شاید تنہائی کے باعث وہ اب حازم کے رویوں پر کچھ زیادہ ہی سوچ بچار کرنے لگی تھی۔

اس نے کروٹ بدل لی، دل میں شکوے تھے، شکایتیں تھیں اور کہیں ناراضی بھی بانہیں کھولے کھڑی تھی۔ ہاں اس کا روٹھنا جائز تھا۔ اس نے دل کی بات پر لبیک کہا..... حازم نے منانے کی کوشش نہیں کی تھی، خاموشی سے دوسری طرف آ کر لیٹ گیا تھا، بدگمانی کا ایک اور وار ہوا اور نیند کا غلبہ ہونے تک وہ اپنے شوہر سے مکمل خفا ہو چکی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

اس کی آنکھ کھلی تو دن چڑھ آیا تھا، وہ پھرتی سے بیڈ سے اتری حازم تو یقیناً آفس جا چکا ہوگا، وہ دیر تک سونے کی عادی بھی نہیں رہی تھی۔ منہ پہ پانی کے چھپاکے مار کر وہ تیزی سے نیچے آئی تو ٹی وی لاؤنج سے ٹی وی چلنے کی آواز نے حازم کی موجودگی کا یقین دلایا۔ وہ ناشتے کی میز پر موجود تھا۔ اس نے سلام کیا۔ روزہ نہیں رکھا، اسے حیرت ہوئی مگر پوچھا نہیں۔

"خیر ہے علیحہ بیگم، آپ نے دیر سے جاگنا شروع کردیا؟" حازم نے توس پر مکھن لگاتے ہوئے طنزیہ کہا یا اسے لگا۔

"بس..... آنکھ نہیں کھلی۔" وہ اس کے لیے چائے بنانے لگی۔

"آفس جائیں گے؟" کپ آگے رکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ ابھی تک گھر کے کپڑوں میں ہی تھا۔

"چلا جاؤں؟" عجیب لہجہ، عجیب جواب، وہ الجھ کر رہ گئی۔

"کیا ہوگیا ہے حازم؟" اس نے شکوہ کناں نظروں سے دیکھا۔

"یوں اکھڑے اکھڑے ہو رہے ہیں..... اتنے دنوں بعد گھر آئے ہیں اور اس طرح خفا خفا..... ناراضی تو میری بنتی ہے، آپ نے اتنے دنوں رابطہ نہیں کیا اور اب آتے ساتھ ہی....." اس کا گلا رندھ گیا۔

"اتنے دنوں بعد گھر آنے پر جب سامنے شکایت نامہ کھلا پڑا ہوگا تو مزاج برہم ہی ہوگا۔" حازم نے چائے کا سپ لیتے ہوئے بیزاری سے کہا۔ علیحہ اٹھ کر اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی اور کندھوں پہ ہاتھ رکھے۔

"آپ کو پتا ہے ناں حازم..... میری دنیا ہیں آپ..... آپ کا ذرا سا بدلا رویہ مجھے ڈسٹرب کر دیتا ہے پلیز اگر آپ خفا ہیں تو مجھے بتایئے میری غلطی، میرا قصور مگر اس طرح بی ہیو مت کریں۔" حازم کو عورتوں پر جتنے بھی فرمودات یاد تھے اسے سنا دیے..... وہ ہکا بکا سنتی رہی، حازم نے سب سنا کر باہر کی راہ لی اور وہ بے دم سی ہو کر وہیں صوفے پر گر گئی۔ حازم اس سے اتنا دور جا چکا تھا، اسے اندازہ ہی نہیں تھا۔ حازم کی زندگی میں اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہی تھا۔ یہ وہ اسے بتا گیا تھا..... بے سائبان ہونا کسے کہتے ہیں، اسے اب احساس ہو رہا تھا۔ آپا کا شک غلط نہیں تھا، حازم کی زندگی میں دوسری عورت آ چکی تھی..... پہلی کی اہمیت ختم ہی تب ہوتی ہے جب دوسری اہم ہو جائے۔ علیحہ نے خود کو کمرے میں بند کرلیا۔ اسے سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس سب سے نبرد آزما کیسے ہو؟ اپنے کم مایہ ہونے کے بارے میں وہ کسی سے بات کرے، بھی تو کیا کرے اور کیسے کرے؟ دن جیسے انگاروں پہ گزرنے لگے تھے۔

❁.....❁.....❁.....❁

"تمہیں کیا ہوا علیحہ..... یہ کیا حال بنایا ہوا ہے اپنا؟" اس روز صبح ہی آپا چلی آئی تھیں۔ انہیں حازم سے ملنا تھا جب سے وہ آیا تھا ان کی طرف بھی نہیں گیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں..... آپ سنائیں کیسی ہیں؟" اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔ اب وہ کیا بتاتی کہ آپ کا بھائی مجھے زندگی سے نکال چکا ہے۔

"تم ٹھیک نہیں ہو علیحہ؟" انہوں نے اس کا سرتا پا جائزہ لیا۔

"کب سے پارلر نہیں گئی ہو؟ یہ پھیکے بدرنگ کپڑے، مٹی مٹی نیل پالش، آنکھوں کے نیچے حلقے، کیا میرا خدشا

درست ہے؟" علیحہ نے سر جھکالیا۔

"ہے...... پاگل۔" انہوں نے دل پر ہاتھ مارا۔ "میں خبر لیتی ہوں اس کی۔" وہ اٹھ کر کمرے میں چلی گئیں، وہ نیچے بیٹھی روتی رہی۔

عورت کے لیے سب سے بڑی تکلیف شوہر کا پرایا ہوجانا ہوتا ہے، جیتے جی مرجاتی ہے...... آپا کا سمجھایا، حازم کی سمجھ میں آیا یا نہیں البتہ اسی شام اس سے بے تحاشا جھگڑا کرکے اسے گھر سے چلے جانے کا کہہ دیا...... وہ حازم سے اس بات کی توقع نہیں کررہی تھی...... اس نے تو سوچا تھا کہ آپا کے بات کرنے کے بعد حازم کا رویہ بہتر ہوجائے گا مگر اس نے تو گھر سے ہی نکال دیا...... علیحہ ٹوٹ پھوٹ سی گئی...... اس کے گھر کو کسی کی نظر لگ گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

"ارے واہ آپا...... آپ نے کیسے ہمت کرلی؟ حازم بھائی نے اجازت دے دی؟" ابرار نے جو اسے بیگ سمیت دیکھا تو چہک کر بولا، بڑے بھائی نے چہرے کی اداسی سے جانے کیا اخذ کیا کہ کھانے کے بعد اسے گھیرلیا۔

"خیر تو ہے علیحہ، اداس نظر آرہی ہو، حازم ٹھیک ہے، کوئی بات ہوئی ہے کیا؟"

"توبہ ہے تم نے تو ایک سانس میں اتنے سوالات کر ڈالے۔" وہ ہنسی، بھائی کو یقین تھا وہ ٹال رہی ہے لیکن فی الوقت چپ رہا۔ پریشانی دماغ کو گھیر چکی تھی۔ وہ ایسے کبھی آئی نہیں تھی، اور اتنے دنوں کے لیے تو کبھی بھی نہیں...... سارے، بہن بھائیوں میں خبر پھیل گئی کہ علیحہ آپا رہنے کے لیے آئی ہیں اور لمبا پروگرام ہے، سب کی کالز کے تانتے بندھ گئے تھے۔

"خیریت آپا...... حازم سے لڑائی تو نہیں ہوئی، اکیلی کیوں آئی ہیں، کتنے دن رہیں گی؟"

"یا اللہ......" علیحہ نے سر تھام لیا تھا۔ کیا اس نے یہاں آکر کوئی غلطی کردی۔ ہر بندہ سوالوں کی پٹاری کھولے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

سب کو ایک ہی فکر لاحق ہوگئی تھی کہ وہ یہاں کیوں آئی ہے؟ چار دنوں میں ہی اس کو محسوس ہورہا تھا گویا چار سال بیت گئے ہوں۔ اس روز اس نے بیٹھ کر سب کو بتایا کہ اس کا اور حازم کا جھگڑا ہوگیا ہے اور وہ ناراض ہوکر یہاں آگئی۔ سب کے منہ کھل گئے حیرت اور افسوس سے۔

"ہائے...... آپ نے حازم بھائی سے لڑائی کرلی؟" (حالانکہ سب جانتے تھے وہ کتنے ٹھنڈے مزاج کی تھی)

"اتنی عیش کراتے ہیں وہ آپ کو، کسی چیز کی تنگی نہیں آنے دیتے اور آپ نے پھر بھی جھگڑا کرلیا۔"

"آپ تو ہمیں سمجھاتی ہیں آپا، گھر میں میاں بیوی میں اونچ نیچ ہوجاتی ہے اس کا یہ مطلب تو نہیں گھر چھوڑ کر آجائیں۔"

"ویسے آپ کی لڑائی بنتی تو نہیں...... لڑائی تو پیسوں پر ہی ہوتی ہے ناں؟ جب ضروریات پوری کرنے کو پیسہ نہ ہو تو لیکن آپا حازم بھائی نے پیسوں کا کبھی حساب کتاب رکھا ہی نہیں پھر بھی......"

"اللہ...... شہزادی بنا کے رکھا ہوا ہے آپ کو انہوں نے...... اچھے کپڑے، جوتے اور بیگ دیکھیں...... آپ کی تو پوری شخصیت بدل گئی ہے۔ چ چ غلط کیا آپ نے۔"

"ویسے لڑائی تو نندوں اور ساس کی وجہ سے ہوتی ہے اور آپ تو اس معاملے میں بھی خوش قسمت ہیں۔"

"میں حازم بھائی سے بات کرتا ہوں بلکہ ایسا کریں تیار ہوجائیں میں چھوڑ آتا ہوں آپ کو۔"

علیحہ ہکا بکا ان بہن بھائیوں کی شکلیں دیکھ رہی تھی۔ یہ وہی بھائی بہن تھے جن کے مسائل سنتے اس کے دن کا آغاز ہوتا تھا اور رات بھر ان ہی کے مسائل اس کے ذہن میں اودھم مچاتے رہتے تھے اور وہ انہیں مشورے، حل بتاتی نہ تھکتی تھی، ان کی، ان کے بچوں کی سالگراہیں، ان کی خوشیاں ان کے دکھ، اسے یاد آیا اس نے ان سب سے ہٹ کر کبھی سوچا ہی نہیں تھا اور ان سب کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ دو منٹ نکال کر اس کا بھی دکھ سن لیں...... ان کے نزدیک اس کے پاس چونکہ دولت تھی اس لیے وہ خوش تھی، اسے کوئی مسئلہ، کوئی دکھ نہیں ہوسکتا تھا اور حازم تو ان

کے نزدیک آئیڈیل مرد تھا...... ہر لحاظ سے پرفیکٹ، حسن وجاہت، دولت، بزنس، کس چیز کی کمی تھی اس کے پاس اور روئے زمین پر علیحہ سے بڑھ کر کوئی خوش قسمت تھا ہی نہیں اور اب انہیں علیحہ سے بڑھ کر کوئی بے وقوف بھی نہیں لگ رہا تھا۔



عید میں دو دن باقی تھے، حازم کا کوئی فون نہیں آیا تھا البتہ بڑی نند کی کالز آئی تھیں اور انہوں نے بھی گھر چھوڑ دینے والی بے وقوفی پہ اسے ہی ڈانٹا تھا۔ اب تو اسے سچ مچ محسوس ہو رہا تھا کہ اس نے گھر چھوڑ کر غلطی کرلی...... وہیں رہتی، جیسے پہلے سب کچھ برداشت کررہی تھی اب بھی کرلیتی، لوگوں کے نزدیک صرف دولت کا ہونا ہی اہم تھا، اگر دولت ہے، اچھی نوکری یا بزنس ہے، معاشرے میں اسٹیٹس ہے تو باقی ساری باتیں کیا ثانوی ہوجاتی ہیں؟

اس کا دل چاہ رہا تھا سب کو بتائے کہ دولت ہونا خوش ہونے کی ضمانت نہیں، دولت والے دل نہیں رکھتے وہ ہر چیز کو دولت سے تول لیتے ہیں۔

"اداس ہو...... شاپنگ پر چلی جاؤ۔"

"ڈپریشن ہو رہا ہے...... گھوم پھر آؤ۔"

"تنہائی محسوس ہو رہی ہے؟"

"فارن ٹور پر نکل جاؤ۔"

"شاپنگ، اداسی دور نہیں کرتی...... ڈپریشن گھومنے پھرنے سے دور نہیں ہوتی اور تنہائی فارن ٹور پر نکل جانے سے دور نہیں ہوتی بلکہ کسی بہت اپنے کے ساتھ سے دور ہوتی ہے۔ اس کے پاس بیٹھ کر دل کی باتیں کہنے سے، سننے سے دور ہوتی ہے، عورت کو صرف دولت، آسائشات نہیں چاہیے ہوتی ہیں، اسے ایک گوشت پوست والا زندہ انسان بھی چاہیے ہوتا ہے۔ ایک ساتھی، ایک محرم۔

جو بنا کہے اس کی ضروریات سمجھے...... اس کی آنکھوں میں چھپی محبت کو پڑھے...... اس کے ایک ایک انداز کو سمجھے...... اس کی خدمت اطاعت کو تسلیم کرے...... مرد ساری عمر اس بات کا طعنہ لے کے بیٹھا رہتا ہے کہ اسے

جنت سے نکلوانے والی عورت ہی ہے، اسے یہ کیوں نظر نہیں آتا کہ دنیا میں اس کے لیے جنت جیسی گرہستی بنا دینا بھی عورت ہی کا کام ہے، اس کے کھانے پینے اور دوسری ضروریات کا خیال بھی عورت ہی رکھتی ہے...... مرد کما کر لاتا ہے، عورت کے ہاتھ پر رکھتا ہے اور عورت کے ہاتھ پر رکھتے ہی باقی ضروریات سے بری الذمہ کیوں ہو جاتا ہے؟

نوٹ اوڑھے نہیں جاسکتے
پہنے نہیں جاسکتے
نوٹ جذبات کی تسکین نہیں کرتے

برانڈڈ چیزیں بھوک مٹانے کا دعویٰ نہیں کرتیں...... وہ آپ کی ظاہری شخصیت کو ضرور چاند لگاتی ہیں لیکن آپ کے اندر کے خلا کو نہیں بھرتیں۔

علیحہ سب کی نظر میں مثالی زندگی گزار رہی تھی اور اس نے اپنے شوہر کا گھر چھوڑ کر سنگین غلطی کر دی تھی اور اسے یہ غلطی سدھارنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے تھی۔

قطعاً نہیں، اس نے پلکوں کے کنارے توڑ کر آنے والے آنسوؤں کو ہتھیلیوں سے صاف کیا اور کپڑے بیگ میں رکھنے لگی...... وہ جان گئی تھی یہاں کسی کے دل میں، گھر میں اس کے لیے کوئی جگہ نہ تھی، یہ سب صرف اپنے مسائل شیئر کرنا جانتے تھے، ان کے پاس اس کی بے بنیاد باتیں سننے کے لیے وقت نہیں تھا۔

❁......❁......❁......❁

گھر ویسا ہی تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی، چپ، خاموش اور اداس، صابرہ نے دروازہ کھولا اور اسے دیکھ کر خوش ہوئی تھی۔ وہ ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر ہی ٹک گئی تھی۔ صابرہ ٹرے میں اس کے لیے کھانا لائی تھی۔

"آپ نے اطلاع نہیں کی باجی ورنہ میں کچھ اچھا پکا لیتی...... صاب جی نے دال چاول کا کہا تھا، وہی پکائے آج۔" صابرہ نے ٹرے میز پر رکھتے ہوئے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔ اس نے افطاری راستے میں کر لی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔" وہ مسکرائی، بھوک چمک رہی تھی، اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا، اپنا گھر، اپنی چھت کسی نعمت سے کم نہیں، آخری نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے اس نے سوچا۔ اس نے حازم کے بارے میں نہیں پوچھا نہ ہی صابرہ نے کچھ بتایا...... آج انتیسواں روزہ تھا اور چاند رات متوقع تھی۔

کتنی اداس تھی آج کی رات...... وہ سوچ رہی تھی اپنے کمرے میں جائے یا نہیں...... کیا پتا حازم اس کی غیر موجودگی میں اسی عورت کو گھر لے آیا ہو، اس کے دل کو ایک بار پھر دھچکا سا لگا تھا۔ اس نے صابرہ کو آواز دی۔

"جی باجی۔" وہ فوراً حاضر ہوئی۔

"صابرہ......" اس نے ذہن میں الفاظ ترتیب دیئے۔

"وہ...... میں تھوڑی دیر ریسٹ کرلوں۔" وہ رکی، صابرہ کے تاثرات دیکھے، شاید وہ کچھ کہہ دے لیکن وہ ایسے ہی کھڑی رہی۔

"میرا مطلب ہے میں تھوڑی دیر سو جاؤں اگر عید کا اعلان ہو جائے تو بتا دینا۔ صبح کے لیے تیاری کرلیں گے۔" اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

"جی باجی...... میں آپ کا بیگ کمرے میں چھوڑ آتی ہوں۔" اس نے سعادت مندی سے کہہ کر بیگ لیا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ اسی وقت فون بجا...... بلال کی کال تھی۔ اس کے پہنچ جانے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ اس نے بتایا صابرہ واپس آرہی تھی، وہ ایک طرف سے ہو کر چڑھ گئی۔ صابرہ نے بیگ دروازے کے باہر ہی رکھ دیا تھا۔ وہ کشمکش کی حالت میں کھڑی تھی۔ بیڈ روم کا دروازہ بند تھا۔ اس نے بیگ پکڑا اور ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ ضروری تھا کہ حازم اسے کمرے سے بے دخل ہو جانے کا بتائے...... اسے خود بھی سمجھ جانا چاہیے، کمرے میں داخل ہو کر اس نے لائٹ آن کی تو کمرہ دودھیا روشنی سے نہا گیا۔

"یہ کیا؟" اس نے آنکھیں کھولیں...... بند کیں...... اسے لگا وہ کسی اور جگہ آ گئی غلطی سے...... کمرے میں پھول ہی پھول تھے، فرش پر، بیڈ پر، ڈریسنگ ٹیبل پر، دیواروں پر لڑیاں، اوہ...... اس کے دل پر ایک اور تازیانہ

پڑا۔ یہ کمرہ حاذم نے اپنی نئی دلہن کے لیے سجایا تھا، وہ فوراً باہر کو لپکی۔

"کدھر چل دیں میڈم؟" حاذم کی آواز نے گویا پیروں میں زنجیریں ڈال دیں، حاذم بیڈروم کے دروازے کے آگے کھڑا تھا اور اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ سٹپٹائی۔

"ارے ہم نے آپ کے استقبال کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کردیئے اور آپ ہیں کہ دامن چھڑا کے بھاگنے کو تیار۔" چہرے پہ ازلی سنجیدگی اور لہجہ شرارت سے بھرپور لیے ہوا تھا۔

"حاذم......؟" اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا، وہ چند قدم طے کرکے اس کے مقابل آن کھڑا ہوا۔

"میڈم ہم نے ایک ہی لڑکی سے ساتھ جینے مرنے کا عہد کیا تھا اور مرتے دم تک اس عہد کو نبھانے کا ارادہ ہے۔ اگرچہ ہم نے کبھی اپنی زبان سے محبت کا اقرار نہیں کیا مگر انارکلی، ہم نے تمہارے علاوہ کبھی کسی اور کے بارے میں سوچنے کا پاپ بھی نہیں کیا۔" وہ شرارتی ہوا۔

"کبھی کبھی محبت کا اقرار ضروری ہوتا ہے صاحب عالم۔" وہ پلکیں جھکا گئی۔

"جی بالکل......" حاذم نے اتفاق کیا۔ "اور یہ شرط دونوں فریقین پر لاگو ہوتی ہے، آپ بھی تو کبھی عزیز رشتے داروں کی فکر سے باہر نہیں نکلیں، فلاں کی سالگرہ، فلاں کی عیدی، اس کی شادی، اس کی فوتگی، میں گھر میں ہوں یا گھر سے باہر آپ کی بات دوسروں کے مسائل بیان کرنے سے شروع ہوتی ہے اور وہیں پر ختم...... میں دور دیس بیٹھا بیوی کی آواز سننے کو کال کروں اور بیوی بتائے کہ خالہ زہرہ کی بیٹی کو کینسر ہے اور اسے ہاسپٹل ایڈمٹ ہونا ہے، رحمہ کا شوہر، ہاجرہ کا سسرال، بلال کی گرل فرینڈ، اس کی منگیتر، یا وحشت......" وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے آہستہ آہستہ بول رہا تھا اور علیحہ احساس شرمندگی میں ڈوبتی جارہی تھی۔

"بخدا ہمارا یہ رویہ محض آپ کو احساس دلانے کے لیے تھا، ٹھیک ہے بہن بھائیوں، عزیز رشتہ داروں کا خیال کرنا چاہیے لیکن ان کے مسائل کو اپنی ازدواجی زندگی پر اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہیے، ساری رات ٹیرس پر ٹہل ٹہل کر اپنے بہن بھائیوں کے مسائل کے بارے میں سوچیں گی تو شوہر کہاں جائے گا؟ لازمی بات وہ باہر بھاگے گا۔ آپ جو ڈیڑھ ہفتہ اپنے عزیزوں کے ساتھ گزار کر آئی ہیں کس کس نے آپ کا دکھ سنا پھر اسے سمجھا اور اس کا حل نکالنے کی کوشش کی؟" علیحہ کا سر مزید جھک گیا۔ حاذم اگر اسے غلط لگتا تھا تو وہ بھی حاذم کی نظروں میں غلط تھی۔

"زندگی مل کر چلنے کا نام ہے، دولت بہت ضروری ہے مگر دولت رشتوں کی اہمیت کو ختم نہیں کرتی، دوسروں کی مدد کرنا اچھی بات ہے لیکن ان کے بارے میں اتنا سوچنا کہ آپ اپنی ذات سے، اپنے جیون ساتھی کی ضروریات سے غافل ہوجائیں تو یہ بھی تو ٹھیک نہیں، رشتہ ایک دوسرے کے تعاون سے نبھایا جاتا ہے اور دونوں کے کمپرومائز سے بھی...... ورنہ جتنے کانٹے اس شادی کے پودے پر لگے ہوتے وہ تو لہولہان کردیتے ہیں۔" حاذم اس کا بازو پکڑے کمرے میں لے آیا۔

"میری محبتیں ہمیشہ تمہارے لیے ایسی ہی رہیں گی۔" اس نے پھولوں کی مہک اپنے اندر اتارتے ہوئے کہا، اس نے نظریں اٹھائیں وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیسا لگا استقبال؟" اس نے پوچھا۔

"بہت اچھا...... بہت ہی شاندار۔" وہ مسکرائی، غلط فہمیاں دھل گئی تھیں۔

"باجی...... چاند کا اعلان ہوگیا، صبح عید ہے۔" صابرہ نے دروازہ ناک کرتے ہوئے بتایا۔

"تیری دید سے عید ہے۔" حاذم گنگنایا اور وہ دل کھول کر مسکرائی اور خود بھی گنگنانے لگی۔

عید کی سچی خوشی تو دلربا کی دید ہے
اور جو صنم سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے



چاند کے پار

نزہت جبین ضیاء

رستے بھر رو رو کے ہم سے پوچھا دل کے چھالوں نے
بستی کتنی دور بسالی دل میں بسنے والوں نے
دل کا غموں سے رشتہ کیا ہے عشق کا حاصل آنسو کیوں
ہم کو کتنا درد پلایا ان بے درد سوالوں نے

"مما...... مجھے پاپا کے پاس جانا ہے آخر کب تک ہم یہاں رہیں گے؟" وانیہ جو تراویح پڑھ کر ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوئی تھی اور یہی سمجھ رہی تھی کہ روز کی طرح ناعم سو چکا ہوگا، اس کی بات پر وانیہ نے چونک کر حیرانی سے اسے دیکھا۔

"کیوں رہتے ہیں ہم یہاں، کیا ہمارا اپنا گھر نہیں ہے؟ ہم بھی اپنے گھر میں کیوں نہیں رہتے، ماہا اور صبور کی طرح۔" پے در پے سوالوں پر وانیہ گڑبڑائی۔ وہ لیٹے ہوئے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور تیکھے لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔

"ناعم، یہ کیسی باتیں کررہے ہو، آج کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ یہ بھی ہمارا گھر ہے، تمہارے نانا اور نانی کا گھر، کیا مسئلہ ہے تمہیں، اس طرح سے بات کرنے کا کیا مطلب ہے؟ یہ میرے پاپا کا گھر ہے ناعم۔" وہ غصہ سے بولی۔

"جی مما...... یہ آپ کے پاپا کا گھر ہے، میرے پاپا کا گھر نہیں ہے، میرے نانا کا گھر ہے، میرا گھر وہ ہے جہاں میرے پاپا رہتے ہیں۔ سب بچے وہیں رہتے ہیں جہاں ان کے مما اور پاپا ساتھ رہتے ہیں۔ بچے نانا، نانو کے گھر جاکر واپس آجاتے ہیں ہمیشہ نہیں رہتے۔ یہ گھر ماہا اور صبور کا گھر ہے، ان کے ماما پاپا اور دادا، دادو کا گھر ہے۔ ہمارا گھر وہ ہے جہاں پاپا رہتے ہیں دادو رہتی ہیں۔" ناعم نے ایک ایک لفظ اور خاص طور پر لفظ 'ہمارا' پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"اف...... ناعم تم پاگل تو نہیں ہوگئے، رات کے بارہ بجے تمہارے ذہن میں یہ کیا فضول خیالات آرہے ہیں۔ اچانک سے تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کلمہ پڑھو اور چپ کرکے سو جاؤ، میں جو بہتر سمجھوں گی وہ کروں گی آئی سمجھ؟" وانیہ کو ناعم کی بات پر شدید غصہ آرہا تھا، آج کیسی باتیں کررہا تھا وہ، سات سال کا معصوم بچہ۔

"آئی ایم سوری مما، میں آپ کی بات سے ایگری نہیں کرتا، مجھے یہ سب بالکل اچھا نہیں لگتا، ماہا اور صبور پتا نہیں کیا کیا کہتے ہیں، اتراتے ہیں وہ لوگ، مجھے ان کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ مجھے بھی عید پاپا کے ساتھ منانی ہے۔ شاپنگ بھی پاپا کے ساتھ کرنا ہے، جیسے ماموں اور مامی نے صبور اور ماہا کے ساتھ کی ہے۔ میں بھی انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اب یہاں نہیں رہنا...... آپ جو بھی کہیں، جو بھی فیصلہ کریں میرا فیصلہ یہی ہے۔" لہجہ باغیانہ اور اٹل تھا۔

"ناعم...... بکواس بند کرو اپنی، دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا، اتنی بڑی بڑی باتیں، اتنی بدتمیزی، اتنی بحث، یہ سب کہاں سے سیکھ لیا تم نے۔ تمہارا انداز مجھے مجبور کررہا ہے کہ میں تم پر سختی کروں اور میں یہ نہیں چاہتی تب ہی تمہیں سمجھا رہی ہوں۔" وہ اپنے غصے کو بمشکل دباتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے مما آپ کو یہاں رہنا ہے تو آپ رہیں۔ مجھے نہیں رہنا، آپ کی مرضی مگر میں پاپا کے ساتھ، پاپا کے

پاس، اپنے گھر میں رہنا چاہتا ہوں۔" ناعم نے لفظ "اپنے گھر" پر زور دیتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"ناعم......" وانیہ کی برداشت جواب دے گئی تب ہی اس نے آگے بڑھ کر ناعم کے سفید پھول سے گال پر طمانچہ رسید کر دیا۔ "ناعم...... تمہیں مما سے زیادہ پاپا سے محبت ہے، تم مجھے چھوڑ کر اپنے پاپا کے پاس جانا چاہتے ہو، تم مما کے بغیر رہ سکتے ہو؟" وانیہ کو ناعم کی بات سے شدید جھٹکا لگا تب ہی آج، اس کا ہاتھ بھی اٹھ گیا تھا۔ وہ سسکتے ہوئے بولا۔

"نہیں مما...... میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں، میں...... میں آپ دونوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں لیکن...... لیکن آپ خود مجھے اپنے آپ سے دور کر رہی ہیں۔ مجھے صرف آپ کی نہیں بلکہ پاپا کی بھی ضرورت ہے اور "اپنے گھر" کی ضرورت ہے اور میں "اپنے گھر" جانا چاہتا ہوں بس۔" ناعم نے اپنے سرخ گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے قطعیت سے کہا، جملہ مکمل کر کے اس نے کروٹ بدل کر چادر تان لی۔ وانیہ آنکھیں پھاڑے ساکت چادر کو دیکھتی رہی تھی۔

ناعم کے لہجے، انداز اور باتوں سے بغاوت کی بو آ رہی تھی۔ وہ سات سالہ معصوم اور بظاہر لاپروا اور لاابالی بچہ، اتنی گہری باتیں کر رہا تھا، اس کے معصوم ذہن میں نہ جانے کب سے یہ باتیں چل رہی تھیں، وہ بار بار "اپنے گھر" پر زور دے رہا تھا، یہ کیسی باتیں اس کے ذہن میں گردش کرنے لگی تھیں۔ یہ ساری باتیں کسی طوفان کا پیش خیمہ تھیں، وہ راستہ تھا جس کا علم وانیہ کو بھی نہیں تھا۔ ضد، انا، اور خودسری کی جو چٹان اس نے اپنے اور شازل کے درمیان پیدا کر لی تھی اور اس میں شدت آ چکی تھی، اس چٹان میں آج پہلی بار دراڑ پڑی تھی، ناعم کا باغیانہ انداز، خطرے کی علامت تھا، ایسا خطرہ، جس کو وانیہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا، ایک گہری نظر ناعم پر ڈالی، زندگی میں پہلی بار آج اس نے ناعم پر ہاتھ اٹھایا تھا، وہ ناعم جو سب کا لاڈلا تھا، اپنے پاپا، دادو، بڑے پاپا، بڑی مما، نانو، ماموں مامی، سب ہی کی آنکھ کا تارا، وانیہ کو رونا آ گیا لیکن آج اس نے جو باتیں کی تھیں وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ناعم اس طرح کی باتیں بھی کر سکتا ہے۔



”کیا نائم باغی ہو رہا ہے، وہ میرے بارے میں کیا سوچتا ہے؟ اگر کل کوئی ایسا فیصلہ ہوا...... وہ اپنے پاپا کو مجھ پر فوقیت دے گا شاید؟ وہ دو پاٹوں میں پسنا نہیں چاہتا تھا، وہ خود کو بانٹنا نہیں چاہتا تھا مگر اس کو ہاں اور نا کی، انا اور ضد کی جنگ میں جینا پسند نہ تھا، وہ کیسا فیصلہ کر رہا تھا؟ اس کا جھکاؤ اپنے پاپا کی طرف تھا، وہ ”اپنے گھر“ کو فوقیت دے رہا تھا، اس کے ننھے ذہن میں ”اپنے گھر“ اور نانا کے گھر کا فرق آ گیا تھا۔ نہ جانے کیسے اور کب یہ اس کے ذہن میں سما گیا تھا کہ یہ گھر اس کا اپنا نہیں۔

اسے لگا جیسے نائم نفسیاتی ہو گیا ہے، وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی، گھڑی پر نظر ڈالی یقیناً ابھی بھائی بھابی جاگ رہے ہوں گے، ان سے مشورہ لیتی ہوں، یہ اطمینان کر کے کہ نائم سو گیا ہے، وانیہ احمر کے کمرے کی طرف آئی۔ ابھی دروازہ ناک کرنے لگی تھی کہ اندر سے آتی آوازوں سے اس کے قدموں کے ساتھ ہاتھ بھی رک گئے۔

”صبور بیٹا...... آج آپ نے نائم سے کیوں لڑائی کی جبکہ اس کی مما بھی گھر پر نہیں تھیں؟“ احمر نے پوچھا۔

”لڑائی تو نہیں کی پاپا...... بات کی تھی صرف۔“ صبور نے کہا۔

”بات غلط کی تھی ناں۔“

”نہیں تو، غلط تو نہیں کی، بالکل سچ بات کی تھی آپ خود کہیں یہ گھر میرا ہے ناں، آپ کا ہے، دادو اور مما کا ماہا کا ہے ناں، نائم کیوں ہر بات میں اپنی مرضی چلاتا ہے...... آپ ہی کہتے ہیں سچ بات کرنی چاہیے، میں نے بھی سچ کہہ دیا کہ تم لوگ ہمارے گھر میں رہتے ہو، نانا کے گھر ہم بھی تو جاتے ہیں ناں اور وہاں سے واپس آ جاتے ہیں، ہمیشہ کون رہتا ہے نانو کے گھر میں...... وہ خوامخواہ ہی دماغ خراب کرتا ہے ہمیشہ، میں نے یہی کہا کہ تم اپنے پاپا کے گھر کیوں نہیں جاتے، بس اس کو رونا آ گیا۔“ صبور نے ساری بات تفصیل سے بتائی، نہ جانے احمر اور دریہ کا کیا ری ایکشن ہوا لیکن باہر کھڑی وانیہ ضرور سن سی ہو گئی تھی۔

یہ وجہ...... تھی۔

”پھر بھی اس طرح سے نہیں کہتے...... وہ لوگ چلے جائیں گے کچھ دن میں...... مہمان ہیں۔“ احمر نے سمجھایا۔

”پاپا یہ کچھ دن کب ختم ہوں گے؟ مجھے اچھا نہیں لگتا...... ہر بات میں، ہر وقت، وہ ہمارے روم میں، رہتا ہے آپ میرے پاپا ہیں، ماہا کے پاپا ہیں لیکن وہ بھی آپ کو پاپا ہی سمجھتا ہے۔ وہ اپنے پاپا کے پاس کیوں نہیں جاتا؟ میں نے یہی تو کہا تھا کہ تم اپنے پاپا کے پاس کیوں نہیں جاتے...... تمہارے مما پاپا میرے مما پاپا کی طرح ساتھ کیوں نہیں رہتے؟ سب بچے اپنے مما پاپا کے ساتھ رہتے ہیں ناں؟“ صبور کوئی ننھا بچہ نہیں تھا، وہ آٹھ سال کا بچہ تھا اور آج کل کے بچے کچھ زیادہ ہی ہوشیار ہیں۔ ایسی باتوں کو بہت محسوس کرتے ہیں۔

”صبور، اتنی بڑی بڑی باتیں کرتے شرم نہیں آ رہی تم کو...... ایسی باتیں کیسے آتی تمہارے ذہن میں، آئندہ ایسی باتیں نہ سنوں میں۔“ اس بار احمر کا لہجہ سخت ہوا تھا۔

”احمر...... صبور بھی بچہ ہے، سچ تو کہہ رہا ہے وہ، اس طرح سے مستقل بنیادوں پر جب نائم کو ساتھ ساتھ ہر معاملہ میں برابری کرتا دیکھے گا تو، بھی اس کو بھی برا لگ سکتا ہے، بچہ ہے کہہ دیا ہوگا، یہ بھی تو سوچیں، کیا کوئی غلط بات کی ہے اس نے۔ جو عام طور پر نارمل ہوتا ہے، خود اس کے ساتھ ہوتا ہے، تو اس طرح وانیہ اور نائم کو اپنا گھر ہونے کے باوجود یہاں پڑا دیکھتا ہے، ویسے بھی اس طرح سے کب تک چلے گا، نائم بڑا ہو رہا ہے اب وانیہ کو کوئی فیصلہ کر لینا چاہیے، اگر چھوڑنا ہے شازل کو تو چھوڑ دے تاکہ اس کی کہیں اور شادی کر دیں اگر واپس جانا ہے تو واپس جائے، ویسے بھی سسرال میں لڑکی کو پتہ نہیں کیا کیا برداشت کرنا پڑتا ہے، وانیہ بچی نہیں ہے کہ سسرال اور میکے کے ضابطے اور اصولوں سے ناواقف ہو، خوامخواہ ضد اور انا کی چکی میں نہ صرف خود پس رہی ہے بلکہ اپنے ساتھ ساتھ بچے کو بھی خوار کر رہی ہے، ہم اور ہمارے بچے اپنی پرائیوسی بھی قربان کر رہے ہیں، چھ ماہ ہو گئے ہیں اس بار تو، اس طرح سے یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا؟“

”اف...... یہ دریہ کے الفاظ تھے، ایک ایک لفظ اس کی سماعتوں میں زہر کی مانند اتر رہا تھا، بظاہر واری صدقے ہونے والی بھاوج، دل میں اتنا بغض چھپائے بیٹھی تھی، اوپر سے صبور کی باتیں، وانیہ کا سر گھوم رہا تھا، وہ الٹے پاؤں واپس پلٹی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی، اس کے قدم

من من بھر کے ہورہے تھے بمشکل کمرے تک پہنچی، اس کے دل میں ٹیس سی ابھری...... یہ زندگی کس موڑ پر لے آئی تھی، اس کا اپنا بچہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا، وہ نہ جانے کب سے یہ سب کچھ سہہ رہا تھا جو آج...... آج وانیہ نے اپنے کانوں سے سنا...... وہ اپنے منہ پر طمانچہ تو کھا گیا لیکن اپنی ماں کے چودہ طبق روشن کر گیا تھا۔ شاید وہ سو بھی چکا تھا، اپنی عمر سے بڑی، گہری اور سنجیدہ باتیں کر کے اپنی ماں کو آگہی کا سبق دے کر، وہ آنے والے طوفان کا پتہ دے رہا تھا، اشارہ تھا کہ قبل اس کے کہ کوئی طوفان آئے، اپنے لیے بند باندھ لیا جائے، وہ تو ان سب باتوں سے بے نیاز ضد اور انا کی جنگ لڑ رہی تھی۔ جس سے فاصلے بتدریج بڑھ رہے تھے۔

کسی بھی رشتے کی سلامتی اور بقا کے لیے رویوں میں لچک اور برداشت ضروری ہے جہاں بھی رشتوں کے درمیان انا، ہٹ دھرمی، ضد کا بت کھڑا ہوجائے، تختی کی دیواریں حائل ہوجائیں وہاں صرف بت اور دیواروں سے ٹکر مار کر سر پھوڑا جاسکتا ہے کیونکہ بت اور دیواریں نہ تو بول سکتی ہیں اور نہ سن سکتی ہیں، نہ ہی مسائل کا کوئی حل نکالا جاسکتا ہے، وانیہ ویسے بھی پتھر اور کٹھور مزاج کی اور صرف اپنی ذات کے گھمنڈ میں قید رہ کر جینے والی لڑکی تھی۔ اس کا سر پھٹنے لگا تھا، وہ بیڈ پر لیٹ گئی۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی، تو کچھ دنوں سے وہ بھابی کی رویے میں تبدیلی محسوس کر رہی تھی، کبھی ذومعنی بات، کبھی کسی پر رکھ کر کوئی جملہ اچھال دیتیں، وہ ایک لمحے کو چونک جاتی، دوسرے لمحے ہی سر جھٹک دیتی لیکن آج ساری حقیقت کھل کر سامنے آگئی تھی۔



شہزاد صاحب ملٹی نیشنل کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ بیٹا احمر اور احمر سے چھ سال چھوٹی بیٹی وانیہ تھی، وانیہ کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی اسی لیے وہ گھر بھر کی لاڈلی تھی۔ اس کی ہر خواہش اور ضد بچپن سے پوری کی جاتی رہی تھی، وہ جو مانگتی مل جاتا، وہ جس چیز پر ہاتھ رکھتی اسے دے دی جاتی، اسی وجہ سے وہ تھوڑی سی ضدی اور خودسر ہوگئی تھی۔ روپے پیسے کی کمی نہ تھی، صورت شکل اچھی تھی، اوپر سے بے جا اور حد سے زیادہ لاڈ پیار نے اسے مغرور بنادیا تھا۔

بچپن میں تو یہ ضدیں، روٹھنا سب کچھ اچھا لگتا تھا مگر وقت کے ساتھ یہ عادت گہری ہوتی گئی، احمر نے تعلیم مکمل کی اور وانیہ نے انٹر کیا تب ہی ایک روز اچانک شہزاد صاحب دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ وانیہ پر ان کی موت کا بے حد اثر ہوا تھا، تسلیم بیگم اور احمر نے اس کا مزید خیال رکھنا شروع کردیا تھا۔ بڑی مشکل سے وانیہ زندگی کی طرف واپس آئی، احمر کو بھی ایک کمپنی میں جاب مل گئی تھی، وقت کچھ آگے بڑھا تو تسلیم بیگم نے احمر کی شادی کا فیصلہ کرلیا، دریہ تسلیم بیگم کی بہن کی بیٹی تھی اچھی صورت شکل اور پڑھی لکھی تھی سب سے اچھی بات تھی کہ احمر کو بھی پسند تھی۔ وہ احمر کی دلہن بن کر آگئی تھی۔

وانیہ کی پہلے سے ہی دریہ سے انڈر اسٹینڈنگ تھی اس لیے روایتی نند بھاوج یا ساس بہو والا کوئی معاملہ نہ تھا۔ گھر کا اچھا ماحول تھا گھر میں ملازمہ بھی تھی مگر دریہ خود بھی کام کرتی، ساس نند کا بھی خیال رکھتی۔

وانیہ کالج سے آتی تو اس کی پسند کا کھانا ٹیبل پر سجا ہوا ہوتا...... وہ کھانا کھا کر اٹھتی تو گرم گرم چائے تیار ہوتی۔ اس کی زندگی شاہانہ انداز میں گزر رہی تھی اور اس کی ہر خواہش کو پورا کرنا احمر اپنا فرض سمجھتا اور وقت کے ساتھ اس کی عادتیں پختہ ہوتی گئی تھیں، ضد اور انا اس کی مجبوری بن گئی تھی۔ اسی دوران ان سب کی زندگی میں صبور آگیا...... گھر بھر کی آنکھ کا تارا، لاڈلا اور سب کا چہیتا...... وانیہ اس پر جان چھڑکتی تھی۔ صبور ایک سال کا ہوا اسی دوران وانیہ نے گریجویشن بھی کرلیا اور ساتھ ہی ماہا کی صورت میں دریہ کے ہاں رحمت بھی آگئی۔ صبور اور ماہا کے آنے سے گھر میں خوب رونق لگ گئی تھی۔ تسلیم بیگم بھی بچوں کے ساتھ مصروف رہتیں۔ ان ہی دنوں تسلیم بیگم کی کسی دوست کے توسط سے وانیہ کے لیے شازل کا پرپوزل آگیا۔ شازل پڑھا لکھا خوبرو نوجوان تھا، ایک فرم میں معقول جاب کرتا تھا۔ شازل سے بڑا بھائی ساحل جو کہ شادی شدہ اور دو بچوں کا باپ تھا، والد حیات نہیں تھے والدہ پڑھی لکھی سنجیدہ خاتون تھیں۔ خاندانی لوگ تھے۔ عالیشان گھر نہ تھا مگر ضرورت کے حساب سے بہترین تھا۔ ساری باتیں تسلیم بیگم نے وانیہ کو صاف صاف بتادی تھیں۔

شازل کی والدہ صباحت بیگم کی خواہش پر شازل اور

وانیہ کو ایک دوسرے سے بات کرنے کا موقع دیا گیا......

اس بات پر کسی کو اعتراض نہ تھا، بہتر یہی تھا کہ وانیہ بذات خود مطمئن ہوجائے کوئی زبردستی والی بات تو تھی بھی نہیں...... ظاہر ہے اس کی پسند کو ترجیح دینا ضروری تھا، وانیہ اس لحاظ سے عام لڑکیوں سے بالکل مختلف تھی۔ اس نے کبھی بھی صنف مخالف میں دلچسپی لینے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ بوائے فرینڈ بنانا، گھومنا پھرنا، افیئر ان سب باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کو بس جاذب نظر لڑکے اچھے لگتے تھے، لمبا قد اس کی پسند تھی، بات کرنے کا انداز اسے اچھا لگتا تھا، اور یہ تمام خوبیاں شازل میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ گھر پر ہی شازل اپنی والدہ کے ساتھ آیا تھا، وانیہ نے اس روز پنک اور لائٹ پرپل ڈیزائن میں کاٹن کا سوٹ پہنا ہوا تھا، شولڈر کٹ بالوں کو میچنگ کیچر سے بہ مشکل سنبھالا گیا تھا۔ دریہ نے ہلکا میک اپ کردیا تھا۔ وہ بہت پیاری لگ رہی تھی جب کہ بلو جینز، بلیک شرٹ، نفاست سے جمے ہوئے بالوں، دراز قد اور اپنی خوبرو پرسنالٹی کے ساتھ شازل بھی بہت اچھا لگ رہا تھا۔ وانیہ نے نظر اٹھا کر شازل کو دیکھا...... پہلی ہی نظر میں وہ بے حد چارمنگ لگا، وانیہ کو آتا دیکھ وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”ہائے اللہ، کتنی پرفیکٹ ہائٹ ہے۔“ پہلی نظر میں ہی معترف ہوگئی تھی۔ بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا، شائستگی سے دھیمے لہجے میں بات کرنے والا شازل اپنی بھاری اور خوب صورت آواز کے ساتھ وانیہ کے حواسوں پر چھانے لگا تھا۔ ایسے ہی شخص کی متلاشی تھی، شازل نے اپنی فیملی، اپنے حالات اور اپنے بارے میں ساری باتیں واضح کردی تھیں، اس کو وانیہ کے گھر، رہن سہن سے وانیہ کی حیثیت کا اندازہ ہوچکا تھا۔

وانیہ تو اس کی شخصیت سے ہی کافی متاثر ہوچکی تھی اور پر سے اس کا لب ولہجہ...... اس کی نظر میں باقی باتوں کی اس وقت کوئی اہمیت نہیں تھی، اسے شازل پسند آگیا تھا۔ وانیہ بھی شازل کو بظاہر بہت اچھی لگی تھی۔ اس کی عادت یا فطرت ایک ملاقات میں بھلا کہاں ظاہر ہوتی۔ اس لیے جلد ہی یہ رشتہ طے پاگیا۔ صباحت بیگم کی خواہش تھی کہ شادی جلد کی جائے۔ تسلیم بیگم اور احمر کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ شادی کی فکر تو بیٹیوں کے والدین کو اس صورت میں ہوتی

ہے جب ان کو تنکا تنکا جمع کر کے پیسہ پیسہ جوڑ کر اپنی بیٹیوں کے لیے جہیز اکٹھا کرنا پڑتا ہے۔ یہاں پر تو الحمدللہ ایسی کوئی پریشانی نہیں تھی اس لیے ہامی بھر لی گئی۔

وانیہ کی شادی کی تاریخ طے ہوئی دریہ اور وانیہ کے شاپنگ مالز کے چکر شروع ہو گئے۔ ہر ہر چیز وانیہ کی پسند کے مطابق خریدی جا رہی تھی۔ ڈھیروں ڈھیر جہیز تیار ہو رہا تھا۔ حالانکہ صباحت بیگم نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا۔

"ہمیں جہیز کی کوئی ضرورت نہیں، یہ کیا کم ہے کہ ایک ماں اپنے جگر کا ٹکڑا غیروں کے ہاتھوں میں سونپ دیتی ہے..... اپنے جگر کے ٹکڑے، اپنے گھر کی رونق، نازوں سے پلی بیٹی کے آگے بھلا یہ لاکھوں کا جہیز بھی کوئی معنی رکھتا ہے۔" اس کے جوب میں تسلیم بیگم نے کہا تھا۔

"بہن آپ کی بات بے شک سو فیصد درست ہے لیکن یہ تو ایک رسم ہے، ایک رواج ہے، ہر ماں باپ اپنی بیٹی کو اپنے طور سے اپنی حیثیت سے بڑھ کر رخصت کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے پاس وانیہ کے بعد کون سی دوسری اولاد ہے کہ ہمیں آگے کی بھی فکر ہو..... جو بھی ہے وانیہ کے لیے ہی ہے، یہ ہماری خوشی ہے، اگر وانیہ کے والد حیات ہوتے تو شاید اس سے بھی کہیں زیادہ تیاریاں کرتے۔" کہتے ہوئے تسلیم بیگم کی آواز رندھ گئی تھی۔

"جیسے آپ کی مرضی بہن، دل گرفتہ نہ ہوں، اللہ پاک بھائی صاحب کے درجات بلند کرے، مجھے آپ کی خوشی عزیز ہے۔ آپ خوشی خوشی بیٹی کو رخصت کیجیے گا۔" صباحت بیگم بھی رنجیدہ ہو گئیں اور سمجھانے والے انداز میں کہا۔

تسلیم بیگم نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔ صباحت بیگم نیک دل اور پرخلوص خاتون تھیں جو قدم قدم پر تسلیم بیگم کی ہمت بندھا رہی تھیں، بڑی بہو مونا بھی ہنس مکھ اور سادہ مزاج کی تھی۔ تسلیم بیگم خاصی مطمئن تھیں کہ ان کی بیٹی کا رشتہ اچھے خاندان میں جڑا ہے۔

اپنی شادی والے دن وانیہ ریڈ اور پرپل کمبینیشن والے شرارے سوٹ میں شہر کے بہترین بیوٹی پارلر سے تیار ہو کر، خوب صورت زیورات میں بہت پیاری لگ رہی تھی اور ڈارک گرے شیروانی، میچنگ کھسہ، کلاہ پہنے دراز قد شازل بھی بہت اچھا لگ رہا تھا۔ مختلف رسومات کی ادائیگی کے بعد وانیہ کو اس کی جٹھانی مونا نے بیڈروم میں پہنچا دیا تھا۔

"وانیہ تم تھک گئی ہو گی، آرام سے بیٹھو۔" مونا نے اس کو بیڈ پر بٹھا کر محبت بھرے لہجے میں کہا تو وانیہ نے سر ہلایا، کمر سیدھی کر کے کراؤن سے ٹیک لگا کر پیروں کو سیدھا کیا..... مونا کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔ اس نے کمرے کا جائزہ لیا، لگتا تھا کہ جہیز میں لائے سامان کے لیے یہ کمرہ ناکافی تھا، کچھ اشیاء یہاں پر موجود نہیں تھیں۔ جہازی سائز بیڈ، لمبی چوڑی الماری، ڈیوائیڈر، سائڈ بورڈ، ڈریسنگ ٹیبل، سائڈ ریکس، قد آدم وزنی آئرن بورڈ ان چیزوں کے بعد کمرے میں مختصر سی جگہ ہی رہ گئی تھی جس پر خوب صورت سا قالین بچھا ہوا تھا، بیڈ کے بائیں جانب واش روم تھا، شازل ہلکی سی دستک کے ساتھ کمرے میں آیا تھا۔ وانیہ نے بس پیروں کو سمیٹا اور اسی طرح ٹیک لگا کر بیٹھی رہی تھی۔

"بہت تھک گئی ہو وانیہ؟" شازل نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی..... کمر میں درد ہو گیا ہے، عادت نہیں ہے اتنی دیر بیٹھنے کی۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"اوہ..... کچھ دیر کے لیے لیٹ جاؤ پلیز۔" شازل نے گھبراتے ہوئے کہا۔

"نہیں..... نہیں، ایسی بات بھی نہیں۔" وانیہ کو ہنسی آ گئی۔ شازل نے نظر بھر کر اسے دیکھا۔

"ماشاء اللہ واقعی تم بہت پیاری لگ رہی ہو وانیہ۔" اچانک ہی تعریف سن کر وانیہ کو شرم آ گئی۔

"آپ بھی اچھے لگ رہے ہیں۔" وہ جواباً بولی۔ شازل کھل کر مسکرایا۔

"وانیہ ویسے تو میں نے پہلی ملاقات میں اپنے حوالے سے تم سے کافی باتیں کر لی تھیں، اس لیے بس اتنا ہی کہوں گا کہ میں تمہارے بھائی اور والدہ کے مقابلے میں شاید اتنا نہ کر سکوں لیکن وعدہ ہے کہ ہر ممکن کوشش ہو گی کہ تمہاری ہر جائز خواہش اور ضرورت بنا کہے پوری کروں..... اماں اور بھابی کے تعلقات بہت اچھے ہیں امید کرتا ہوں کہ تمہارے آ جانے سے یہ تکونا تعلق مزید بہتر ہو جائے گا۔ ہمارا گھرانہ مثالی گھرانہ ثابت ہوگا، میری تمام تر محبت اور توجہ تمہیں حاصل رہے گی..... بس تم کو بھی میرا ساتھ دینا

"ہوگا۔" شازل نے بات مکمل کر کے وانیہ کی جانب دیکھا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھایا...... وانیہ جو صرف سن رہی تھی بنا کچھ کہے اپنا نازک حنائی ہاتھ شازل کے مضبوط ہاتھ پر رکھ دیا۔

"اوہ تھینک یو سو مچ...... آئی لو یو۔" شازل سرشار ہوگیا۔

"آئی لو یو ٹو......" شرگیں مسکراہٹ کے ساتھ وہ دھیرے سے بولی۔ شازل نے آگے بڑھ کر وانیہ کو بانہوں میں بھرلیا۔ وہ اس وقت خود کو دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان سمجھ رہا تھا۔ اسے اتنی پیاری اور محبت کرنے والی شریک سفر ملی تھی۔ شازل نے منہ دکھائی میں سونے کی چین بمعہ وانیہ کے نام کے دی تھی۔ یہ ہلکی سی چین دیکھ کر ایک لمحے کے لیے وانیہ ٹھٹکی تھی حالانکہ اس دور میں جبکہ سونے کی قیمت لاکھ سے بھی اوپر تولہ تھی ایسے میں ایک یا سوا تولے کی چین بنانا متوسط طبقے کے لیے خاصا مشکل تھا۔

"کیا ہوا وانیہ...... پسند نہیں آیا گفٹ؟" وانیہ کی شکل دیکھ کر شازل نے پوچھا۔

"نہ...... نہیں...... اچھا ہے......" وانیہ نے چونکتے ہوئے کہا اور چین اس کے ہاتھ سے لے کر بیڈ کے سرہانے رکھ دی اور زبردستی مسکرانے کی کوشش کی، چین دیکھ کر حقیقت میں اسے مایوسی ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا سونے کا سیٹ، بھاری کنگن یا پھر بھاری سا بریسلیٹ ہوگا...... اس طرح کی چین صرف وانیہ کے نام کی اور اسی ڈیزائن کی وانیہ کے پاس پہلے سے موجود تھی۔ وہ جلد ہی سنبھل گئی۔ اپنی کسی حرکت سے وہ اس وقت شازل کو بددل کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اپنی بے ساختگی پر وہ خود ہی شرمندہ ہوگئی تھی، شازل تو اس وقت اس کے سحر میں گم تھا۔

دعوت ولیمہ شہر کے اچھے بینکوئٹ میں تھا۔ شازل جانتا تھا کہ وانیہ کے ملنے جلنے والے تقریباً سب ہی دولت مند طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے اس نے اپنی بساط سے بڑھ کر انتخاب کیا۔



شادی کے ہنگامے سرد پڑے تو شازل نے ہنی مون کا پروگرام بنالیا۔ شادی کے ہفتے بعد ہی سیٹ کنفرم کروانے کا ارادہ تھا۔ تقریباً پندرہ دن کا ٹرپ تھا۔ وانیہ خوش تھی، مونا اس کا بہت خیال رکھتی، مونا کے دونوں بچے نوفل اور ربیعہ سے کبھی کبھی وانیہ کو چڑ ہوجاتی، چار سالہ نوفل اور تین سالہ ربیعہ ہر وقت وانیہ کے دم چھلے بنے رہتے...... وانیہ میکے جاتی تو تسلیم بیگم، احمر اور دریہ اس کو خوش باش دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرتے۔ شازل کے پاس نئے ماڈل کی بہترین گاڑی نہ سہی لیکن مناسب گاڑی تھی۔ وانیہ کو صبح جلدی اٹھنے کی عادت نہیں تھی۔ یہاں پر سب لوگ علی الصبح جاگنے کے عادی تھے، نماز فجر کے وقت ان کی صبح ہوجاتی، نماز پڑھ کر صباحت اور مونا قرآن پاک کی تلاوت کرتے پھر مونا ناشتے کی تیاری میں لگ جاتی۔

آج کل شازل چھٹیوں پر تھا اس لیے وہ نماز پڑھ کر سو جاتا...... وانیہ نیند میں اتنی مست ہوتی کہ نماز کے لیے بھی نہیں اٹھتی...... ساحل، صباحت اور مونا ناشتہ کرتے، نوفل اور ربیعہ بھی اسکول جاتے تھے وہ دونوں بھی اٹھ جاتے، مونا بچوں میں لگ جاتی۔ دس ساڑھے دس بجے بمشکل وانیہ اٹھتی، شازل اور وانیہ فریش ہوکر باہر آتے تب تک صباحت بیگم بھی اٹھ جاتیں، مونا، وانیہ اور شازل کے لیے ناشتہ اپنے اور تسلیم بیگم کے لیے چائے بناتی۔

"ہاں بھئی ٹکٹ کنفرم ہوگئے شازل...... کب جارہے ہو تم لوگ؟" صباحت بیگم نے اس روز ناشتے پر پوچھا۔

"جی اماں، ان شاء اللہ نیکسٹ فرائی ڈے کو نکلیں گے۔" شازل نے نوالہ توڑتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھی بات ہے...... خیر سے جاؤ، خیر سے آؤ۔"

"وانیہ بیٹی کیا ہوا، اتنا کم کیوں کھاتی ہو؟ اگر کچھ ناشتہ اچھا نہیں لگ رہا ہو تو اپنی پسند کا ناشتہ بنوالیا کرو۔" صباحت بیگم نے وانیہ کو ناشتے سے ہاتھ کھینچتا دیکھ کر کہا۔

"نہیں اماں، ناشتہ بہت اچھا اور مزے کا ہے، میں ناشتہ بہت کم کرتی ہوں۔" وانیہ نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ویسے بھی یہ گھر تمہارا ہے، تم اپنی مرضی سے جو چاہے پکوا سکتی ہو بلکہ خود پکا کر خود بھی کھاؤ اور ہم سب کو بھی کھلانا لیکن ابھی نہیں...... تم لوگ پہلے آرام سے خوب انجوائے کرکے آجاؤ پھر ہم تمہارے ہاتھ سے بنے مزے دار کھانے بھی کھائیں گے۔ تمہاری مما کہہ رہی تھیں تم ماشاء اللہ اچھے کھانے پکا لیتی ہو۔" صباحت بیگم نے مسکراتے

ہوئے بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔
"جی ان شاء اللہ۔" وانیہ نے بھی جواباً مسکرا کر لیکن مختصر جواب دیا۔

❁......❁......❁......❁

"چاچی...... آپ ہمارے لیے کیا لے کر آئیں گی؟" وانیہ اپنے کمرے میں پیکنگ کر رہی تھی کہ نوفل آ گیا۔
"آپ کو کیا چاہیے؟" وانیہ کے جواب دینے سے پہلے شازل نے پیار سے اس کے کاندھے تھام کر پوچھا۔
"مجھے ریموٹ والی ٹرین ود ٹریک چاہیے، میرے فرینڈ کے پاس ہے مگر پاپا کہتے ہیں وہ بہت مہنگی ہے۔" نوفل نے سادگی سے کہا۔
"اوکے...... میں لے آؤں گا آپ کے لیے۔" شازل اس کی بات پر مسکرا کر بولا۔ نوفل تالی بجا کر خوش ہوگیا۔ وانیہ دونوں کو دیکھ کر مسکرانے لگی، نوفل تھا بھی بہت پیارا اور ذہین بچہ۔
ہنی مون ٹرپ پر جانے سے دو دن پہلے کی بات ہے، شام کا وقت تھا عصر کی اذان ہوئی تو صباحت بیگم نماز کی تیاری کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں، مونا اس وقت کچن میں چائے بنا رہی تھی، ساحل ابھی آفس سے نہیں آیا تھا۔ شازل اور وانیہ اپنے کمرہ میں تھے۔ نوفل اور ربیعہ ٹیوشن لینے گئے ہوئے تھے۔ صباحت بیگم وضو کر کے واش روم سے باہر نکل رہی تھیں کہ ان کا پاؤں سلپ ہوگیا، انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی، اسی کوشش میں واش روم کی بیرونی دیوار کے ساتھ رکھے شیشے کے کارنر پر ہاتھ پڑا نہ صرف صباحت بیگم بلکہ ان کے ساتھ زوردار آواز کے ساتھ کارنر بھی فرش پر آ گرا تھا، آواز کافی تیز تھی، ہیبت اور گھبراہٹ کے مارے صباحت بیگم کا بی پی بھی ہائی ہوگیا، آواز سن کر شازل، وانیہ اور مونا تینوں بھاگ کر آئے تھے، صباحت بیگم تقریباً بے ہوش ہو چکی تھیں۔
"اماں...... اماں۔" شازل زور سے چیخا، مونا اور وانیہ نے پکڑ کر انہیں اٹھایا، داہنا پیر ٹخنے کے پاس سے سوج رہا تھا۔ ساتھ ہی ان کی حالت بھی ٹھیک نہیں تھی۔
"شازل اماں کو فوراً ہاسپٹل لے چلو۔" مونا ان کی حالت دیکھ کر چلائی، صباحت بیگم کی آنکھیں اوپر کو چڑھ گئی تھیں، سانس بھی تیز تیز چل رہی تھی۔ وانیہ ان کی حالت دیکھ کر گھبرا کر رونے لگی۔ شازل مونا اور وانیہ کی مدد سے صباحت بیگم کو گود میں اٹھا کر گیلری تک لایا اور گاڑی میں لیٹا کر مونا نے پہلے بچوں کی ٹیوشن ٹیچر کو کال کی کہ ابھی بچوں کو واپس مت بھیجیں پھر ساحل کو اماں کی حالت بتائی گھر کو لاک کر کے تینوں صباحت بیگم کو لے کر ہاسپٹل پہنچے...... شازل ان کو شہر کے بہترین اور مستند ڈاکٹر کے پرائیویٹ کلینک لے آیا تھا۔ مونا اور وانیہ سارا راستہ پریشان رہے، مونا نے تو گھر پر بھی ان کے چہرہ پر پانی ڈالا تھا اور اب بھی ایک بوتل پاس رکھی ہوئی تھی مگر صباحت بیگم بے ہوش تھیں، فوراً ہی ایمرجنسی میں ان کا معائنہ ہوا، ڈاکٹر نے چیک اپ کرنے اور فرسٹ ایڈ دینے کے بعد باہر آ کر بتایا کہ ان کا پیر ٹخنے کی طرف سے فریکچر ہوا ہے اور شاید گھبراہٹ کی وجہ سے عین اسی لمحے ان کا بی پی شوٹ کر گیا جس سے وہ بے ہوش ہوگئی تھیں۔ بروقت ٹریٹمنٹ وغیرہ سے بی پی کا مسئلہ تو حل ہوگیا تھا۔ اتنی دیر میں ساحل بھی آفس سے سیدھا ہاسپٹل آ گیا تھا۔ ڈاکٹر نے پیر کی سرجری بتائی تھی کہ آپریشن کے بعد ہی ہڈی جڑ سکے گی...... وہ بھی دوسرے ڈاکٹر آئیں گے تو وہ وقت طے کریں گے اور چارجز بتائیں گے، ڈاکٹر آئے اچھے خاصے چارجز بتائے، بصورت دیگر دوسرے ہاسپٹل جا سکتے تھے لیکن صباحت بیگم عمر رسیدہ خاتون تھیں، چھوٹے موٹے کلینک یا عام ڈاکٹرز سے آپریشن کروا کر شازل کوئی رسک لینے کو تیار نہ تھا...... ساحل پریشان تھا، اتنی بھاری رقم کا فی الفور انتظام کرنا آسان نہ تھا۔ شازل اپنی شادی پر اچھا خاصا خرچہ کر کے بیٹھا تھا، اس کو ہنی مون پر بھی جانا تھا لیکن شازل مطمئن تھا، اس نے ڈاکٹر کو کہہ دیا کہ وہ آپریشن کی تیاری کریں ساتھ صباحت بیگم کی طبیعت اور بی پی کے حوالے سے جو بھی مسئلہ ہے اس کا بھی علاج یہیں پر کیا جائے، خیر سے آپریشن ہوگیا مگر صباحت بیگم چند گھنٹوں میں برسوں کی بیمار لگ رہی تھیں، ان کی شکل دیکھ کر شازل اور ساحل کے ساتھ ساتھ وانیہ اور مونا کو بھی عجیب سا لگ رہا تھا۔ چند گھنٹوں پہلے تک ہشاش بشاش، ہنستی مسکراتی ہوئی، چاق و چوبند اماں لاغر، کمزور اور نقاہت زدہ لگ رہی تھیں۔
مونا چاہتی تھی کہ وہ ہاسپٹل میں رات کو اماں کے ساتھ

رک جائے مگر وہاں کسی کو رہنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لیے رات گئے وہ لوگ اماں کی طرف سے کچھ مطمئن ہو کر گھر واپس آ گئے تھے۔

"آئی ایم سوری وانیہ شاید ہم لوگ ہنی مون پر نہ جا سکیں...... اماں کو اس حالت میں چھوڑ کر جانے کا دل نہیں کر رہا میرا۔" گھر آ کر شازل نے کہا۔

"کوئی بات نہیں شازل، ابھی ہمارا نہ جانا ہی بہتر ہے، اماں گھر آ جائیں تو پھر دیکھیں گے دس پندرہ دن بعد۔" وانیہ نے کہا۔

"نہیں وانیہ فی الحال جانا ممکن نہیں، ان شاء اللہ اگلے ماہ، چلیں گے کیونکہ میں نے ٹور پر لے جانے والی رقم ہاسپٹل میں جمع کروا دی ہے، اتنی جلدی اتنی بڑی رقم کا انتظام مشکل ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولا تو وانیہ چونکی، اس کے دل میں آیا کہ پوچھے کیا ساحل بھائی نے کچھ نہیں دیا مگر ابھی شازل خود بھی پریشان تھا، اس لیے فی الحال وانیہ نے خاموشی مناسب جانی۔

"او کے آپ پریشان نہ ہوں، اللہ پاک اماں کو جلدی سے ٹھیک کر دے آمین۔" وانیہ نے کہنے کو کہہ تو دیا تھا مگر اس کے دل میں یہ بات پھانس بن کر اٹک گئی تھی کہ شازل نے ہی سارے پیسے کیوں دیئے، کیا ساحل کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں تھے؟

اماں ہاسپٹل سے گھر آ گئیں۔ تسلیم بیگم اور دریہ ہاسپٹل بھی آئے تھے اور گھر پر بھی صباحت بیگم کی مزاج پرسی کے لیے آئے تھے۔ وانیہ کو ہنی مون پر نہ جانے کا قلق تھا۔ اس نے ہنی مون کے حوالے سے کافی سارے پلان بھی بنا رکھے تھے لیکن عین وقت پر یہ حادثہ ہو گیا...... بظاہر وہ چپ تھی مگر دل میں گرہ سی پڑ گئی تھی، صباحت بیگم کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ مونا نے گھر بھی اچھے سے سنبھالا ہوا تھا، وانیہ کا دل چاہتا تو کوئی کام کر دیتی اس پر بھی مونا اور صباحت بیگم منع کرتیں کہ ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں ابھی آرام کرو...... اللہ اللہ کر کے صباحت بیگم کا پلاستر اترا اور وہ خود سے چلنے پھرنے کے قابل ہوئیں۔

شازل نے ایک بار پھر گھومنے کا پروگرام بنایا اور تیاریاں شروع ہوئیں اسی دوران وانیہ کی طبیعت خراب ہوگئی بے تحاشہ چکر، گھبراہٹ اور متلی نے آن گھیرا......

شازل گھبرا کر ہاسپٹل لے کر بھاگا تو ڈاکٹر نے ننھے مہمان کی آمد کی نوید سنائی یہ خبر سب کے لیے خوشی اور مسرت کا باعث تھی...... ڈاکٹر آفرین نے کچھ دوائیں وغیرہ لکھ کر دی تھیں۔ شازل اس خبر سے بے حد خوش تھا۔

"اوہ وانیہ...... ! مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے، تھینک یو سو مچ کہ مجھے اتنی بڑی خوشی دینے جا رہی ہو۔" وہ والہانہ انداز سے بولا۔ وانیہ مسکرا دی۔ وہ خود بھی بہت خوش تھی...... تسلیم بیگم، دریہ اور احمر بھی بہت خوش تھے۔

رات کا کھانا سب اکٹھے ہی اماں کے کمرے میں دستر خوان لگا کر کھاتے تھے۔ مونا نے آج ڈنر میں وانیہ کی پسند کا کھانا سنگا پورین رائس اور شامی کباب پکائے تھے۔ کھانے کے بعد وانیہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ شازل بھی آ گیا۔ وانیہ ہنی مون ٹرپ کے حوالے سے تیاری کر رہی تھی تب ہی صباحت بیگم آ گئیں۔

"آئیں اماں۔" شازل نے جلدی سے اٹھ کر بیڈ پر ان کے لیے جگہ بنائی، صباحت بیگم بیڈ پر ٹک گئیں اور الماری میں کچھ تلاش کرتی وانیہ کو دیکھا۔

"وانیہ بیٹی...... اس طرح سے پیر الٹے ڈال کر مت بیٹھو، اسٹول پر بیٹھ کر دیکھ لو۔" انہوں نے کارپیٹ پر اسے اوندھے پیر ڈال کر بیٹھے دیکھ کر کہا تو وانیہ اٹھ کھڑی ہوئی اور الماری بند کر کے بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔

"شال دیکھ رہی تھی...... شاید نیچے رکھ دی ہے۔ شازل کہہ رہے تھے کہ ہنزہ میں اس وقت اچھی خاصی ٹھنڈ ہوگی...... گرم شال اور کوٹ ضرور رکھنا۔" وانیہ نے بیٹھ کر تفصیل بتائی۔

"کیا...... تم لوگ اب بھی جا رہے ہو؟" صباحت بیگم نے اس کی بات پر چونک کر پہلے وانیہ پھر شازل کی طرف حیرانی سے دیکھا۔

"اب بھی...... کیا مطلب اماں...... اب ہی تو جا رہے ہیں۔" شاید یہ بات وانیہ کو اچھی نہیں لگی تب ہی جواب دیا۔

"اماں...... یہ پروگرام تو طے تھا ناں سب کو پتہ ہے۔" اس بار شازل نے نرم لہجے میں کہتے ہوئے اماں کی جانب دیکھا۔

"ہاں بیٹا...... مجھے علم ہے کہ یہ پروگرام طے تھا مگر اس

وقت جب یہ پروگرام طے ہوا تھا تو صورت حال مختلف تھی اور اب مختلف ہے۔ لہٰذا وانیہ کا اس حالت میں اتنی دور ایسے مقامات پر اتنے لمبے سفر پر جانا انتہائی غیر مناسب ہے۔“ صباحت بیگم نے ٹھہرے ٹھہرے انداز میں وضاحت دی۔

”ارے اماں...... کچھ نہیں ہوتا، میں کون سا اچھل کود کروں گی، اب سب کچھ فائنل ہوگیا ہے بعد میں تو اور مسائل ہوجائیں گے، ابھی چلے جانا ہی بہتر ہے۔“ وانیہ نے ان کی بات کو اگنور کرتے ہوئے کہا۔ شازل اس وقت چپ تھا۔

”نہیں بیٹی...... تم ابھی بچی ہو، تم کو اندازہ نہیں ہے کہ یہ معاملات کتنے سیریس ہوتے ہیں، ذرا سی بے احتیاطی، ذرا سی غلطی اور تھوڑی سی لاپروائی بھی کبھی بہت بڑے بڑے نقصانات کا سبب بن جاتی ہے۔ ویسے بھی پہلے پہل تو خاص احتیاط اور نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے، پھونک پھونک کر قدم اٹھانا پڑتا ہے، خدانخواستہ کبھی معمولی سی بے پروائی عمر بھر کا روگ بن جاتی ہے...... اللہ نہ کرے کہ ایسا کچھ ہو لیکن خدانخواستہ یہ وہ متوقع خدشات ہیں جو میں تمہیں بتا رہی ہوں۔ کتنے لوگ اس نعمت کے لیے ترس رہے ہیں اور اللہ پاک نے اپنا کرم کیا اور تمہیں اتنی جلدی یہ نوید دے دی...... اس نعمت کی حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے اور میں تمہیں کسی قسم کا رسک لینے کی اجازت نہیں دے سکتی، اللہ پاک تم لوگوں کو لمبی حیاتی دے، ساری زندگی پڑی ہے، کر لینا بعد میں انجوائے مگر فی الحال یہ ٹور نامناسب ہے۔ ڈاکٹر آفرین نے تمہیں آرام کرنے کی ہدایت دی ہے، فی الحال آرام ہی کرو۔“ صباحت بیگم نے نرم لہجے میں پیار اور شفقت بھرے انداز میں اسے سمجھایا اور کمرے سے باہر چلی گئیں۔

”ارے شازل یہ کیا بات ہوئی، دوسری بار ہمارا پروگرام بنا اور اب یہ کیا پنگا ہے یار؟“ وہ بری طرح جھنجلا کر شازل کی طرف پلٹی۔

”یار اماں کہہ رہی ہیں تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی کہہ رہی ہوں گی...... بات تو ان کی بالکل ٹھیک ہے، کیا تمہارے لیے اس خوشی سے بڑھ کر یہ خوشی نہیں ہے جو اللہ پاک نے تمہیں دی ہے؟“ شازل نے کہا۔

”ہاں، بالکل اللہ کا کرم ہے لیکن ہم آرام سے بھی تو گھوم پھر سکتے ہیں ناں۔“ وہ بولی۔

”گھوم پھر سکتے ہیں مگر اتنا لمبا سفر...... اتنی دیر تلک بیٹھے رہنا، یہ سب بھی تو ہوگا ناں۔ بقول اماں کے ساری زندگی پڑی ہے، ان شاء اللہ پھر بھی پروگرام بنالیں گے۔“ شازل نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر سمجھایا۔

”ہنہ...... ساری زندگی۔“ وہ طنز سے ہنسی۔

”تین چار ماہ میں تو بمشکل اتنے پیسے اکٹھا ہوئے ہیں، آگے تو اور مسائل ہوں گے۔“ شازل نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے لہجے میں طنز نمایاں تھا۔ بات ٹھیک بھی تھی، وانیہ چادر اوڑھ کر لیٹ گئی، شازل نے بھی کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا اور خود بھی کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

”وانیہ بیٹی، مغرب کے وقت نہا کر اوپر چھت پر مت جایا کرو...... وانیہ بیٹی سیڑھیاں آرام آرام سے اترا کرو...... وانیہ بیٹی زیادہ تر کروٹ سے سویا کرو...... وانیہ بیٹی اتنی تیزی سے بیڈ سے مت اترو...... وانیہ بیٹی صبح ایک سیب کھایا کرو۔“ وانیہ صباحت بیگم کی ہدایات سن سن کر عاجز آگئی تھی۔

”حد ہوگئی ہے...... لگتا ہے کہ میں ماں بننے جا رہی ہوں تو کوئی بہت بڑا گناہ کردیا ہے...... ایسا جرم جس کی سزا بھگت رہی ہوں، اتنی پابندیاں، اتنی ہدایات، اتنی روک ٹوک، ایسے چلو، ایسے بیٹھو، ایسے اٹھو، توبہ توبہ کسی جرنیل کی طرح میں آپ کی اماں کی ہدایات سنتی رہتی ہوں اور ایک سپاہی کی طرح سر جھکائے سامنے ان کے احکامات کی منتظر کھڑی رہتی ہوں...... میری تو جان عذاب میں آگئی ہے، لگتا ہے میری اپنی کوئی زندگی، مرضی، پسند باقی رہی ہی نہیں۔“ سارا غصہ شازل کے سامنے نکالا۔

”اوہو وانیہ ڈیئر، میری جان، اماں تمہاری اور آنے والے کی بھلائی کے لیے ہی کہتی ہیں ناں، تجربہ ہے ان کا، تمہاری فکر ہے، تم کو پتہ نہیں ہے اونچ نیچ کا، اس لیے وہ کہتی ہیں، تم نگیٹو انداز میں کیوں سوچتی ہو یار۔“ شازل اسے بانہوں میں بھر کر پیار سے کہتا۔

”بھابی کے دو دو بچے ہوئے میرے سامنے ہی، مما نے تو کبھی بھی اتنی پابندیاں نہیں لگائیں...... آپ ایسا کریں مجھے مما کے گھر چھوڑ دیں...... ویسے بھی مما نے کہہ دیا تھا کہ وہ ساتویں ماہ سے مجھے لے جائیں گی۔ کچھ دن

باقی رہتے ہیں...... تھوڑا سا آزاد رہنا چاہتی ہوں میں، اماں کی ہدایات ختم ہوتی نہیں کہ بھائی بھی دودھ، کبھی جوس، کبھی یخنی لیے آتی ہیں دل کرے نہ کرے پیو...... وہ جاتی ہیں نوفل اور ماہا آجاتے ہیں دماغ کھا کھا کر سوالات کر کے بھیجہ ہلا دیتے ہیں میرا۔" وہ مکمل طور پر اس ماحول سے عاجز آرہی تھی۔ اکثر صباحت بیگم شازل کو سمجھاتیں۔

"وانیہ اگر کچھ غلط بھی کہہ دے تو برداشت کرلینا اس کی حالت بھی ٹھیک نہیں اوپر سے وہ سوچتی بہت زیادہ ہے، مجھے اپ سیٹ لگتی ہے، اس کی باتیں فی الحال برداشت کرلیا کرو اور جو کہے مان لیا کرو...... لڑکیاں عموماً اس حالت میں چڑچڑی اور غصیلی ہوجاتی ہیں۔" شازل اس لیے وانیہ کی ہر بات مسکرا کر سنتا اور اسے پیار سے سمجھاتا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے تم ابھی جانا چاہ رہی ہو تو، چھوڑ آتا ہوں، تم تیاری کرو میں اماں کو بتا کر آتا ہوں۔" شازل نے جھٹ سے اس کی بات مان لی۔ کچھ دیر بعد مونا اور صباحت بیگم اس کے کمرے میں آگئے تھے۔

"وانیہ تم بیٹھی رہو، بس مجھے بتاتی جاؤ میں تمہارا سوٹ کیس تیار کردیتی ہوں، تمہاری ضرورت کی ساری چیزیں رکھ دیتی ہوں۔" مونا نے خود ہی آگے بڑھ کر اس کا خالی سوٹ کیس اٹھا کر بیڈ پر رکھا اور اس کے کہنے پر ساری چیزیں ادھر ادھر سے لا کر بیڈ پر رکھتی رہی...... کچھ دیر میں سوٹ کیس تیار ہوگیا۔ ڈاکٹر آفرین کے ہاسپٹل کے کاغذات وانیہ کی فائل بھی ہینڈ بیگ میں رکھ دی۔ تب ہی شازل آگیا۔ صباحت بیگم نے نیو بورن بے بی کے حوالے سے اچھا خاصا سامان بمعہ بیگ اور بستر کے منگوایا تھا۔

"بیٹی، ابھی تو یہ سامان قبل از وقت ہے لیکن میں نے احتیاطاً منگوالیا ہے...... یہ سارا سامان میں نے دیکھ لیا ہے...... چاہو تو ساتھ لے جاؤ یا ہم وقت پر لے آئیں گے۔" صباحت بیگم نے کہا۔

"اماں، یہ بعد میں منگوالوں گی۔" وانیہ نے کہا۔

"مما...... چاچی کہاں جارہی ہیں؟" ننھی ربیعہ نے سوال کیا۔

"یہ اپنی مما کے گھر جارہی ہیں...... تھوڑے دن بعد آجائیں گی۔" شازل نے اسے گود میں اٹھا کر پیار کرتے ہوئے کہا۔ نوفل بھی اداس ہورہا تھا۔ وانیہ اپنے میکے آگئی۔ اب ڈیلیوری کے بعد ہی سوا مہینہ کر کے واپس جانا تھا۔ یہ بات تسلیم بیگم نے صباحت بیگم سے پہلے ہی کرلی تھی کہ ہمارے یہاں پہلی ڈیلیوری میکے میں ہوتی ہے، صباحت بیگم کو کوئی اعتراض نہ تھا، نہ ہی وہ اور ساسوں کی طرح بے جا حکم چلانے والی خاتون تھیں۔



کبھی نرم کبھی گرم ہوتے ہوتے یہ چند ماہ گزر رہی گئے...... اس دوران وانیہ کی طبیعت میں بھی اتار چڑھاؤ آتا رہا تھا، صباحت بیگم، مونا اور ساحل مستقل آتے رہے تھے۔ جب ڈاکٹر کے ہاں کا چکر ہوتا شازل بھی سیدھا ہاسپٹل پہنچ جاتا پھر ہاسپٹل سے گھر بھی واپس چھوڑتا...... اس کے لیے ہر دو دن بعد ضرور چکر لگاتا، وانیہ کو سب نے ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا تھا جیسے تیسے یہ دن گزرے اور وانیہ کو اللہ پاک نے گول مٹول اور خوب صورت بیٹا عطا کیا تھا، دونوں گھرانوں میں خوب خوشیاں منائی گئیں، تسلیم بیگم نے صدقات دیئے تھے۔

ہاسپٹل کے عملے میں مٹھائی اور پیسے تقسیم کیے، صباحت بیگم نے بھی اپنے طور سے خوشی منائی۔ وانیہ ہاسپٹل سے تسلیم بیگم کے ساتھ ہی گئی تھی۔ شازل نے ساتویں دن عقیقہ کیا اور بیٹے کا نام نائم رکھا گیا...... صباحت بیگم نے دونوں طرف کے ملنے جلنے والوں اور رشتے داروں میں مٹھائی تقسیم کی، سوا مہینہ وانیہ میکے میں رہی پھر سوا مہینہ مکمل کر کے تسلیم بیگم نے ایک بڑی دعوت کا اہتمام کیا، نائم کو ڈھیر سارے کپڑے، کھلونے، پرام، واکر، کاٹ اور دیگر چیزیں وانیہ کو گولڈ کا سیٹ، چار بھاری جوڑے، شازل کو چار بہترین کپڑوں کے جوڑے، مختلف گفٹس، صباحت بیگم کو سونے کی بالیاں، مونا کو سونے کی انگوٹھی، ساحل کو گھڑی، نوفل اور ربیعہ کو کپڑے اور کھلونے دے کر گھر سے رخصت کیا...... صباحت بیگم بار بار کہتیں۔

"اتنا تردد کرنے کی کیا ضرورت تھی بہن...... آپ نے تو بہت کچھ کر ڈالا۔"

"نہیں یہ میری اور میرے بیٹے بہو کی خوشی ہے...... ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔" تسلیم بیگم نے کسرنفسی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ وانیہ دوبارہ سسرال آگئی...... اب اس کی

زندگی میں واضح تبدیلی آ گئی تھی۔ نائم راتوں کو جگاتا تھا، میکے میں تو تسلیم بیگم ہر وقت اور خاص طور پر رات کے وقت اسے بہت سنبھالتیں، وانیہ اپنی نیند پوری کرتی اور تسلیم بیگم نائم کو سلاتیں......اس کے ڈائپر چینج کرتیں، فیڈر بنا کر دیتیں، یہاں پر دن میں تو صباحت بیگم اور مونا سنبھالتیں، اس کے چھوٹے موٹے کام بھی کر دیتیں مگر رات کو شازل سے وہ ننھا منا سا نائم بالکل سنبھالا نہ جاتا، اسے تو گود میں لیتے ہوئے بھی ڈر لگتا تھا کہ کہیں ہاتھوں سے پھسل نہ جائے، مجبوراً وانیہ کو ہی لینا پڑتا۔ وہ جھنجلا جاتی، بار بار فیڈر بنانا بھاری لگتا لیکن مجبوری تھی کہ یہ کام اس کو ہی کرنے تھے۔

صبح وانیہ نائم کو تیار کر کے صباحت بیگم کو دے آتی اور خود سو جاتی۔ شازل بھی آفس چلا جاتا، صباحت بیگم تو ویسے ہی جلدی اٹھنے کی عادی تھیں، اس لیے وانیہ اپنی نیند پوری کر لیتی، لنچ کی ذمے داری وانیہ پر تھی، ناشتہ بنانا، صفائی، برتن دھونا، یہ کام مونا کر لیتی، وانیہ کھانا پکاتی اس دوران نائم اٹھ جاتا تو وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے کمرے میں آ جاتی، مونا پر کام کا بوجھ زیادہ ہو گیا تھا۔ اس لیے صباحت بیگم نے کپڑے دھونے اور صفائی کے لیے ماسی رکھ لی تھی۔ نوفل اور ربیعہ ننھے نائم کی آمد پر بے حد خوش تھے۔ اس لیے اسکول سے آتے ہی دونوں وانیہ کے کمرے میں آ جاتے۔

وانیہ کو کبھی کبھی غصہ بھی آ جاتا، حالانکہ مونا خود محتاط رہتی کہ بچے کم سے کم وانیہ کے کمرے میں جائیں وانیہ اور نائم ڈسٹرب نہ ہوں پھر بھی بچے ہی تھے۔ شازل نائم کے لیے کوئی نہ کوئی چیز خرید کر لے آتا......ساحل اور مونا بھی جب باہر جاتے اپنے بچوں کے ساتھ نائم کے لیے کھلونے، کپڑے کچھ نہ کچھ لے آتے......نائم بھرپور محبت اور پیار کے ساتھ سال بھر کا ہو گیا تھا۔ اب وہ پاؤں پاؤں چلنے لگا تھا۔

اس روز نوفل اسکول سے آیا تو بیگ اپنے کمرے میں رکھ کر سیدھا وانیہ کے کمرے میں آ گیا، اس وقت مونا کچن میں اور صباحت بیگم ظہر کی نماز پڑھ رہی تھیں، مونا، نوفل اور ربیعہ کو کپڑے دے کر آئی تھی کہ تم لوگ کپڑے چینج کر کے باہر آنا ربیعہ تو نہیں البتہ نوفل چپکے سے نائم سے ملنے آ گیا، وانیہ اسی وقت نائم کو سلا کر واش روم گئی تھی تب ہی نوفل آ گیا، سوئے ہوئے نائم کو پیار کرنے لگا۔ نائم اس کے پیار کرنے سے اٹھ گیا اور رونے لگا تو نوفل نے ڈر کے مارے جلدی سے اس کو گود میں اٹھا لیا اور ہاتھ سے اس کا منہ بند کرنے لگا......وہ خود بھی بچہ تھا......چاچی اور مما کی ڈانٹ کے ڈر سے گھبرا گیا تھا۔ اسی وقت وانیہ واش روم سے نکلی۔ نائم کو جاگتا روتا اور نوفل کو اس کو اٹھا کر اس کا منہ دباتے دیکھا تو چلا کر آگے بڑھی۔

"چھوڑو......چھوڑو اسے......پاگل ہو گئے ہو کیا؟ اس طرح سے منہ دبا رہے ہو، دم گھٹ جائے گا میرے بچے کا۔" وانیہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئی تھی۔ نائم کو نوفل کے ہاتھ سے چھین کر نوفل کو پرے دھکیلا، نوفل پہلے ہی سہما ہوا تھا اچانک دھکا لگنے سے وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا اور بیڈ سے نیچے گر گیا، وانیہ کی آواز اور نوفل کے رونے کی آواز سن کر صباحت بیگم اور مونا دوڑ کر وانیہ کے کمرے کی جانب آئے......آتے آتے صباحت بیگم نے نوفل کو گرتے دیکھ لیا تھا، نوفل گھبرا کر دادی سے لپٹ کر رونے لگا۔

"چاچی نے گرا دیا۔"

"کیا ہو گیا ہے وانیہ، کیوں اتنی زور سے چلا رہی ہو؟ کیا، کیا ہے نوفل نے؟" مونا کے کچھ کہنے سے پہلے صباحت بیگم نے سوال کیا۔

"میں واش روم میں تھی نوفل نائم کو نیند سے اٹھا کر اس کا منہ دبا رہا تھا، میں نہیں آتی تو اس کا دم گھٹ جاتا، تو یہ ہے، بچہ ہے یا آفت۔" وانیہ بدستور جذباتی ہو رہی تھی۔

"نوفل دماغ خراب ہو گیا ہے کیا......اتنا چھوٹا سا بھائی ہے ناں......تم کو کہا تھا کہ چینج کر کے باہر آنا پھر بھی تم روم سے باہر آ گئے۔" مونا نوفل پر برس پڑی۔

"مما، میں نائم کو پیار کرنے آیا تھا۔ وہ رو رہا تھا تو چپ کرا رہا تھا۔" نوفل نے روتے ہوئے کہا۔

"چاچی نے مجھے گرا دیا۔"

"چپ کرو۔ میں نے صرف ہٹایا تھا تم کو۔" وانیہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"وانیہ بیٹی اس طرح سے جذباتی نہیں ہوتے۔ نوفل خود بھی بچہ ہے، اس نے جان بوجھ کر یہ نہیں کیا ہوگا، وہ نائم سے پیار کرتا ہے، تم آرام سے بھی سمجھا سکتی تھیں......اس

طرح سے ناراض ہونا، نامناسب بات ہے، بچہ تو بچہ ہی ہے ناں، تم تو بڑی اور سمجھدار ہو، تم نے بے شک اسے صرف ہٹایا ہی ہے مگر دیکھو تو اس کی کلائی پر بیڈ کا کونا لگنے سے اچھے خاصے کھروچ آ گئے ہیں۔" وہ نوفل کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے نکل گئی۔

"اماں...... پیار کرنے کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے، نائم دن میں آدھ گھنٹہ بھی نہیں سو پاتا...... ہر وقت بچے آ دھمکتے ہیں، یہ کون سا طریقہ ہے پیار کا؟" وانیہ کب چپ رہنے والی تھی۔

"چلو میں کہہ دوں گی کہ جب نائم میرے پاس ہو تب بچے اس سے کھیل لیا کریں گے۔" صباحت بیگم نے تاسف سے وانیہ کے کرخت چہرے کی جانب دیکھا اور پلٹ کر کمرے سے باہر آ گئیں۔

صباحت بیگم شروع سے ہی وانیہ کی کچھ منفی حرکات وسکنات نوٹ کر رہی تھیں۔ وہ خود کو اس گھر کا حصہ نہ سمجھتی تھی، کوئی بھی ذو معنی بات یا جملہ کہہ دیتی، بچوں کی بات آئی تو بچوں کی تربیت، ٹائم ٹیبل پر کوئی نہ کوئی الٹی سیدھی بات کہہ دیتی، صباحت بیگم نظر انداز کر دیتیں کہ آہستہ آہستہ وہ اس ماحول کی عادی ہو جائے گی۔ سارا دن وانیہ اپنے کمرے میں ہی رہی...... شازل آیا تو اس کا منہ پھولا ہوا دیکھ کر کریدا۔

"شازل اس گھر میں کوئی اصول، کوئی ضابطہ، کوئی طریقہ ہے کہ نہیں، آخر جس کا دل چاہے منہ اٹھا کر کمرے میں کیوں آ جاتا ہے، بچے تو بالکل بے لگام ہیں، لاڈ پیار اپنی جگہ مگر پرائیویسی بھی کوئی چیز ہے، ہر وقت بچے اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر ہمارے پاس آ جاتے ہیں۔ آج بھی نوفل نائم کا منہ دبا رہا تھا، مجھے تو ڈر لگنے لگا ہے خدانخواستہ کل کو گلا بھی دبا سکتا ہے۔ ان سیکیور فیل کر رہی ہوں میں۔ اوپر سے اماں یہ کہہ رہی ہیں کہ میں جذباتی ہو رہی ہوں، وہ بچہ ہے، ٹھیک ہے وہ بچہ ہے تو کیا، کیا نائم جوان آدمی ہے؟" وہ بولنے پر آئی تو بولتی چلی گئی۔ شازل حیرت زدہ سا اسے سن رہا تھا۔

"وانیہ...... اللہ نہ کرے، وہ بچہ ہے پاگل یا ابنارمل ہرگز نہیں ہے۔ وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے تم خوامخواہ جذباتی ہو رہی ہو یار، چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر مت لیا کرو، بچے گرتے پڑتے، زخمی ہو کر، بیمار ہو کر ہی بڑے ہوتے ہیں۔ ماؤں کو دل مضبوط رکھنا پڑتا ہے مگر ہماری نازک سی یہ اماں کچھ زیادہ ہی کچی ہیں۔" ہلکے پھلکے انداز میں سمجھانے اور پھر بات کو مزاح کا رنگ دیتے ہوئے شازل نے پیار سے وانیہ کی جانب دیکھا مگر وانیہ کے چہرے کے بگڑتے زاویے اور تاثرات کو دیکھ کر وہ چونکا۔ وانیہ کا چہرہ غصے سے تپ رہا تھا۔

"شازل...... بس کر دیں، کم از کم آپ تو ایسی باتیں نہ کریں، مانا کہ آپ کے گھر والے بہت مہربان ہیں، وہ کبھی کچھ غلط نہیں کر سکتے، میں ہی غلط ہوں، غلط سوچتی ہوں، خوامخواہ ہی بات کا بتنگڑ بناتی ہوں لیکن یہ مت بھولیں کہ نائم کی اگر میں ماں ہوں تو آپ بھی اس کے باپ ہیں، اپنے لوگوں کے لیے اتنا سوفٹ کارنر مت رکھیں کہ بعد میں پچھتانا پڑے۔" وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

شازل اس کی بات پر حیران ہوا۔

"وانیہ واقعی تم بات کا بتنگڑ بنا رہی ہو، میں ایسا کچھ کرتا ہوں نہ غلط سوچتا ہوں، تمہاری بات ماننے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہوں، ہماری فیملی میں سب ایک دوسرے کے قریب ہیں، ایک دوسرے کے بارے میں مثبت سوچ رکھتے ہیں اور بس...... یہ کوئی غلط بات ہے کیا؟" غصہ آنے کے باوجود شازل نے اپنے لہجے کو نرم رکھتے ہوئے کہا۔

"شازل آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ ہم نیگیٹو لوگ ہیں، ہم غلط سوچتے ہیں، مطلب آپ نہ صرف مجھے بلکہ اب میری فیملی پر بھی طنز کر رہے ہیں۔" وانیہ آپے سے باہر ہوئی۔

"وانیہ...... پاگل مت بنو، بات کو غلط رنگ مت دو، معمولی بات کو طول دے رہی ہو، الٹی سیدھی سوچ سے خود کو بھی ہلکان مت کرو اور مجھے بھی پریشان مت کرو جو کچھ ہوا، بات ختم کر دو، میرا کوئی غلط مقصد یا ارادہ نہیں تھا، تم خوامخواہ بات کو دوسری جانب لے جا رہی ہو۔" شازل نے بمشکل غصے پر قابو پاتے ہوئے اسی لہجے میں دوبارہ بات کی۔

"شازل آپ کا مطلب کیا ہے؟...... مگر اتنا ضرور ہے کہ آپ کے لیے، مجھ سے زیادہ اپنی فیملی کا خیال ہے اور میں اس طرح کے رویے کی عادی نہیں ہوں۔ مجھے امپورٹنس چاہیے، جب سے آئی ہوں ہمیشہ آپ کو گھر اور گھر والوں کے لیے سوچتا ہی دیکھا ہے۔ میں اب تک

برداشت کرتی رہی، اپنی خواہشات کو مارتی آئی ہوں، اپنے آپ کو یہاں کے مڈل کلاس لائف اسٹائل میں ڈھال لیا پھر بھی، آپ کو یہ لگتا ہے کہ میں غلط ہوں ٹھیک ہے جو صحیح ہیں آپ ان کے ساتھ ہی رہیں، بلاوجہ کیوں غلط کے ساتھ رہ کر تکلیف برداشت کررہے ہیں، کیوں ظلم کررہے ہیں خود پر۔" وانیہ بالکل ہی ہتھے سے اکھڑ گئی۔ بلاسوچے سمجھے بغیر اندازہ کیے بولتی رہی۔

"وانیہ......" اس بار شازل غصے پر قابو نہ رکھ پایا اور غصے سے چلایا۔

"اونچی آواز میں مت بات کریں مجھ سے، میں گری پڑی نہیں ہوں۔" وہ بھی بدتمیزی سے بولی۔ "ٹھیک ہے، میں جارہی ہوں مما کے گھر۔ اگر ضرورت ہوئی اور گھر والوں سے اجازت مل جائے تو آ کر لے جانا مجھے ورنہ......"

"ورنہ...... ورنہ کیا؟ کیا کہنا چاہتی ہو تم؟ اتنی سی بات کو اتنا غلط رنگ دے کر...... اتنی الٹی سیدھی باتیں کرکے تم کہنا کیا چاہ رہی ہو؟ مجھے میری حیثیت کا طعنہ دے رہی ہو، میں نے ہر بات پہلی ملاقات میں کلیئر کردی تھی۔ میں نے کچھ الٹی بات تو نہیں کی، کوئی سبز باغ نہیں دکھائے کہ تم اب پچھتا رہی ہو۔" شازل بھی اس کے دوبدو آ کر کھڑا ہوا۔

"ہاں...... ہاں...... مجھے تب اندازہ نہ تھا کہ حالات ایسے ہوں گے، اس گھر اور گھر والوں کے لیے، کیا ساری ذمہ داری آپ کی ہے، میرا یا نائم کا کوئی حق نہیں؟" وہ لرزہ خیز انداز میں تیز لہجے میں بول رہی تھی اور شازل آنکھیں پھاڑے، منہ کھولے اس کو زہر اگلتا دیکھ رہا تھا۔ اتنی پرانی باتیں گزشتہ ڈھائی سال کے درمیان ہونے والی وہ باتیں جو شازل کو یاد بھی نہیں تھیں، جانے کب سے وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل میں جمع کرکے بیٹھی تھی۔ اس قدر نالاں اس قدر شاکی۔

"وانیہ...... گھر کے اخراجات میں ساحل بھائی بھی حصہ لیتے ہیں اور آج میں جس مقام پر ہوں، اس میں اللہ کے بعد شازل بھائی کا ہی ہاتھ ہے، شازل بھائی نے دو دو جاب کرکے مجھے ایم بی اے اور آئی سی ایم اے کروایا...... ان کے پیسوں سے میں نے اپنی تعلیم مکمل کی، ان کی آمدنی میرے مقابلے میں بہت کم ہے، اسی لیے وہ کم پیسہ خرچ کرتے ہیں، ویسے بھی یہ معاملات ہمارے اپنے گھر کے ہیں، تمہیں اتنی چھوٹی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ بہت گھٹیا بات کردی تم نے، مجھے اندازہ ہے کہ تم اپنے میکے میں کیسی زندگی گزار رہی تھیں لیکن یہ شادی بھی، تمہاری مرضی سے، میرے گھر اور گھر کے حالات جان کر ہی ہوئی ہے، نہایت افسوس ہورہا ہے مجھے آج...... خود پر بھی غصہ آرہا ہے کہ تم اپنی خواہشات کو دفن کرکے جبراً زندگی گزار رہی ہو، میں ایسا ہی ہوں، میری زندگی میں میری ماں اور بھائی بھی شامل ہیں۔" شازل کو واقعی اس کی بات سے بہت بڑا ذہنی دھچکا لگا تھا۔ اسے امید نہیں تھی کہ وانیہ یوں پھٹ پڑے گی، جیسے وہ موقع کی تلاش میں تھی۔ کھلم کھلا اپنی محرومیاں اور شازل کی حیثیت کو زیر بحث لاکر اس نے شازل کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

"ٹھیک ہے، شازل پھر آپ اپنی ماں اور بھائی کے ساتھ ہی رہیں۔ میں ان حالات میں یہاں نہیں رہ سکتی جہاں پر مجھ سے زیادہ آپ کو اپنے گھر والے عزیز ہیں۔" وانیہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی، بیگ اٹھا کر نائم کا سامان رکھنے لگی شازل اٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔ وانیہ نے اپنا بیگ تیار کیا اور کار سروس سے رابطہ کیا، اس وقت مونا اور ساحل چھت پر تھے، بچے ٹیوشن کے لیے گئے ہوئے تھے اور صباحت بیگم محلے میں کسی کے گھر گئی ہوئی تھیں۔ شازل گھر سے باہر چلا گیا تھا۔

گاڑی آ گئی تھی۔ جس وقت وہ سامان سنبھال کر نکل رہی تھی عین اسی وقت صباحت بیگم بھی گھر کے اندر آ ئیں۔

"ارے وانیہ بیٹی...... کہاں جارہی ہو، شازل کہاں ہے؟" صباحت بیگم نے اسے صحن میں کھڑے دیکھ کر حیرانی سے پوچھا، اس گھر کی خصوصیت تھی کہ کسی بھی بات کو دل پر نہ لیتے بلکہ نظر انداز کرتے۔ دوپہر والا معاملہ صباحت بیگم بھی تقریباً بھول چکی تھیں۔ وانیہ نے ان کو تیز نظروں سے گھور کر دیکھا اور بنا جواب دیئے آگے بڑھ گئی۔

"وانیہ بیٹی کیا ہوا...... ناراض ہو؟" صباحت بیگم اس کی شکل دیکھ کر گھبرا کر دو قدم آگے بڑھیں مگر وانیہ ان کو نظر انداز کرکے آگے بڑھ گئی۔

"شازل...... شازل...... مونا۔" صباحت بیگم کو کچھ نہ سوجھا تو آوازیں دینے لگیں لیکن وانیہ دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔ صباحت بیگم نے مڑ کر دیکھا، مونا اور ساحل آواز سن کر نیچے آئے، صباحت بیگم بیرونی دروازے کی جانب لپکی لیکن وانیہ گاڑی میں بیٹھی تو گاڑی آگے بڑھ گئی تھی۔

"کیا ہوا اماں، خیریت آپ آواز دے رہی تھیں؟" مونا اور ساحل قریب آئے۔

"شازل...... شازل کہاں ہے؟" صباحت بیگم نے پوچھا۔

"وہ تو کچھ دیر پہلے باہر گیا ہے، خیریت تو ہے آپ اتنی پریشان کیوں ہیں؟" ساحل نے ان کے ہونق زدہ چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"وانیہ ابھی ابھی نائم کو لے کر گاڑی میں بیٹھ کر گئی ہے...... بہت غصے میں تھی، شازل سے جھگڑا ہوا ہے یا پھر دوپہر والی بات پر وہ برہم ہے...... پتا نہیں مگر کوئی بات ہے، اتنے غصے میں تو کبھی بھی نہیں دیکھا اس کو...... ہائے اللہ اللہ پاک رحم کرنا۔" صباحت بیگم بے حد پریشان ہوگئی تھیں۔ شریف خاتون تھیں، کسی بھی قسم کی بدنامی سے خوف آتا تھا۔

"اماں ایسی بات بھی نہیں ہوئی تھی دوپہر کے وقت...... کیا پتا شازل سے کوئی بات ہوئی ہو، وہ بھی بے وقت ہی باہر گیا ہے۔" مونا نے صباحت بیگم کو کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"تم شازل کو فون کرو...... بتاؤ اسے کہ وانیہ غصے میں گھر سے گئی ہے۔" صباحت بیگم نے ساحل کو کہا۔

"اماں...... اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ ہر بات کو دل پر مت لیا کریں، ایسے جھگڑے عموماً گھروں میں ہوجاتے ہیں۔ غصہ کم ہوگا تو آجائے گی وہ۔" ساحل نے سمجھانے والے لہجے میں کہا اور جیب سے موبائل نکالا ہی تھا کہ شازل آ گیا۔

"شازل بیٹا کیا ہوا؟ وانیہ بہت غصے میں ابھی ابھی گاڑی میں بیٹھ کر گئی ہے، تم نے کچھ کہا ہے کیا، کوئی جھگڑا ہوا ہے کیا؟ دوپہر میں معمولی سی بات ہوئی تھی، کیا اسے ہماری بات بری لگی ہے؟" صباحت بیگم گھبرا کر سوال پر سوال کررہی تھیں۔

"اماں...... آپ کیوں اس قدر ٹینشن لے رہی ہیں؟ دماغ خراب ہوگیا ہے اس کا...... خوامخواہ ہی معمولی بات کو ایشو بنا کر ناراض ہوگئی ہے، چھوڑیں آپ اسے، دماغ ٹھیک ہوگا تو آجائے گی۔" شازل نے مطمئن لہجے میں کہا...... جیسے اس کو اس بات کا یقین تھا۔

"مگر بیٹا یوں گھر سے نکل کر جانا کوئی اچھی بات تو نہیں اور اس طرح سے چلے جانا...... یہ کتنی بچکانہ حرکت ہے۔" صباحت بیگم نے کہا۔

"اماں آپ صبر کریں، وہ ابھی بچی ہے جلدی غصہ آجاتا ہے۔ غصہ اتر جائے گا تو احساس ہوجائے گا اسے۔ اکثر لڑکیاں ناراض ہوکر میکے ہی جاتی ہیں۔" ساحل نے بھی گفتگو میں حصہ لیا اور اماں کو تسلی دی۔ شازل اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا، مونا صباحت بیگم کے لیے پانی لے آئی۔

"اماں پانی پی لیں اور مغرب کی نماز پڑھ لیں وقت نکل رہا ہے۔" مونا کے احساس دلانے پر صباحت بیگم اٹھ کھڑی ہوئیں۔



ایک دو تین دن...... ہفتہ اور پھر مہینہ ہوگیا...... اس دوران صباحت بیگم نے شازل کو کئی بار کہا کہ وہ وانیہ کو لے آئے...... نائم کی بہت یاد آرہی ہے...... پھر انہوں نے شازل سے چھپ کر وانیہ کے نمبر پر کال بھی کی لیکن اس نے کال ریسیو نہیں کی، اتنا بھی کیا غصہ...... بچے الگ نائم کو یاد کررہے تھے۔ ساحل اور مونا بھی اب تو پریشان ہوگئے تھے، ساحل نے شازل کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن ساحل کی بات پر بھی شازل نے کوئی نوٹس نہیں لیا...... اسے وانیہ کی باتوں پر شدید غصہ تھا، وہ کتنی باتیں دل میں لے کر بیٹھی تھی۔



"ارے وانیہ خیر تو ہے...... یوں اکیلی اس وقت؟" تسلیم بیگم نے اس کو اس طرح "کار سروس" سے اکیلے آتے دیکھا تو حیران رہ گئیں۔

"شازل کہاں ہے، وہ نہیں آئے ساتھ؟" دریہ نے بھی وانیہ کے چہرے کو ٹٹولتے ہوئے پوچھا اور آگے بڑھ کر

سوئے ہوئے نائم کو اس کی گود سے لے لیا۔
"نہیں...... اکیلی آئی ہوں میں...... شازل سے جھگڑا ہوا ہے میرا۔" وہ تلخ لہجے میں کہتی ہوئی اندر کی جانب آ گئی۔
"ہائیں...... یہ کیا بچکانہ حرکت کی تم نے...... معمولی جھگڑے تو ہر گھر میں ہوتے ہیں، اس طرح سے کوئی گھر چھوڑ کر آتا ہے کیا؟" تسلیم بیگم اور دریہ اس کے پیچھے پیچھے اندر آئے اور تسلیم بیگم نے تھوڑے تیز لہجے میں کہا۔
"بات معمولی نہیں ہے مما، فی الحال میں کچھ کہنے سننے کے موڈ میں نہیں ہوں، مجھے کچھ دیر اکیلا رہنا ہے...... میں یہاں پر ذہنی سکون کے لیے آئی ہوں، مجھے سکون سے کچھ دن گزارنے دیں پلیز۔" وانیہ نے پلٹ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے تیکھے لہجے میں کہا اور تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔
"ارے...... یہ کیا ہو گیا اس لڑکی کو؟" تسلیم بیگم نے ہونق شکل بنا کر بہو کی جانب دیکھا۔
"ریلیکس مما...... اسے کچھ دیر تنہا چھوڑ دیتے ہیں، جب تک احمر بھی آ جائیں گے رات کے کھانے پر بات کریں گے آپ فکر نہ کریں کوئی بڑی بات نہ ہوگی، وہ غصے کی ویسے ہی تیز ہے کسی معمولی بات پر بھی اس کا دماغ گرم ہو سکتا ہے۔" دریہ نے نائم کو سنبھالتے ہوئے ساس کو تسلی دی...... تسلیم بیگم سر ہلا کر رہ گئیں۔ صبور اور ماہا اس بات سے خوش تھے پھپھو اور منا بھائی آئے ہیں جبکہ تسلیم بیگم حقیقت میں پریشان ہو گئی تھیں۔

❁......❁......❁......❁

"ہاں بھئی اب بتاؤ وانیہ مسئلہ کیا ہے؟" رات کے کھانے سے فارغ ہو کر سب لوگ تسلیم بیگم کے کمرے میں بیٹھ کر چائے پی رہے تھے کہ احمر نے وانیہ کو براہ راست مخاطب کر کے پوچھا۔
"کوئی مسئلہ نہیں، کیا میں اس گھر میں اپنی مرضی سے کچھ دن نہیں رہ سکتی، آپ سب لوگوں نے میرے آنے اور رہنے کو مسئلہ بنا لیا ہے، جس کو دیکھو جرح......" وہ بدتمیزی سے بولی، تسلیم بیگم نے چونک کر اسے دیکھا۔
"وانیہ...... کیا ہو گیا ہے یہ کس لہجے میں بات کر رہی ہو تم؟ بات جرح کی نہیں ہے بلکہ اس انداز کی ہے جس انداز سے تم یوں سامان سمیٹ کر آئی ہو۔" انہوں نے ناراضی سے کہا۔
"مما...... بس کچھ عرصہ سکون سے رہنا چاہتی ہوں۔ اپنی مرضی اور اپنے طور سے، کچھ باتیں ناقابل برداشت ہیں وہاں پر میرے لیے، تھک گئی ہوں سہتے ہوئے، مجھے اس طرح کی زندگی کی عادت نہیں، مس فٹ ہوں اس ماحول میں۔ ضبط کی کوشش کے باوجود بھی کبھی دماغ خراب ہو جاتا ہے، شازل سے لڑائی ہوئی ہے میری۔" وانیہ نے جھنجلا کر وضاحت دی۔

"سو بار آؤ لیکن اس طرح سے آنا نامناسب ہے، میں بات کرتا ہوں شازل سے۔" احمر نے اس کی بدتمیزی کا بالکل بھی برا نہیں مانا اور نرمی سے کہا۔
"بھائی...... آپ ان کو سمجھا نہیں سکتے، وہ بدل نہیں سکتے، ان کی نظر میں صرف اپنی فیملی کی اہمیت ہے، گھر میں وہ زیادہ پیسے دیتے ہیں، اماں کی بیماری اور ہر ماہ چیک اپ کا خرچ ان کی ذمے داری ہے، گھر کے چھوٹے موٹے سے لے کر بڑے بڑے کام وہی کرواتے ہیں، میری خواہشات کو پس پشت ڈال کر ہمیشہ اپنے گھر والوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ساحل بھائی کی سیلری پتہ نہیں کہاں جاتی ہے...... کیا ان کا گھر میں کوئی کردار نہیں، بیوی ہے، دو بچے ہیں پھر بھی برائے نام پیسے دیتے ہیں وہ یہ بات باور کروائی تو مجھ سے اکھڑ گئے، کب تک تماشہ دیکھتی رہوں گی، کوئی پرائیویسی نہیں ہے، ایک کمرے تک زندگی محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ اس میں بھی کبھی اماں، کبھی بھابی تو کبھی بچے منہ اٹھائے چلے آتے ہیں، میں تو گھٹ کر رہ گئی ہوں، ڈھائی سال سے برداشت کر رہی ہوں...... اب نہیں کر سکتی۔" وہ بولی تو بولتی چلی گئی۔
"اف......" احمر نے سر تھام لیا۔ تسلیم بیگم بھی اس کی بات پر حیرت زدہ رہ گئی تھیں۔ سب جانتے تھے کہ ساحل کی جاب اتنی اچھی نہیں اور شازل کی اچھی جاب میں ساحل کی محنت کا عمل دخل ہے۔
"وانیہ ان مسائل کا حل نکالا جا سکتا ہے۔ شازل تمہارا بھی خیال رکھتا ہے...... تم اپنی مرضی سے شاپنگ کرتی ہو، اپنی پسند کی چیز لیتی ہو، تمہارے لیے اس نے نئی گاڑی

خریدی ہے کہ تمہیں وہ گاڑی اچھی نہیں لگتی تھی۔ ساحل کے مقابلے میں شازل کی آمدنی ماشاء اللہ بہت اچھی ہے اگر وہ گھر میں اور اپنی والدہ پر پیسے خرچ کرتا ہے تو اس میں برا ماننے والی بات تو نہیں ہے کوئی۔" احمر نے اسے سمجھانے والے انداز میں بات کی۔ سب اس بات کو بھی جانتے تھے کہ وانیہ ضدی اور خودسر بھی ہے، وہ منہ پھٹ بھی یقیناً کچھ الٹا سیدھا بھی کہہ دیتی ہوگی۔

"نہیں بھائی، مجھے ابھی بالکل نہیں جانا...... نہ ہی شازل سے کوئی بات کرنی ہے اور نہ آپ کوئی بات کریں گے...... فی الحال مجھے کچھ دن سکون سے رہنے دیں۔ میں جس عذاب سے جان چھڑا کر آئی ہوں، اس کا ذکر بھی نہیں سننا ہے مجھے...... اگر آپ لوگوں نے میری مرضی کے خلاف کچھ کیا تو میں کچھ بھی کرسکتی ہوں۔" وہ تو شدت پسندی پر اتر آئی تھی۔ وہ تھی بھی شدت پسند، اس سے کچھ بعید بھی نہیں تھا۔ فی الحال خاموشی ہی بہتر تھی۔

دوسری جانب بھی مکمل خاموشی تھی۔ تسلیم بیگم تذبذب کا شکار تھیں، ایک جانب وہ بھی وانیہ کو صحیح سمجھ رہی تھیں تو دوسرے لمحے ان کو وانیہ کی سوچ بچکانہ لگتی، خاموشی بڑھتی گئی یہاں تک کہ ایک ماہ ہوگیا، شازل بھی بالکل چپ تھا یقیناً اس نے بھی گھر میں سختی سے سب کو وانیہ سے رابطہ کرنے کے لیے منع کردیا تھا۔ صباحت بیگم کو خاص طور پر ناعم کی بہت یاد آرہی تھی۔ معمولی بات کو بڑھا کر وانیہ نے دونوں جانب دیوار کھڑی کردی تھی اگر اس میں ضد تھی تو شازل میں بھی انا تھی۔ شازل وانیہ سے بہت محبت کرتا تھا اسی لیے وانیہ کی جلی کٹی باتیں ہنس کر برداشت کرجاتا، ہر بار پہل کرکے وہ وانیہ کی ناراضگی دور کرتا، بات کمرے کی حد تک ہوتی مگر اس بار وانیہ نے بات بیچ چوراہے پر لاکر تماشہ بنایا تھا اور شازل کو اسی بات کا غصہ تھا۔ جب کہ وانیہ بالکل مطمئن تھی۔ وہ ناعم کے ساتھ میکے میں آکر واپسی کا ارادہ ہی ترک کر بیٹھی تھی۔ تسلیم بیگم نے ایک دن چپکے سے صباحت بیگم کو کال کی...... صباحت بیگم بیچاری خود ہی شازل کے پیچھے پڑی رہتی تھیں مگر شازل ٹس سے مس نہ ہوتا، دونوں خواتین ہی پریشان تھیں۔ تسلیم بیگم نے دبی زبان سے وانیہ سے یہ ذکر کیا، تب وانیہ نے تین دن تک سوچ کر یہ فیصلہ سنایا کہ اگر شازل آکر معذرت کرلے اور گارنٹی دیں گے کہ اب ایسی بات نہیں ہوگی، مجھے پرائیوسی ملے گی، مجھے تنگ کمرے میں نہیں رکھیں گے بلکہ اوپر کے پورشن میں شفٹ ہوجائیں گے تو میں واپس جاؤں گی۔" شرائط کافی سخت تھیں، شازل نے سنا تو ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"وہ کیا سمجھتی ہے اپنے آپ کو؟ میں جو ہوں جیسا ہوں...... یہ گھر جیسا ہے سب کچھ اسی طرح رہے گا۔ اس کو آنا ہے تو آئے نہیں تو ساری عمر پڑی رہے وہاں...... میں اپنے بیٹے کو لے آؤں گا۔" شازل غصے سے بپھر کر فیصلہ سنادیا تھا۔

"شازل...... اس کی والدہ نیک اور شریف خاتون ہیں بیٹا، وہ خود بھی تھک کر پریشان ہوکر مجھ سے بات کرچکی ہیں، ٹھیک ہے اگر اس کو ہمارے ساتھ نہیں رہنا تو کوئی بات نہیں، اوپر کا پورشن تھوڑی سی مرمت کے بعد رہنے کے قابل ہوجائے گا تم لوگ اوپر شفٹ ہوجانا۔" صباحت بیگم نے اس کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے راستہ نکالا۔

"نہیں اماں...... یہ ناممکن ہے، میں الگ نہیں ہوسکتا۔" وہ گمبھیر لہجے میں بولا۔

"ارے پاگل، الگ کون سا گھر سے جارہے ہو تم، ایک ہی گھر ہے، بس نیچے کی بجائے اوپر کے کمرے میں تو شفٹ ہونا ہے۔ اس کو اگر نیچے کے پورشن میں گھٹن اور تنگی محسوس ہوتی ہے، ایک کمرہ ناکافی ہوتا ہے تو ہمارے پاس دوسرا راستہ بھی تو ہے، یہ کوئی نامناسب بات نہیں، تم اوپر کا پورشن ٹھیک کرواؤ میں تسلیم بہن سے بات کرکے تسلی دے دوں گی...... ہفتہ دس دن میں کام ہوجائے گا تو اسے جاکر لے آنا۔" صباحت بیگم نے ملائمت سے کہا۔

"ہاں شازل اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں، اس طرح خاموشی سے حالات مزید خراب ہوں گے، خدانخواستہ اس نے کچھ الٹی حرکت کردی تو ہم ایک جانب کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے...... دوسری جانب کورٹ کچہری میں اپنی عزت نہیں اچھال سکتے، وہ ضدی اور خودسر ہے مگر اس کی والدہ اور بھائی اچھے لوگ ہیں، میں نہیں چاہتی کہ وہ لوگ بھی اذیت کا شکار رہیں، ہمیں ہی دل بڑا کرنا پڑے گا بیٹا۔ وہ اس گھر کی بہو ہے۔" ساحل نے بھی اسے سمجھایا، صباحت بیگم کے اندر نہ جانے اتنا صبر، حوصلہ

اور درگزر کہاں سے آ گیا تھا کہ ان کو اپنے خاندان کی عزت اس قدر عزیز تھی...... وہ ہر حال میں مصالحت کی خواہاں تھیں۔ شازل سر پر ہاتھ رکھ کر کچھ سوچنے لگا۔

"شازل، ان شاء اللہ وہ ٹھیک ہو جائے گی پریشان مت ہو، اماں کی بات مان لو اور اس کو لانے کی تیاری کرو۔" مونا چائے کا کپ لیے سامنے کھڑی تھی۔

"کتنے اچھے اور پیار کرنے والے لوگ تھے اور وانیہ...... اپنے دل میں صرف زہر ہی پال رہی تھی۔" شازل چائے کا کپ لیتے ہوئے سوچ رہا تھا، دوسرے دن سے ہی اوپر مرمت کا کام شروع ہو گیا تھا۔

بارہ دن بعد تسلیم بیگم نے شازل اور اس کے گھر والوں کو دعوت دے کر گھر بلایا، کسی قسم کی کوئی بدمزگی یا پرانی بات کا ذکر نہیں ہوا...... شازل اور وانیہ چپ چپ سے تھے۔ جب کہ دیگر افراد نارمل انداز میں ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ وانیہ نے رخت سفر باندھا اور اپنی تمام تر شرائط پلو میں باندھ کر دوبارہ سسرال آ گئی۔ یہاں آ کر اسے اندازہ ہوا کہ اس کی خواہش کے عین مطابق اس کا سامان اوپر کے دو کمروں میں شفٹ ہو چکا ہے جبکہ ایک کمرے میں بھی ایک نیا بیڈ ڈال کر اسے بھی سیٹ کر دیا گیا تھا، کچن میں کچھ اس کے جہیز کے اور کچھ نئے برتن رکھے تھے۔ ایک کمرے میں صوفہ کاؤچ اور قالین کے ساتھ ڈرائنگ روم کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ سب کچھ اس کی پسند اور منشاء کے مطابق سیٹ تھا۔ وانیہ جو یہاں آنے تک شاکی تھی، یہاں آ کر خاصی مطمئن ہو گئی تھی۔ نائم مستقل ساحل اور تسلیم بیگم کے پاس ہی تھا۔

"تھینک یو سو مچ۔" شازل نیچے سے نائم کو لے کر اوپر آیا تو اپنے کپڑے الماری میں رکھتے ہوئے پلٹ کر وانیہ نے شازل کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم خوش تو ہو ناں؟ سب کچھ تمہاری شرائط کے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے پھر بھی اگر کوئی کسر رہ گئی ہے تو بتا دو۔" نہ چاہتے ہوئے بھی شازل کا لہجہ تلخ ہوا۔

"جی سب ٹھیک ہے۔" وانیہ شاید اس کے لہجے کو محسوس نہیں کر سکی تھی تب ہی نارمل انداز میں جواب دیا۔

"اوکے شکریہ۔" شازل نے کہا اور نائم کو اس کی جانب بڑھایا۔

"اماں نے اس کو دلیہ کھلا دیا ہے۔" شازل نے کہا۔

"اچھا......" نائم کو گود میں لیتے ہوئے وانیہ نے کہا۔ نائم کو بیڈ پر بٹھا کر باقی تہہ شدہ کپڑے الماری میں رکھنے لگی، شازل گہری نظروں سے وانیہ کے مطمئن چہرے کو دیکھنے لگا...... نائم کو نیند آ رہی تھی، نائم بھی کافی ہو گیا تھا وہ نیند کی وجہ سے رونے لگا تو وانیہ اس کو سلانے لگی...... شازل کو وانیہ پر ترس بھی آ رہا تھا...... وہ نازوں پلی ایک خودمختار اور خودسر لڑکی تھی جو اپنی مرضی سے ہزاروں روپے خرچ کر دیتی تھی، برسوں کی عادت تھی واقعی شازل نے اس کے لیے خاص طور پر کچھ نہیں کیا تھا، ایک گاڑی تھی جو ڈھائی سال کے عرصے میں لی تھی ورنہ وہی عام سی چیزیں، وہی ضروریات زندگی کے حوالے سے، دلائی گئی چیزیں۔

"کیا دیکھ رہے ہیں؟" مسلسل گھورتا دیکھ کر وانیہ نے سوال کیا۔ شازل چونکا اور گڑبڑایا اس کی بوکھلاہٹ پر وانیہ کو ہنسی آ گئی۔ شازل بھی ہنس دیا۔

"دیکھ رہا ہوں کہ تم خوش ہو۔" شازل نے کہا تو وانیہ کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔



صباحت بیگم اور مونا اس بات سے خوش تھے کہ بات گھر کی گھر میں ہی رہی اور وانیہ واپس آ گئی۔ صباحت بیگم نے ماسی سے اوپر کے پورشن کی صفائی کی بھی بات کر لی تھی، اب ماسی اوپر کے پورشن کی صفائی کرتی، برتن اور کپڑے دھوتی، وانیہ کو کھانا پکانا ہوتا اس وقت نائم بھی تنگ کرتا تو وانیہ نائم کو صباحت بیگم کو دے آتی اوپر آنے سے اتنا تو ہو گیا تھا کہ اب نوفل اور ماہا وقت بے وقت نہیں آتے بلکہ نائم ہی نیچے جاتا تو اس سے وہیں کھیل لیتے...... وانیہ کو پرائیویسی کو لے کر جو قلق تھا اب وہ جاتا رہا تھا اب شازل کے ساتھ پھر سے اچھے ماحول اور خوشگوار انداز میں زندگی گزر رہی تھی۔

صباحت بیگم کی کوشش ہوتی کہ وہ وانیہ کے کسی کام میں مداخلت نہ کریں، وہ اپنی مرضی سے جو چاہے کرے، یہی وانیہ چاہتی تھی۔ صباحت بیگم کی خاص ہدایات پر شازل اکثر و بیشتر وانیہ اور نائم کو لے کر شاپنگ کرنے یا گھومنے پھرنے چلا جاتا...... ساحل کی بھی پروموشن ہو کر اچھی خاصی تنخواہ بڑھ گئی تھی۔ سارے خدشات ختم ہو گئے

تھے۔ شام کے وقت جب شازل آتا اس وقت وانیہ پھر نیچے آجاتی...... نائم تو زیادہ تر نیچے ہی رہتا...... مغرب کی اذان تک شازل اور وانیہ نیچے ہی رہتے مگر مونا نماز پڑھ کر کھانے کی تیاری کے لیے کچن کا رخ کرتی تو وانیہ بھی اوپر آجاتی، شازل کچھ دیر وہاں بیٹھتا اور پھر نائم کو لے کر اوپر آجاتا...... وانیہ کھانا پکاتی نائم اور شازل کچن کے سامنے چھوٹے سے لاؤنج میں بیٹھے کھیلتے رہتے۔ کبھی وانیہ کا موڈ کچھ زیادہ اچھا ہوتا تو وہ لوگ کھانا لے کر نیچے آجاتے اور سب مل کر ساتھ کھاتے...... زندگی میں ایک ٹھہراؤ آ گیا تھا۔ اس طرح وقت کا پہیہ چلتا رہا ادھر تسلیم بیگم بھی مطمئن تھیں اکثر شازل اور وانیہ آجاتے، کبھی کھانا کھا کر تو کبھی بنا کھائے واپس لوٹ جاتے، تسلیم بیگم وانیہ کے چہرے سے اندازہ لگالیتیں کہ وہ مطمئن ہے۔ وہ بھی اللہ پاک کا شکر ادا کرتیں...... ایک ماں کے لیے اس سے بڑی خوشی اور اطمینان کی بات کیا ہوگی کہ جب بیٹی سسرال سے میکے آئے تو اس کے چہرے پر تھکن اداسی اور اضمحلال نہ ہو اور جب وہ واپس لوٹے تو اس کی آنکھوں میں نمی نہ ہو...... یہی بات تسلیم بیگم کے لیے باعث اطمینان تھی۔

نائم دادی، تایا اور تائی کے ساتھ بھی بہت اٹیچ تھا اس کا زیادہ وقت نیچے پورشن میں ہی گزرتا...... وہ اب اسکول جانے لگا تھا، شازل کا ارادہ تھا کہ نائم کو نوفل اور ماہا کے اسکول میں ہی ایڈمیشن دلوادے لیکن وانیہ نے کہا کہ وہ پڑھائی کے معاملے میں کوئی رسک نہیں لے سکتی، بچے کی بنیادی تعلیم اچھی ہونی چاہیے اس لیے اس کو عام اسکول میں ایڈمیشن نہیں کرواؤں گی گو کہ شازل اس بات کے حق میں نہیں تھا مگر...... وانیہ کی خواہش پر اس کا ایڈمیشن شہر کے بہترین اسکول میں کروادیا، وہ وانیہ کی خوشی میں خوش رہنے کی کوشش کرتا حالانکہ گھر سے اسکول کافی فاصلے پر تھا صبح صبح نائم اٹھنے کے لیے بہت تنگ کرتا لیکن آہستہ آہستہ وہ بھی عادی ہوگیا تھا لیکن اسکول سے آتے آتے بہت تھک جاتا...... آتے ہی الٹا سیدھا لنچ کر کے لمبی تان کے سو جاتا...... جب سے ایڈمیشن ہوا تھا وہ روزانہ شازل سے کوئی نہ کوئی کھلونا منگواتا...... ایک سال کے دوران ڈھیروں ڈھیر کھلونے ہوگئے تھے۔

"نائم بس بھی کردو...... اب تو گھر میں کھلونوں کے لیے جگہ بھی باقی نہیں رہی۔" اس روز بھی رات کو سونے سے پہلے نائم اپنی فرمائش نوٹ کروا رہا تھا کہ وانیہ درمیان میں بول پڑی۔

"ہاں، نائم تمہاری مما ٹھیک کہہ رہی ہیں، اب آپ بڑے ہورہے ہو، اس لیے بچوں والے کھلونے لینا چھوڑ دو۔" شازل نے آنکھ مار کر پانچ سالہ نائم کو چڑھایا تو وہ اترا کر بولا۔

"جی پاپا...... بڑا تو ہوگیا...... دیکھیں۔" وہ فوراً ہی کھڑا ہو کر اپنا قد دکھانے لگا، اس کی معصومیت پر وانیہ اور شازل بے ساختہ ہنس دیئے۔ وانیہ نے آگے بڑھ کر اسے پیار کیا۔

"ہاں بھئی ہمارا گڈو تو پاپا کے جتنا ہوگیا ہے۔" شازل نے مسکرا کر کہا تو نائم مزید اترانے لگا۔

"اچھا پاپا، مجھے نوفل بھیا کی طرح سائیکل چاہیے۔" نائم نے فرمائش کی۔

"ارے بیٹا...... وہ بڑی سائیکل ہے آپ نہیں چلا سکتے۔" شازل نے اس کو گود میں اٹھاتے ہوئے پیار سے کہا۔

"مجھے چھوٹی سائیکل چاہیے جیسی نانو کے گھر ہے...... وہ میں چلا سکتا ہوں۔" نائم نے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے...... ڈن۔" شازل نے مسکرا کر ہاتھ آگے بڑھایا۔

"تھینک یو پاپا۔" نائم خوش ہو کر تالی بجانے لگا۔ وانیہ دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"نائم بیٹا...... آپ نانو کے گھر جا کر چلاتے ہو ناں...... یہاں پر جگہ نہیں ہے، آپ کہاں چلاؤ گے سائیکل۔" وانیہ نے کہا۔

"مما...... میں نیچے دادو کے گھر کے گراؤنڈ میں چلاؤں گا، نوفل بھیا اور ربیعہ آپی بھی وہیں کھیلتے ہیں۔" نائم نے فوراً ہی حل نکالا۔

"افوہ...... ماشاء اللہ بھئی، میرا بیٹا کس قدر شارپ مائنڈ ہے ہر بات کا جواب اور حل پل میں نکال لاتا ہے۔" اس کی بات پر شازل قہقہہ لگا کر بولا۔

"واقعی......" وانیہ بھی اس کی بزرجمگی پر داد دیئے بنا نہ رہ سکی۔

نیچے والے پورشن میں اچھا خاصا بڑا صحن تھا کھلا جہاں بچے آرام سے کھیلتے، دوسرے دن نائم کے سائز کی خوب صورت سی سائیکل آ گئی، نائم بہت خوش تھا، کتنی دیر تلک وہ نیچے ہی سائیکل چلاتا رہا، صباحت بیگم اور ساحل مستقل دیکھ رہے تھے مبادا وہ گر نہ جائے...... کچھ دن سکون سے یہ سلسلہ چلتا رہا پھر بچوں میں اس بات پر لڑائیاں ہونے لگیں کہ ربیعہ کہتی وہ سائیکل چلائے گی اور نائم روتا کہ وہ سائیکل پر بیٹھے گا، مونا ڈانٹ ڈپٹ کر کے ربیعہ کو ہی وہاں سے لے جاتی مگر وہ بھی بچی تھی کبھی مان لیتی، کبھی وہ بھی ضد میں آ جاتی...... کبھی وانیہ سن لیتی تو وہ آ کر نائم کو گھسیٹ کر اوپر لے جاتی اور نائم رونے لگتا۔

صباحت بیگم یا ساحل ہوتا تو وہ درمیان میں آ کر ربیعہ کو دوسری جانب لے جاتا اور نائم کو موقع دیتے تا کہ وہ آرام سے کھیل لے۔ بات اتنی بڑی نہیں ہوتی تھی کیونکہ صباحت بیگم حتی الامکان یہی کوشش کرتیں کہ آپس میں کوئی بدمزگی نہ ہو...... اب سکون سے جیسے چل رہا ہے ویسا ہی نظام چلتا رہے۔ شاید اسی طرح سے یہ معاملات یونہی چلتے رہتے کہ اس دوران نائم کے امتحان ہوئے اور امتحان ختم ہونے کے بعد چھٹیاں ہوئیں تو وانیہ کچھ دنوں کے لیے میکے آ گئی...... ویسے بھی جب سے نائم اسکول جانے لگا تھا وانیہ زیادہ دن رکنے کے لیے نہیں جاتی تھی کہ اسکول اور ٹیوشن کی چھٹی ہو جاتی، اب تقریباً پندرہ دن کی چھٹیاں ملیں تو شازل نے کہا تھا کہ تم اپنی مما کے گھر رہ آؤ۔

وانیہ تسلیم بیگم کے گھر آ گئی...... کافی دن بعد آئی تھی بھائی، بھاوج نے بھی خوب آؤ بھگت کی۔ صبور اور ماہا بھی بہت خوش تھے۔ پھپو آ جاتیں تو ان کی ضروری غیر ضروری فرمائشیں بھی پوری ہو جاتیں کیونکہ پھپو کی فل اسپورٹ جو ہوتی...... تسلیم بیگم بھی نواسے کے واری صدقے جاتیں۔ اس روز سب لوگ شام کی چائے پی رہے تھے موسم بدل رہا تھا ہلکی ہلکی خنکی محسوس ہو رہی تھی اس لیے لان کی بجائے کوریڈور میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لمبا چوڑا کوریڈور جس میں بچے بھاگ دوڑ کر کھیل رہے تھے۔ کھلی جگہ جہاں نائم کو صبور چھت سے لگے لوہے کی کڑیوں اور ان سے بنے جھولے پر جھولا جھلا رہا تھا...... نائم بہت خوش تھا اسے بڑا مزا آ رہا تھا۔ جھولے سے دل بھر جاتا تو ریموٹ کنٹرول کار میں آ بیٹھتا اور ماہا یا صبور پیچھے پیچھے ریموٹ لیے سارے کوریڈور اور کمروں کے اندر باہر تک لے جاتے، نائم خوش ہو کر تالیاں بجا دیتا...... وانیہ ایک ٹک نائم کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا وانیہ؟ نظر لگاؤ گی کیا اپنے بیٹے کو۔" دریہ جو پچھلے دس منٹ سے وانیہ کو محو دیکھ رہی تھی خوشگوار لہجے میں بولی۔

"واقعی...... میں بھی یہی دیکھ رہی تھی...... ماشاء اللہ نائم کتنا خوش ہے اور نائم سے زیادہ نائم کی اماں۔" تسلیم بیگم بھی مسکرا کر بولیں تو وانیہ چونکی اور ماں کی طرف دیکھا۔

"سچ میں مما، نائم کس قدر خوش ہے۔ ادھر سے ادھر اتنی کھلی جگہ میں کھیلنا اسے اچھا لگ رہا ہے۔" وانیہ نائم کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"تمہارے گھر میں بھی تو صحن ہے۔" دریہ نے کہا۔

"صحن...... صحن کے نام پر دھبہ ہے بھابی...... ایک طرف بھابی کی واشنگ مشین رکھی ہے، دوسری جانب اوپر جانے والی سیڑھیاں اور سیڑھیوں کے نیچے پانی کی موٹر لگا اور پتہ نہیں کیا کیا...... تیسری جانب لکڑی کا تخت اور دو لمبی لمبی رسیاں جن پر ہمیشہ دھلے کپڑے لٹکتے رہتے ہیں۔ باقی کمرے سے نکلو تو کچن، کچن سے نکلو تو دوسرا کمرہ...... بیچارے نائم کو تو بھاگنے تک کی جگہ نہیں ہے، جب تک بچہ بھاگے دوڑے نہیں تب تک ڈھنگ سے گرتھ بھی نہیں پکڑتا۔" وانیہ کے لہجے میں بیزاری تھی، اس کی بات پر تسلیم بیگم نے اسے غور سے دیکھا۔

"ہاں بات تو ٹھیک ہے لیکن بیٹا لوگوں کی زندگیاں فلیٹوں میں بھی تو گزر جاتی ہیں۔" تسلیم بیگم نے سمجھداری دکھائی۔

"اب دیکھیں یہاں آپ پانچ لوگ ہیں اور ماشاء اللہ اتنا بڑا گھر...... اتنی کھلی جگہ اور اوپر کا پورشن تو بالکل خالی۔" وہ حسرت سے بولی۔

"مما......" وانیہ کا لہجہ ایک دم بدلا اور اس نے رخ تسلیم بیگم کی طرف کر کے ان کو پکارا۔

"ہمم......" انہوں نے بھی پوری توجہ وانیہ کی جانب مرکوز کر دی۔

"ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ اوپر کے پورشن میں آ جائیں۔" اس کی بات پر ایک لمحے کے لیے احمر، دریہ اور

تسلیم بیگم تینوں چونکے، بے ساختہ احمر نے ماں کی جانب دیکھا۔

"ہاں...... ہو تو سکتا ہے..... اتنا بڑا گھر خالی ڈھنڈار پڑا ہے۔" تسلیم بیگم بولیں۔

"وانیہ...... یہ تمہارا اپنا گھر ہے گڑیا اگر تم ایسا چاہتی ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن کیا شازل یہ بات مان لے گا؟" احمر نے کہا۔

"میں ان کو منالوں گی..... وہ مان جائیں گے، آج کل میری ہر بات مان لیتے ہیں، تھینک یو سوچ مما..... بھائی۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہوگئی تھی۔ اس کا چہرہ کھل گیا تھا۔ تسلیم بیگم، احمر اور دریہ اس کو اتنا خوش دیکھ کر مسکرادیئے۔ واقعی ایک ماں ہی بیٹی کے دل کی حالت بہتر سمجھ سکتی ہے، وانیہ سوچنے لگی۔

دو دن بعد شازل آیا وانیہ اور نائم کو لے کر چلا گیا۔ ہمیشہ کی طرح تسلیم بیگم نے نائم کو کپڑے اور کھلونے ساتھ دیئے۔ بچوں کے لیے نانا، نانی کا گھر ہمیشہ سے ایسا ہی رہتا ہے کہ جہاں ان کی ہر جائز و ناجائز ضدیں پوری کی جاتی ہیں۔ اکثر بچے جب ننھیال سے واپس ددھیال لوٹتے ہیں تو اپنے ساتھ ڈھیر سارے کھلونے اور دیگر چیزیں لے کر جاتے ہیں۔

وانیہ شازل سے گھر کے حوالے سے بات کرنے کا موقع ڈھونڈ رہی تھی اور اسے آئے ہوئے تین دن ہی گزرے تھے کہ موقع خود بخود ہی ہاتھ آ گیا۔ شام کا وقت تھا صباحت بیگم عصر کی نماز پڑھ کر صحن میں آئیں، نائم ساحل کے ساتھ جھولے پر کھیل رہا تھا، شازل ابھی آفس سے نہیں آیا تھا۔ مونا اپنے کمرے میں تھی۔ وانیہ بھی اپنے کمرے میں کچھ کام کر رہی تھی تب ہی صبور اور ربیعہ ٹیوشن پڑھ کر واپس آ گئے۔ نائم جب سے نانی کے گھر سے آیا تھا وہ جھولے کی ضد کر رہا تھا اور اس کی ضد پر ساحل نے صحن سے ملحق برآمدے میں چھت سے لگے لوہے کی سلاخ کی کنڈی میں رسی کا جھولا ڈال دیا تھا جس کے نیچے لکڑی کا پٹرا رکھ کر اس پر پرانا تکیہ رکھ دیا تھا۔ نائم خوش ہو گیا تھا۔

"پاپا...... اب میں جھولوں گی۔" ربیعہ بیگ کمرے میں رکھ کر آئی تو ساحل سے کہا۔

"ٹھیک ہے، نائم بیٹا اب آپی کی باری ہے آپ تھوڑی دیر کے لیے اتر جاؤ۔" ساحل نے پیار سے چمکارتے ہوئے نائم کو جھولے سے اتارنا چاہا۔

"نہیں...... نہیں...... میں نہیں اتروں گا۔" نائم نے صاف انکار کرتے ہوئے ہاتھ سے ساحل کو پرے کیا۔

"اچھا...... میں تین تک کاؤنٹ کرتا ہوں پھر آپی کی باری۔" ساحل نے پیار بھرے لہجے میں نائم سے کہا۔

"پاپا، یہ دیر سے بیٹھا ہے میں تو ابھی آئی ہوں مجھے جھولنا ہے۔" ربیعہ نے آگے بڑھ کر جھولا روک دیا۔

"نہیں......" نائم زور سے چلایا اور ربیعہ کو دھکا دے دیا۔ ربیعہ زمین پر گرگئی، اس سے پہلے کہ ساحل آگے بڑھ کر اسے اٹھاتا...... ربیعہ تیزی سے اٹھی اور غصے سے نائم کو گھسیٹ کر جھولے سے اتارنے کی کوشش کی، ساحل نے آگے بڑھ کر دونوں کو الگ کیا، اس چھینا جھپٹی میں نائم نیچے گر گیا اور زور زور سے رونے لگا۔ ربیعہ بھی رونے لگی۔ صباحت بیگم، مونا اور وانیہ بھی آواز سن کر آ گئیں۔

"مما آپی نے مارا۔" وانیہ کو دیکھ کر نائم اور زور سے رونے لگا۔

"پہلے تم نے مجھے دھکا دیا اور گرایا تھا۔" ربیعہ بھی روتے ہوئے غصے سے بولی۔

"افوہ چپ کرو...... ربیعہ آپ بڑی ہیں، وہ چھوٹا بھائی ہے..... اس کی بات مان لیتیں۔" مونا نے ربیعہ کو ہی ڈانٹا۔

"یہ تو بچی ہے، بڑے تو ساحل بھائی ہیں پھر بھی بچے گتھم گتھا ہو گئے۔ ان کو سنبھالنا چاہیے تھا ناں۔" وانیہ جو پہلے ہی نائم کے رونے سے غصے میں تھی بدتمیزی سے بولی۔ اس کی بات پر ساحل، مونا اور صباحت بیگم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"وانیہ..... یہ کس لہجے میں بات کر رہی ہو؟" زندگی میں پہلی بار صباحت بیگم، وانیہ سے سخت لہجے میں مخاطب ہوئیں۔ ساحل بڑا تھا اور شازل تک اس کے سامنے اونچی آواز میں بات نہیں کرتا تھا، ساحل نے اس گھر کو بنانے میں، گھر کے حالات کو سنوارنے اور سدھارنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔ شازل کو باپ کی طرح پالا اور خیال رکھا تھا۔ اس کے لیے اس لہجے میں بات سننا سب کے لیے تکلیف دہ تھا اور اس بات کا علم وانیہ کو بھی تھا اس کے باوجود

وانیہ نے ابرو چڑھا کر منہ بنا کر اور نہایت بدتمیزی سے ساحل کو براہ راست اس طرح کہا۔ ساحل خود غیر یقینی سا ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔ مونا کا منہ بھی بن گیا تھا۔

"ارے میں نے کون سی ایسی غلط بات کہہ دی ہے۔" وہ ڈھٹائی سے بولی اور ناعم کو گود میں اٹھا کر دھم دھم کرتی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ ساحل اٹھ کر گھر سے باہر نکل گیا۔

"اماں...... وانیہ کو سمجھا دیں بے شک وہ اپنے گھر کی لاڈلی اور امیر ہوگی مگر بڑے چھوٹوں کا ادب، لحاظ بھی کوئی چیز ہے۔ ہم نے ہمیشہ ہی مصالحت سے بات نبھانے کی کوشش کی ہے، ساحل ناعم کو کتنا پیار کرتے ہیں، کتنا خیال رکھتے ہیں، اپنے بچوں سے زیادہ فوقیت دیتے ہیں پانچ سال سے زیادہ کا ہو گیا ہے ناعم...... وہ ناعم پہ جان چھڑکتے ہیں، بچے سب کے سانجھے ہوتے ہیں۔ مائیں ساری ایک سا دل رکھتی ہیں اپنی اولاد کے لیے، سب کے دل میں ہی نرم گوشہ ہوتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان ادب و آداب ہی بھول جائے۔" مونا کو حقیقت میں وانیہ کی بات سے دکھ پہنچا تھا اور پھر ندامت کی بجائے ڈھٹائی دکھانے پر بے حد غصہ آیا تھا۔ صباحت بیگم نے سر ہلایا اور بولیں۔

"ہاں...... سمجھانا پڑے گا...... آج تو کہہ دیا ہے آئندہ ایسی بات نہ ہو۔ شازل سے کہوں گی کہ وہ پیار سے سمجھائے...... وہ منہ پھٹ اور ضدی لڑکی ہے، اس کو طریقے سے سمجھانا پڑے گا۔" قبل اس کے کہ صباحت بیگم شازل کو اپنے طریقے سے، سمجھداری سے کچھ کہتیں...... وانیہ نے ہی پہل کر ڈالی۔

شازل حسب معمول کچھ دیر نیچے بیٹھ کر پھر اوپر آیا۔ وہ آفس سے آتا تو اس وقت وانیہ اور ناعم بھی نیچے ہی ہوتے تھے۔ عموماً مونا ہی چائے بناتی اور سب اکٹھے چائے پیتے پھر وانیہ اور شازل اوپر آ جاتے لیکن آج شازل آیا تو وانیہ اور ناعم نیچے نہیں تھے۔ شازل جلد ہی اوپر آ گیا۔

"کیا ہوا وانیہ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" چائے کا کپ لیتے ہوئے بغور وانیہ کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ناعم شازل کی گود میں چڑھ گیا تھا۔

"ٹھیک نہیں ہوں میں کیونکہ میں بدتمیز، بدتہذیب، منہ پھٹ اور بے لگام جو ہوں۔" بے تکے اور فضول جواب پر شازل نے آنکھیں پھاڑ کر وانیہ کو دیکھا۔

"کیا ہو گیا ہے...... یہ فضولیات کا کون سا موقع ہے۔ میں نے کیا کہہ دیا ہے تم کو؟" وہ حیرانی سے بولا۔

"آپ...... نہیں لیکن آپ کے گھر والوں کی نظر میں تو ہوں ناں۔" وہ ہاتھ نچا کر بولی۔

"وانیہ کیا پہیلیاں بجھوا رہی ہو...... ایسا کیا کہہ دیا کسی نے تم کو...... صاف صاف بتاؤ کیا بات ہوئی ہے؟" وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا۔ تب وانیہ نے آج شام کو ہونے والا واقعہ سنا دیا۔

"وانیہ...... بات تو تم نے غلط کی ہے، بھلا کیا ضرورت تھی تم کو ایسی بات کرنے کی، ساحل بھائی کوئی بچے تو نہیں اور تم ان سے کتنی چھوٹی ہو۔" بات سن کر شازل کو وہ غلط ہی لگی۔

"ہاں وہ بہت بڑے ہیں، قابل احترام ہیں، میں نے ایک جملہ کہہ دیا تو سب پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئے اور میں...... میں چھوٹی بچی ہوں، میں گھر کی ماسی ہوں کہ مجھے منہ اٹھا کر بدتمیز، منہ پھٹ اور بدتہذیب اور نہ جانے کیا کیا کہہ دیا جائے۔ میری کوئی حیثیت نہیں۔"

"اُفوہ...... وانیہ ایسا کس نے کہا...... کیا تمہیں مخاطب کر کے کہا کسی نے۔" شازل جھنجلا کر بولا۔

"سامنے نہیں کہا لیکن میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے بھائی اور اماں کی باتیں، دونوں نے کہا، ایک جملہ اگر کہہ دیا تو کیا قیامت آ گئی ہے...... مجھے اتنی صلواتیں سنا دی جائیں۔"

"قیامت تو اس وقت بھی نہیں آئی کہ اگر اماں یا بھائی

آ گیا تھا۔

"شازل آپ کو کبھی میری کوئی بات صحیح بھی لگتی ہے؟ کسی بھی بات کا ملبہ اٹھا کر میرے اوپر ہی ڈالنا آپ کے منشور میں شامل ہے...... میری عزت، میری حیثیت، میرا رشتہ ہمیشہ پس پشت ڈال کر آپ صرف اور صرف دوسروں کو صحیح سمجھتے ہیں۔"

"وانیہ چپ ہو جاؤ، وہ دوسرے نہیں میرے اپنے ہیں، خوامخواہ بات کو طول مت دو۔"

"میں آپ کی اپنی نہیں ہوں؟ مجھ سے جڑے مسائل اور ناعم کے چھوٹے چھوٹے مسائل یہ سب آپ کے بھی نہیں ہیں کیا؟" وانیہ نے کہا۔

"یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے کیا؟ ظاہر ہے تم میری بیوی ہو، ناعم میرا بچہ ہے، تم دونوں سے جڑا ہر مسئلہ، ہر ضرورت، ہر خواہش، یہ سب میری ذمہ داری ہیں اور گزشتہ چھ برس سے میں مستقل اسی کوشش میں ہوں کہ تم مطمئن رہو، ناعم کو کسی قسم کی کوئی کمی یا احساس کمتری نہ ہو، تمہاری پسند ناپسند، تمہاری خواہشات کے لیے کچھ فیصلے نہ چاہتے ہوئے بھی کر بیٹھا، صرف تمہاری خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے تاکہ کوئی کڑواہٹ اور بدمزگی نہ ہو، تم مطمئن اور خوش رہو، لیکن تم تو ہر بات کا بتنگڑ بنا دیتی ہو۔" شازل کا لہجہ غصیلا تھا۔

"چلیں مان لیا کہ آپ میری خواہشات کو مقدم رکھتے ہیں، مجھے خوش اور مطمئن رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، میری خوشی اور ناعم کی خوشی آپ کو عزیز تر ہے تو کیا میری ایک بات مانیں گے۔" اچانک ہی وانیہ کا لہجہ اور انداز بدلا، یہی وہ وقت تھا، لوہا گرم تھا اور وہ اس موقع پر بادل نخواستہ تھوڑی نرم ہوئی، شازل کی بات کو آگے بڑھا کر اپنا موقف بیان کرنے کا شاید یہ اس کے لیے بہترین اور سنہری موقع تھا۔

"کیا مطلب...... کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" شازل نے اس کے بدلتے انداز پر حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے تیکھے لہجے میں سوال کیا۔ "تمہاری پسند اور خواہش کے مطابق میں نے تمہیں یہ پورا پورشن دے دیا، اور اب کیا مسئلہ ہے۔" وہ بولا۔

"ہاں بے شک پورا پورشن ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ یہ بھی ہمارے لیے ناکافی ہے، مجھے نہیں رہا جاتا، دوسری بات یہ کہ ناعم کے لیے بھاگنے دوڑنے اور کھیلنے کے لیے جگہ ہی نہیں ہے، ایک کمرے سے نکلو تو دوسرا کمرہ، دوسرے سے نکلو تو کچن...... یہ عمر ہے بچے کی گروتھ کی، اسے کھلی جگہ اور چلنے پھرنے کی جگہ تو چاہیے۔"

"وانیہ اللہ کا خوف کرو، لوگ فلیٹس میں بھی ساری ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔ کیا وہ لوگ گھٹ گھٹ کر مر جاتے ہیں؟ لاکھوں کروڑوں لوگ ایک کمرے میں زندگیاں بتا دیتے ہیں، وہ انسان نہیں ہیں کیا، ہر کسی کو ہزار ہزار گز کے گھر نصیب نہیں ہوتے، میں اپنی حیثیت سے زیادہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں، اللہ پاک کا شکر ادا کرو یار...... کیوں ناشکری کرتی ہو تم۔" شازل اس کی بات پر طیش میں آ گیا۔

"شازل وہ لوگ مجبور ہوتے ہیں، اس طرح گھٹ گھٹ کر رہنا ان کی مجبوری ہوتی ہے کیونکہ وہاں دوسرا کوئی آپشن نہیں ہوتا...... ان کو ہر صورت اور ہر حال میں اس طرح جینا پڑتا ہے، لیکن ہم الحمدللہ مجبور یا بے بس نہیں ہیں۔ ہمارے پاس آپشن ہے، ہم کھلی اور آزاد فضا میں رہ سکتے ہیں۔"

"وانیہ تم کہنا کیا چاہتی ہو...... صاف بات کرو۔" شازل کی چھٹی حس نے سگنل دیا تب ہی اس نے تیکھے چتونوں سے وانیہ کی طرف دیکھا۔

"شازل مما کا اتنا بڑا سا گھر ہے اوپر کا پورشن بالکل خالی پڑا ہے، اتنی کھلی جگہ، یونہی بے کار پڑی ہے، کیا ہم وہاں نہیں رہ سکتے؟ مما کو اور بھیا کو بھی اس بات پر کوئی اعتراض نہیں۔" وانیہ کی بات پر شازل بھونچکا رہ گیا۔

"وانیہ......! یہ کیسی بے تکی اور فضول بات کر رہی ہو تم، ہم خدانخواستہ بے گھر ہیں جو وہاں جا کر رہیں میں یہ گھر اور اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر جانا تو دور کی بات ہے تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اماں کو چھوڑ دوں۔" وہ سختی سے بولا۔

"شازل ہم کون سا اماں یا آپ کے بھائی بھاوج کی زندگیوں سے جا رہے ہیں، گھر بدلنے سے رشتے تو نہیں بدل جاتے؟ اور یہ بھی تو سوچیں کہ نوفل اور ربیعہ بھی بڑے ہو رہے ہیں، بھابی اور ساحل بھائی کو بھی کھلی جگہ مل جائے گی۔" وانیہ کی بات پر شازل کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"ساحل بھائی اور بھابی کو بڑی جگہ کی عادت ہے نہ

خواہش، وہ لوگ ہر حال میں خوش رہنے والے لوگ ہیں۔"
اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"اچھا...... تو پھر بقول آپ کے کہ آپ کو میری خواہش اور تائم کی ضرورتیں مقدم ہیں تو میری خواہش سمجھ کر ہی میری بات مان لیں۔" وانیہ کا لہجہ کچھ بدلا۔

"ہاں وانیہ...... مجھے تمہاری خواہش عزیز ہے لیکن جائز اور اس گھر میں سب کے ساتھ رہتے ہوئے اور تمہاری یہ خواہش بے جا اور ناجائز ہے۔ میں سسرال میں جا کر رہنا ہرگز گوارا نہیں کر سکتا، اس لیے اس موضوع پر آئندہ مجھ سے کوئی بات نہیں کرنا...... یہ گھر جیسا ہے، اچھا ہے یا برا، چھوٹا ہے یا بڑا...... یہ سب تمہارے سامنے روز اول سے کھلی کتاب کی طرح سامنے ہے جو کر سکتا تھا کیا اور جو کر سکوں گا آئندہ بھی کرتا رہوں گا تم بھی بے جا ضدیں اور نئے شوشے چھوڑ کر اچھی بیوی کی طرح گھر کو اور مجھے سمجھنے کی، میرے ساتھ تعاون کرنے کی کوشش کرو، پانچ سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے تمہیں، اب تو اس گھر میں ایڈجسٹ ہونے کی کوشش کرو...... تم گھر میں دلچسپی لو گی، یہاں دل لگانے کی، میری پرابلمز سمجھنے کی کوشش کرو گی تو یہ گھر ہم دونوں مل کر بہتر طریقے سے چلا سکیں گے وانیہ یہ بچکانہ حرکتیں زیب نہیں دیتی تمہیں، اس گھر کو گھر سمجھو، تو تمہیں خود بخود یہ گھر اچھا لگنے لگے گا، ایک عورت ہی گھر کو جنت بناتی ہے، اپنے کردار سے، اپنے عمل سے، اپنے حسن سلوک سے، اپنے رویے سے اور سب سے اہم یہ کہ وہ ہر قسم کے حالات میں ایڈجسٹ ہونے کی کوشش کرتی ہے، بڑے بڑے مسئلوں کو شوہر کے ساتھ انڈراسٹینڈنگ سے اور اپنی حکمت عملی سے حل کرنے کی کوشش کرتی ہے تاکہ غیر اہم باتوں کو بڑے بڑے مسائل بنا کر خود اپنے لیے مصیبت پیدا کرتی ہے، جو عورت اکتفا کرتا، صبر کرتا اور الحمدللہ کہنا اپنا شعار بنا لیتی ہے، اللہ پاک خود اس کے لیے بہتری کی راہیں کھول دیتا ہے اور جو عورت ناشکری اور صرف گلے شکوے کرتے اور منفی انداز میں سوچتے زندگی گزارتی ہے وہ کبھی بھی خوش اور مطمئن نہ خود رہ سکتی ہے اور نہ ہی اپنے شوہر کو خوش رکھ سکتی ہے، اس لیے جو گزر گیا، سو گزر گیا مگر اب، اللہ کے واسطے سنجیدگی سے سوچو، خود بھی خوش رہو اور مجھے بھی خوش رہنے دو۔" پانچ سال سے زیادہ کے عرصے میں کئی بار وانیہ نے الٹی سیدھی باتیں کیں لیکن آج پہلی بار شازل نے اتنے تفصیلی انداز میں اسے سمجھایا۔

"شازل یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں، آپ مجھے ننھی بچی سمجھ رہے ہیں کیا؟ اس طرح سے سمجھانے کا کیا مقصد ہے آپ کا کہ میں غیر سنجیدہ ہوں، آپ بھی مجھے ضدی کہہ رہے ہیں؟ میں ناشکری ہوں اور آپ...... آپ کیا ہیں؟" وہ ہتھے سے اکھڑنے لگی۔

"میں بے شک معمولی انسان ہوں لیکن ہمیشہ بچپن سے لے کر آج تک...... یتیمی کے دور میں بھی، غربت اور پریشانی کے دور میں بھی، میری ماں نے مجھے شکر الحمدللہ کہنا ہی سکھایا ہے، میں ہر حال میں خوش رہنے والا، اور الحمدللہ اپنے آپ کو اب بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں سے بہتر سمجھتا ہوں، مجھے ہر حال میں خوش رہنے کی عادت ہے۔" وہ جذباتی ہو گیا۔

"آپ مجھ پر ٹونٹ کر رہے ہیں آپ کے منہ میں بھی اپنی ماں اور بھاوج کی زبان آ گئی ہے۔" وانیہ کی آواز حد سے تجاوز کر گئی تھی۔ صباحت بیگم اور مونا جو پہلے سے ہی اوپر سے آتی ہوئی غیر معمولی تیز آواز اور لہجے سے اندازہ لگا رہے تھے کہ یقیناً وانیہ اور شازل کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو رہی ہے وانیہ کی آواز پر ٹھٹکے...... اس بار وانیہ نے ان دونوں کا نام لیا تھا۔ صباحت بیگم اوپر جانے کو اٹھیں۔

"اماں نہیں آپ نہیں جائیں، آپ کے جانے سے بات مزید بڑھ سکتی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں، وانیہ کی عادت ہے کسی بھی معمولی بات کو لے کر خوامخواہ جرح کرتی ہے، یہ بہتر رہے گا کہ معاملہ ان دونوں کے ہی درمیان رہے۔" مونا نے آگے بڑھ کر صباحت بیگم کا ہاتھ پکڑ کر سنجیدگی سے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مونا لیکن اس طرح سے اونچی آواز، گھر سے باہر نکلے یہ بھی تو معیوب بات ہے۔" صباحت بیگم نے پلٹ کر کہا۔

"صبر کر لیں اماں۔" مونا نے تاسف سے ساس کی طرف دیکھا۔

"وانیہ تم کو عادت ہو گئی ہے بات کو چیونگم بنانے کی، تم بہانے ڈھونڈتی ہو مجھے اور میرے گھر والوں کو کمتر اور کم

حیثیت جتانے کے لیے، تم آخر چاہتی کیا ہو؟" شازل کا لہجہ غصیلا ہوا۔

"آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کیا چاہتی ہوں اور یہ کوئی ایسی انہونی بات نہیں ہے، اپنے اور اپنے بچے کے لیے بہتر زندگی، کھلی جگہ، صاف ستھرا ماحول ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے، ہر عورت اپنے شوہر اور بچوں کے لیے اچھی زندگی کی خواہاں ہوتی ہے اور میں بھی ایک عورت ہوں، میں کوئی ناجائز کام کرنے، چوری کرنے، ڈاکا ڈالنے یا حرام کمانے کا تو نہیں کہہ رہی ہوں...... میں اپنوں سے رشتہ ختم کرنے کی بات تو نہیں کر رہی، بتائیں اس میں آپ کو کمتر کب جانا، آپ کی حیثیت کو چھوٹا کب کہا میں نے؟" وانیہ کا لہجہ بدستور تیز تھا۔ مزید گفتگو سے بحث بڑھ رہی تھی۔

"چپ...... بالکل چپ کرو وانیہ، عورت تو ہر حال اور ہر صورت میں گزارا کر لیتی ہے، ایک وقت کی روٹی کھا کر، شوہر کی مار کھا کر، سسرال والوں کی جھڑکیاں اور ظلم سہہ کر، گھر گھر جا کر سردی گرمی میں جھاڑو پوچا کر کے، رات رات بھر سلائیاں کر کے، ہاتھوں میں گٹھے اور پیروں میں چھالے لے کر، اپنے گھر اور گھر والوں کی خدمتیں کرتے ہے بنا اف کیے...... بنا منہ سے ایک لفظ نکالے، تم...... کیسی عورت ہو وانیہ، صرف اور صرف اپنے لیے سوچنے والی، میرے بارے میں بھی یہ سوچا ہے کہ باہر سے تھکا ہارا آتا ہوں تو بس تمہاری اک مسکراہٹ اور ایک پیالی گرم چائے کی طلب ہوتی ہے، میرا بھی دل کرتا ہے کہ دوسری بیویوں کی طرح تم شام کو تیار ہو کر میرا انتظار کرو، مجھ سے میرے مسائل پوچھو، اپنی دن بھر کی چھوٹی چھوٹی خوشگوار باتیں شیئر کرو، مجھ سے میرے دن بھر کی ہونے والی تلخ و ترش باتیں پوچھو، ناعم کی پیاری پیاری باتیں سن کر میرا موڈ فریش ہو جائے، دن بھر کی تھکن سے نڈھال میرا وجود تم کو اور ناعم کو دیکھ کر توانا اور فریش ہو جائے لیکن تم روز ایک نئی روداد، ایک نیا منفی موضوع لیے معمولی بات کو ایشو بنا کر ایک نیا ہنگامہ کھڑا کرنے کی تیاری کیے بیٹھی ہوتی ہو۔" شازل کا غصہ عروج پر پہنچ گیا تھا۔

"شازل......! میں برداشت کر رہی ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ جو منہ میں آئے کہے جائیں گے۔" وہ پوری قوت سے چلائی۔ اب صباحت بیگم کا ضبط جواب دے گیا۔ مونا بھی منہ پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ صباحت بیگم تیزی سے اوپر کی جانب بڑھیں پیچھے پیچھے مونا بھی تھی۔

"تم...... کچھ بھی کہہ سکتی ہو...... وہ جو حقیقت ہے، اگر کہنے کی اتنی طاقت ہے تم میں تو سچ سننے اور حقیقت کو فیس کرنے کی جرأت بھی پیدا کرو...... بات کو طول دینے کی بجائے، بات ختم کرنے کی عادت ڈالو...... صحیح اور غلط کی پہچان بھی سیکھو۔" شازل بھی آج سارے ادھار اتار دینا چاہتا تھا۔

"شازل آپ مسلسل میری بے عزتی کر رہے ہیں، آپ کی سوچ، آپ کی سمجھ، بدل ہی نہیں سکتی نا ہی آپ بدلنے کی کوشش کریں گے۔"

"بدلنے کی ضرورت تم کو ہے، سوچ اور ذہنیت تمہاری غلط ہے۔" شازل بھی اسی لہجے میں چلایا۔

"شازل...... آپ لکیر کے فقیر بن کر رہنا چاہتے ہیں۔" وہ چلائی اس بات پر صباحت بیگم کا دماغ بھی گھوم گیا۔ وہ سمجھاتے ہوئے سنجیدگی سے بولیں۔

"وانیہ...... اپنی آواز نیچی رکھ کے بات کرو اور یہ لکیر کا فقیر نہیں بلکہ اکتفا کرنے والا اور ہر حال میں خوش رہنے والا انسان ہے...... زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش کرنے والے بھی اڑان بھرتے ہی زمین پر آ گرتے ہیں کیونکہ وہ اپنی طاقت پرواز سے زیادہ کی کوشش میں کم اڑان بھرنے کے قابل بھی نہیں رہتے...... اپنی سوچ کو، اپنی صلاحیتوں کو میانہ روی کی عادت ڈالو، اچھی زندگی کا یہی اصول ہے، ایک دم سے آخری سیڑھی پر چڑھنے کی کوشش میں انسان پہلی سیڑھی سے ہی لڑھک کر اس قابل بھی نہیں رہتا کہ پہلی سیڑھی ہی عبور کر سکے، اپنی آواز کو اتنا اونچا مت کرو کہ گھر کی چار دیواری سے باہر نکلے، ہمارے یہاں گھر کی بہو بیٹیوں کی آوازیں ان کے صحن تک ہی محدود رہتی ہیں۔" صباحت بیگم کی بات پر وانیہ بھڑک گئی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ اماں ہمارے یہاں کا مطلب، میں اس گھر کی نہیں ہوں، میں کسی بدتہذیب، جاہل اور بدزبان فیملی کی بگڑی ہوئی لڑکی ہوں، شازل بہت مان ہے ناں آپ کو اپنی فیملی پر دیکھیں؟ آپ کی اماں

کیا کہہ رہی ہیں مجھے، میرے کردار پر، میرے خاندان پر کس طرح سے کیچڑ اچھال رہی ہیں۔

"وانیہ تم غلط سمجھ رہی ہو، اماں کا مطلب ہے کہ آواز گھر سے باہر نہ نکلے اور......" مونا نے بات سنبھالنے کی کوشش کی۔

"آپ کو درمیان میں بولنے کی ضرورت نہیں بھابی، نہ ہی صفائی دینے کی ضرورت ہے، آپ لوگوں نے مجھے ہمیشہ الگ ہی سمجھا......"

"وانیہ......" شازل پوری قوت سے چلایا۔ وانیہ کا لہجہ اور انداز نہایت ہتک آمیز تھا۔

"شازل...... چپ ہو جاؤ بیٹا، تم فی الحال نیچے چلو...... بات سے بات نکلے گی تو بات بڑھے گی۔ اسے کچھ دیر اکیلا چھوڑ دو۔" صباحت بیگم نے مصالحت بھرے انداز میں کہا اور شازل کا ہاتھ پکڑا۔

"ہاں آپ یہی تو چاہتی ہیں، لے جائیں، ناعم کو بھی لے جائیں، اکیلا ہی کر دیں مجھے، اماں بہت اچھی حکمت عملی ہے آپ کی...... اگر ایسا ہی تھا تو شادی کیوں کی اپنے ننھے لاڈلے کی۔" وانیہ نے ہاتھ نچا کر خالص جاہلانہ انداز میں کہا۔

"وانیہ...... تم حد سے بڑھ رہی ہو، غصے اور جذبات میں تمیز کی حدیں پار کر رہی ہو، اب ایک لفظ نہ نکلے منہ سے۔" شازل کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

"حد...... کیا ہے میری حد؟ اب آپ لوگ، میری حد مقرر کریں گے، مجھے ٹارچر کریں گے؟ میں اتنی گری پڑی نہیں ہوں کہ جہاں میری حیثیت، میری جگہ اور میری اہمیت نہ ہو وہاں ایک لمحہ بھی رہ پاؤں اور جب مجھے یونہی اکیلا رہنا ہے تو بجائے اس جہنم کے میں اپنی جنت میں ہی نہ چلی جاؤں۔ جہاں میری اہمیت ہے، میری ضرورت ہے۔"

"وانیہ بیٹی اتنا ہائپر مت ہو...... میرا یہ مطلب......"

"اماں بس کریں۔" صباحت بیگم گھبرا کر آگے بڑھیں اور وانیہ کو سمجھانا چاہا تب ہی شازل نے آگے بڑھ کر صباحت بیگم کا ہاتھ پکڑ کر ان کو وانیہ سے دور کیا۔

"اب آپ کچھ نہیں بولیں گی، آپ نیچے چلی جائیں یہ سرپھری، ضدی اور کم عقل عورت کو اس کے حال پر چھوڑ دیں، سمجھایا وہاں جاتا ہے جہاں آپ کے سامنے سمجھنے والا دماغ ہو، بے دماغ اور بے صلاحیت لوگوں کے سامنے اپنے قیمتی الفاظ صرف ضائع ہی کیے جا سکتے ہیں۔ اس کی مرضی جو چاہے کرے مگر یہ بات بھی کان کھول کر سن لو کہ اگر اس نے کوئی بھی انتہائی قدم اٹھایا تو اس کی ذمے دار یہ خود ہوگی۔ اس بار ویسا نہیں ہوگا جیسا پچھلی بار ہو چکا ہے، یہ اپنی من مانی کرلے اور اب میں اپنی من مانی کروں گا۔" شازل نے غصے سے کانپتے ہوئے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا اور سامنے پڑی کرسی کو پوری قوت سے لات مار کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا اور جاتے ہوئے ایک قہر آلود نظر وانیہ کے غصے سے سلگتے وجود پر ڈالی تھی۔

مونا نے صباحت بیگم کا ہاتھ تھاما، صباحت بیگم نے مونا کی جانب دیکھا، ان کی آنکھوں میں دکھ تھا، مونا نے دوسرے ہاتھ سے ان کا ہاتھ تھپتھپایا اور ان کو لے کر نیچے کی جانب بڑھ گئی۔ وانیہ نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر میکے کے لیے رخت سفر باندھا...... شازل گھر سے باہر جا چکا تھا۔

"لعنت بھیجتی ہوں اس جہنم پر...... کیا سمجھتے ہیں خود کو، میں کون سا مر جاؤں گی ان کے بغیر۔ اگر میں ضدی ہوں تو ٹھیک ہے اب میں ضد کر کے دکھاؤں گی۔ مجھے حد میں رکھیں گے...... بتا دوں گی کہ میری حدیں کیا ہیں؟" وہ باآواز بلند بک بک کر کے ہی گئی تھی۔ صباحت بیگم باقاعدہ رو رہی تھیں، مونا خود پریشان تھی۔

"ہائے میرا اتنا اچھا سیدھا سادا بچہ، نہ جانے کون سی گھڑی تھی کہ میں نے اس کے لیے اس لڑکی کو پسند کر لیا، اچھی بھلی کھیلی کی لڑکی اور اتنی ضدی، بدتمیز، اتنی ہٹ دھرم، اس نے تو کھیل بنا لیا ہے بات بات پر میکے جا کر بیٹھ جاتی ہے...... شازل بھی کتنا برداشت کرے گا، ناعم بیچارہ سہم کر رہ جاتا ہے، اس لڑکی کو کب عقل آئے گی؟"

"اماں پلیز آپ پریشان نہ ہوں، بی پی شوٹ کر جائے گا۔" مونا ان کے لیے پانی کا گلاس لے آئی۔ رات گئے شازل واپس آیا تھا۔

"اماں، آپ اس بار نہ اس کی مما سے بات کریں گی نہ ہی مجھے مجبور کریں گی، اس بار میں اپنی مرضی سے جو چاہوں گا وہ کروں گا، بہت دماغ خراب ہے ناں اس کا، وہ

جانتی ہے ناعم ہم سب کی کمزوری ہے لیکن اس بار ہم سب کو ہمت کرنی ہوگی اور دیکھتا ہوں کب تک رہتی ہے وہاں، پڑی رہے اپنے محل میں، اپنی پسند کی زندگی میں، شادی کے بعد بھی اپنے میکے کو جنت اور سسرال کو جہنم سمجھتی ہیں، ایسی لڑکیاں جن میں برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا، جو رشتوں کی اہمیت کو پامال کر کے اپنی انا کے ساتھ جینے والی، بس اپنی خواہشات کو مقدم جاننے والی، کسی حال میں خوش نہ رہنے والی، ایسی لڑکیاں کبھی بھی اپنے گھر آباد نہیں کر سکتیں، میانہ روی کی بجائے اپر کلاس کی جنگ لڑنے والی لڑکیاں، ہمیشہ ہار جاتی ہیں اور وانیہ بھی ایسی ہی لڑکی ہے اماں، وہ اپنے دل کی مانتی ہے، وانیہ دل کی غلام لڑکی ہے، ایسے لوگ کسی حال میں خوش نہیں رہ سکتے، اس لیے میں صاف صاف لفظوں میں یہ بات بلکہ یہ فیصلہ سنا رہا ہوں کہ مجھے "اس" کے حوالے سے کوئی کچھ نہیں کہے گا، وہ خود گئی ہے اور خود ہی بھگتے گی۔ میری جانب سے کوئی سوفٹ گوشہ نہیں ابھرے گا۔" شازل لمبی چوڑی بات کر کے اپنا فیصلہ سنا رہا تھا۔ صباحت بیگم اور مونا چپ تھے۔ کہتے بھی کیا، خاموشی ہی بہتر تھی کیونکہ اس بار شازل بھی بہت غصے میں تھا، وہ مرد تھا کب تک برداشت کرتا، پھر بھی اپنی فطری نرم خوئی، مصالحت سے وہ ہر معاملہ احسن طریقے سے نبٹانے کی کوشش کرتا آیا تھا اب...... اب وہ بھی سختی پر اتر گیا تھا جو اس کا حق بنتا تھا۔

"وانیہ اس وقت......! وہ بھی اکیلی آئی ہو، پھر شازل سے جھگڑا کر کے آئی ہو کیا؟" اس کو دیکھتے ہی تسلیم بیگم نے سوال کیا۔

"جی مما۔" وہ اطمینان سے بولی۔

"وانیہ یہ کیا طریقہ ہے؟ اس طرح سے اٹھ کر آجاتی ہو...... ہر وقت جذبات اور جلد بازی سے کام نہیں لیتے بیٹی۔" انہوں نے سوئے ہوئے ناعم کو اس کی گود سے لیتے ہوئے ٹھنڈے انداز میں سمجھایا۔

"مما...... کم از کم آپ تو مجھے الزام نہ دیں، آپ تو میری ماں ہیں، حد ہوتی ہے کسی بات کی، بہت برداشت کر چکی، اپنے لیے تو ضدی، ہٹ دھرم، انا پرست، ڈھیٹ نہ جانے کیا کیا الفاظ سن کر چپ رہی لیکن......" وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہوئی۔

کیا کہا بدل گیا ہوں

سنو!
اندر سے مر گیا ہوں
سوچتا ہوں تنا آگے نکل آیا ہوں
اب بھی تنہا سا ہوں
کچھ خوشیوں نے مجھ کو ڈبو دیا
کچھ کو فرض تلے جلا کر راکھ کر آیا ہوں
سوچتا ہوں سفر پھر سے شروع کرو
جہاں اسے چھوڑ آیا ہوں
مجھ سے نہیں ہوتا اب
رنگوں میں ڈوبے ہوئے دلوں کو دیکھنا
سوچتا ہوں وہ آئینہ اٹھا لاؤ
جہاں شفاف چہرہ چھوڑ آیا ہوں
اس کا اک پل میں مجھ کو چاہنا
ساری محبتیں مجھ پر نچھاور کرنا
پھر اک پل میں اس کا یوں بدلنا
موسموں سے تشبیہ دوں تو غلط نہیں
قوسِ قزح کی طرح اس کا چھا جانا
اور پھر اس کا غائب ہو جانا
میرا آسمان کی طرف رخ کرنا
پھر گردن جھکا لینا
لگتا ہے آپنا آپ کہی کھو آیا ہوں
اک شخص کی بے رخی مجھ کو زخمی کر گئی
اس قدر رات کے اندھیرے میں
خود کو جلا آیا ہوں
اب کوئی غرض نہیں
زندگی یا موت سے
بس کفن میں لپٹا ہو
خود کو کب کا سلا آیا ہوں

بادِ صبا...... لاہور

"لیکن کیا......؟" دریہ بھی آ گئی۔ وہ جس موڈ سے آئی تھی، اس کے لیے لازم تھا کہ کچھ جھوٹ کا سہارا لیا جائے۔

"لیکن...... جب بات مما، اس گھر اور میری تربیت پر آئی تو میں کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی۔"

"اماں...... پہلے تو باتوں باتوں میں کسی پر بھی رکھ کر اس طرح کی باتیں کرتیں، جملے اچھال دیتیں لیکن اب...... اب تو وہ مجھ سے براہ راست ایسی باتیں کہنے لگی تھیں، دوسری بہو کی مثالیں دیتیں، اپنے خاندان کی لڑکیوں کی شرافت، سلیقے اور سگھڑاپے کی تعریفیں کرتیں، ہمیشہ نائم کو نوفل اور ربیعہ کے بعد خیال کیا، ان بچوں کو اس پر فوقیت دی۔ شازل سے پتہ نہیں میرے خلاف کیا کیا کہتی رہتی ہیں کہ وہ بھی اب مجھے ہی ہر طرح سے غلط سمجھنے لگے ہیں۔ مما میں آپ پر بوجھ نہیں ہوں ناں؟" وہ کہتے ہوئے رونے لگی۔

تسلیم بیگم ماں تھیں جب بیٹی سر جھاڑ منہ پھاڑ رات کے وقت بچے کو لیے اکیلی روتی ہوئی میکے آئے گی تو ماں کا دل اچھل کر حلق میں ہی آئے گا ناں۔

"وانیہ ایسے مسائل تو عموماً متوسط طبقے کے گھرانوں میں ہو جاتے ہیں، تم پریشان مت ہو، احمر آتے ہیں تو کوئی راہ نکالیں گے...... مما بھی پریشان ہو گئی ہیں۔" دریہ نے وانیہ کے ساتھ تسلیم بیگم کو روتے دیکھا تو اس کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بھابی آپ کو اندازہ نہیں ہے، آپ نے اس گھر کا ماحول دیکھا ہے، اپنی پسند، مرضی اور خواہش سے زندگی گزاری ہے، مما نے آپ کے ساتھ بھی ساس والا رویہ رکھا نہ ہی میں نے نند کی طرح سے تعلق رکھا...... بھائی نے ہمیشہ آپ کے ہر حکم پر لبیک کہا۔ آپ کے کہنے سے پہلے ضرورت کے ساتھ ساتھ غیر ضروری روپیہ بھی پانی کی طرح بہایا، شادی سے اب تک چار پانچ پاکستان ٹور اور دوبار سعودی عرب لے گئے...... بچوں کے لیے کون سا کھلونا ہے جو وہ نہیں لے کر آئے، آپ اور بچے مہنگے ترین برانڈڈ کپڑے، شوز اور جیولری استعمال کرتے ہیں، آپ کو کہاں اندازہ ہوگا، جب میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو ترستی ہوں، آپ مزے سے کہہ رہی ہیں، کبھی میری طرح ان حالات کی چکی میں پس کر دیکھیں، مسائل کیا ہوتے ہیں؟ یہ مسئلہ چھوٹا نہیں ہے، آپ نے ساری زندگی عیش میں گزاری ہے اور آگے بھی گزاریں گی۔" وانیہ کے لہجے میں یاسیت تھی۔ ساتھ دریہ کے لیے حسد بھی تھا، دریہ اس کی بات پر سٹپٹائی۔ تسلیم بیگم حیرت سے بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ اس وقت ان کو وانیہ واقعی مظلوم ترین لگی، دریہ چپ ہو گئی، وہ جانتی تھی کہ جس طرح تسلیم بیگم جذباتی ہو گئی ہیں ویسے ہی احمر بھی ہو جائیں گے اس لیے مزید کچھ کہنا فضول ہے، وہ تو اس وقت مصالحت والی بات کرنا چاہتی تھی۔ وہی ہوا...... احمر کو بھی ساری باتیں سن کر غصہ آ گیا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں واپس جانے کی، آئے گا خود ہی...... اولاد ہونے کے بعد والدین بندھ جاتے ہیں۔"

میکے سے سپورٹ ملی تو وانیہ مزید شیر ہو گئی۔ اس بار ماں اور بھائی کی نظر میں وانیہ ہی مظلوم ٹھہری کیونکہ وانیہ نے اس بار حالات و واقعات کو اس کمال سے جوڑا تھا کہ جس سے وہی مظلوم اور عتاب کا شکار لگی، ساتھ ہی احمر کو یہ بھی زعم تھا کہ میری بہن مجھ پر بوجھ نہیں ہے، ہم ساری زندگی اس کو اور اس کے بچے کو رکھ سکتے ہیں اور بہت بہتر طریقے سے رکھ سکتے ہیں، ایسے میں دریہ نے چپ رہنے، شوہر اور ساس کی حمایت کو ہی غنیمت جانا، صبور اور ماہا تو خوش ہو گئے کہ پھپو اور نائم آ گئے ہیں۔ تسلیم بیگم اور احمر کے ساتھ ساتھ دریہ نے بھی اسپیشل پروٹوکول دیا۔ وانیہ اور نائم کا خاص خیال رکھا، وانیہ نے اپنے علاقے میں آنے والی اسکول وین بھی لگوالی تھی، اب نائم اسکول بھی جا رہا تھا، دن گزرتے رہے پہلے پہل تو صبور اور ماہا کو اندازہ نہ تھا کہ پھپو اتنے سارے دن کے لیے آئی ہیں۔ چھوٹا بھائی، چھوٹا بھائی کہہ کر نائم کو ہر چیز دے دیتے، نائم دونوں کی چیزوں پر قابض ہو جاتا...... احمر کے ساتھ دریہ بھی کوشش کرتی کہ نائم کی مرضی کے خلاف کچھ نہ ہو، وہ اگر روتا تو تسلیم بیگم بے چین ہو جاتیں، نائم اور وانیہ کو ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا گیا تھا۔

دوسری جانب سے بھی مکمل خاموشی تھی۔ یہ سلسلہ نہ جانے کب تک چلنا تھا...... نہ ادھر سے کوئی پیش رفت تھی نہ ہی ادھر سے کوئی رابطے کی کوشش، دن تھے کہ گزرتے جا رہے تھے۔ وانیہ خود جیسے پتھر کی ہو گئی تھی، نہ شازل کی یاد

آتی نہ ہی احساس ہوتا، وہ انا کی ماری لڑکی اپنی ہی انا کے خول میں خود کو بند کر کے بظاہر مطمئن اور اپنی موجودہ زندگی سے مطمئن نظر آرہی تھی، آج پانچ ماہ ہو چکے تھے اور ان پانچ مہینوں میں نائم نے پہلے پہل تو دادو، بڑے پاپا، بڑی مما، پاپا اور بھائی اور آپی کو یاد کیا...... آہستہ آہستہ اسے کھانے پینے کی ڈھیروں ڈھیر چیزیں دے کر گاڑی میں گھما پھرا کر کبھی آئس کریم، کبھی پزا کھلا کر اسے یہاں کا عادی بنانے کی بھرپور کوششیں کی جارہی تھیں۔

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہوا، عید کے حوالے سے شاپنگ شروع ہوئی، ہر وقت اور ہر جگہ نائم صبور اور ماہا سے پہلے احمر سے چمٹ جاتا، جہاں صبور یا ماہا احمر کے قریب جاتے نائم دوڑ کر ان کو دور کر دیتا اور احمر کی گود میں چڑھ جاتا۔ اتنے مہینوں سے صبور اور ماہا کو دریہ نے یہی سمجھایا تھا۔

"چھوٹا بھائی ہے، وہ مہمان ہے اور مہمانوں کی بات مان لیتے ہیں اس لیے وہ جو کہے آپ دونوں مان لیا کرو دل چاہے یا نہ چاہے۔" صبور اور ماہا مما کی بات پر اثبات میں سر ہلا کر نائم کو اپنے ہاتھ کی چیز بھی دے دیتے، ایسے میں وانیہ بھی بجائے یہ کہ نائم کو سمجھاتی اس کو الٹا شہ دیتی...... کبھی کبھی دریہ کو یہ بات بری بھی لگتی، صبور اور ماہا بھی آخر بچے ہی تھے...... وانیہ بھی ان کا دل بھی رکھ سکتی ہے لیکن وانیہ تو گھر کی ہر شے پر اور گھر کے ہر فرد پر اپنا اور نائم کا حق سمجھنے لگی تھی، جب بیٹیوں کی شادیاں ہو جاتی ہیں تو بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ وہ سسرال سے جب میکے آتی ہیں تو ہنسی خوشی اور سوچ کر میکے آئیں کہ گو کہ یہ والدین کا گھر ہے جس پر مان تو ہے لیکن اب اس گھر کے معاملات، بھائی اور بھابی کی زندگی میں مداخلت کرنا اور مکمل اپنا ہی حق سمجھنا غلط بات ہے...... یہ باتیں بھی کبھی غلط نتائج کا پیش خیمہ ہوتی ہیں اور جب کوئی لڑکی سسرال والوں سے روٹھ کر، اپنے مستقبل سے بے خوف و خطر ہو جائے، جس کو اپنی شادی شدہ زندگی بچانے کی فکر نہ ہو مصالحت، درگزر اور برداشت نام کی کوئی شے سے دور دور کا واسطہ نہ ہو انا، ضد اور ہٹ دھرمی کے پیچھے اپنی شادی شدہ زندگی داؤ پر لگانے میں بھی قباحت محسوس نہیں کرتیں، وہ یہ بھول جاتی ہیں کہ ان کی مسلسل مداخلت سے منفی نتائج بھی نکل سکتے ہیں، ہر چیز

تیرا نقش

ہجر کی رات بتاتے ہوئے مر جاتے ہیں
یاد کے دیپ جلاتے ہوئے مر جاتے ہیں
دل کے ارمان بجھاتے ہوئے مر جاتے ہیں
لاج پگڑی کی نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں
حسن کے دام لگاتے ہوئے مر جاتے ہیں
ترا ساتھ نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں
گر میسر نہیں تریاق مصائب یارو
دل کے آزار چھپاتے ہوئے مر جاتے ہیں
بات بے بات ہنسی، خوب لڑائی کرنا
تیرا ہر نقش مٹاتے ہوئے مر جاتے ہیں
دشتِ تنہائی میں کہرام مچاتی یادیں
اشک پلکوں پہ سجاتے ہوئے مر جاتے ہیں
کوئی کرتا نہیں ہے درد کا درماں تُو چلو
درد سینے سے لگاتے ہوئے مر جاتے ہیں
باپ کے سایۂ شفقت کی بدولت صاحب
غم مرے پاس بھی آتے ہوئے مر جاتے ہیں

طیبہ زاہد

کی، ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے اور جب کوئی بات حد سے تجاوز کرتی ہے تو یقیناً نقصان دے بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ بچے اب نائم سے چڑنے لگے تھے۔

رمضان المبارک کا ماہ مقدس آہستہ آہستہ اختتام کی جانب رواں دواں تھا، ایک دو بار دریہ نے دبی زبان سے یہ کہنے کی کوشش بھی کی تھی کہ وانیہ کے لیے اب کوئی حتمی فیصلہ ہونا چاہیے لیکن تسلیم بیگم نے اس بات کو اہمیت نہیں دی تھی۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ گزر رہا تھا عید کی اچھی خاصی تیاریاں ہو چکی تھیں، کچھ تیاریاں ابھی باقی تھیں، مزے کی بات یہ تھی کہ وانیہ کو اس بات کا احساس نہ تھا کہ عید کا تہوار آنے والا تھا، شازل کے بغیر نائم اور وہ کس طرح عید منائیں گے؟ غریب سے غریب لوگ بھی عید کے موقع پر یہ کوشش کرتے ہیں اپنے طور سے، اپنی حیثیت کے مطابق اپنے گھر والوں کے ساتھ عید کی خوشیاں

منائیں، گلے شکوے، شکوے شکایت بھول کر روٹھے ہوئے ایک دوسرے کو منا لیتے ہیں لیکن وانیہ کا اطمینان قابل دید تھا۔

اس روز بھی احمر، دریہ بچوں کے ساتھ افطار سے پہلے شاپنگ کرنے گئے تھے۔ اٹھائیسواں روزہ تھا بازاروں میں خوب چہل پہل تھی۔ ناعم اس وقت سو رہا تھا ورنہ وہ بھی لازمی جاتا، وہ لوگ شاپنگ کر کے واپس آئے تو ناعم رونے لگا کہ مجھے کیوں نہیں لے کر گئے...... رو رو کر گھر سر پر اٹھا لیا، اس وقت وانیہ بھی گھر پر نہیں تھی اپنے کپڑے ٹیلر سے لینے گئی ہوئی تھی، تب احمر نے ناعم کو چپ کروانے کے لیے اس کے لیے لائے ہوئے کپڑوں اور کھلونوں سے بہلانا چاہا مگر ناعم صبور کے لیے خریدے گئے ہیلی کاپٹر اور ٹرین کے لیے مچل گیا، تب احمر نے وہ چیزیں بھی ناعم کو دے دیں، صبور کا منہ بن گیا تھا، وہ اپنی پسند سے یہ کھلونے لایا تھا...... ویسے بھی بچے آج کل ناعم کو وقتاً فوقتاً یہ بات کہتے رہتے کہ یہ گھر ناعم کا نہیں بلکہ ان لوگوں کا ہے اور ناعم یہاں مہمان ہے، ناعم یہ بات سن کر اور بھی رونے لگتا...... احمر اٹھ کر عصر کی نماز پڑھنے چلا گیا تو صبور اور ماہا نے غصہ ناعم پر اتارا...... ان لوگوں کو اب ناعم سے اس لیے بھی چڑ ہونے لگی تھی کہ وہ گھر پر، گھر والوں پر قبضہ جما کر بیٹھ گیا تھا۔ مما اور پاپا کے ساتھ ساتھ دادو کو بھی صرف اپنا ہی سمجھتا...... صبور اور ماہا کو بھی دور کر رہا تھا، اسی بات پر بات بڑھی صبور اور ماہا جو آج سے پہلے بھی کئی بار ایسی باتیں کر چکے تھے آج ایک بار پھر صاف صاف کہہ دیا تھا اور ناعم جو پچھلے کچھ دنوں سے اس قسم کی باتیں سنتا رہا تھا مگر آج نہ جانے کیوں اس کے دل میں یہ باتیں سن کر اٹک گئی تھیں، عید آنے والی تھی صبور اور ماہا نے یہ بھی کہا تھا کہ سب بچے اپنے مما پاپا کے ساتھ عید مناتے ہیں تم کو تمہارے پاپا یاد نہیں آتے؟ ناعم جو بظاہر ایسی باتیں نہیں کرتا تھا لیکن اس کے دل میں کہیں نہ کہیں یہ چھوٹی چھوٹی باتیں جمع ہو رہی تھیں وہ بچہ تھا...... موازنہ کر کے وہ بھی اپنا فیصلہ سنا رہا تھا۔

سوچتے سوچتے وانیہ کا سر درد کرنے لگا تھا...... یہ ساری باتیں اس کے لیے نہایت تکلیف دہ تھیں، اسے سحری کے وقت تک بخار ہو گیا تھا، بخار معمولی تھا لیکن دماغ میں مسلسل پکنے والی باتوں نے اسے چکرا کر رکھ دیا تھا، طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ سحری میں بھی نہیں اٹھ پائی تھی...... دل بھی عجیب و غریب صورت حال کا شکار تھا، پہلے ناعم کی بات اور پھر دریہ کی باتوں نے سوچ کے نئے در کھول دیے تھے۔ صبح تسلیم بیگم اس کا بخار چیک کر کے بریڈ اور چائے کے ساتھ ٹیبلیٹ دے کر آرام کرنے کا کہہ کر چلی گئی تھیں...... ویسے بھی اس کا دل باہر جانے کا نہیں کر رہا تھا، وہ ظہر کی نماز تک ویسے ہی لیٹی رہی، ناعم بھی آج بہت سست تھا، اس کے ساتھ ہی ناشتہ کر کے کمرے میں ہی رہا، صبور اور ماہا اپنی نانو کے گھر گئے ہوئے تھے، دریہ گھر کی صفائیاں کروا رہی تھی۔ احمر کے آفس میں آج افطار پارٹی تھی وہ دیر سے آنے والا تھا۔ وانیہ نے لیٹے لیٹے گھڑی پر نظر ڈالی اور رات سے مسلسل سوچنے کے بعد تسلیم بیگم سے بات کرنے اور دریہ کی باتیں بتانے ان کے کمرے کی طرف آئی...... اس وقت دریہ ان کے کمرے میں ہی تھی، اس نے سوچا کہ فی الحال واپس پلٹ جائے لیکن جیسے ہی پلٹی کمرے سے آتی آوازوں نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔

"اماں میرا خیال ہے اس سے پہلے کہ کچھ انہونی ہو جائے، کم از کم آپ کو کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔ اب سنجیدگی سے کچھ سوچنا پڑے گا، ایسا کب تک چلے گا اماں...... وانیہ کے لیے آپ کو ہی کچھ کرنا ہوگا۔"

"کیا سوچوں، کیا بولوں؟ میں تو خود پریشان ہوں لیکن وہ جن حالات میں اس گھر سے نکل کر آئی ہے، اس گھر میں واپس کس طرح جا سکتی ہے؟" تسلیم بیگم نے دریہ کی بات پر جواب دیا۔

"اماں کیسی باتیں کر رہی ہیں، میں نے کئی بار چاہا کہ اس موضوع پر بات کروں مگر ہمت نہیں ہوئی لیکن اب حالات دوسری نہج پر جا رہے ہیں جو خطرے کی علامت ہیں، میں نہیں چاہتی کہ بات مزید خراب ہو۔" دریہ نے کہا۔ اماں نے حیرانی سے اسے دیکھا جیسے بات ان کی سمجھ سے باہر ہو۔

"تم کہنا کیا چاہ رہی ہو، صاف صاف اور کھل کر کہو۔" انہوں نے دریہ کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"اماں صاف بات یہ ہے کہ وانیہ کہتی ہے کہ اس کے سسرال میں پرائیویسی نہیں ہے تو اب...... یہی صورت

حال ہمارے اپنے گھر میں ہے، ناعم کی ہر وقت اور بے جا مداخلت پر میرے بچے اور میں بھی اسی مسئلے سے دوچار ہوں، ہماری پرائیویسی بھی ختم ہوگئی ہے، میرے بچے خود کو ناعم کے آگے ان سیکیور فیل کرنے لگے ہیں، آپ زمانہ شناس ہیں، مجھ سے زیادہ سوچ سمجھ اور عقل رکھنے والی، آپ خود ہی یہ سوچیں کہ کچھ لڑکیوں کو سسرال میں کیا کیا برداشت کرنا پڑتا ہے۔"

"دریہ...... تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وانیہ ہی غلط ہے؟" تسلیم بیگم نے تیکھے انداز سے دریہ کی جانب دیکھا اور تلخ انداز میں سوال کیا۔

"اماں...... میرا یہ مطلب نہیں کہ سو فیصد غلطی وانیہ کی ہے لیکن آپ ٹھنڈے دل سے سوچیں، وانیہ نے کبھی بھی درگزر سے کام نہیں لیا۔ وہ، آپ، ہم سب لوگ اس بات سے واقف تھے کہ شازل کیسا ہے، اس کا گھر کیسا ہے، اس کی آمدنی اور طرز زندگی کیا ہے؟ اس کے باوجود وانیہ کی خواہشات کا احترام کیا گیا...... اس کو الگ پورشن دے دیا گیا، اس کے لیے شازل نے نئی گاڑی خریدی، اپنی حیثیت کے مطابق اس کا ہمیشہ خیال رکھا، مونا بھابی اور صباحت آنٹی کتنی تحمل مزاج اور سیدھی سادی ہیں، ناعم سب کی آنکھ کا تارا ہے، اب تھوڑا بہت درگزر اور برداشت کرنا، مصالحت سے کام لینے کی وانیہ کو بھی ضرورت ہے، سسرال والے اتنا خیال کم کم رکھتے ہیں۔ جتنا وانیہ کا رکھا جاتا ہے، برا نہیں مانیے گا اماں لیکن وانیہ کو آپ کی اور احمر کی سپورٹ ہے اس لیے وہ اپنی ضد اور انا کے آگے نہ شازل کو کچھ سمجھتی ہے نا سسرال والوں کو...... اماں اس طرح سے گھر آباد نہیں ہوسکتے، سمجھوتے، مصالحت اور درگزر کے ساتھ ہی زندگی گزرتی ہے، ایک عورت اپنا گھر بچانے کے لیے نہ جانے کیسے کیسے سخت حالات اور مشکلات کا سامنا کرتی ہے اور ہر حال میں اپنے بچوں کو باپ کے سائے میں رکھنے کے لیے، اپنے آپ کو شوہر کی پناہوں میں رکھنے کے لیے نہ جانے کیا کیا پاپڑ بیلتی ہے، مار کھاتی ہے، چوٹیں سہتی ہے، اپنے پاک کردار پر انگلیاں بھی برداشت کرلیتی ہے، یوں اپنے ہاتھوں سے اپنا آشیانہ برباد نہیں کرتی اور سب سے اہم بات یہ ہے اماں کہ میں نے اپنے بچوں کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی، ہمیشہ ناعم وانیہ اور اپنے بچوں

دل کی دھڑکن

اپنے بیمار کو کچھ دوا دیجیے
دل بہت مضطرب ہے دعا کیجیے
کر کے ترکِ تعلق نہ کیجے ستم
کچھ تو اظہارِ رسمِ وفا کیجیے
پاس رہنے سے مہکے نظارے سبھی
دل کی دھڑکن بڑھے تو سنا کیجیے
آپ کو چاہتے ہیں ہزاروں مگر
آپ مجھ ایک پر اکتفا کیجیے
ہم سفر گر نہیں ہم قدم ہی سہی
ساتھ منزل کی جانب چلا کیجیے
آپ سے منسلک میری سب خواہشیں
دوریاں سب مٹا کر ملا کیجیے

تنزیلہ احمد...... اوکاڑہ

کے درمیان ڈھال بنی رہی لیکن اب میرے بچے بھی منہ کھول کر الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے ہیں...... قدم قدم پر ناعم کو یہ احساس دلاتے رہتے ہیں کہ یہ گھر ان کا ہے ناعم کا نہیں، ہر بچے کا گھر ان کے پاپا کا گھر ہوتا ہے، میرے بچے تو ایسا کہتے ہی ہیں لیکن یہ باتیں سن سن کر ناعم باغی نہ ہوجائے، کہیں ماں اور باپ کی جنگ میں آمنے سامنے ماں اور بیٹا نہ آجائیں، میں آپ کو صرف آگاہ کررہی ہوں خدانخواستہ کل کو کچھ غلط نہ ہوجائے اور اگر ایسا ہوتا ہے تو ہم سب اس کے ذمہ دار ہوں گے۔"

"اف......" وانیہ اس سے آگے نہیں سن سکتی تھی، اس کا دماغ پہلے ہی خراب تھا اب یہ سن کر تو اس کے حواس جاتے رہے۔ بات اس حد تک آگے بڑھ چکی تھی، مما کی مسلسل چپ اور دریہ کا مسلسل بولنا اس بات کا ثبوت تھا مما، دریہ کی باتوں سے متفق تھیں، دریہ کی باتوں نے وانیہ کے چودہ طبق روشن کردیے تھے، وہ تو یہ سب سوچ بھی نہیں سکتی تھی، گھر میں اتنے دن سے یہ کیا معاملات چل رہے ہیں، وہ میکہ جس پر اسے مان تھا، وہ وانیہ کی وجہ سے کن حالات کا شکار ہوتا جارہا تھا۔ دریہ کی باتوں میں سو فیصد سچائی تھی۔

اپنی ضد پر ہمیشہ سے اڑی رہنے والی وانیہ کا دماغ پرت در پرت کھلتا چلا گیا...... وہ الٹے پیر کمرے میں آ گئی تھی۔ دروازہ بند کر کے بیڈ پر بیٹھ گئی...... ناعم موبائل پر گیم کھیلتے کھیلتے سو گیا تھا۔ بغور ناعم کو دیکھا۔

"یا اللہ میرا معصوم بچہ......" اسے بے ساختہ رونا آ گیا، معصوم سا بچہ کس جرم کی سزا پا رہا تھا، وہ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس رہا تھا اور اتنے دنوں سے صبور اور ماہا کے چبھتے جملوں کو برداشت کر رہا تھا۔ وہ ننھا بچہ کب تک برداشت کرتا اس کا صبر بھی جواب دے گیا تھا۔

"میں بھی اپنے گھر میں، اپنے پاپا کے ساتھ عید مناؤں گا، جیسے سارے بچے مناتے ہیں...... اف اللہ۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

"کیسی معصوم اور پیاری سی خواہش تھی اس کی اور وہ کس قدر بے رحم تھی۔" اس وقت اسے خود پر بے تحاشہ غصہ آ رہا تھا۔ اپنی نادانی اپنی انا کے زعم میں، اپنے کلیجے کے ٹکڑے سے بھی نادانستگی میں دشمنی کر رہی تھی۔ وہ آج اپنے آپ کو مظلوم نہیں سمجھ رہی تھی بلکہ خود ہی اپنی عدالت لگا کر اپنے آپ کو کٹہرے میں کھڑا کر کے خود سے سوال کر رہی تھی۔ بے شمار سوالات اور ہر سوال کے جواب میں صرف خاموشی، ندامت اور شرمندگی کی صورت میں جواب مل رہا تھا۔ اسے بے تحاشہ رونا آ رہا تھا۔ سوچتے سوچتے اپنی ذات کا احاطہ کرتے ہوئے صحیح اور غلط کے پیمانے کو پرکھتے پرکھتے مغرب کا وقت ہو چلا تھا۔ افطار کا وقت ہو گیا تھا تسلیم بیگم نے یہ سوچ کر کہ وہ دوا کھا کر آرام کر رہی ہے ڈسٹرب نہیں کیا۔

ناعم کچھ دیر پہلے اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا تھا...... وہ افطار کے وقت اٹھ کر وضو کر کے وہ باہر آئی، افطار کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ دریہ ٹیبل لگا رہی تھی۔

"آؤ...... وانیہ بخار اتر گیا؟ میں ابھی تمہیں اٹھانے ہی آ رہی تھی۔" تسلیم بیگم نے اسے دیکھ کر کہا۔

"جی......" اس نے صرف اتنا کہا۔ ناعم اس وقت نانی کے برابر والی کرسی پر بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ صبور اور ماہا ابھی نہیں آئے تھے۔ مغرب کی اذان ہوئی وانیہ نے کھجور کھا کر دو پکوڑے کھائے ایک گلاس جوس پی کر ناعم کو لے کر نماز پڑھنے کمرے میں آ گئی۔

"ناعم آپ کو پاپا کے گھر جانا ہے ناں؟" اس نے نماز ختم کر کے جائے نماز تہہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ک...... کیا...... مما......؟" ناعم نے آنکھیں پھاڑ کر غیر یقینی انداز میں وانیہ کو دیکھا۔

"جی...... جی...... مما۔"

"تو چلو ہم ابھی تھوڑی دیر میں پاپا کے گھر چل رہے ہیں۔" وانیہ کی بات پر ناعم کرسی سے اچھل پڑا۔

"رئیلی...... رئیلی مما...... ہم دادو کے گھر، پاپا کے پاس جا رہے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے...... صبور بھائی اور ماہا کی طرح، وہیں رہیں گے؟" ناعم کی معصومیت و بے ساختگی پر وانیہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس نے آگے بڑھ کر ناعم کو بانہوں میں بھر لیا۔

"ہاں میری جان...... ہمیشہ وہیں رہیں گے۔" نماز پڑھ کر ضروری سامان سمیٹا اور کار سروس کو کال کر کے وہ بیگ سنبھالے باہر آئی، دریہ کچن سے نکلی اس کے ہاتھ میں چائے کی ٹرے تھی، تسلیم بیگم بھی اپنے کمرے سے باہر آئیں اور وانیہ کو یوں تیار دیکھ کر حیرت سے دونوں نے ایک ساتھ سوال کیا۔

"تم اس وقت کہاں جا رہی ہو اکیلی؟"

"مما...... میں اپنے گھر جا رہی ہوں، ناعم کے گھر، ناعم کے پاپا کے گھر جا رہی ہوں اور اس بات پر سخت نادم اور شرمندہ ہوں کہ جو قدم مجھے بہت پہلے اٹھانا چاہیے تھا وہ آج اٹھا رہی ہوں۔" اس نے اپنے گھر، ناعم کے گھر اور ناعم کے پاپا کے گھر پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ...... یہ تو اچھی بات ہے مگر اس وقت اکیلی کیسے جاؤ گی؟ کچھ دیر رک جاؤ احمر آتے ہوں گے ان کے ساتھ چلی جانا۔" تسلیم بیگم کے چہرے پر اطمینان پھیلا تو دریہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں بھابی، اس کی ضرورت نہیں، آئی بھی اسی طرح تھی اور واپس بھی اسی طرح جانا چاہتی ہوں اور میرے خیال میں ایک شادی شدہ بیٹی کو اپنے میکے پر اتنا ہی بوجھ ڈالنا چاہیے جتنا میکہ خوشی خوشی برداشت کر سکے بہر حال، اب ان شاء اللہ میں اس گھر میں اسی طرح آؤں گی اور واپس جاؤں گی جیسے ایک اچھی بیٹی کو سسرال سے میکے آنا اور واپس جانا چاہیے...... اللہ پاک آپ سب کو خوش

رکھے، میرا میکہ آباد رکھے۔" وہ جذباتی ہوگئی۔ تسلیم بیگم کے ساتھ دریہ کی آنکھیں بھی اشک بار ہوگئیں مگر دونوں کے چہرے پر پھیلا اطمینان اس کے لیے باعث سکون تھا، وہ باری باری دونوں سے ملی...... ناعم کو دونوں نے پیار کیا۔

"بیٹی...... احمر کے آنے تک رک جاتیں۔" تسلیم بیگم کی بات پر وہ مسکرائی۔

"عید پر آؤں گی ناں مما آپ سب سے ملنے اور بھائی بھابی سے عیدی لینے۔" تسلیم بیگم اور دریہ نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں...... ہاں ان شاء اللہ ضرور، اللہ پاک تمہیں اپنے گھر میں شاد آباد اور خوش رکھے۔" تسلیم بیگم نے ایک بار پھر گلے لگا کر دعا دی۔

"آمین...... ثم آمین۔" کہہ کر ناعم کا ہاتھ تھام کر گیٹ کی سمت بڑھ گئی، جیسے ہی گھر کے احاطے سے باہر لان کی جانب قدم نکالا سامنے دیکھا تو حیرت اور خوشی سے اس کی آنکھیں پھٹنے لگیں اپنی گاڑی سے اتر کر شازل آرہا تھا...... وانیہ نے پلک جھپک کر دوبارہ سامنے دیکھا۔

"پاپا...... پاپا......" ناعم اس کا ہاتھ چھڑا کر دیوانہ وار شازل کی طرف بھاگا۔ شازل اس کو اٹھا کر بے تحاشہ پیار کررہا تھا۔ وانیہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی شازل کے قریب آئی۔

"شازل آپ......؟"

"کسی خوش فہمی میں مت رہیے گا محترمہ نہ مجھے آپ کی ضرورت ہے، نہ ہی میں آپ کے لیے یہاں آیا ہوں، مجھے بڑے چھوٹوں کا ادب لحاظ ہے، مجھے رشتوں کی اہمیت کا سلیقہ آتا ہے، میری ماں صرف میری ماں ہی نہیں ایک دادی اور بیٹے کی بیوی کی ساس بھی ہیں...... نرم دل، محبت کرنے والی اور پرخلوص جو عید کے موقع پر، اپنی بہو اور پوتے کو ملنا چاہتی ہیں اگر وہ رو رو کر مجھے یہاں نہیں بھیجتیں تو شاید میں کبھی نہیں آتا مگر میں بڑوں کی بات ماننا جانتا ہوں، اس لیے اگر ان کے لیے میرے گھر چلنا چاہتی ہو تو چلو؟ مجھے نہیں ان کو تمہاری ضرورت ہے۔" وہ لفظ "ان" پر زور دیتے ہوئے زہر خند لہجے میں دیکھتے ہوئے لفظوں کے نشتر چلاتا رہا۔

وانیہ نے غیر متوقع طور پر ایک لفظ بھی نہیں کہا اور بالکل چپ چاپ شازل کی گاڑی کی جانب بڑھ گئی تھی۔

شازل نے برا سا منہ بنا کر اسے دیکھا اور پہلے فرنٹ اور پھر پیچھے کا ڈور کھولا...... وہ آگے بیٹھ گئی، ناعم اچھل کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا...... وہ اس بات سے خوش تھا کہ پاپا آگئے ہیں، زور سے گاڑی کا دروازہ بند کرکے شازل نے

انتظار ترا

سجن موہے
اسود کے نام
تجھ سنگ لاگی
پیت سجن رے
آوے نہ اب چین
دن بھی بھولے
بھول گئے ہم
دیکھو رات گھنیری
جھیل میں عکس
تمہارا لاگے
عکس بھی
چاند کے جیسا
تم ہو یا کہ
چھل ہمارا
بولو نا رنگریز
پیارے
تارے گن گن
رات گزاری
آنکھ کے پیالے میں
انتظار ترا ہے
تاکے اب راہ تیری
آجا جلدی
من میں ہمارے
لاگے ہے آس تیری

شاعرہ: صبغہ احمد

ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ وانیہ نے کچھ لمحے لفظوں کو جوڑا...... اپنے الفاظ ترتیب دینے کی کوشش کی، کن انکھیوں سے شازل کی طرف دیکھا، دانت بھینچے وہ ونڈ اسکرین پر نگاہ جمائے ڈرائیونگ کررہا تھا، وانیہ نے اپنا موبائل نکال کر رائیڈ کینسل کروائی۔

"جی ناظم آباد تین نمبر نہیں جانا اب۔" شازل نے قدرے چونک کر وانیہ پر اچٹتی نگاہ ڈالی پھر دوبارہ ونڈ اسکرین پر نگاہیں جمادیں۔

"شازل...... آپ نہیں بھی آتے تو میں خود ہی گھر آرہی تھی۔" وانیہ نے دھیرے سے کہا۔

"ہائیں......" شازل نے حیران ہوکر سیٹ سے اچھلنے کی اداکاری کرتے ہوئے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔

"ارے......! کیوں بھئی، یہ انہونی کیوں کرنے لگی تھیں، ٹھیک تو ہونا؟" لہجے میں طنز چھپا تھا۔

"کیوں کیا مطلب؟ وہ گھر ہے میرا......" اور ابھی وانیہ کا جملہ ادھورا ہی تھا کہ شازل نے بھرپور قہقہہ لگایا۔

"لگتا ہے گرمی کی شدت نے تمہیں حواس باختہ کردیا ہے۔ کیسا گھر...... کس کا گھر؟ وہ تو جہنم ہے جہنم اور کوئی پاگل ہی ہوگا جو جنت کو چھوڑ کر جہنم میں جائے گا، اب تو یقین ہوگیا ہے کہ تم پاگل ہوگئی ہو۔" شازل کے لہجے میں کاٹ تھی، زہر تھا، وانیہ خلاف طبیعت اور خلاف توقع بالکل چپ تھی۔ شازل کو شدید حیرت تھی کہ پٹر پٹر بولنے والی لڑکی اس وقت کیسے چپ بیٹھی ہے، اس نے گردن موڑ کر وانیہ کی طرف دیکھا، وانیہ سر جھکائے اپنے دونوں ہاتھ آپس میں جوڑے بیٹھی تھی، ٹپ ٹپ ٹپ آنسو اس کے ہاتھوں پر گر رہے تھے، شازل دوبارہ آگے دیکھنے لگا۔

"شازل...... آئی ایم سوسوری، میں بہت شرمندہ ہوں اور اپنی غلطی، اپنی کوتاہیوں اور بدتمیزیوں کا اعتراف کرتی ہوں، شازل میں نے ہمیشہ آپ کے ساتھ، سب لوگوں کے ساتھ غلط رویہ رکھا، میں نے سب کے ساتھ بدتمیزی کی، میں وہ ناعاقبت اندیش عورت ہوں جس نے ہمیشہ اپنے آپ کو فوقیت دی، ضد اور اکڑ دکھائی، نہ صرف آپ لوگوں کے ساتھ بلکہ اپنی اولاد کے ساتھ بھی دشمنی کرنے لگی تھی، میں واقعی پاگل اور بے وقوف تھی، میں نے اپنا گھر، اپنی زندگی اور اپنے بیٹے کی خوشیاں بھی اپنے ہاتھوں داؤ پر لگادی تھیں...... مستقبل کی پروا کیے بغیر اپنے حال کی آسودگی اپنے لیے جائز، ناجائز خواہشات پالتی رہی لیکن اب میری آنکھیں کھل چکی ہیں، میں نے ایک بہو، بیوی اور ماں کے آگے ایک انا پرست، ضدی، بدتمیز، خودسر، مغرور لڑکی کو دفن کردیا ہے...... میں جاگ گئی ہوں شازل گہری اور غفلت کی نیند سے، میں جیت چکی ہوں وہ جنگ جس میں میں نے انا کو مار ڈالا اور ایک اچھی عورت کو پالیا ہے...... میں جینا چاہتی ہوں آپ کے ساتھ، اپنے گھر میں، میں سمجھ چکی ہوں شازل کہ ایک شادی شدہ عورت کا گھر، اس کا مان، اس کا سائبان اور اس کی محفوظ پناہ گاہ اس کے شوہر کا اور اس کا اپنا گھر ہوتا ہے...... وہ لڑکیاں جو شادی کے بعد بھی خود کو میکے کے حصار میں رکھتی ہیں، جن کو صرف میکے میں آرام، آسائشات اور آسانیاں ہی نظر آتی ہیں، جو سسرال اور شوہر کے گھر کو اپنا گھر نہیں سمجھتیں اور میکے میں پناہ ڈھونڈتی ہیں گو کہ میکے کا بھرم، میکے کا مان، والدین کا گھر، میکے کے نام پر بہت بڑا سہارا ہوتا ہے، پناہ گاہ ہوتا ہے لیکن شادی کے بعد یہ عارضی پناہ گاہ بن جاتا ہے، جہاں لڑکیاں بھرم سے جاتی ہیں، لاڈ اٹھواتی ہیں، فرمائشیں پوری کرواتی ہیں، عزت اور مان کے ساتھ کچھ دن گزار کر واپس اپنے گھر آجاتی ہیں کیونکہ مستقل پناہ گاہ تو شوہر کا گھر ہی ہوتا ہے...... دیر سے ہی مگر مجھے یہ احساس ہوچکا ہے، آپ...... آپ مجھے معاف کردیں گے ناں؟"

شازل جو حیرت اور خوشی، غیر یقینی سے وانیہ کو مسلسل بولتا سن اور دیکھ رہا تھا، اسے تو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ وہی وانیہ ہے۔

"کیا ہوا شازل؟" مسلسل گھورتا دیکھ کر وانیہ نے پوچھا۔

"ہارٹ اٹیک۔" شازل نے سینے پر ہاتھ مارا۔

"شازل اللہ نہ کرے...... کیا ہوگیا ہے آپ کو؟" وہ رونے لگی۔

"بھئی...... جب اتنا سب کچھ وہ بھی تمہارے منہ سے سنوں گا تو ایک معمولی ہارٹ اٹیک تو بنتا ہے ناں۔" شازل نے لہجے کو خوشگوار بناتے ہوئے کہا۔

"مطلب...... آپ نے مجھے معاف کردیا۔" وہ جھٹ سے بولی۔

"یہ کس نے کہا۔" شازل نے ابرو چڑھائے۔

"شازل..... پلیز..... میں بہت بری ہوں ناں؟"

"ہاں وہ تو ہو۔" شازل نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"مجھے معافی تو ملے گی ناں؟ پلیز....." وہ تھوڑا سا آگے جھکی اور دونوں کان پکڑے، بھیگی آنکھوں اور معصوم انداز، وہ تو شازل کی جان تھی جسے شازل نے ٹوٹ کر چاہا تھا، محبت کی تھی، اس کو برداشت کیا تھا، آج..... آج وہ اپنے نئے روپ، نئے انداز کے ساتھ دل میں اترتی جارہی تھی۔ تب ہی اعلان ہوا کہ عید کا چاند نظر آ گیا ہے..... شازل نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے اسے اپنے قریب کیا۔

"چاند رات مبارک ہو..... ساتھ معافی بھی۔" وہ جھک کر بولا تو وانیہ کا چہرہ کھل اٹھا۔ وہ بچوں کی طرح خوش ہوگئی۔

"مما، پاپا اب ہم سب ساتھ رہیں گے ناں؟" ننھا ناعم جو کافی دیر سے چپ بیٹھا تھا اچانک پیچھے سے دونوں کے درمیان نمودار ہوکر خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔

"ہاں میری جان..... ان شاء اللہ ہم سب اب ساتھ ساتھ رہیں گے۔" وانیہ نے کہا، شازل اور وانیہ دونوں نے اس کے گال چوم لیے۔

"ہرا....." وہ خوشی سے چلایا۔ اسے اتنا خوش دیکھ کر وانیہ کو ایک بار پھر ندامت کا احساس ہوا، اس کی آنکھیں پھر سے جھلملانے لگیں، شازل نے پیار سے اسے دیکھا۔

"سنو..... کل عید ہے یقیناً تم نے کچھ خاص تیاری بھی نہیں کی ہوگی۔ ہم لوگ سیدھا شاپنگ مال چلتے ہیں ڈھیروں شاپنگ کریں گے، عید کی تیاریاں کرکے گھر جائیں گے..... اماں بھی کتنی خوش ہوجائیں گی جب وہ ہم سب کو اس طرح ساتھ دیکھیں گی، وہ تو خوشی سے بے قابو ہوجائیں گی۔" شازل کے لہجے میں بے تحاشہ خوشی اور مسرت تھی۔

"نہیں شازل۔" وانیہ کی بات پر شازل نے چونک کر اسے دیکھا۔ "ہم سیدھے اپنے گھر جائیں گے، پہلے میں اماں کے پاؤں پکڑ کر بھائی اور بھابی سے ہاتھ جوڑ کر اپنی بدتمیزی اور بدکلامی کی معافی مانگوں گی پھر ہم سب مل کر شاپنگ کرنے جائیں گے..... اماں، بھابی، بھائی، نوفل اور ربیعہ کے ساتھ ہماری شاپنگ ہوگی۔ میں، بھابی اور ربیعہ مہندی لگوائیں گی..... آج ہم خوب انجوائے کریں گے، یہ چھ سالوں میں پہلی عید ہوگی جسے میں بھرپور طریقے سے سب لوگوں کے ساتھ مل کر منانا چاہتی ہوں..... یادگار اور زندگی کی خوب صورت عید جس میں اپنوں کا ساتھ، اپنوں کی محبتیں شامل ہوں گی اور ان شاء اللہ ہر آنے والی عید اس عید سے زیادہ خوب صورت اور یادگار ہوگی یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔" شازل محبت پاش نگاہوں سے اسے بولتا دیکھ رہا تھا۔

"تم نے تو اتنا لمبا چوڑا پلان بنالیا یار..... اس میں، میں کہاں ہوں۔" سر کھجا کر مسکین انداز میں پوچھا۔

"آپ ہی آپ ہیں شازل۔" وہ محبت بھرے لہجے میں بولی۔

"چلو پھر ٹھیک ہے تم عید کو یادگار بناؤ اور میں....." وہ ایک لمحے کو رکا تو وانیہ نے پلکیں اٹھائیں۔

"آپ..... کیا.....؟" معصوم انداز سے سوال کیا۔

"یار..... میں بھی تو اس چاند رات کو یادگار بنانا چاہتا ہوں۔" تھوڑا سا جھک کر کان میں سرگوشی کی۔

وانیہ کے چہرے پر گلال پھیل گیا۔ شرگیں مسکراہٹ کے ساتھ شازل کے کاندھے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لیں، وہ جلد از جلد اپنے گھر پہنچ جانا چاہ رہی تھی جہاں بے شمار خوشیاں اس کی منتظر تھیں، پیچھے ناعم خوشی سے تمتماتے چہرے کے ساتھ بیٹھا تھا..... پہلو میں اس کی محبت، مجازی خدا بیٹھا تھا اور وہ آج خود کو دنیا کی سب سے خوش قسمت عورت تصور کررہی تھی۔ آنے والی عید اپنے دامن میں لاتعداد خوشیاں سمیٹے اس کی منتظر تھی۔

"چلو دلدار چلو چاند کے پار چلو....." شازل جھک کر کان میں گنگنایا۔

"ہم ہیں تیار چلو۔" شرگیں انداز میں جواب دیا۔ چاند بھی اس خوب صورت لمحے پر مسکرا رہا تھا۔

ہائے میرے جھمکے

حنابشریٰ

> کچھ روز سے زنداں نظر آتی ہے یہ دنیا
> اب کچھ تو یہاں اہلِ نظر ہو کے رہے گا
> انسان سمٹتا ہی چلا جائے کہاں تک
> لگتا ہے کہ دیوار میں در ہو کے رہے گا

"کہاں گئے ہیں میرے جھمکے،
آخر کس نے چرائے ہیں میرے جھمکے؟"

دھونے کے جھمکوں کی تلاش میں پورے گھر میں ڈھنڈورا مچا ہوا تھا۔ دو دن سے لاپتہ تھے یہ جھمکے اور جس کے تھے یہ جھمکے اس نے رو رو کر اپنا برا حال کیا ہوا تھا۔ ہر جگہ ڈھونڈے مگر پھر بھی نہیں ملے تھے جھمکے۔

"ہوسکتا ہے ثمرین، تم ہی کہیں رکھ کر بھول گئی ہو؟" اس کے رونے دھونے پہ اب سلمان بھی عاجز سا نظر آ رہا تھا بلکہ بیزار ہو رہا تھا۔ رو رو کر سوجی ہوئی آنکھیں، سرخ بھبھوکا چہرہ (جیسے تیز بخار ہو رہا ہو) اور سر پہ پورے دو دن سے باندھا گیا دوپٹہ جو ایک پل کے لیے بھی کھولا نہیں گیا تھا...... ثمرین کی حالت دیکھ کر یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اللہ نہ کرے اس کے میکے میں کوئی گزر گیا ہو اور وہ بھی کوئی بہت ہی قریبی اور عزیز رشتے دار...... وہ مسلسل رو رہی تھی، سوتے میں بھی اٹھ کر بیٹھ جاتی اور پہلا جملہ جو منہ سے نکلتا وہ یہی ہوتا۔

"ہائے میرے جھمکے......" سلمان جانتا تھا کہ ثمرین طبیعت کی انتہائی لاپروا ہے گو کہ اس کی پسند کی شادی تھی اور انسان جس سے محبت کرتا ہو بھلے اس کے سو عیب نظر انداز کردے مگر ایک نہ ایک عیب ایسا ہوتا ہے کہ انسان عاجز آجاتا ہے اور وہ تھی ثمرین کی لاپروائی...... ہر کام میں لاپروائی ہر معاملے میں کہ اب سلمان چڑنے لگا تھا۔ کبھی دودھ چولہے پہ رکھ کر فون پہ یوں مصروف ہو جاتی کہ دودھ ابل کر دیگچی کے اندر ہی غائب ہو جاتا مگر مجال ہے کہ ثمرین لمحہ بھر کے لیے بھی دھیان دیتی کہ اس نے کچھ دیر پہلے دودھ ابلنے کے لیے رکھا تھا۔

"بہو چائے بن گئی؟" وہ تو گھنٹے بعد سسر کو چائے کی طلب ہوتی تو پاگلوں کی طرح فون پہ سہیلی کے ساتھ قہقہے لگاتی ثمرین کو ہوش آتا...... اب سب چھوڑ چھاڑ کر کچن کی طرف بھاگی تو دیگچی میں دودھ تو کب کا بائے بائے کر چکا ہوتا اب تو صرف جلنے کی بو مسکرا رہی ہوتی۔ رزق کا الگ زیاں اور چائے کے طلب گار کو الگ زحمت۔

"ثمرین...... عورت کو ہرگز بھی لاپروا اور غیر ذمے دار نہیں ہونا چاہیے۔" سلمان دبے الفاظ میں ثمرین کی توجہ اس طرف دلاتا...... مگر وہ ثمرین ہی کیا جو سلمان کی باتوں کو اہمیت دیتی۔

"اب گھروں میں ایسی اونچ نیچ تو ہو ہی جاتی ہے، آپ خوامخواہ میری ساس نہ بن جایا کریں۔" ایک تو طبیعت کی حد درجہ لاپروائی اور اس پر کسی کی سرزنش سننے کا بھی حوصلہ نہیں تھا۔

"ایک ساس ہیں ناں بس وہی کافی ہیں۔" ثمرین سلمان کو ٹکا سا جواب دیتی، وہ الگ بات تھی کہ قسمت سے اسے ساس

بھی ایسی ملی تھی جو اللہ میاں کی گائے تھیں۔ نہ مزاج میں غیظ وغضب تھا نہ ہی بہو کو ہر وقت سولی پہ لٹکائے رکھنا۔

"بہو...... پیاز جلنے کی بو آ رہی ہے۔" سالن کے لیے پیاز کاٹ کر ثمرین نے ہنڈیا چولہے پہ چڑھایا کہ بھول ہی گئی اور اس بھولنے کی وجہ کیا ہوتی تھی، پسندیدہ ڈرامے کی آخری قسط چل رہی تھی رات کو لائٹ جانے کی وجہ سے مقررہ وقت پہ نہ دیکھ سکی تو نشر مکرر میں دیکھنے کے لیے جو ٹی وی کے سامنے بیٹھی تو ڈرامے میں ایسی کھوئی کہ چولہے پہ رکھ ہنڈیا ہی بھول گیا۔ جبکہ ڈرامے میں دو تین بار کچن کا سین آیا بھی تھا جس میں ہیروئن کی اماں سالن کے لیے پیاز کاٹتی دکھائی دیں مگر پھر بھی دنیا جہاں کی لاپروا ثمرین کو اپنا چولہے پہ رکھ ہنڈیا یاد نہ آئی...... وہ تو جب ساس کی نرم سی صدا گونجی تو ثمرین کی ناک میں جلنے کی بو اتری...... پھر دیوانوں کی طرح صوفے سے چھلانگ لگاتے ہوئے اتری تو گود میں رکھا ٹی وی کا ریموٹ ہی گر کر ٹوٹ گیا۔ دو نقصان وہ بھی ایک ساتھ یعنی ایک نقصان کے ساتھ دوسرا نقصان بالکل فری...... ہانڈی میں رکھی تو سفید پیاز تھی مگر اب سیاہ فام ہو گئی تھی۔ یہ تو ہوا پیاز کا ستیاناس اور ساس بے چاری جو کھانے کے انتظار میں تھیں جلی پیاز کی اطلاع ملنے پہ نہایت نرمی سے فقط یہی کہہ کر رہ گئیں۔

"چلو کوئی نہیں ہو جاتا ہے، لاؤ مجھے دو پیاز کاٹ دیتی ہوں۔" پیاز کا معاملہ تو ساس نے درگزر کر دیا مگر ثمرین جانتی تھی کہ سلمان ریموٹ کے ٹوٹنے پہ خاصی کلاس لے گا۔

"تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ ریموٹ کو گود میں رکھ کر نہ بیٹھا کرو۔" ثمرین کی لاپروائیوں سے بچانے کے لیے ریموٹ کی حفاظت کے وہ کئی گر سکھانے کی کوشش کر چکا تھا مگر ناجی ثمرین نے تو جیسے قسم کھا رکھی تھی کہ سلمان کی کسی بات پہ کان نہیں دھرنا۔

"سلمان گلی میں ریموٹ والا آیا ہے۔" سلمان جو تاسف سے ٹوٹے ہوئے ریموٹ کو دیکھ رہا تھا اور اس کی حفاظت پر کوئی نہ کوئی نصیحت کر رہا تھا کہ ثمرین کی اطلاع پہ چونکا کیونکہ وہ سلمان کی باتوں کو سننے کی بجائے گلی میں آئے ریموٹ والے کی آواز سن رہی تھی۔



"جلدی جائیں میرا منہ کیا دیکھ رہے ہیں..... وہ کہیں چلا نہ جائے۔" سلمان کو زبردستی بازو سے پکڑ کر گیٹ کی طرف دھکیلتے ہوئے ثمرین کا سارا دھیان اسی بات پر تھا کہ سلمان بس جا کر نیا ریموٹ لے آئے۔ باقی سب جائے بھاڑ میں۔

"اس کا بھی تم نے یہی حشر کرنا ہے۔" والٹ سے پیسے نکالتے ہوئے سلمان نے ثمرین کو ناگواری سے گھورا مگر وہ کہاں پروا کرنے والی تھی سلمان کی ایسی گھوریوں کی۔



ثمرین بہنوں میں سب سے چھوٹی تھی اور گھر بھر کی لاڈلی بھی، سب سے پیار اور لاڈ ملا کہ اس نے ثمرین کو حد درجہ بے نیاز اور لاپروا بنا دیا تھا۔ اس لاپروائی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہر معاملے میں تو تین بڑی بہنیں موجود تھیں۔ جن میں سے ایک نے کچن کی ذمے داری سنبھالی تو دوسری کے ذمے صفائی ستھرائی تھی، تیسری نے شوق ہی شوق میں بہت جلد اماں کی سلائی مشین سنبھال کر نت نئے فیشن کے جو کپڑے سینے شروع کیے تو ثمرین کے تو وارے نیارے ہوگئے۔

"بجو آج مٹن بریانی کھانے کا جی چاہ رہا ہے۔" ثمرین لاڈ بھرے انداز میں فرمائش کرتی اور بجو صاحبہ اپنی چہیتی کے آرڈر پر ناشتے کے بعد سے ہی بریانی پکانے پہ لگ جاتیں..... نہ گرمی دیکھتیں نہ سردی..... نہ کوئی تھکاوٹ اور نہ کوئی مجبوری بس چھوٹی کا حکم تھا جو ہر صورت پورا کرنا تھا کیونکہ بجو کو پتہ تھا کہ آرڈر پورا نہ ہوا تو سارا دن "بھوک ہڑتال" کر کے پورے گھر کو تگنی کا ناچ نچایا جائے گا۔

"اپیا میری بھی الماری ذرا سیٹ کر دو۔" سردیوں کی آمد آمد تھی بڑی بہنوں نے اپنی اپنی الماریوں میں سردیوں اور گرمیوں کے کپڑے الگ کر لیے مگر ثمرین کی الماری میں سردیوں اور گرمیوں کے ملبوسات "گولوں" اور "لڈو" کی شکل میں پڑے تھے کہ الماری کھولتے ہی ایک عدد لڈو سر پہ گرتا اور دو عدد گولے پیروں پہ دھم سے آگرتے۔

"چھوٹی تمہیں اپنی الماری بھی ٹھیک کرنی نہیں آرہی۔" یہ منجھلی تھی جو کسی نہ کسی گھر کے کام کی طرف ثمرین کی توجہ دلا دیتی تھی اور ثمرین اس کی اس کوشش کو پوری جاں فشانی سے ناکام بنا کر اپنے موبائل میں مصروف ہو جایا کرتی تھی۔

"دیکھو شالیں ایک خانے میں رکھو، سویٹر ہینگر میں لٹکاؤ، شلوار قمیص جن کی فوری ضرورت ہے انہیں سب سے آگے والے خانے میں رکھو اور یہ تو گرمیوں کے کپڑے ہیں۔" اپیا الماری سنوارنے کے طریقے سکھاتی ہوئی ایک دم نگاہ ثمرین پہ ڈالتی تو چہرے پہ ناراضگی اتر آتی کیونکہ چھوٹی صاحبہ بہت اطمینان اور سکون سے فون میں مصروف دوستوں کے واٹس اپ میسجز کے دھڑا دھڑ ریپلائی میں مگن دکھائی دیتی۔

"پتہ نہیں اگلے گھر جا کر کیا کرو گی۔" دونوں بڑی بہنوں کی شادیوں کی تاریخ طے ہوگئی تھی اتفاق سے دونوں نے ہی رخصت ہو کر بیرون ملک چلے جانا تھا۔ وہ جب تک یہاں رہیں ان کی یہی کوشش رہی کہ چھوٹی کچھ تو گھر داری سیکھ لے کیونکہ جب ساری ذمے داری اس کے سر پر پڑے گی تو یہ سب ٹھیک سے نہیں کر پائے گی۔

"کوئی بات نہیں..... چھوٹی اپیا سے الماری سیٹ کروا لیا کروں گی۔" ثمرین بے فکری سے ہنستے ہوئے جواب دیتی تو بہنیں اس کی بات پر پریشان ہو جاتیں۔

"آپی..... میرے کالج میں فن فیئر ہے میرا سوٹ تیار ہوگیا کیا؟" بڑی بہن کپڑے سینے میں ماہر تھی۔

"فن فیئر کے لیے جدید تراش خراش کا سوٹ وہ بھی "شارٹ نوٹس" پہ جو اتنا شاندار ہو جسے دیکھ کر فرینڈز جل مریں۔" ثمرین نے آرڈر دے کر بہن کو گویا ٹانگ کر رکھا ہوا تھا۔

"تیار ہوگیا ہے بس بٹن ٹانکنے ہیں۔" آپی کو خوش فہمی تھی کہ سارا سوٹ تو اس نے تیار کر دیا ہے شاید چھوٹی بٹن لگانے میں کوئی ہاتھ پیر ہلائے۔ بٹن ٹانکنے کی غرض سے جو قمیص اسے تھمائی تو بٹن یوں لگائے گئے تھے کہ جیسے مکڑی کے جالے بٹن کے اردگرد بن دیئے ہوں۔

"ہائے یہ کس طرح لگائے ہیں بٹن؟" اس بھیانک انداز میں لگا بٹن دیکھ کر آپی اپنا سر پیٹ لیتیں۔

"یوں لگتا ہے جیسے دھاگے کے گچھوں میں چھپا بٹن ایک آنکھ سے جھانک رہا ہو، تمہیں تو بٹن لگانے کا کہہ کر غلطی کی

میں نے۔"
"آپی...... اب ایسی غلطی دوبارہ نہ کرنا۔" لاپروائی اور ڈھٹائی سے کہتی ثمرین یوں قہقہے لگاتی تو اندازہ ہوجاتا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر ایسی حرکت کی تھی۔

ایک ایک کر کے تینوں بہنیں رخصت ہو کر سسرال روانہ ہوگئیں تو گھر کی ذمے داری ثمرین کے ناتواں کندھوں پہ آپڑی مگر وہ پھر بھی ذمے دار نہ بن سکی، کبھی ایک کام خراب تو دوسرا برباد اماں تو اس کی لاپروائیوں پر سر پیٹ لیتیں۔

"پتہ نہیں یہ لڑکی کب سدھرے گی؟" اماں اس کے الٹے کاموں کو سیدھا کرتے ہوئے خود ہلکان ہوجاتیں، اسی دوران سلمان کا رشتہ آ گیا...... اپنی لاپروائیوں کا ٹوکرا اٹھائے ثمرین بھی سسرال پہنچ گئی۔ رخصتی کے وقت اماں نے سبق تو بہت پڑھائے مگر آگے سے ایسا نرم اور شریفانہ سسرال ملا کہ وہ سارے سبق بھول گئی۔ جیسے نرم اور میٹھی زبان والے استاد کے سامنے شاگرد بھی ڈھیلے ڈھالے ہوجاتے ہیں کہ نہ انہوں نے مارنا ہے نہ کان مروڑنے ہیں نہ مرغا بنا کر ٹانگیں لگانے کو کہنا ہے، نہ ہی طمانچوں سے منہ لال کر کے اماں ابا کو بلا کر شکایتیں کرنی ہیں، سسرال میں بھی صرف سلمان ہی کچھ کھینچ کھانچ کر لیتا تھا مگر یہاں بھی حالات ثمرین کے حق میں موافق رہتے کبھی ساس تو کبھی جٹھانی تو کبھی سسر اس کے آگے ڈھال بن کر کھڑے ہوجاتے۔

"بچی ہے ابھی...... دھیرے دھیرے سمجھ جائے گی، ذمے دار بھی ہوجائے گی۔" مگر وقت گزرنے کے ساتھ ثمرین ذمے دار تو نہ بن سکی ہاں البتہ لاپروائی میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔



ثمرین کی نند کی شادی تھی، کاموں کی ایسی افراتفری مچی کہ کچھ بھی صحیح سے سنبھالا نہ جارہا تھا اور اسی افراتفری میں ثمرین کے سونے کے جھمکے کھو گئے جو کہ سلمان نے معیز کے پیدا ہونے کی خوشی میں دیئے تھے۔ وہ جھمکے بے حد بیش قیمت تھے اور ثمرین کو بہت عزیز تھے۔ وہ جھمکے بے حد دیدہ زیب تھے جو بھی دیکھتا وہ ایک بار ہاتھ میں پکڑ کر دیکھنے کی خواہش ضرور کرتا، ثمرین کی نند کو تو جھمکوں کا ڈیزائن اتنا پسند آیا کہ اس نے اماں ابا سے ایسے ہی جھمکوں کی فرمائش کردی بس مسئلہ سنار کو ایک بار ان کا ڈیزائن دکھانا تھا۔

"ان کی تصویر لے کر جیولر کو واٹس ایپ کردو۔" یہ مشورہ بھی ثمرین کا تھا۔ بہت فراخدلی سے اکلوتی نند کو جھمکے تھما دیئے یہ کہہ کر کہ تصویر اتار کر واپس کردینا، بس اس دن کے بعد جھمکے دوبارہ دیکھنے کو نہ ملے۔

"ہائے میرے جھمکے......" ثمرین کا تو رو رو کر برا حال ہوگیا تھا، کینیڈا میں بیٹھی بجو کو بھی جھمکوں کی گمشدگی کی اطلاع دی گئی۔ امریکہ میں مقیم آپا کو بھی نادر جھمکوں کے بارے میں بتائے بغیر سکون نہ آیا اور آخر میں آپی کو بھی جھمکوں کی گمشدگی کی پوری کہانی سنائی گئی۔ جیسے یہ کوئی سسپنس اسٹوری ہو اور چور کا سب سے بڑا مقصد صرف اور صرف ثمرین کے جھمکے چرانا تھا، اماں تک بھی یہ خبر پہنچ گئی تو وہ بھی سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

"ہائے ثمرین تجھ سے اپنے جھمکے بھی نہ سنبھالے گئے۔" اماں جانتی تھیں کہ بیٹی کے جھمکے بے حد قیمتی تھے وہ بہت بار بیٹی کے کانوں میں دیکھ چکی تھیں اور ہر بار کوئی نہ کوئی نصیحت ضرور کرتیں۔

"ڈبے میں بند کر کے الماری میں لاک کر کے رکھا کر...... گم گما گئے تو نئی مصیبت۔" اماں جانتی تھیں کہ ایک بیٹے کی ماں بن کر بھی اس کی لاپروائی ختم نہیں ہوئی بلکہ مزید بڑھ گئی ہے۔

"اماں...... معیز ہی اتنا تنگ کرتا ہے کہ کچھ بھی صحیح طریقے سے سنبھالا نہیں جاتا۔" اماں کبھی ملنے آتیں تو بیٹی کا سرکس نما کمرہ دیکھ کر پریشان ہوجاتیں...... کہیں معیز کا ایک موزا گرا ہوتا تو دوسرا کمرے کے دروازے پہ سکھانے کے لیے لٹکایا ہوتا، کہیں سلمان کی ٹائی ڈور ناب پر لٹکی ہوتی تو کہیں صوفے پہ ثمرین کے کپڑوں کا ڈھیر لگا ہوتا، جنہیں استری کر کے الماری میں رکھنا ہوتا تھا، معیز میں لگی ثمرین کو جیسے ٹائم ہی نہیں مل رہا تھا کہ اس دھوبی گھاٹ کو سمیٹے...... اماں دل ہی دل میں شرمندہ ہوجاتیں کہ آخر سسرال والے کب تک بیٹی کی بے ترتیبی اور برداشت کریں گے؟

"اچھی طرح ڈھونڈے تھے ناں جھمکے؟" اماں کا تو دل ہی دھک سے رہ گیا تھا آخر وہی ہوا تھا جس کا ڈر تھا۔

"اماں ہر جگہ دس دس بار ڈھونڈ چکی ہوں۔" روتے ہوئے ثمرین کی آواز بیٹھ گئی تھی۔ دوپٹے سے رگڑ رگڑ کر ناک اتنی سرخ کرلی تھی کہ ادھڑا ہوا ٹماٹر دکھائی دے رہی تھی۔

"ذہن پہ زور ڈال میری بچی..... آخری بار کہاں رکھے تھے؟" موبائل کان سے لگائے سوں سوں کرتی ثمرین اب بھی جھمکے تلاش کررہی تھی دونوں الماریوں کا سارا سامان بیڈ پہ ڈھیر تھا مگر جھمکے تھے کہ مل کے نہیں دے رہے تھے۔

"اماں ضرور کسی کی نظر میں تھے میرے جھمکے۔" پاگلوں کی طرح تلاش کرتی ثمرین نے نیا انکشاف کیا تو اماں چونکیں۔

"کیا مطلب؟"

"اماں جھمکے گم نہیں ہوئے، چرائے گئے ہیں۔" ثمرین کی بھاری آواز رو رو کر مزید بھدی ہوگئی تھی۔ غصے اور نفرت کی آمیزش نے اسے اور بھی بدصورت بنادیا تھا۔

"چرائے گئے ہیں.....؟" اماں بات سن کر بھی حیران سی تھیں۔

"ہاں اماں..... ضرور کسی بدنیت نے چرائے ہیں اور مجھے اس کا سو کیا ہزار فی صد یقین ہے۔" اور پھر اس یقین کو لے کر ثمرین نے سارے گھر میں طوفان برپا کردیا، اماں اور بڑی بہنیں سمجھاتی رہ گئیں۔

"حوصلے سے کام لو مل جائیں گے۔" ان کا خیال تھا کہ یوں بنا کسی ثبوت کے سسرال والوں پہ چوری کا الزام لگانا عقل مندی نہیں تھی مگر وہ ثمرین ہی کیا جو کسی کی بات سن لیتی..... جھمکوں کی گمشدگی نے اسے ایٹم بم بنادیا تھا۔

"پہلے دھیان کرلیتی تو یوں تو نہ پریشانی اٹھانی پڑتی۔" سلمان اس کے بین دیکھ کر اب کوفت زدہ سا ہورہا تھا۔

"آپ تو ہمیشہ میری غلطی ہی نکالیے گا۔" جھمکوں کی گمشدگی نے ثمرین کو اس قدر پاگل بنادیا تھا کہ سلمان کی ہر بات تلوار، نیزہ، خنجر اور چاقو لگ رہی تھی۔

"کوئی آگے سے زخمی ہوا اور اوپر سے آپ کے طنز۔" رو رو کر ثمرین کی ناک بند ہوگئی تھی کہ سانس ناک کے بجائے وہ اب منہ سے لے رہی تھی۔ سر درد سے پھٹا جارہا تھا، کتنی ہی پین کلر لے چکی تھی مگر درد کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"پورا یقین ہے مجھے کہ میرے جھمکے کسی بدنظر نے چرائے ہیں۔" ناک کو خوب رگڑتے ہوئے آنسو پونچھتے ہوئے ثمرین نے پوری جرات کرکے سلمان کے سامنے وہ بات کہہ ڈالی جس سے اماں اور بہنوں نے بارہا منع کیا تھا۔

"اور کون ہے وہ بدنظر؟" سلمان پہلے تو سمجھا کہ زوجہ محترمہ جھمکوں کی گمشدگی کے غم میں پگلا گئی ہیں مگر بعد میں ثمرین نے وہ وہ نام بدنظر لسٹ میں شامل کیے کہ وہ بھی شاکڈ رہ گیا۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے ثمرین؟" سلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ جھمکوں کی گمشدگی کی اس کہانی میں ثمرین ایسا موڑ لے آئی تھی کہ اب سلمان بھی اس کے ساتھ نہ تھا۔



"بھابی، میں نے تصویر کھینچ کر جھمکے اسی روز آپ کو واپس کردیئے تھے۔" سلمان کے منع کرنے کے باوجود بھی ثمرین خود کو روک نہ پائی اور جھمکے چوری ہونے کے سلسلے میں اپنی نند عظمیٰ سے تفتیش کا آغاز کردیا۔ جس کی دو ہفتے بعد شادی تھی جو آج کل مایوں بیٹھی ہوئی تھی۔

"اگر تم نے واپس کردیئے تھے تو پھر کیوں نہیں ہیں میرے پاس؟" ثمرین بھی وکیل جرح بنی عظمیٰ کو چورنی ثابت کرنے پہ تلی تھی جبکہ عظمیٰ کی آنکھیں دکھ سے بھیگ گئی تھیں۔ اس نے کبھی ثمرین کے ساتھ نند بھاوج والا تعلق نہ رکھا تھا۔ اس کی بڑی بہن تو کوئی نہ تھی اس لیے وہ ثمرین کو ہی بڑی بہن سمجھتی تھی، وہ اکثر و بیشتر ثمرین کی چیزیں استعمال کرتی تھی کسی فنکشن یا خاندانی تقریب میں مگر وہ بھی ثمرین کی اجازت سے اور پھر اسی احتیاط سے واپس بھی کردیا کرتی تھی۔

"تو کیا آپ کو لگ رہا ہے کہ میں نے چرائے ہیں آپ کے جھمکے؟" چہرے کا دکھ بتارہا تھا کہ بھابی کو جتنی مرضی بڑی بہنوں والی عزت اور پیار دے دو، وہ رہتی بھابی کی بھابی ہے۔

"تو آخری بار تم نے ہی مجھ سے لیے تھے۔" ثمرین بے رحمی سے بولی، اسے کسی کے دکھ کی کوئی پروا نہیں تھی، اسے صرف اور صرف اپنے جھمکوں کی فکر تھی۔ اس کی آنکھوں میں دنیا جہاں کا شک لہرا رہا تھا اسے دور کرنے کے لیے عظمیٰ نے جو ثبوت پیش کیا وہ تھا تو کافی مضبوط مگر اپنا مقدمہ خود ہی لڑتی ثمرین کو

کسی ثبوت کسی گواہی پر یقین نہیں تھا۔ عظمیٰ نے اس کے سامنے اپنے جھمکے کردیے جو ہو بہو ثمرین کے جھمکوں جیسے تھے۔

"جب میرے اپنے جھمکے آگئے ہیں تو بھلا مجھے آپ کے جھمکے چرانے کی کیا ضرورت تھی؟" عظمیٰ کا انداز اور لہجہ اس بار استہزائیہ ہوا تھا جب ثمرین روایتی بھابی بنی اس کے سامنے کھڑی تھی تو وہ کیوں روایتی نند بننے میں دیر لگاتی۔

"بھئی اب کیا کہہ سکتے ہیں کہ یہ تم نے نئے بنوائے ہیں یا....." ثمرین کی سوئی اب بھی وہیں اٹکی تھی اسے پورا یقین تھا کہ یہ جھمکے اسی کے ہیں۔

"جھوٹ اور سچ کا کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟" کندھے نخوت سے اچکاتے ہوئے ثمرین نے عظمیٰ کی ہر بات کو جھوٹ کا پلندہ قرار دے دیا تھا۔ وہ تو عظمیٰ نے اتنی مضبوط دلیل پیش کی کہ ثمرین کو چپ ہونا ہی پڑا۔ عظمیٰ کے جھمکوں کے درمیان چھوٹا سا سرخ موتی تھا جبکہ ثمرین کے جھمکے بالکل سادہ تھے۔ پورے کے پورے سونے کے، اس میں کوئی موتی یا نگینہ نہیں تھا۔ عظمیٰ کے اس ثبوت نے اسے ثمرین کی عدالت سے باعزت بری تو کروادیا تھا مگر نند کے دل میں بھابی کی طرف سے بال آ گیا تھا..... بھابی کی بدگمانی اور شک نے اسے ثمرین سے متنفر کردیا تھا۔



"ہونا ہو میرے جھمکے خالدہ بھابی نے ہی چرائے ہیں۔" اب ثمرین کے شک کا کیمرہ نند کے بعد جٹھانی کی طرف ہوگیا تھا۔ انہیں بھی ثمرین کے جھمکوں کا ڈیزائن بہت پسند تھا۔ بہت بار تو وہ اس کے کان سے جھمکا اتروا کر مدح سرائی کرچکی تھیں۔

"ثمرین..... اس بار میری کمیٹی نکلے گی تو میں بھی بالکل ایسے ہی جھمکے بنواؤں گی۔" یہ ان کی خواہش بھی تھی اور ارادہ بھی جس کا اظہار وہ ثمرین کے سامنے کئی بار کرچکی تھیں۔

"ارے اللہ کا نام لو ثمرین..... خالدہ بھابی ایسی حرکت کریں، ہو ہی نہیں سکتا۔" سلمان خالدہ کی بہت عزت کرتا تھا..... وہ اس کے لیے ماں جیسی محترم تھیں۔ ثمرین کی خالدہ کے بارے میں ایسی بات پر اسے دلی تکلیف ہوئی تھی۔

"سونا چیز ہی ایسی ہے، اچھے اچھوں کی نیت خراب کردیتا ہے۔" ثمرین بضد تھی کہ یہ ہاتھ کی صفائی خالدہ بھابی نے ہی دکھائی ہے۔

"شکل سے معصوم اور بھولے بھالے نظر آنے والے لوگ ہی اکثر ایسے کام کر جاتے ہیں کہ دوسرے کو شک بھی نہیں ہوتا۔" خالدہ بھابی کے بارے میں یہ ثمرین کے نادر خیالات تھے اور پھر ثمرین نے سلمان کے سمجھانے اور منع کرنے کے باوجود خالدہ بھابی سے بات کرنے کی ٹھان لی۔

"نہیں چندا..... مجھے تو تمہارے جھمکوں کا کوئی علم نہیں۔" خالدہ نے سادگی سے وضاحت دی مگر ثمرین تو تلی ہوئی تھی کہ خالدہ بھابی سے جھمکے برآمد کر کے ہی کمرے سے باہر نکلے گی، اسے یقین تھا کہ خالدہ بھابی ہی "چورنی" ہیں اس یقین کی وجہ وہ یہ بیان کررہی تھی کہ رات ہی اس نے خواب میں خالدہ کو جھمکے چراتے دیکھا تھا، انہوں نے جھمکے چرا کر اپنے کمرے کی الماری کے بالکل آخری حصے میں چھپادیے تھے۔

"ٹھیک ہے اگر تمہیں شک ہے تو تم میرے کمرے کی تلاشی لے لو۔" خالدہ کو ہرگز بھی ثمرین سے یہ امید نہ تھی..... اجازت ملنے کی دیر تھی وہ پورے جوش وخروش سے ان کے کمرے میں جا گھسی کہ جب باہر نکلے گی تو جھمکے اس کے ہاتھ میں ہوں گے اور خالدہ بھابی کی پارسائی کا اصل چہرہ بھی بے نقاب ہوجائے گا..... ثمرین نے ساری الماری چھان ماری مگر جھمکے نہیں ملنے تھے نہ ملے۔ اسے کوئی پرواہ نہیں تھی کہ خالدہ بھابی اسے کتنی افسوس بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں، اس کا یوں شک اور الزام خالدہ بھابی کو بہت برا لگا تھا۔

"سلمان..... مجھے امید نہیں تھی کہ ثمرین اس سوچ کی مالک ہے۔" جھمکے تو خالدہ کے کمرے سے نہ ملے مگر بہت سے دلوں کو مزید بدگمان کرنے کا اعزاز ثمرین نے ضرور حاصل کرلیا تھا۔

جھمکوں کی تلاش میں دیوانی بنی ثمرین کے شک کے کیمرے سے کوئی نہیں بچ پارہا تھا۔ نند اور جٹھانی کے بعد ایک کے بعد ایک کی شامت آرہی تھی..... کبھی کیمرہ کام والیوں کی شکل دکھانے لگتا تو ثمرین ان کے پیچھے پڑجاتی۔

"دیکھنا کیسی اللہ کی مار پڑے گی، جس نے میرے جھمکے چرائے ہیں۔" کبھی کیمرے میں کوئی ہمسائی "چورنی" لگنے لگتی، یہاں تک کہ کوڑا لے کر جانے والا جمعدار بھی اس شک سے بچ نہ سکا..... آخر میں ثمرین کے شکوک و شبہات کی تان ساس سسر پہ ٹوٹی تھی۔ ساس تو ثمرین کی بات سن کر ہی صدمے سے خاموش ہوگئیں مگر سسر خود کو یہ کہنے سے روک نہ پائے۔

"جب انسان خود ہی پیٹ بھر کے لاپروا ہو تو اپنی قیمتی چیزوں کی بھی حفاظت نہ کرسکے تو پھر اسے اپنے علاوہ سب غلط اور چور ہی لگتے ہیں۔" اس کے بعد سسر نے ثمرین سے بالکل بھی بات چیت کرنا بند کردی۔ سلمان کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ مزید ضبط نہ کرسکا۔

"ثمرین تمہیں کچھ احساس بھی ہے کہ امی ابو کو تم نے کتنی اذیت پہنچائی ہے، جنہوں نے تمہیں ہمیشہ بیٹی سمجھا۔" سلمان کچھ سخت سست کہتا بھی تو ساس سسر اس کے سامنے ڈھال بن جایا کرتے تھے۔

"اور جس اذیت اور تکلیف سے میں اتنے دنوں سے گزر رہی ہوں..... اس کا احساس ہے کسی کو؟" پھٹی پھٹی آواز میں ثمرین قدرے زور سے چلائی۔

"حد ہوتی ہے ثمرین..... تمہارا بس چلے تو مجھ پر بھی چوری کا الزام لگادو گی۔" ثمرین کے چلانے پر سلمان بھی غصے سے بولا۔ اپنی کوتاہی اور لاپروائی کا احساس کیے بغیر وہ جاہل اور گنوار انداز میں گلا پھاڑ کر چلا رہی تھی۔ ثمرین کو اندازہ نہیں تھا کہ اس نے شوہر کو سب گھر والوں کے سامنے کس قدر شرمندہ کروادیا تھا۔ شادی والے گھر کا ماحول اس کشیدگی کی وجہ سے عجیب سا ہوگیا تھا۔

"مجھے کیا پتہ..... اپنی کسی "سگی" کے لیے آپ کی بھی میرے جھمکوں پر نیت خراب ہوگئی ہو۔" جھمکوں کی گمشدگی نے تو جیسے ثمرین کو ہوش سے بیگانہ کردیا تھا اس کے منہ میں جو آرہا تھا وہ بول رہی تھی ہر لحاظ ہر مروت کو بالائے طاق رکھ کر۔

"شٹ اپ ثمرین..... جسٹ شٹ اپ....." غصے میں بے قابو ہوتا سلمان اس شدت سے دھاڑا کہ سارے گھر والے کمرے میں جمع ہوگئے، ممکن تھا کہ آج سلمان کا ہاتھ اٹھ جاتا..... وہ تو سسر نے آگے بڑھ کر سلمان کو قابو کیا۔

"دیکھیں آپ سب بھی میرا تماشہ۔" بے ہنگم آواز میں چیختے ہوئے اب ثمرین رونے لگی۔

"یہ عزت ہے، بہو کی اس گھر میں۔" اس شور و ہنگامے پر ننھا معیز بھی رونے لگا تھا۔

"لکھوالیں آپ سب، چور اسی گھر میں ہے۔" آنسوؤں سے تر چہرے کو بازو سے رگڑتے ہوئے ثمرین نے شک کا آخری تیر بھی چلادیا تو جیٹھ یہ دیکھ کر خاموش نہ رہ پائے۔

"ثمرین..... اتنا حد سے آگے نہ بڑھو کہ جب سب کچھ کلیئر ہوجائے تو تمہیں شرمندگی اٹھانی پڑے۔" سلمان کو خالدہ بھابی نے باہر بھیج دیا تھا کیونکہ انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ دونوں میاں بیوی کے درمیان جھگڑا بڑھ سکتا ہے۔

"میں نے اپنا معاملہ اللہ پہ چھوڑا..... اب دیکھنا وہی آپ سب سے حساب لے گا۔" پاگلوں کی طرح چلاتے ہوئے ثمرین اپنی الماری میں جا گھسی اور اپنا سوٹ کیس نکالا اور کپڑے رکھنے لگی۔ اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اس گھر میں اب نہیں رہنا، سب کی تاسف بھری نظریں ثمرین پر جمی تھیں مگر ثمرین کو کسی کی پروا نہیں تھی، سب ہی افسردگی سے باہر نکل گئے سوائے عظمٰی کے۔

"بھابی پلیز آپ نہ جائیں۔" زرد لباس میں افسردہ سی عظمٰی نے کہا جس کی آج مہندی تھی اور گھر کا ماحول کس قدر کشیدہ اور عجیب سا ہوگیا تھا۔ ثمرین گھر چھوڑ کر جارہی تھی، عظمٰی کی بات پر بھی ثمرین کپڑے الماری سے نکالتی رہی۔

"اچھا بھابی آپ یوں کریں۔" وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئی تو ثمرین کو اس کی خاموشی معنی خیز سی لگی۔ کپڑوں کی الماری کے آئینے سے کمال مہارت سے ثمرین نے اپنے عقب کا منظر دیکھا عظمٰی اپنے کانوں سے کچھ اتار رہی تھی۔

"بھابی آپ کے جھمکے گم ہوگئے ہیں آپ میرے لے لیں مگر گھر چھوڑ کر نہ جائیں۔" عظمٰی کی آواز و لہجہ دونوں بھیگے ہوئے تھے۔ رشتوں میں پیدا ہوتی خرابی اور تناؤ کو دور کرنے کے لیے ایک نند کے خلوص نیت کی انتہا تھی مگر ثمرین کی آنکھوں کے آگے تو بے شک چربی آ گئی تھی۔ اسے نہ تو کسی کا دکھ نظر آرہا

تھا نہ ہی کسی کا خلوص اور محبت۔

"بی بی..... صاف صاف کیوں نہیں اگل دیتی کہ یہ جھمکے میرے ہی ہیں۔ تمہاری نیت خراب ہوگئی تھی اس لیے تصویر اتارنے کے بہانے مجھ سے لے لیے تھے۔" ثمرین پورے وثوق سے بولی کہ عظمیٰ نے ہی اس کے جھمکے چرائے تھے اور شوشہ یہ چھوڑ دیا تھا کہ میں نے بھی ایسے جھمکے بنوائے ہیں۔ بس چوری نہ پکڑی جائے اس لیے جیولر سے کہہ کر درمیان میں سرخ رنگ کا "نگ" لگوالیا تھا۔ ثمرین کی اس سوچ کے بعد عظمیٰ وہاں مزید نہ ٹھہر سکی اور افسوس بھری نظروں سے ثمرین کو دیکھتی اپنی آنکھوں کو پونچھتی باہر نکل گئی۔

غصے میں آگ بگولا ثمرین نے اپنا سوٹ کیس تیار کیا، بیڈ پہ روتے چلاتے ننھے معیز کو ایک بازو سے اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے سوٹ کیس گھسیٹتی کمرے سے باہر نکلنے لگی تھی کہ یک دم ہی اس کے قدم رک گئے..... معیز کے عین پیٹ کی جگہ پر پاکٹ بنی تھی جس میں کچھ ابھار سا محسوس ہو رہا تھا بے اختیار اس کا ہاتھ پاکٹ میں چلا گیا۔

"ہائے میرے جھمکے......!" یہ وہی جھمکے تھے جن کے لیے اس نے سارے گھر کو سر پہ اٹھالیا تھا اور وہ نکلے تو اپنے بیٹے کے اپر کی جیب سے جو اکثر ہی ماں کے جھمکوں سے کھیلنے کے لیے رویا کرتا تھا۔

کبھی کبھی وہ کھینچا تانی کرتا تو ثمرین اسے کھیلنے کے لیے دے دیا کرتی تھی۔ آخری بار اس نے معیز کو کھیلنے کے لیے دیئے تھے اور وہ کھیلتے کھیلتے سو گیا تھا، کاموں سے فارغ ہو کر جب وہ کمرے میں آئی تو تھکاوٹ کے مارے ہمت نہ تھی کہ جھمکے اٹھا کر حفاظت سے الماری میں رکھ دے۔ نیند کا غلبہ اس قدر تھا کہ اس نے جھمکے معیز کی پاکٹ میں رکھ دیئے یہ سوچ کر کہ صبح کو انہیں حفاظت سے سنبھال کر رکھ دے گی مگر وہ صبح کبھی نہ آئی تھی..... البتہ جھمکوں کی گمشدگی کو لے کر ثمرین نے گھر میں طوفان ڈھا دیا۔ اب ہاتھ میں جھمکے پکڑے ثمرین شرمندگی اور ندامت سے پانی پانی ہو رہی تھی۔ اپنا ایک ایک لفظ جو کسی بھی لحاظ کے بغیر اس نے سب کے سامنے بدتمیزی سے کہا تھا یاد آ رہا تھا تو دل صدمے و افسوس سے بوجھل ہو رہا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہ کرنا ثمرین کہ جھمکے تو مل جائیں مگر بعد میں تمہیں سسرال والوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔" ماں اور بہنوں کے الفاظ کانوں میں گردش کرنے لگے تھے۔ دل شدت سے اسے ملامت کرنے لگا سب کا ناراض چہرہ آنکھوں کے سامنے آ کر گویا شکوہ کر رہا تھا۔ اتنی محبت اور عزت دینے والے رشتوں کو اس نے سونے کے جھمکوں کی وجہ سے ناراض کر دیا تھا جن کی محبت سونے سے کہیں زیادہ قیمتی تھی۔

اسے اب سب کو منانا تھا جن کو اپنی بے وقوفی اور جلد بازی سے ناراض کر دیا تھا، جن کے دلوں کو اپنے تند و تیز جملوں سے چھلنی کر دیا تھا۔ ان سے معافی مانگنی تھی اور اپنی لاپروائیوں کو چھوڑ کر ذمے داری اختیار کرنی تھی کیونکہ بعض اوقات اپنی لاپروائی اور بے احتیاطی کے ہاتھوں خود تو انسان پریشان ہوتا ہی ہے دوسروں کو بھی اذیت دیتا ہے۔ جھمکے تو مل گئے تھے مگر خلوص و محبت کھو جائے تو پھر ملنا مشکل ہوتا ہے جو سونے چاندی اور ہیرے موتی سے بھی کہیں زیادہ انمول ہے..... اسے یقین تھا کہ اس کے سسرالی رشتے خلوص اور محبت سے گندھے ہوئے ہیں۔ وہ اس کی خامیوں اور نادانیوں کے باوجود بھی پھر سے گلے لگالیں گے۔

سب سے پہلے اس نے اپنی لاپرواہیوں اور بھلکو پن کی عادت کے لیے اللہ سے معافی مانگی کہ وہ معاف کر دے گا تو سب معاف کر دیں گے۔ اس نے جھمکے اٹھا کر احتیاط اور ذمے داری سے جیولری بکس میں رکھے اور اس کو ہاتھ میں لے کر ندامت بھرے قدموں کے ساتھ کمرے سے باہر آ گئی کہ دلوں کو جوڑنے کا ہنر بھی اسے سیکھنا تھا۔ ان جھمکوں کی گمشدگی نے اسے زندگی کا وہ سبق دیا تھا جو شاید وہ کسی کے سکھانے سے نہ سیکھتی۔ ہائے جھمکے۔



آخری قسط

اکائی

عشنا کوثر سردار

دل کے افق میں گمشدہ ستارہ مل جائے
شبِ غم میں کوئی جینے کا سہارا مل جائے
عین ممکن ہے کہ تعبیر بھی ایک جیسی ہو
اس کے خوابوں سے اگر خواب ہمارا مل جائے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

آیت فاطمہ سے ملنے اسپتال آتی ہیں اور ان کو اپنے بچپن کی باتیں یاد کراتی ہیں اور ان کو دعا دیتی ہے جلد صحت یابی اور وقار الحق کے ساتھ زندگی گزارنے کی اور کرم دین چاچا کی طرف سے بھی دعا کا کہتی اور وقار الحق کو دلاسا دے کر گھر آجاتی ہے۔ آیت گھر پہنچ کر فاطمہ کی طبیعت کے بارے میں کرم دین کو بتاتی ہے اور وہ فاطمہ کے حق میں دعا گو ہو جاتے ہیں۔ جب وقار الحق گھر آتے ہیں تو تاج بیگم فاطمہ کے بارے میں پوچھتی ہیں اور ہاجرہ اماں آبدیدہ ہو جاتی جس پر تاج بیگم ان کو سمجھاتی ہیں اور وہ دونوں مل کر فاطمہ کے حق میں دعا کرنے لگتی ہیں۔ اور دوسری طرف نواب صاحب بھی وقار الحق کو سمجھاتے ہیں اور حوصلہ دیتے ہیں۔ ایک بار پھر فاطمہ کے خواب وہ ہی شخص آتا ہے اور ان سے گزشتہ کہانی کے بارے میں مزید بات چیت کرتا ہے اور شہزادے و شہزادی کے بارے میں خوب بحث و مباحثہ ہوتا اور اس دوران ان کے شوہر کی بات چیت بھی ہوتی ہے۔ جس پر فاطمہ اپنے شوہر کے بے پناہ محبت کا اس شخص کو بتاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ وہ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں پر ان کو ڈھنگ سے اظہار کرنا نہیں آتا پر وہ ان سے بہت محبت کرتے ہیں۔ جس پر وہ شخص کچھ افسردہ سا ہو جاتا ہے اور ان کو دعا دیتا ہے وہ شہزادے کے بارے میں بات کرتے ہیں اور شہزادے کو نئی شہزادی ملنے اور عشق حقیقی ہو جانے کی بارے میں جان کر بی بی صاحب کی حالت بگڑنے لگتی جس وہ شخص بے چینی سے چیخنے لگتا ہے۔

اب آگے پڑھیے



"بی بی..... کیا ہوا اچانک آپ کو، کیا ہوا؟" نوجوان چیخ رہا تھا۔ مگر دوشیزہ کچھ بول نہ پا رہی تھی۔ بس سینے پر ہاتھ رکھے، سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی مگر سانس لینے میں دشواری پیش آرہی تھی۔

"بی بی جی....." وہ چیخا اور ان کو شانے سے تھاما ان کی حالت غیر ہونے لگی تھی اور دھڑکنوں کی رفتار حد سے سوا ہو گئی

تھی۔

"بی بی..... آپ سانس لینے کی کوشش کریں۔" وہ اس کی پشت ہلکے ہلکے تھپتھپانے لگا کہ اسے سانس لینے میں مدد ملے مگر وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔ ایسی کیفیت تھی کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رخساروں پر ڈھلکنے لگے۔

"بی بی صاحب۔" نوجوان کی حالت عجب اور نظروں میں بے چینی و بے بسی عود کر آئی تھی۔

"آپ کو کچھ نہیں ہوگا بی بی صاحب۔ سانس لینے کی کوشش کریں۔" وہ پھر سے چیخا۔ دوشیزہ نے گردن اوپر کر کے سانس لینے کی کوشش کی مگر ان کی بانہوں میں آ رہی وہ بوکھلا گیا۔

"بی بی صاحب۔" وہ زور سے چیخا۔



"ڈاکٹر..... پلیز..... دیکھیے..... فاطمہ کو کیا ہو رہا ہے ان کے دل کی دھڑکنوں کی رفتار خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے۔" وقار الحق مونیٹر پر نگاہ ڈال کر چیخے، فاطمہ بی بی جو تیز تیز سانس لے رہی تھی۔

"کوئی ہے..... ڈاکٹر....." وقار چیخا تب ہی نرسوں کی ایک ٹیم اندر داخل ہوئی۔

"آپ پیچھے ہٹیے پلیز، ڈاکٹر صاحب آ رہے ہیں۔"

"کیا کر رہے ہیں آپ لوگ، کسی کی جان کو مذاق سمجھ رکھا ہے؟ جب خبر ہے کہ مریضہ کی حالت شدید خراب ہے تو آپ لوگ آس پاس کیوں نہیں رہتے، غافل کیوں ہو جاتے ہیں؟ آپ کی اس غفلت سے کسی کی جان جا سکتی ہے۔ آپ کی بلا سے۔" ہمیشہ بہت پرسکون رہنے والے وقار الحق چیخ اٹھے۔ نرس ان کی کہی بات کو نظر انداز کر کے فاطمہ بی بی کی نگہداشت کرنے لگا اور ان کو مختلف قسم کی ادویات دی جانے لگی تھیں۔

''آپ ڈاکٹر کی ہدایت کے بنا کیا دوائیں دے رہی ہیں؟ میری اہلیہ کو کچھ ہوگیا تو......'' وقار الحق بولے۔
''محترم ہم نا اہل نہیں۔ پلیز ہمیں ہماری ڈیوٹی کرنے دیجیے اور باہر جائیے ہم جو ادویات دے رہے ہیں ڈاکٹر کی ہدایت پر ہی دے رہے ہیں۔''
''ڈاکٹر کہاں ہیں؟''
''وہ آرہے ہیں پلیز ڈونٹ بی پینک...... حوصلہ رکھیں ہم قصائی نہیں مریضہ کی جان بچانا ہمارا بھی فرض ہے، ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کرتے ہیں باقی اللہ کی مرضی۔'' ایک نرس نرمی سے بولیں اور فاطمہ کو لگی ڈرپ میں انجیکشن منتقل کیا فاطمہ بی بی کی دھڑکن کی رفتار جوں کا توں تھی اور وہ اسی طرح سانس کھینچ کھینچ کرلے رہی تھی۔ اسی اثناء میں ڈاکٹر اندر داخل ہوا اور وقار الحق کے شانے پر خاموشی سے ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔
''پریشان نہ ہوں، ہم آپ کی اہلیہ کو اپنی طرف سے بہترین ٹریٹمنٹ دے رہے ہیں۔ باقی اللہ کے ہاتھ میں ہے آپ دعا کریں پلیز اور اب آپ باہر تشریف لے جائیے۔'' ڈاکٹر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا مگر وقار الحق وہاں کھڑے فاطمہ بی بی کی سمت دیکھتے رہے۔ ڈاکٹر نے کسی ناگہانی صورت حال کے خیال سے دل کو پمپ کرنے والی اور دیگر مشینیں بھی منگوالی تھیں سو وہ فاطمہ بی بی کو ہر طرح کی فوری امداد دینے لگے تھے۔
وقار الحق کی نظر فاطمہ بی بی اور پھر مونیٹر اسکرین کا طواف کررہی تھیں۔ جہاں فاطمہ کے دل کی رفتار نبض کی رفتار اور دوران خون کی تفصیل دکھائی دے رہی تھی۔ نواب زادہ وقار الحق دل ہی دل میں فاطمہ کی سلامتی کے لیے دعا گو تھے۔ فاطمہ کی طبیعت اب بہتر ہونے لگی تھی۔ وقار الحق کی جان میں جان آئی تھی۔ مونیٹر اسکرین میں واضح تبدیلی آئی تھی ہر شے معمول کے مطابق لوٹ رہی تھی، وقار الحق نے گہری سانس خارج کی۔
وہ کومہ میں تھیں، ہوش وخرد سے بے گانہ تھیں مگر ان کے ہونے کا احساس تھا کہ وہ زندہ ہیں، سانس لے رہی ہیں، وہ اپنی پیاری اہلیہ کا حرارت سے بھرا ہاتھ تھام لیتے تو سکون سارگوں میں دوڑنے لگتا۔ ان کی سانسوں کی رفتار سے جیسے وقار الحق کی زندگی جڑی تھی۔ ڈاکٹر نے اطمینان سے وقار الحق کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا۔
''آپ کی اہلیہ کی حالت اب بہتر ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں، آپ سے کہا تھا ہم اپنی طرف سے بہترین نگہداشت کریں گے باقی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔'' ڈاکٹر نے کہا تو وقار الحق نے سر ہلایا فرط جذبات سے ان کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔



جنت بی بی نے الماری کا پٹ کھولا اور دراز کھول کر وہی لفافہ برآمد کیا اور نئے سرے سے اسے پڑھا۔ حرف حرف روح کو چیرتا تھا مگر سچ تھا۔
عزیزہ جنت بی بی!
بہت دنوں سے ہم چاہ رہے تھے کہ آپ کو خط لکھ سکیں وہ لکھ سکیں جو ہم کہنا چاہتے ہیں، لفظ کبھی کبھی ساتھ نہیں دیتے، ہم الفاظوں کے انتخاب میں ایسے ماہر تو نہیں مگر ہم آپ کا دل بھی دکھانا نہ چاہتے ہیں نہ ہی کوئی نیا زخم آپ کو دینا چاہتے ہیں۔ ہم اس قہر سے ڈرتے ہیں بخدا جو کسی کا دل توڑنے پر نازل ہوتا ہے۔
ہم اللہ کا خوف رکھتے ہیں آپ کو یا آپ کے جذبات کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتے کچھ عمل ناگزیر ہوتے ہیں جو بھی تھا وہ نہیں رہا۔ نہ وہ آگے نہیں بڑھ سکا، ہم آپ کی جذباتی کیفیت اور وابستگی کو سمجھتے ہیں مگر...... کہیں نہ کہیں سفر موقوف کرنا پڑتا ہے۔ راستے اختتام پزیر ہوتے ہیں کہیں منزل کے بنا راستوں کو ادھورا چھوڑنا پڑتا ہے کئی راستوں سے نئی

راہیں بھی ہم نے نکلتی دیکھی ہیں۔ بہر حال جو ہوتا ہے اسی میں اللہ پاک کی بہتری ہوتی ہے ہم انسان اپنی طرف سے کچھ بھی کریں ہوتا وہی ہے جو اس ذات پاک کی رضا ہوتی ہے اور ہمیں سرنگوں کرنا پڑتا ہے ہمارے لیے یہی مناسب ہے کہ اس کی رضا پر چلیں۔ اسی کے احکامات کی پیروی کریں، مدعا یہ ہے کہ بہت سوچ و بچار کے بعد ہم نے طے کیا ہے کہ ہم دو کشتیوں میں سوار نہیں رہ سکتے۔ ہمیں کوئی ایک راہ چننی ہے اور ہم نے فاطمہ کو اپنی اہلیہ کے طور پر چن لیا ہے۔ ہم نے ان کی رشتے کے لیے قربانیوں پر نظر کی ہے اور ان کی محبت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔ ہم فاطمہ سے محبت کرتے ہیں اس کا ادراک ہمیں پہلے بھی تھا مگر ہم ان کو تکلیف میں دیکھنا نہیں چاہتے تھے اس ڈر سے کہ آپ ان کو نقصان نہ پہنچا دیں، ہم ان سے دور رہے مگر وہ بہترین شریک حیات ہیں اور ہم مزید سزا ان کو نہیں دے سکتے سو ہم نے ان کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہے، ہم ان کے ہمراہ اپنی باقی کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں چاہے وہ کچھ دن کی ہو یا طویل ترین، ہم مزید فاطمہ کی نفی نہیں کر سکتے اور نہ ان کو تنہا چھوڑ سکتے ہیں۔ وہ ایک بہترین شریک حیات اور وفادار خاتون ہیں، ان کی مزید نفی ممکن نہیں نا ان کو نظر انداز کرنا ممکن ہے۔ ہم نے طلاق کے کاغذات کچھ روز پہلے بنوا لیے تھے مگر ہم انہیں آپ تک پہنچانے کی ہمت نہیں رکھتے تھے آپ کے ڈر سے یا آپ کی سازشوں کے خیال سے نہیں مگر آپ کو دکھ پہنچانے کے خیال سے ہم اس میں تاخیر کرتے رہے مگر اب ہم مزید وقت نہیں گنوا سکتے۔ ہم کسی خوف کا شکار نہیں، نہ کوئی ڈر اب ہمارے اندر سانس لیتا ہے۔ ہم نے مان لیا ہے کہ اللہ کی مرضی کے بنا پتا بھی نہیں حرکت کرتا سو زندگی اور موت اس ذات پاک کے ہاتھ میں ہے آپ سے ملاقات ہوئی آپ میں ایک مثبت بدلاؤ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ ہم نے ہمیشہ آپ کے حق میں دعا کی تھی کہ اللہ پاک آپ کو نیک ہدایت دے، آپ ایک اچھی شخصیت کی مالک ہیں، جس جنت بی بی کو ہم جانتے تھے وہ کہیں نہیں تھی، یہ مثبت تبدیلی کہیں سکون دے گئی۔ ہم معذرت خواہ ہیں اگر ہم نے کبھی بھی آپ کو کوئی تکلیف پہنچائی ہو، آپ کو اس رشتے سے آزاد کرنے کا مقصد آپ کو نئی راہوں کی طرف گامزن کرنا تھا، ہم آپ کو اپنا پابند کر کے نہیں رکھنا چاہتے تھے، ہم چاہتے تھے کہ آپ خوشیوں سے بھری زندگی گزاریں۔ جنت ہم اپنی مرضی سے محبت نہیں کرتے نا اپنی مرضی سے رشتے بناتے ہیں یہ سب اوپر درج ہوتا ہے، اللہ نے آپ کے لیے کسی انسان کو ضرور بنایا ہوگا۔ اس کے زندگی میں آنے سے آپ سکون محسوس کریں گی اور تمام تکلیفوں کو فراموش کر دیں گی ہم طلاق کے کاغذات بھجوا رہے ہیں ہمیں معاف کر دیجیے گا۔ ہم آپ کی خوشیوں کے لیے دعا کرتے ہیں اللہ پاک آپ کو مسرتوں سے بھری زندگی دے اور کوئی خلا باقی نہ رکھے آمین۔

آپ کا خیر خواہ
نواب زادہ وقار الحق

27-03-1949

کئی اشک آنکھوں سے ٹوٹے اور سطروں کو مٹا گئے تھے کاغذ کو مٹھی میں بھینچ کر جنت بی بی دھیمے سے مسکرائیں۔
"معاف کیا وقار الحق، ہم نے آپ کو معاف کیا۔" مدھم آواز کمرے کی خاموشی میں ابھری تھی۔



"میاں معذرت چاہتے ہیں مگر ہم نے اپنی مرضی سے نکاح کی تاریخ مقرر کر کے معاملات طے کر لیے ہیں ہم خوش ہیں کیونکہ ہماری سانسوں کا کچھ بھروسا نہیں ہم آیت کو اپنی زندگی میں اپنے گھر کا ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں اور پھر سکون سے اس دنیا سے رخصت ہونا چاہتے ہیں۔ آپ ہماری بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ تمام انتظامات تو سنبھالنے لائق ہم نہیں مگر جو ہو سکا ہم کریں گے۔" کرم دین چاچا نے کہا تو جہانگیر خاموشی سے انہیں دیکھنے لگے۔

"کیا ہوا..... نکاح کی تاریخ کا وقت سے پہلے مقرر کرنے پر کوئی اعتراض ہے کیا آپ کو؟" کرم دین چاچا نے پوچھا تو جہانگیر نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"ایسی بات نہیں چاچا کرم دین، آپ ہمارے بزرگ ہیں، آپ کا حکم سر آنکھوں پر، ہم نے آپ سے وعدہ کیا ہے اور نہ نبھائیں ایسا ممکن نہیں، ہم آیت کا ہاتھ تھامنے کو تیار ہیں چاہے آج یا کل جب کہیں ہم سر تسلیم خم کریں گے، ہماری مجال کہ اعتراض اٹھائیں یا انکار کریں؟" وہ دھیمے سے مسکرایا۔ کرم دین چاچا کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا تھا۔ انہوں نے ہونٹوں کی قید سے سانس خارج کی۔

"بس میاں آپ کا اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ آپ نے ہمارے دل سے بوجھ ہٹا دیا۔ ہم تیاریاں کرتے ہیں۔" کرم دین چاچا نے کہا۔

"آپ زحمت نہ کیجیے، آرام فرمائیے بس ہم سب انتظامات دیکھ لیں گے ہر کام ان شاء اللہ بہت اچھے سے انجام پائے گا۔ کسی بات کی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" جہانگیر نے یقین دلایا۔

"خوش رہو بیٹا۔" کرم دین چاچا نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور اٹھ کر باہر نکل گئے۔ جہانگیر کسی سوچ میں مگن ہو گیا تھا۔



اس دوشیزہ کی کیفیت سنبھلی نوجوان نے چین کی سانس لی۔

"آپ اس قدر پریشان کیونکر ہو گئے تھے؟" دوشیزہ نے پوچھا۔

"ہم نہیں جانتے مگر....." نوجوان نے بے چینی سے انہیں دیکھا۔

"مگر کیا؟" دوشیزہ چونکی۔

"ہمارا بس چلتا تو ہم آپ کو اپنی سانسیں دے کر زندگی کی طرف لوٹا دیتے۔"

"اللہ نہ کرے، آپ سلامت رہیں۔ ہم اپنے حصے کی زندگی جئیں گے۔" دوشیزہ نے آہستگی سے کہا۔ نوجوان نے انہیں بغور دیکھا۔

"آپ ٹھیک ہیں ناں؟"

"جی۔" مختصر جواب آیا۔

"ایسا پہلے بھی کبھی ہوا ہے؟" پوچھا گیا اس نے شانے اچکا دیے۔

"ہم نہیں جانتے۔"

"ہم ڈر گئے تھے۔"

"کیوں؟" مگر نوجوان نے جواب نہ دیا۔

"پھر شہزادے نے اس نئی شہزادی سے شادی کر لی اور ہنسی خوشی رہنے لگے؟" دوشیزہ نے کہانی کا سرا وہیں سے جوڑا مگر نوجوان خاموش رہا۔

"کیا ہوا؟" دوشیزہ جانے کیوں پریشان ہوئیں۔

"کچھ نہیں۔" نوجوان نے ان کی طرف دیکھے بنا سر نفی میں ہلا دیا۔

"شہزادے کو اس نئی شہزادی میں کوئی بات دلچسپ لگی؟" دوشیزہ نے کریدا۔

"خبر نہیں۔" نوجوان کی مدھم آواز ابھری۔

''یہ کیا بات ہوئی؟ شہزادے کو خبر نہیں کہ اسے کیا محسوس ہوتا ہے؟''
''محسوس کرنے پر دل درکار ہوتا ہے۔'' وہ آہستگی سے بولا۔
''اوہ..... سو کیا شہزادہ دل نہیں رکھتا تھا؟'' وہ چونکی۔
''نہیں۔'' وہ چہرہ پھیرے آہستگی سے مسکرا کر بولا۔
''شہزادے کا دل کہاں گیا؟'' وہ کریدنے لگی۔
''خبر نہیں مگر شہزادے کے پہلو میں نہ رہا تھا۔''
''اوہ..... سو شہزادہ جی کیسے رہا تھا، دل کے بنا کوئی زندگی ہے کیا؟ دل ہی تو زندگی کی علامت ہے۔'' وہ پریشان ہوئیں۔
''کچھ لوگ ایسے بھی جیتے ہیں دل کے بنا۔''
''یہ کون سی زندگی ہوتی ہے؟'' وہ چونکیں۔
''محبت کے بعد کی زندگی۔'' وہ آہستگی سے بولا۔ وہ خاموش ہوگئیں۔ نوجوان نے دوشیزہ کی طرف نگاہ کی اور خاموشی سے دیکھا دوشیزہ یک دم چہرے کا رخ پھیر گئی۔ پھر مدہم لہجے میں بولیں۔
''محبت ایسی بے رحم ہے کیا، ایسی بے رحم زندگی دیتی ہے؟''
''نہیں محبت بے رحم نہیں مہربانی ہے مگر محبت کے بعد کی کوئی زندگی نہیں ہوتی۔'' وہ مدہم لہجے میں بولا۔
''اگر ساتھ نہ رہے تو بندہ بے جان ہو جاتا ہے۔'' وہ جیسے الجھنے لگیں۔
''شاید.....'' وہ شانے اچکا کر بولا۔
''سو بندہ بے جان ہو کر جیتا ہے زندگی سے خالی، دل کے بنا؟'' وہ افسردہ ہونے لگیں۔
''جانے دیجیے۔'' اس نے موضوع بدلنا چاہا۔
''نہیں اسی بارے میں بات کیجیے، ہم سننا چاہتے ہیں، بہت دلچسپ ہے اس متعلق جاننا۔'' وہ مدہم لہجے میں بولیں تو وہ مسکرا دیا۔
''دل برباد کی کہانی سننے میں کیا لطف..... کھنڈر عمارتوں میں بھی بھلا کوئی دلچسپ بات ہوتی ہے؟'' وہ چہرہ پھیر کر بولا۔
''شاید دلچسپی کھنڈرات میں نہیں، کھنڈرات کے پس پردہ چھپی کہانی میں ہوتی ہے۔'' وہ آہستگی سے بولیں۔
''کھنڈرات میں کچھ نہیں رکھا۔''
''کھنڈرات کیسے بنے؟''
''کوئی دلچسپ بات نہیں۔''
''ہے ہم جاننا چاہتے ہیں۔''
''شکر کیجیے آپ منتشر ہونے کے اس عمل سے نہیں گزریں ایسے نقصان سہنا آسان نہیں۔''
''اندازہ ہو رہا ہے ہمیں۔''
''ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ آباد و شاد رہیں۔'' وہ بولا۔
''آمین، ہم اپنے ہمسفر سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔''
''اس کے باوجود وہ آپ سے محبت نہیں کرتے؟''

''کس نے کہا وہ ہم سے محبت نہیں کرتے؟''
''ٹھیک۔'' وہ خاموش ہوگیا۔ کافی لمحوں تک وہ خاموشی برقرار رہی پھر وہ اکتا کر بولیں۔
''معذرت۔''
''کس بات کے لیے؟'' وہ مسکرایا۔
''شاید بے دھیانی میں ہم نے آپ کا دل دکھادیا ہے؟'' وہ مدہم آواز میں بولیں تو نوجوان مسکرایا۔

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تیری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی
لے گیا چھین کے کون آج ترا صبر و قرار
بے قراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی
اس کی آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی
اب کی جو راہ محبت میں اٹھائی تکلیف
سخت ہوتی ہمیں منزل کبھی ایسی تو نہ تھی
پائے کوباں کوئی زنداں میں بنا ہے مجنوں؟
آتی آواز سلاسل کبھی ایسی تو نہ تھی

نوجوان زیر لب مسکرایا۔ شکوہ تھا یا کچھ اور دوشیزہ خاموش ہوگئی تھیں۔
''دل نہیں ہے پہلو میں محترمہ آپ کو مطلع کیا تھا۔''
''بہتر۔'' بہت آہستگی سے کہا گیا۔
''ہم جیسے کسی انتظار گاہ میں ہیں ناں؟'' وہ بولا۔
''معلوم نہیں۔'' وہ کوئی قیاس نہ کرسکیں۔
''ایسا معلوم ہوتا ہے کہیں جانے سے پہلے کی انتظار گاہ ہے یہ، جیسے اس سے آگے کا کوئی سفر ہو، سفر سے پہلے کا کوئی لمحہ انتظار ہو۔'' وہ قیاس کرتا ہوا بولا۔
''ہم نہیں جانتے۔'' لڑکی نے شانے اچکائے۔
''بہرحال جب تک یہاں ہیں وقت گزاری کو بات کرنا مناسب ہے، جتنے لمحے ہیں آرام سے کٹ جائیں گے۔'' نوجوان مسکرایا۔
اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑتی دکھائی دی جیسے وہ کسی بات کو لے کر اداس ہو۔ دوشیزہ نے اندازہ لگایا کہ اس نوجوان کی آنکھیں ایسے چمکتی تھیں جیسے کسی نے کئی قیمتی موتی ان آنکھوں میں بھر دیے ہوں۔ اس نگاہ میں کیا خاص تھا؟ دوشیزہ نے جیسے ڈرتے ڈرتے نگاہ کی مگر نوجوان کو اس گھڑی اپنی طرف دیکھتا پا کر فوراً نظر پھیر لی تھی۔
''آپ کچھ...... کچھ...... بے چین دکھائی دیتے ہیں۔'' دوشیزہ نے اس کی سمت دیکھے بنا قدرے مجل ہو کر کہا تو وہ آہستگی سے مسکرادیا۔
''ہم کہنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔'' وہ مدہم آواز میں بولا۔
''کیا کہنا ہے آپ کو؟'' وہ پوچھنے لگی مگر اس نے نفی میں سر ہلایا اور چہرہ پھیر گیا پھر بولا۔

"کسی نئے شاعر کا مجموعہ کلام شائع ہوا ہے، مصطفیٰ زیدی۔"
"ہمیں شاعری سے شغف ہے مگر ہم نے ان کے متعلق نہیں سنا، غالب و میر کے بعد سب کو قلم روک دینا چاہیے۔" وہ مسکرائیں وہ بھی مسکرایا اور مدہم لہجے میں بولا۔

یونہی اک روز اپنے دل کا قصہ بھی سنا دینا
خطاب آہستہ آہستہ نظر آہستہ آہستہ
دریچوں کو تو دیکھو چلمنوں کے راز تو سمجھو
اٹھیں گے پردہ ہائے بام و در آہستہ آہستہ
ابھی تاروں سے کھیلو چاند کی کرنوں سے اٹھلاؤ
ملے گی اس کے چہرے کی سحر آہستہ آہستہ

"کچھ ایسا دلچسپ نہیں۔" وہ نگاہ ملانے سے کتراتی دکھائی دیں۔
"بہتر۔" وہ خاموش ہوگیا پھر قدرے توقف کے بعد گویا ہوا۔
"شہزادے نے کوئی شکوہ نہیں کیا، نہ کوئی ذکر کیا، نہ کوئی قصہ کہا۔ کوئی ملال نہ تھا اسے، وہ قسمت کے لکھے کو قبول کرتا رہا تھا۔ وہ خوش تھا کہ شہزادی اپنی زندگی میں خوش ہے اور اسے بس شہزادی کی خوشی درکار تھی جیسے اس سے زیادہ وہ کچھ اور نہ چاہتا تھا اس سے زیادہ جیسے کچھ ضروری بھی نہ تھا۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔
"کہاں جارہے ہیں آپ؟"
"نہیں معلوم...... مگر جیسے کچھ کھینچ رہا ہے۔"
"بیٹھ جایئے۔ ہم یہاں تنہا کیسے رہیں گے؟" نوجوان نے ان کی سمت نگاہ کی پھر دوبارہ براجمان ہوگئے۔
"ڈریے مت، ہم یہیں ہیں۔" نوجوانوں نے آہستگی سے کہا دوشیزہ نے اطمینان کرکے سر ہلایا۔
"شہزادے کو خوش رہنے کا حق ہے، اس کی خوشی بھی اہم ہے، اسے اپنے بارے میں سوچنا چاہیے تھا۔" دوشیزہ نے حتمی انداز میں کہا تو نوجوان نے شانے اچکا دیے اور آہستگی سے مسکرا دیا۔
"چھوڑیے شہزادے کی خوشی کوئی اہمیت نہیں رکھتی جس سے محبت کی جائے اس کی خیر چاہیے ہوتی ہے بس اس کی خوشی اس کی سلامتی اس کی خیریت...... وہ اور بس وہ...... بس وہی...... اور...... کچھ نہیں۔" لہجہ مدہم اور عجیب دیوانگی رکھتا تھا وہ اسے دیکھتی رہ گئیں۔



وقار الحق کو دھوکا ہوا تھا یا واقعی ایسا ہوا تھا؟ وہ چونکا تھا اور بغور فاطمہ کے چہرے پر نگاہ جما دی تھی۔ اس کی پلکوں میں ایک لحہ کو حرکت محسوس ہوئی تھی مگر وہ حرکت دوبارہ نہیں ہوئی حتیٰ کہ طویل وقت گزر گیا تھا مگر ایسا کوئی عمل دوبارہ واقع نہیں ہوا تھا۔ ڈاکٹر معمول کے چیک اپ کے لیے آیا تو وقار الحق نے ان سے پوچھنا ضروری خیال کیا۔
"ڈاکٹر ہم نے فاطمہ کی پلکوں میں ایک لحہ کو حرکت دیکھی ہے۔ کیا یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ ہوش میں آرہی ہیں۔" وقار جاننے کو متجسس تھے ڈاکٹر نے ڈسکرپشن میں تبدیلی کرتے ہوئے تیزی سے قلم چلانا شروع کیا اور اسی دوران بولے۔
"مریض جب کومہ میں ہوتا ہے تو اس کی کوئی حتمی مدت ڈاکٹرز کے علم میں نہیں ہوتی۔ کبھی یہ کومہ کو طویل کرسکتا ہے کبھی مختصر، بعض صورتوں میں مریض کو ہوش آ بھی جاتا ہے اور بعض مریض کومہ میں ہی دنیا سے گزر جاتے ہیں۔ ایسی

کوئی کیلکولیشن میڈیکل سائنس میں نہیں ہے کہ وہ کچھ اس متعلق اخذ کرجائے۔ ہم کہہ نہیں سکتے پلک کا جھپکنا ایسا کوئی سائن نہیں ہوسکتا ہے مریض ہوش میں آجائے...... ہوسکتا ہے تمام عمر اسی طور بیڈ پر پڑا رہے مگر ہمیں اللہ کی ذات سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ جہاں میڈیکل سائنس ناکام ہوجاتی ہے وہاں اس کی ذات کا کرم کام کرتا ہے، آپ دعا کریں اور ان شاء اللہ سب بہتر ہوگا، نواب صاحب آپ معمولات زندگی کی طرف لوٹیں، آپ کی اہلیہ کا خیال کرنے کو یہاں میڈیکل اسٹاف ہے۔ ہم ان کی نگہداشت میں کسر نہیں چھوڑ رہے۔ آپ بے فکر ہوکر معمولات زندگی کی طرف لوٹ سکتے ہیں۔ باقی مریض کی خدمت کو اسپتال کا عملہ موجود ہے، ان کی دیکھ بھال اچھے سے ہورہی ہے۔'' ڈاکٹر نے وقار الحق کی کیفیت دیکھ کر ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ان کو سمجھایا۔ وقار الحق نے سرہلادیا۔

''میں نے کچھ دوائیں تبدیل کردی ہیں آپ کی اہلیہ جلد بہتر ہوں گی آپ فکر نہ کریں۔ اس ذات پاک سے دعا کریں۔ اس کی ذات نوازنے والی ہے۔'' ڈاکٹر نے تسلی دی اور باہر نکل گیا۔

وقار الحق، فاطمہ کی طرف دیکھنے لگے وہ مشین کے ذریعے مصنوعی سانس لے رہی تھیں۔ ان کی محبوب ہستی اس لمحے ہوش و خرد سے بے گانہ تھی۔

''فاطمہ......'' وقار الحق نے آہستگی سے پکارا۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ان کے جسم کی حرارت کو محسوس کیا۔

''فاطمہ، دنیا معمول کے مطابق رواں دواں ہے مگر کہیں کوئی ایک دنیا وہیں ایک جگہ ٹھہر گئی ہے آپ کے اس طور بے حواس ہوجانے سے، اس دنیا میں کہیں کوئی روشن نہیں، کوئی تارا نہیں ٹمٹماتا، کوئی آفتاب کی ضیاء وہاں کا راستہ نہیں دیکھتی، کوئی گردش ماہ و سال اس دنیا پر اثر انداز نہیں ہوتے، وہ دنیا آپ کے بنا ادھوری ہے، فاطمہ خدارا اس دنیا میں لوٹ آیئے، ہم آپ کو کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔'' ان کی آواز جذبات کے تحت بھاری ہوئی تو وہ چپ سادھ گئے اور چپ چاپ فاطمہ بی بی کو بھیگی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔



یہ قول کس کا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
وہ کچھ نہیں کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
ان کا ہی سننا ہے کہ وہ کچھ نہیں کہتے
سرا ہی کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
یہ خوب سمجھ لیجیے غماز وہی ہے
جو آپ سے کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
مشتاق بہت ہیں مرے کہنے کے پرانے داغ
یہ وقت ہی ایسا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

''جہانگیر آپ کی یہ قمیص استری کردی ہے اور یہ ٹائی بھی منتخب کرکے نکال دی ہے مگر اب غور کیا تو پتا چلا قمیص کے اوپر کے دو بٹن غائب ہیں شاید ماسی سے دھوتے لمحے ٹوٹ گئے ہوں، ہم ابھی لگادیتے ہیں۔'' آیت نے کہا تو جہانگیر نے ہاتھ کے اشارے سے منع کردیا۔

''اس کی ضرورت نہیں ہم کوئی اور قمیص پہن لیتے ہیں۔'' جہانگیر رخ پھیر کر شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔ آیت دانستہ رخ پھیر کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ دل پر ایک گھونسا سا پڑا تھا۔ گویا جہانگیر نہیں چاہتے تھے کہ دو لمحوں کی قربت بھی نصیب ہو یا آیت ان کے قریب آئے، ایک اداسی نے دل کا احاطہ کیا۔ جہانگیر تیار ہوکر باہر نکلے ان کی مخصوص خوشبو

اطراف میں پھیل گئی تھی۔ آیت اداسی کے باوجود پلٹ کر ان کو دیکھنے لگی۔ شاید کسی میٹنگ کا خاص اہتمام تھا۔ بڑی نک سک سے تیار دکھائی دیے۔

"میٹنگ کاروباری نوعیت کی ہی ہے ناں؟" اس نے پوچھا تو جہانگیر مسکرا دیے۔

"آپ کو شک گزر رہا ہے؟"

"نہیں ایسی بات نہیں۔" اس نے شانے اچکائے۔

"شک بری بیماری ہے، جس کا کوئی علاج نہیں بہرحال ہم چلتے ہیں شام میں دیر ہوجائے گی شاید ڈنر بھی باہر ہی کریں۔" وہ مطلع کرتا ہوا باہر نکل گیا۔ آیت دیکھتی رہ گئی۔ اس کی خوشبو اب بھی اطراف میں پھیلی ہوئی تھی۔ آیت نے سانس بھر کر اس مہک کو اندر اتارا۔

"جہانگیر آپ دفتر جاتے ہیں تو اپنی خوشبو یہیں چھوڑ جاتے ہیں اور ہم آپ کی خوشبو سے معطر ہوتے ہوئے دن گزار دیتے ہیں، بہت سی باتوں کے باوجود آپ ہمیں جان سے بھی پیارے ہیں، بہت محبت کرتے ہیں ہم آپ سے، اگرچہ آپ پر خود کو زبردستی مسلط کرنا نہیں چاہتے مگر..... آپ سے دور جانے کا خیال ہی سوہان روح ہے، ہم آپ کو دیکھ کر جیتے ہیں محترم، آپ کے تصور کے بنا کوئی زندگی نہیں مگر آپ ہیں کہ کوئی خبر نہیں فکر نہیں اور خبر ہو بھی جائے تو کیا فرق پڑے گا آپ کو؟ ہم تو ڈھنگ سے شکوہ بھی نہیں کرسکتے، بلا کا خوبرو شخص ہے، جس کے خواب ہم دیکھتے ہیں، جس کو دیکھ کر جیتے ہیں، اس کی سوچوں میں کسی اور کا گزر ہو ہم برداشت نہیں کرسکتے، جان جاتی ہے۔ ہم تو شاید ہوا کے حاسد بنتے جائیں گے جو آپ کے وجود کو چھو کر گزرے گی، پاگل ہیں ہم یہی سوچیں گے آپ مگر محبت میں شرک کی گنجائش نہیں، ہم ایسی محبت کرتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ہم آپ کے دل تک رسائی حاصل کرلیں گے۔" وہ کہہ کر مسکرائی اور ایک ادا سے گھوم کر ستون سے آ لگی۔

"آپ ہمارے ہیں جہانگیر، صرف ہمارے۔" آیت جہانگیر کو سوچ کر دھیمے سے مسکرا دی۔



"دیمک کے کھائے پیڑ، سوچ کے مارے دید کسی کام کے نہیں رہتے میاں اپنے اوپر دھیان دو، فاطمہ اگر ہوش میں آگئی تو تمہاری ایسی شکل دیکھے گی تو اس کے دل پر کیا گزرے گی؟" تاج بیگم نے نرمی سے وقارالحق کو سمجھایا۔

"تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چلتی۔ دل سے رنج دور کرو بیٹا، سب کو فاطمہ کی اسی قدر فکر ہے، اللہ ہمیں رنج سے آسودہ کرے، فاطمہ کو صحت سے نوازے، رنج مول نہ لے بیٹا، فاطمہ کے نام پر دعائیں ہو رہی ہیں، صدقہ خیرات جو بن پڑا ہم نے کیا ہے، اپنی اپنی سوچ میں ہم سب فکرمند ہیں، کرم اس ذات نے کرنا ہے، ہم اس ذات پاک کی طرف دیکھتے ہیں، اس کے سامنے جھکتے ہیں، مناجات پیش کرتے ہیں، روتے ہیں گڑگڑاتے ہیں اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اپنی فکریں اس مولیٰ کو سونپ دو اور ہر طرح کے رنج و فکر سے آزاد ہوجاؤ، مولیٰ کرم کرے گا۔" تاج بیگم نے نرمی سے سر پر ہاتھ رکھ کر سمجھایا پر وقارالحق خاموش رہے۔

"جاؤ گھر جاؤ نہاؤ دھوؤ، کچھ آرام کرو ہم ہیں یہاں۔" تاج بیگم نے کہا تو وقارالحق اٹھ کر باہر نکل گئے، تاج بیگم پوتی کی سمت دیکھنے لگیں پھر آگے بڑھیں، فاطمہ کی پیشانی پر پیار کیا اور نرمی سے اسے پکارا۔

"فاطمہ بچی..... میری جان، آپ کی دادی اماں سخت رنجیدہ اور پریشان ہیں، جو غم بیٹے اور بہو کو کھو کر اس جان نے جھیلا ہے بس وہی کافی ہے میری بچی، یہ جان ناتواں اور غم نہیں جھیل سکتی۔" تاج بیگم کی آواز بھرائی اور بھیگتی آنکھوں سے وہ آنکھیں پھیر گئیں۔

❁......❁......❁......❁

”محبت کے آنے سے پہلے اور جانے کے بعد کے زمانے میں فرق کیا ہے؟“ انہوں نے پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔

”محبت آتی ہے تو واپس جاتی ہے ایسا کس نے کہا؟“

”سنا ہے نہ ملے تو محبت جاتی رہتی ہے۔“

”وہ محبت نہیں۔“

”ایسا ہے کیا؟“

”ایسا ہی ہے محترمہ، محبت میں حصول کی خواہش نہیں رہتی، جو حصول کی خواہش کرے محبت نہیں بدلے میں محبت چاہے محبت نہیں، اپنی غرض کی بات محبت نہیں کرتی، محبت کو ان باتوں سے کچھ سروکار نہیں۔“ وہ آہستگی سے بولا۔ دوشیزہ نے شانے اچکائے جیسے کوئی سروکار نہیں پھر مدہم لہجے میں بولیں۔

”ہم سمجھتے تھے محبت جواب میں محبت چاہتی ہے کیا ایسا چاہنا غلط ہے؟ ہم نے اپنے شوہر سے محبت کی، ہم نے ان سے جواب میں محبت چاہی، اظہار چاہا، ان کو مکمل اپنانا چاہا کیا یہ غلط ہے، ہم نے ایسا کیا تو کیا گناہ کیا؟“ انہوں پوچھا۔

”نہیں ایسا نہیں ہے، یہ گناہ نہیں فطری خواہش ہے، محبت کی کئی اقسام ہیں جو محبت آپ کرتی ہیں وہ جواب میں محبت چاہتی ہے۔ اس میں غلط کچھ نہیں سمجھ لیجیے محبت کے مراحل ہیں اس سے آگے کے مراحل کی محبت امید، توقع سے مبرا ہوتی ہے۔“ نوجوان نے آگاہ کیا۔

”آپ محبت کے کس درجہ پر ہیں۔“

”ہم نہیں جانتے ہم محبت کے کس درجہ پر ہیں۔“ نوجوان نے شانے اچکائے۔

”اوہ..... آپ محبت کے درجات کی بات کرتے ہیں اور جانتے نہیں کہ آپ کی محبت کس درجے پر ہے؟“ دوشیزہ حیرت میں مبتلا ہوئیں اور نوجوان مسکرا دیا۔

”محبت کے لیے خیر کی دعا کرنا چاہیے مراحل سے فرق نہیں پڑتا، محبت کا شکریہ کرنا واجب ہے۔ جس نے آپ کے دل کو دردمند بنایا۔“

”درد میں رہنا تکلیف سہنا کیا یہ مناسب ہے؟“ وہ بولیں۔

”درد میں بھی ایک لطف ہے اہل دل جانتے ہیں۔“ وہ بولا تو دوشیزہ خاموشی سے دیکھنے لگیں۔

”اس لطف سے کیا حاصل جو جان کا نقصان کرے؟“

”بہتر۔“ وہ جیسے بحث کرنا نہیں چاہتا تھا۔

”دوسروں کے لیے اپنا زیاں کرنا کہاں کی عقل مندی ہے؟“ وہ پھر سے بولیں۔

”محبت میں دوسرا، دوسرا نہیں ہوتا یکجا ہو جاتا ہے، محبوب جان سے پیارا کیوں ہوتا ہے، آپ کو اپنے خاوند سے محبت ہے کیا اس میں کچھ غرض ہے؟“

”نہیں، وہ اور بات ہے، وہ ہمارے خاوند ہیں خاوند کو مجازی خدا کہا جاتا ہے۔ اسی لیے شوہر کو پورے دل سے محبت کرنے کو کہا گیا ہے۔“

”بہتر۔“ وہ جیسے بحث میں پڑنا نہیں چاہتا تھا سو سعادت مندی سے اثبات میں سر ہلایا۔

”آپ اختلاف رائے رکھ سکتے ہیں۔“ وہ مسکرائیں۔

”ہمیں بحث کر کے کیا کرنا ہے محترمہ، بحث وہ کرتے ہیں جن کو کچھ ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے مگر ہمیں ایسا کچھ نہیں

کرتا۔" وہ نرمی سے مسکرایا۔
"محبت کو محدود کرنا مناسب نہیں محترمہ محبت کے درجات گننا، عقل کو محدود کرتا ہے، محبت بس محبت ہے۔ جس سے ہے وہ اہم ہے، بہت خاص ہے چاہے وہ کوئی بھی ہو اس سے کچھ سروکار نہیں ہوتا، محبت کو اگر اندھا کہا جاتا ہے تو اس کی منطق ہے محبوب بس محبوب ہے چاہے وہی محبوب دکھ دے، تکلیف دے، قاتل بن جائے، جان کو آجائے محبوب بہر حال محبوب ہے اور محبوب کے لیے جان بھی حاضر ہے، محبوب کے لیے جان کا زیاں کرنا کچھ عبث نہیں جو ہے سب راہ عشق میں لگا دو، کھپا دو، ہار بھی جاؤ تو کچھ نقصان نہیں، محبت ایسی ہوتی ہے۔" وہ آہستگی سے مسکرایا وہ خاموشی سے دیکھنے لگیں۔

مضطرب حال آشفتہ و حیراں
ہم کہ کیف عشق میں مبتلا
ہم کہ کیف عشق میں مجبور
دست تاسف ملتے بہ یک دگر
آرام رساں جان رنجور
تیرے عشق میں چور، مسرور
چاند کے تمنائی

وہ آہستگی سے سر جھکا کر بولا۔
"محبت کی اصلاح ایسی ہوتی ہے آرام رساں جان رنجور، کیف میں مبتلا دست تاسف ملتے، کسی نقصان کی پروا کیے بنا بس محبت کرتے جانا۔" اس نے جتایا تو دوشیزہ مسکرادیں۔
"چلیے مان لیا محبت ایسی ہے اور اندھی بھی۔" دوشیزہ نے گہری سانس خارج کی پھر اس کی طرف دیکھے بنا بولیں۔
"سو آپ نے عشق فرمایا، دھواں دھار فرمایا اور پھر کسی اور کو محبوب بھی نہیں بنایا بلکہ اس کو شریک حیات بنانے کی ٹھان لی، کیا یہ محبت ہے؟" وہ طنزاً بولیں، نوجوان چونکا نہیں محظوظ ہو کر مسکرایا۔
"نہیں نہیں درج کہ محبت کرو اور کسی کے نہ رہو۔"
"کسی اور کا ہونا واجب ہے؟" وہ مخاطب ہوئیں۔
"کسی اور کا ہونا واجب نہیں مگر دنیاداری ہے۔"
"عشق میں دنیاداری کیسا تضاد ہے یہ؟"
"عشق کی بھی مجبوری ہے۔" وہ مسکرایا۔
"عشق کی مجبوری کسی کے ہمراہ جینا ہے؟"
"جس کے ہمراہ جینا چاہتے ہیں ممکن نہیں تو کیا کریں؟" وہ آہستگی سے اختلاف کر گیا۔ شکوہ بھرپور تھا۔ دوشیزہ دیکھ کر رہ گئیں، وہ گہری سانس خارج کرتا ہوا چہرہ پھیر کر بولا۔
"دنیاداری بھی ضروری ہے محترمہ، کسی ایک کے لیے جینا اسی کے لیے مرنا اشد ضروری ہے مگر ایسا ممکن نہیں ہوتا، ترجیحات نہیں بدل رہیں، سب جوں کا توں ہے کوئی تضاد بھی نہیں محبت میں ایسا کرنا کوئی گناہ نہیں۔" نوجوان نے وضاحت دی۔ وہ کیا کہنا چاہ رہی تھیں کیا یہ تضاد کوئی معنی رکھتا تھا؟
"ٹھیک ہے مان لیا دنیاداری کے لیے سب کرنا پڑتا ہے مگر ہمارے ذہن میں ایک بات آرہی تھی۔" وہ الجھ کر

بولیں۔
"کیابات؟" وہ قدرے توقف سے بولا۔
"جب کسی سے محبت نہیں تو اس کے ہمراہ رشتہ بنانے کا کیا فائدہ، کیا یہ ایمان داری یا دیانت داری ہے، جب اس فریق سے محبت ہی نہیں تو ساتھ زندگی گزارنے سے کیا حاصل، آپ کے پاس کیا ہے اس فریق کو دینے کے لیے، ساری محبت تو ایک فرد سے کرلی؟ تمام عشق تو ایک محبوب کے نام وقف کردیا پھر اس فریق کو کیا دے پائیں گے کیا یہ اس فریق کے ساتھ ناانصافی نہیں؟" وہ جتاتے ہوئے بولیں۔ وہ خاموش رہا۔ کچھ لمحوں تک خاموشی ان کے درمیان چھائی رہی۔ پھر وہ آہستگی سے بولا۔
"جو عشق کے لیے ضروری ہے وہ عشق کا ہے۔ وہ عشق کے لیے کیا، جو دنیاداری کے لیے ضروری ہے، وہ دنیاداری کے لیے کرنا ضروری ہے، عشق کے کام عشق کے لیے کرنا اور دنیا کے فعل دنیا کے لیے انجام دینا، اس میں توازن بھی ضروری ہے اب کسی کے لیے جینا نہیں چھوڑا جاسکتا، زندگی جب تک ہے اہم ہے، اللہ تعالیٰ کا بہترین تحفہ ہے، زندگی جتنی اس نے نوازی ہے اس کو جی کر جانا ہے تو دنیا سے جڑے کام بھی کرنا پڑیں گے پھر چاہے یہ تضاد کہلائے یا عشق کے منافی، اس فرد کے لیے جو محبت ہے وہ جوں کی توں ہے، اس کا حصہ سب سے الگ اور سب سے زیادہ باقی کا حصہ ان کے لیے مختص ہے دونوں میں کوئی موازنہ نہیں کوئی تال میل نہیں، نہ کوئی جھگڑا ہے۔" وہ وضاحت دیتے ہوئے بولا۔
"ایک بات پوچھیں؟"
"پوچھیے۔"
"کیا اس شہزادے نے اس دوسری شہزادی کو بتادیا کہ اسے کسی اور شہزادی سے عشق تھا؟ کیا دوسری شہزادی اس بات سے واقف ہے۔" چند لمحات خاموشی چھائی پھر نوجوان کی آواز ابھری۔
"نہیں شہزادے نے شہزادی کو ایسا کچھ نہیں بتایا۔"
"سو کیا شہزادہ شہزادی کو دھوکے میں رکھنا چاہتا ہے؟"
"ہم نے بتایا تھا کہ دوسری شہزادی خاصی ذہین ہیں وہ خود جان گئی کہ شہزادے کو پہلی شہزادی سے محبت ہے۔"
"اور وہ اس سچ کے ہمراہ شہزادے سے محبت کرتی ہے؟"
"ہم نہیں جانتے...... مگر ایسا ہی ہے۔"
"اوہ...... سو اس شہزادی کو کوئی غرض نہیں کہ اس کا شہزادہ جسے وہ دل و جان سے چاہتی ہے وہ کسی اور سے عشق میں مبتلا ہے؟"
"شاید نہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا محبت کے درجات مختلف ہیں۔"
"مگر عورت کی محسوسات؟"
"ہم نہیں جانتے، شاید شہزادی کے لیے یہ اہم ہے کہ وہ اس شہزادے سے محبت کرتی ہے اور اس کی دانست میں شاید اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے کافی ہے؟" وہ وضاحت دیتا ہوا بولا۔
"یقین نہیں آتا، عورت ایسی محبت نہیں کرتی، عورت حسد کرتی ہے اپنے شوہر کو نہیں بانٹ سکتی، کسی کو محبت میں شریک نہیں کرتی نا ہی شراکت برداشت کرتی ہے پھر اس دوسری شہزادی کے لیے یہ کیسے ممکن ہوا؟" دوشیزہ نے پوچھا تو نوجوان نے شانے اچکادیے۔
"ہم نہیں جانتے۔"

"کیا آپ کہانی سناتے سے کسی بات کو بتانے میں مغالطہ کررہے ہیں؟"

"ہم نے کچھ جھوٹ نہیں کہا، دوسری شہزادی اپنی سوچ اور نظریہ رکھتی ہے، ان کے نظریات پر بحث نہیں ہوسکتی۔" نوجوان نے بنا تاثر کے کہا۔ دوشیزہ خاموش ہوکر دیکھنے لگیں پھر مسکرادیں۔

"دوسری شہزادی خاصی دلچسپ ہیں، ہمیں ان کی شخصیت انوکھی لگی، شہزادے کی قسمت اچھی ہے اسے دوسری شہزادی ملی۔"

"اس شہزادے کی محبت پر کوئی بات اثر انداز نہیں ہوتی۔ دوسری شہزادی دلچسپ شخصیت کی مالک ہیں، کشادہ دل و دماغ رکھتی ہیں، ان کی سوچ محدود نہیں، وہ متاثر کن ہیں مگر شہزادے کے دل میں کسی اور کا مقام ہے۔"

"یہ غلط اور بہت ناانصافی ہے، دوسری شہزادی شہزادے کی محبت پر حق رکھتی ہے، شہزادے پر واجب ہے کہ اسے دل میں جگہ دے اور اسے دل کی سلطنت پر راج کرنے دے۔" وہ بولیں تو نوجوان نے کوئی جواب نہ دیا۔



"سو محترم نواب زادہ وقار الحق نے آپ کو اس رشتے کی قید سے آزاد کردیا؟" ڈاکٹر اکرام الحق نے جیسے نئے سرے سے وضاحت چاہی۔

"انہوں نے جو کہا وہ مناسب ہے، کسی کے ہمراہ زندگی گزارنا رشتے کو ایمان داری سے نبھانا ہو تو یہ مناسب ہے کہ انسان دو کشتیوں میں سوار نہ رہے۔" جنت بی بی نے وقار الحق کی حمایت میں کہا۔

"سو آپ کے نزدیک یہ مناسب فعل ہے۔" ڈاکٹر اکرام الحق نے پوچھا تو انہوں نے شانے اچکادیے۔ شاید وہ حمایت میں بول رہی تھیں مگر وہ بحث میں الجھنا نہیں چاہتی تھیں مگر اکرام الحق اس بات پر حیران تھے کہ وہ حمایت کررہی ہیں۔

"بہرحال اب آپ اپنے لیے بہتر طریقے سے سوچ سکتی ہیں۔ وقار نے مناسب کام کیا اگر وہ ایک پرسکون زندگی گزار رہے ہیں تو کسی کو بے وجہ قید میں کیوں رکھنا۔" اکرام الحق نے کہا۔ جنت بی بی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"آپ کو اپنے بارے میں سوچنا چاہیے جنت۔ زندگی ایسے نہیں گزرتی، آپ ایک پڑھی لکھی خوب صورت دوشیزہ ہیں خود کو کسی کے لیے سزا نہ دیں۔"

"ہم کوئی سزا نہیں دے رہے۔"

"جو بھی ہے آپ کو اپنے لیے سوچنا چاہیے۔" اکرام الحق نے کہا۔

"فی الحال ہم کچھ سمجھ نہیں پارہے، شاید اس میں وقت لگے۔ ہم فوری طور پر کوئی قدم نہیں اٹھاسکتے کیا سوچنا ہے یہ پھر کبھی فرصت میں سوچیں گے۔ فی الحال ہم اپنے ہمراہ جینا چاہتے ہیں، ہم نے دوسروں سے توقعات لگا کر دیکھ لیا اب کچھ وقت خود کو بھی دے کر دیکھ لیں۔" وہ مسکرائیں۔

"آپ ایک مثبت روش اختیار کررہی ہیں جنت، ہم آپ کو سراہیں گے۔"

"آپ ایک اچھے دوست ہیں اکرام، ہم شکر گزار ہیں آپ آس پاس رہے، ہم جو ہیں اس میں زندگی کے تجربات کے ساتھ آپ جیسے دوست کا ہاتھ بھی ہے۔ شاید ہم خود کو اس طور نہ بدل پاتے یا ہماری سوچیں سرکش گھوڑوں سی بے لگام دوڑتی رہتی اگر ہم زندگی میں تواتر سے تلخ تجربات نہ کرتے بہرحال ہم مطمئن ہیں، ہم اس مقام پر ہیں جہاں سب واضح دکھائی دیتا ہے نظر بدلی تو زاویہ نظر کی بھی کچھ سمجھ آئی ورنہ تو کسی راہ کے نہ تھے نا گھاٹ کے۔" وہ مسکرائیں۔

"وقار کی اہلیہ اب تک کومہ میں ہیں، ڈاکٹرز کچھ زیادہ پرامید دکھائی نہیں دیتے مگر یہ بات بتائی نہیں جاسکتی۔ وقار

کے لیے صدمہ ہوگا، کوئی بھی اپنے پیاروں کو کھونا نہیں چاہتا ان کی اہلیہ ان کے لیے بے حد اہم ہیں، بہر حال زندگی موت اللہ کے ہاتھ ہے اور میڈیکل سائنس جہاں ہار مان لیتی ہے وہاں اس ذات پاک کی مرضی صورت حال بدل دیتی ہے، اللہ ان کی اہلیہ کو تندرستی والی لمبی زندگی عطا فرمائے آمین۔"

"آمین۔" جنت بی بی بھی بولیں۔

"فاطمہ ایک بہادر لڑکی ہیں، انہوں نے زندگی کی مشکلات کو سہا ہے، وہ ایک پر سکون زندگی کی مستحق ہیں، بہت ستایا ہے قسمت نے انہیں اب اگر زندگی ایسے ظلم ڈھائے گی تو مناسب نہیں جب ہم خود کی خوشی کو اہم جانتے ہیں تو دوسرے کے متعلق بھی اسی زاویے سے دیکھنا بنتا ہے، ہم اہم ہیں تو دوسروں کی خوشی...... زندگی...... اسی قدر اہم ہیں، اللہ پاک فاطمہ کو صحت یاب کرے۔" جنت بی بی نے فاطمہ بی بی کے حق میں دعا کی۔ اکرام الحق خاموشی سے چائے کے سپ لینے لگے۔

"ہم انسانی حقوق پر کام کرنا چاہتے ہیں، ہم نے ایک فلاحی تنظیم بھی رجسٹرڈ کرالی ہے فی الحال کام ابتدا میں ہے مگر ہم سکون محسوس کر رہے ہیں، ہمیں ایک راہ درکار تھی جیسے اور اس راہ پر چل کر بہت سکون ملا ہے۔ دوسروں کے دکھ، درد سننا، بانٹنا، ان کی مدد کرنا...... اس میں بہت سکون ہے۔ ہم نے جیسے اب جانا ہے کہ زندگی کیا ہے یا زندگی کے معنی کیا ہیں۔ بے وقوفی میں مبتلا رہے دیر سے جاگے، دیر سے دھیان آیا مگر اب راہ ڈھونڈ لی ہے تو ہم اسی راہ پر چلنا چاہتے ہیں۔" جنت بی بی نے آگاہ کیا۔

"یہ بہت بہترین کام کیا آپ نے، ہم بھی آپ کو ایسے ہی کسی فلاحی ادارے سے وابستہ ہونے کا مشورہ دینا چاہ رہے تھے۔ ہمارے ایک دوست کی والدہ ہیں۔ وہ اسی فیلڈ میں کام کر رہی ہیں ان کو اپنی ایک معاون درکار تھیں۔ ان کی صحت ٹھیک نہیں رہتی، سو ہم نے آپ کا نام بتانے کے متعلق سوچا۔ بہر حال اچھی بات ہے آپ نے اپنے طور پر اس راہ کو ڈھونڈا۔ دوسروں کے لیے جینا اصل میں زندگی ہے، اس راہ کا سراغ اگرچہ دیر سے لگا مگر آپ ایک بہترین راہ پر ہیں۔" اکرام الحق نے کہا تو وہ مسکرا دیں۔

"ہم نے سوچا، بہت گناہ کر لیے اب کچھ کفارہ بھی ادا کر دیں۔ جتنا وقت ستانے میں ضائع کیا اب دوسروں کی زندگیاں راہ پر لانے میں گزاریں شاید اسی باعث ہماری معافی ہو جائے۔" اکرام الحق مسکرا دیے۔

"معافی تلافی تو خیر اللہ اور بندے کے درمیان کا معاملہ ہے مگر آپ کا بدلاؤ اچھا ہے، اللہ معاف کرنے والی ذات ہے۔ کسی کے گناہ شمار کرنا ہم بندوں کا کام نہیں۔ اس کام کو اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔ کبھی کبھی تمام عمر کے گناہ ایک طرف اور کوئی نیکی اس سب پر حاوی ہو جاتی ہے۔ بہر حال ہم انسان اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کس نے کیا اچھا کیا کتنے نیک کام کیے، کتنے بد فعال کام کیے اس کی جانچ پڑتال اس ذات پر چھوڑ دینا چاہیے۔" اکرام الحق نے مسکراتے ہوئے کہا تو جنت بی بی نے سر ہلا دیا۔

"ہماری والدہ محترمہ پاکستان تشریف لا رہی ہیں اگلے ہفتے۔" اکرام الحق نے بتایا۔

"یہ تو اچھی بات ہے۔"

"ہاں مگر وہ ہمارے لیے خاص متفکر ہیں، ہم ان کے سوالوں کا کوئی جواب نہیں رکھتے۔" اکرام الحق نے مسکراتے ہوئے شانے اچکائے، وہ خاموش ہو گئی پھر قدرے توقف سے بولیں۔

"انہوں نے کوئی اچھی لڑکی ڈھونڈی آپ کے لیے، جرمنی میں تو بہت قابل لڑکیاں ہوں گی ناں؟" جنت بی بی نے دریافت کیا پر اکرام الحق نے کوئی جواب نہ دیا۔

❁......❁......❁......❁

"فاطمہ ہم صرف آپ کے ہیں اور ہمیشہ آپ کے رہیں گے۔ ہم نے ہر اس راہ کو بند کر دیا ہے جو آپ کو تکلیف دیتی تھی یا جو بھی آپ کو خدشات میں مبتلا کرتی تھی اس راہ پر چلنا ہم نے موقوف کر دیا ہے ہم آپ کے ہمراہ وفادار تھے۔ ایمان داری سے رشتے کو اپنانا چاہتے تھے سو ہم نے ایک راہ چن لی دوسری کو خیر باد کہہ دیا ہم نے جنت کو طلاق دے دی فاطمہ، ہم آپ کو بتانا چاہتے تھے آگاہ کرنا چاہتے تھے مگر اس کا وقت نہیں ملا۔ یہ سب آپ سے مخفی رکھا شاید کہیں ہم آپ کو حیران کرنا چاہتے تھے یہ بتا کر کہ کہیں کوئی دوسرا ہماری زندگی میں نہیں مگر اس سے پہلے کہ ایسا کچھ ہوتا یا ہم آپ کو آگاہ کرتے یہ سب ہو گیا۔" وقار الحق نے ان کے ہاتھ کو تھام کر ان کی حرارت کو محسوس کیا۔

"آپ ہمیں سن رہی ہیں نا فاطمہ، آپ ہماری آواز ہمارے لہجے سے واقف ہیں ناں، اس لمس کو اب بھی پہچانتی ہیں ناں آپ، آپ جانتی ہیں ناں ہم آپ سے مخاطب ہیں؟ ہم وقار الحق، آپ کے شوہر نامدار، آپ ہمیں راہ راست پر لانے والی ہیں فاطمہ۔ جس راہ پر آج ہم ہیں شاید کبھی نہ ہوتے مگر آپ نے ہمیں یہ راہ دکھائی، آپ کی محبت نے بدلا ہمیں، ایک تربیت ماں کے ہاتھوں ہوتی ہے صحیح غلط کی پہچان ماں کراتی ہے اور ایک تربیت بیوی انجام دیتی ہے، ماں کی تربیت کو مکمل کرنے کا کام بیوی کے ہاتھ ہوتا ہے۔ بیوی نیک ہو تو شوہر کو بھی انسان بنا دیتی ہے۔ ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ شاید اسی باعث کہا جاتا ہے ہم آپ کے بنا کچھ نہیں ہیں، یہ زندگی..... اس کا وجود کسی کام کا نہیں..... آپ ہیں تو ہم ہیں، آپ نے ہمارا ہاتھ تھاما، ہمیں مکمل کیا، اسی طور مکمل رکھیے گا، ہم جینے کی راہ بھول جائیں گے اگر آپ نے ہمارے ہاتھ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ سن رہی ہیں ناں؟" وقار الحق نے مدہم آواز میں پوچھا اگرچہ فاطمہ بی بی کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تھا۔

❁......❁......❁......❁

"ہم فاطمہ کو دیکھنے اسپتال جا رہے ہیں۔" جہانگیر نے دانستہ مطلع کیا، آیت نے خاموشی سے سنا کچھ دیر تک کچھ نہ بولی پھر آہستگی سے دریافت کیا۔

"کیا ہم بھی آپ کے ہمراہ چل سکتے ہیں۔" جہانگیر نے فوری طور پر کچھ جواب نہ دیا۔

"کیا ہم آپ کے ہمراہ نہیں چل سکتے؟" آیت شکوہ کرتے ہوئے بولی۔ جہانگیر نے سر ہلا دیا۔ گویا اجازت دے ہو، آیت مسکرا دی۔

"کیا ہوا..... آپ اس طرح مسکرا کیوں رہی ہیں؟"

"نہیں کوئی وجہ نہیں۔" آیت نے سر نفی میں ہلایا پھر وضاحت دیتے ہوئے بولی۔

"دراصل آپ کے ہمراہ چلنا ایک خوب صورت تجربہ ہے اور ہم اس تجربے سے گزرنے کا سوچ کر ہی خوش ہو رہے ہیں، ہمارے لیے چھوٹی چھوٹی باتیں مفہوم رکھتی ہیں۔"

"اب آپ تیار ہوں گی یا ایسے ہی ہمراہ چلنا ہے؟" جہانگیر نے پوچھا تو وہ سر ہلا کر باہر نکل گئی۔

❁......❁......❁

"ہم آپ کے ساتھ کوئی جھوٹ بولنا نہیں چاہتے، کوئی منافقت نہیں کرنا چاہتے۔" جہانگیر نے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک نگاہ ونڈ اسکرین سے ہٹا کر آیت پر ڈالی وہ بغور سننے لگی۔

"کچھ خاص بات کہنا چاہتے ہیں آپ جس کے لیے تمہید باندھ رہے ہیں؟"

"نہیں ایسا کچھ خاص بھی نہیں شاید آپ واقف ہیں کہ ہر شخص کا ماضی ہوتا ہے ہمارا بھی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ

آپ ہر شے کے متعلق جان لیں، ہم منافق نہیں نہ کبھی منافقت کریں گے اس بات کا یقین رکھیں ہم پر اعتماد کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہم پر مکمل بھروسا کریں۔ ویسے تو بھروسا کرنے کا کوئی فارمولا نہیں، کوئی کلیہ نہیں مگر بھروسا رشتے کی اساس کہا جاتا ہے اور یہ اساس ہی رشتے کو بناتے ہیں۔" جہانگیر نے کچھ کہنے کا سوچا مگر آیت نے اسے بولنے سے رک دیا۔

"ہمیں کوئی وضاحت درکار نہیں جہانگیر، ہم کسی بات کا بھروسا نہیں چاہتے، ہم آپ پر اعتماد کرتے ہیں، ہم جانتے ہیں آپ کبھی کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتے، نہ دھوکے میں رکھ سکتے ہیں۔" وہ بولی تو جہانگیر خاموش ہوگیا۔

"ہمیں کوئی داستان نہیں سننا جہانگیر، آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، ہم آپ سے محبت کرتے ہیں اور مکمل بھروسا کرتے ہیں، ہمیں مزید کسی گواہی کی ضرورت نہیں نا کسی وضاحت کی، آپ کے ماضی میں کیا ہوا کیوں ہوا، ہمیں سروکار نہیں، کسی بھی انسان کا ماضی اس کا مستقبل کا حوالہ نہیں ہوتا۔ محبت ایک مختلف تجربہ ہے اور اس تجربے میں کب کیا وقوع پذیر ہوا اس کی تفصیل سب پر واضح کرنا ضروری نہیں۔" وہ آہستگی سے بولی اور گیئر پر رکھے جہانگیر کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تو جہانگیر آیت کو دیکھ کر رہ گیا۔

"ہماری محبت ہم دونوں کے لیے کافی ہے جہانگیر، سکھ چین سے جی لیں گے، آپ منافقت نہیں کریں گے اس کا ہمیں یقین ہے۔" وہ لڑکی شاید پہلے جانتی تھی کہ وہ کیا کہنے والا ہے۔ یہ بات حیران کن تھی مگر جہانگیر اس کی ذہانت سے واقف تھا سو وہ اس سے ایسا سننے کی توقع رکھتا تھا۔ وہ واقعی ایک مختلف لڑکی تھی اور زندگی اس کے ہمراہ آسان ہو سکتی تھی جہانگیر نے ونڈ اسکرین سے نگاہ ہٹا کر ایک نظر بطور خاص اس لڑکی کو دیکھا اور ایک خاص مروت سے دھیمے سے مسکرا دیا۔

"مشکور ہونے کی ضرورت نہیں، ہم کوئی احسان نہیں کر رہے آپ پر۔"

"ہم مشکور ہو رہے ہیں؟" وہ مسکرایا۔

"ایسے مسکراتے رہا کریں اچھے لگتے ہیں، کالی قمیص بجتی ہے آپ پر یہ رنگ جیسے آپ کے لیے ہی بنا ہے، ہم بھی آپ کے لیے یہی قمیص نکالنے والے تھے۔" آیت نے دانستہ بات کا رخ پھیر دیا تھا۔



جہانگیر اور آیت دونوں فاطمہ سے ملنے اندر آئے مگر کچھ لمحوں بعد آیت باہر نکل گئی یہ کہہ کر کہ اسے دوائیوں کی بو سے الجھن ہوتی ہے اور زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی۔ جہانگیر کو لگا وہ دانستہ اسے چھوڑ کر گئی ہے۔ بہر حال وہ اس لڑکی کی طبیعت سے واقف تھا وہ محبت بھی کرتی تھی اور اعتبار بھی اور یہ سب زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ جہانگیر خاموشی سے فاطمہ کی طرف دیکھنے لگا۔

یہ چہرہ...... یہ آنکھیں...... یہ رخ روشن...... ایک لمحہ کو تو بس دیکھا تھا...... فقط ایک لمحہ اور وہ لمحہ تمام عمر پر محیط ہو گیا تھا کیا تھا جو جان کو آ گیا تھا۔ کیا تھا فقط ایک لمحہ؟ ایک اسی لمحے میں قید ہو گیا تھا وجود۔ ایک نگاہ...... فقط ایک نظر...... کسی کو ایک نگاہ دیکھ لینے سے عشق ہوتا ہے کیا؟ کوئی ایسے جان سے جاتا ہے ایسے جاں کا زیاں کرتا ہے؟

ایک نظر...... مگر وہ ایک نگاہ نہ پڑتی تو تلاش کا سفر کیونکر شروع ہوتا؟ اضطرابی کیفیت کیونکر بڑھتی اور اسے جنوں میں مبتلا کیسے کرتی؟ سو وہ فقط نگاہ بھی مگر آغاز جنوں تھا۔ جنوں بھی ایسا کہ پر لگا کر اڑتا جائے۔ جہانگیر نے ان آنکھوں کو بغور دیکھا تھا۔

"ایک نظر...... نہ کوئی ملاقات...... نہ گھڑی بھر کی کوئی نشست نا کوئی گفتگو...... نا بات چیت...... نا کوئی طرز

تخاطب...... نہ نظر میں جھانکا...... نا نظر کی کوئی گریز پائی پلکیں اٹھانا نہ جھپکنا...... نگاہ نے کوئی منظر نہ دیکھا تھا جو محبت کے اسباب میں آتا ہے پھر اس ایک لمحے میں کیا تھا؟ پوری دنیا کیوں اسی کا طواف کرنے لگی تھی؟ اسی مرکز سے کیوں بندھ گئی تھی؟ محبت ایسی ہوتی ہے؟ محبت ایسی ہوتی ہے؟ وہ جو بغور دیکھ رہا تھا نظر پھیر گیا۔

"پھر شہزادے نے شہزادی کو سب بتایا؟" کوئی آواز اس کے اطراف ابھری۔ وہ چونکا، کمرے میں کوئی نہ تھا ایک کونے میں کرسی رکھے نرس بیٹھی تھی۔ وہ بھی خاموش تھا فاطمہ بی بی جیسے گہری نیند میں تھی۔

"شہزادے کی کہانی اہم نہیں۔" اس نے بنا آواز کے کہا۔

"یہ کہانی شہزادی کی ہے، وہ شہزادی جس نے شہزادے کی زندگی بدل دی۔"

"اچھا، شہزادی نے ایسا کیا کیا؟" "شہزادی نے روشنی کی لکیر دی۔

"بس اک نگاہ میں؟"

"شہزادہ خطبی تھا کیا؟ کوئی پاگل لگتا ہے۔"

"نہیں، وہ تو عام سا بندہ تھا شاید یونہی بھٹکتا رہتا عمر تمام کر دیتا، شہزادی نے اسے خاص وصف عطا کی۔"

"اوہ...... یہ کون سی وصف تھی؟" وہ خاموشی سے ان آنکھوں کو دیکھے گیا۔

"بتاؤ ناں کون سا وصف تھا یہ؟"

"محبت کی۔" جہانگیر کے لب بے آواز رہے۔

"مگر محبت تو نہیں تھی، شہزادی اس شہزادے سے محبت نہیں کرتی تھی۔"

"ہاں، مگر شہزادی نے شہزادے کو یہ وصف دی۔"

"پھر تو یہ شہزادے کی کہانی ہوئی؟"

"شہزادے کی کہانی، شہزادی کے ذکر کے بنا نامکمل ہے ناں؟"

"مگر یہ ادھوری محبت کی کہانی ہے۔"

"محبت ہمیشہ مکمل ہوتی ہے۔"

"محبت چاہے مکمل ہو مگر یہ کہانی ادھوری ہے یک طرفہ محبت کی کہانی پوری نہیں ہوتی۔"

"ہم ایسا نہیں سوچتے اور شہزادہ بھی شاید ایسا نہیں سوچتا تھا۔"

"جو بھی ہو، یہ محبت تمہزادے کی زندگی مشکل کر گئی۔"

"نہیں...... شہزادے کی زندگی راہ پر آ گئی، وہ ملا جو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

"بے وقوف...... شہزادہ۔" جہانگیر خاموشی سے دیکھتا رہا۔ ان بند آنکھوں کو آکسیجن ماسک لگے اس چہرے کو، ان خاموش لبوں کو۔

"شہزادے کے لیے زیاں ہے یہ؟"

"محبت زیاں نہیں۔"

"آپ......" جہانگیر نے لب کھولے۔

"آپ جلد ٹھیک ہو جائیے۔" وہ ہاتھ تھامنے کی گستاخی نہیں کر سکا حالانکہ دل چاہا اس نرم مرمریں ہاتھ کو تھامے، اس کی حرارت کو محسوس کرے مگر وہ اس خواہش کو اپنے اندر ہی کہیں دفن کر گیا۔ محبت بے لگام نہ تھی نہ خود سر تھی خواہشیں بے مہار نہ تھیں۔ حد ادب قائم تھا۔ محبت بھی پرستش کی طرح تھی جہاں محبوب کا احترام لازم تھا۔

''ہمیں شہزادے کی محبت اور اس کی کیفیت پر ترس آ رہا ہے۔''
''محبت مل جائے ضروری نہیں ہر محبت کی کہانی کا اختتام اور سب ہنسی خوشی رہنے لگے، نہیں ہوتا۔''
''ہاں مگر پھر بھی محبت کی کہانی یک طرفہ ہو تو اداس کرتی ہے۔''
''اسے صرف محبت کی کہانی سمجھا جائے تو اداس نہیں کر سکی۔''
''پھر بھی۔''
''شہزادی کی دنیا اور ہے وہ خوش ہے اور شہزادہ اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا۔'' جواب میں خاموشی تھی۔
''فاطمہ بی بی صاحب ہم آپ کی خیریت کے لیے دعا گو ہیں جلد ٹھیک ہو جائیے، آپ اپنی دنیا میں ہنستی بستی رہیں بس یہی دعا ہے ہماری، آپ کے چہرے کی مسکراہٹ، اطمینان، سکون سلامت رہے اللہ پاک آپ کو تندرستی والی لمبی زندگی عطا فرمائے، کوئی دکھ آپ کے پاس نہ آئے۔''
''آمین۔'' پشت سے وقار الحق کی آواز ابھری تو جہانگیر چونکا۔
''آمین۔'' جہانگیر نے بھی زیر لب کہا پھر ایک نگاہ فاطمہ بی بی کی طرف دیکھ کر وقار الحق کی طرف مڑا۔
''نواب صاحب پریشان مت ہوں، آزمائش کی گھڑیاں مشکل ہوتی ہیں مگر امید رکھیے، اللہ پاک کرم کرے گا۔ بی بی صاحب جلد صحت یاب ہوں گی۔'' جہانگیر نے نواب زادہ وقار الحق کو تسلی دی۔ وقار الحق نے خاموشی سے سر ہلایا۔ جہانگیر نے جانے سے پہلے پلٹ کر ایک نگاہ فاطمہ بی بی پر ڈالی، بس ایک نگاہ...... ایک نظر، نہ حرف، نہ باتیں، نہ لفظ، نہ کوئی نشست...... نہ گفتگو۔ اس پہلی نگاہ کی طرح مختصر اک نگاہ اور پھر نگاہ پھیر لی۔
''چلتا ہوں، کسی شے کی ضرورت ہو تو بلا تکلف کہیے گا۔'' جہانگیر نے مروتاً کہا۔ نواب زادہ وقار الحق نے سر ہلا دیا۔ جہانگیر نے تسلی کو ان کے شانے پر ہاتھ رکھا اور پھر باہر نکل گیا۔



''کسی مارکیٹ میں لے چلیں ہمیں نکاح کا جوڑا لینا ہے۔'' جہانگیر کار ڈرائیو کر رہا تھا جب آیت نے کہا۔
''ہم لے آئیں گے آپ فکر نہ کیجیے۔'' مدہم لہجے میں کہا۔
''آپ کو خواتین کی خریداری کا تجربہ ہے؟'' وہ چونکی۔
''ہو جائے گا۔'' وہ نگاہ ونڈ اسکرین پر جمائے بولا۔
''چوڑیاں، مہندی، زیورات؟''
''سب۔'' جہانگیر نے جتایا۔ وہ خاموش ہو گئی وہ چپ چاپ ڈرائیونگ کرنے لگا۔
''جہانگیر۔'' آیت نے پکارا۔
''آپ خوش ہیں ناں؟''
''آپ ایسا کیوں پوچھ رہی ہیں؟'' وہ نرمی سے بولا۔
''بس یونہی دھیان آیا۔''
''ہم اپنی مرضی سے آپ سے رشتہ باندھ رہے ہیں۔'' جہانگیر نے جتایا۔ وہ خاموشی سے دیکھنے لگی۔
''کوئی شک ہے آپ کو؟'' اس نے پوچھا۔
''نہیں ایسی بات نہیں ٹھیک ہے آپ ہی تمام خریداری کر لیجیے گا ہمیں آپ کی پسند پہن کر خوشی ہو گی۔'' وہ مسکرائی جہانگیر نے سر ہلا دیا اور ڈرائیونگ پر توجہ کر دی۔

❁.......❁.......❁.......❁

''ہم سوچ رہے تھے مگر کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ پائے۔'' دوشیزہ نے بے بس ہو کر کہا۔

''کیا سوچ رہی تھیں آپ؟'' نوجوان نے پوچھا۔

''ہم اس وقت میں یہاں کیونکر قید ہوئے، اس کا سبب کیا ہے اور.....'' وہ کہہ کر یک دم چپ ہوئیں۔

''اور؟'' وہ خاموش رہیں پھر شانے اچکا دیے۔

''ہم نہیں سمجھ پا رہے آپ کے ہمراہ، اس وقت میں قید ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ آپ نامحرم ہیں کوئی رشتہ نہیں، کوئی تعلق نہیں۔'' وہ الجھیں۔

''سوچیں مت، آپ جلد اس لمحے کی گرفت سے آزاد ہوں گی۔''

''لیکن یہاں کیوں؟''

''زیادہ مت سوچیں۔''

''مگر یہ حیرت کا باعث ہے اگر ہم یہاں اکیلے تھے تو ہمارے شوہر کو ہمارے ہمراہ رکھا جانا چاہیے تھا۔'' وہ بولیں پر نوجوان خاموش رہا۔ وہ اس کا من پسند انسان نہیں تھا، یہ جاننا شاید کسی قدر برا لگا تھا۔

''آپ پلیز برامت منایئے، ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ ہم آپ کے ہمراہ کیوں ہیں مگر شاید ہمیں اپنے شوہر کے ہمراہ ہونا چاہیے تھا۔'' دوشیزہ نے کہا تو نوجوان نے سر ہلایا۔

''آپ جلد اپنے شوہر کے ہمراہ ہوں گی، شاید یہ ہمراہی یہاں ملنا محض اتفاق ہے جس کے بارے میں ہم بھی لاعلم ہیں۔'' نوجوان نے کہا۔

''بعض باتوں کی حقیقت دیر سے کھلتی ہے مگر ہم اس دنیا سے بھاگ جانا چاہ رہے ہیں۔ ہمارا بس چلے تو ہم فوراً نکلتے بنیں۔'' وہ مسکرائی۔

''سمجھ سکتے ہیں کسی کو بھی لمحے کی قید میں رہنا، رکے ہوئے وقت میں جینا منظور نہیں۔'' نوجوان متفق ہوا۔

''ہاں عجب سکونت ہے ناں؟ ہم اکیلے ہوتے تو گھبرا جاتے یہ تو اچھا ہوا آپ کی ہمراہی میسر ہے ورنہ ہم تو گھبرا کر مر چکے ہوتے۔'' نوجوان نے سر ہلایا۔

''بہت کچھ ہمارے اختیار میں نہیں ہوتا جیسے اس وقت میں قید ہونا یا پھر اس ٹھہری ہوئی انتظار گاہ میں آپ سے ملنا۔'' وہ مسکرایا، دوشیزہ نوجوان کا طنز سمجھ کر مسکرا دیں۔

''معذرت اگر آپ کا دل دکھایا ہو تو۔''

''نہیں ایسی بات نہیں۔'' وہ خاموش ہو گیا۔ خاموشی طویل ہوئی تب ہی وہ بولیں۔

''شہزادے نے اپنی شہزادی کو اس ماضی کے تعلق کے متعلق کچھ نہیں بتایا؟''

''نہیں، اس کی ضرورت نہیں، شہزادی کو محبت ہے اور محبت اعتبار کرتی ہے۔''

''اگر اختیار میں ہوتا تو کیا پہلی شہزادی سے محبت کرنا چھوڑ دیتے۔''

''محبت چھوڑی نہیں جاتی۔''

''آپ نے کہا فعل ہے اور فعل تو متروک بھی ہوتا ہے۔''

''مگر یہ فعل متروک نہیں ہوتا۔''

''اگر پہلی والی شہزادی شہزادے سے بدلے میں محبت کرتی تو کیا پھر بھی شہزادے کی یہ محبت اسی طور قائم رہتی؟ اس

بام عروج پر جاتی یا شہزادہ وہ سب حاصل کر پاتا جو اس نے اس ادھوری محبت سے کیا؟"
"یک طرفہ محبت زیادہ سکھاتی ہے لیکن، جنوں، زیادہ بڑھتا ہے اور لامتناہی ہوتا جاتا ہے۔ شہزادے کے نصیب میں نہ تھا کہ شہزادی کی محبت پاتا اگر مل جاتی تو شاید کہانی ایسا رنگ اختیار نہ کرتی۔" نوجوان نے آگاہ کیا۔
"اوہ......" وہ خاموش ہوئیں، نوجوان بھی خاموش ہو گیا پھر جانے کیا سوچ کر بولا۔
"شہزادی کی دنیا اور تھی اور دو الگ دنیا میں ایک نہیں ہوتیں۔" وہ مسکرایا۔ یک دم جانے کیا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا، دوشیزہ چونکیں اور فوراً دریافت کیا۔
"کیا ہوا...... کہاں جا رہے ہیں آپ؟" دوشیزہ نے بے چین ہو کر دریافت کیا مگر نوجوان کچھ نہ بولا۔
"کہاں جا رہے ہو بتاؤ تو؟" دوشیزہ بے چین ہوئیں۔
"ہمیں کوئی بلا رہا ہے، ہمیں جانا ہے، معذرت ہم آپ کے ہمراہ مزید نہیں رک سکتے۔" نوجوان نے کہا۔
"مگر ہم نے تو کوئی آواز نہیں سنی، کس نے بلایا آپ کو؟" دوشیزہ نے مضطرب ہو کر دریافت کیا مگر نوجوان نے کوئی جواب نہیں دیا۔
"سنو۔" وہ چل رہا تھا جب دوشیزہ نے بے چین ہو کر پکارا۔ وہ پلٹ کر منتظر نظروں سے دیکھنے لگا۔
وہ سوگواری سے بنا کچھ کہے اسے خاموشی سے دیکھنے لگی، کیسا حزن و ملال تھا ان آنکھوں میں اور کیا تھا کیا حرف رکے تھے ان یاقوتی لبوں پر کیا نہ کہنے کا ملال تھا، اس چپ میں کیا تھا؟ نوجوان جانے کیوں مسکرا دیا، دوشیزہ چپ رہی۔ نوجوان آہستگی سے پلٹ گیا۔ دوشیزہ اس ٹھہرے وقت میں قید اکیلی رہ گئیں تھی۔



وقار الحق نے دیکھا فاطمہ کی آنکھوں میں آہستگی سے جنبش ہوئی تھی۔ اسے اپنا وہم لگا مگر وہ وہم نہیں تھا فاطمہ کی پلکوں میں دوبارہ جنبش ہوئی تھی۔
"فاطمہ......" وہ بے قرار ہو کر اس کے اوپر جھکے تب ہی فاطمہ بی بی نے آنکھیں کھول دیں، فاطمہ بی بی کو ہوش آ گیا تھا، وہ گہری نیند سے جاگ گئی تھی۔ وقار الحق فرطِ مسرت سے مسکرائے۔
"فا...... فا...... ط...... ف...... فا...... طمہ...... آپ ہوش میں آ گئیں۔" نواب زادہ وقار الحق جیسے خوشی سے پاگل ہونے کو تھے۔ نرس فوراً ڈاکٹر کو بلانے بھاگ گئی تھی۔
"آپ...... آپ ٹھیک ہیں ناں فاطمہ؟" فاطمہ بی بی نے آہستگی سے سر کو جنبش دی۔
"فاطمہ کو ہوش آ گیا۔ سنا کسی نے فاطمہ کو ہوش آ گیا۔ ہماری فاطمہ ہماری طرف لوٹ آئیں، اللہ نے ہم پر اپنا کرم کر دیا۔ ہماری فاطمہ کو ہمیں لوٹا دیا۔" نواب زادہ وقار الحق فرطِ مسرت سے چیخ رہے تھے۔



سورج کی کرنیں کھڑکی کے شیشوں سے چھن کر آ رہی تھی جو نیند سے جاگنے کا باعث بنی تھی، آنکھ کھلی تو وہ اٹھ بیٹھا۔ میز پر چائے کا کپ رکھا تھا شاید آیت ابھی ابھی رکھ کر گئی تھی اس نے کپ اٹھا کر سپ لیا تمام حسیات بیدار ہوئیں۔
"آپ جاگ گئے؟" تب ہی آیت اندر داخل ہوئی اور الماری کھول کر اس کے لیے دفتر جانے کے لیے کپڑے منتخب کرنے لگی۔
"آج اگر کوئی میٹنگ ہے تو یہ سوٹ نکال دوں؟" آیت نے ڈارک بلو تھری پیس سوٹ نکال کر سامنے کیا تو جہانگیر نے سر ہلا دیا۔

"آج میٹنگ نبٹا کر جلد لوٹ آؤں گا، آپ ہمارے ہمراہ چلیے گا جو خریدنا ہے خرید لیجیے گا۔" جہانگیر نے چائے کے سپ لیتے ہوئے کہا۔ آیت نے خاموشی سے دیکھا پھر آہستگی سے مسکرا دی۔

"آپ تو خود ہمارے لیے خریداری کرنے کی ٹھان چکے تھے۔"

"یہ وقت لڑکیوں کا خواب بننے کا ہوتا ہے، ہمیں اندازہ ہے بہتر ہوگا آپ ہمراہ چلیے۔" جہانگیر نے جواباً کہا تو وہ مسکرا دی۔

"خواب تو ہمارا یہ بھی ہے کہ آپ کی مرضی کا خریدا ہوا جوڑا پہنیں مگر خیر آپ کے ہمراہ خریداری کا تجربہ بھی اچھا رہے گا۔ آپ نے اپنے لیے شیروانی بنوالی؟" آیت نے دریافت کیا، وہ اخبار دیکھنے لگا تھا۔

"نہیں ابھی نہیں اور...... اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا، ہم آج کپڑا خرید لیں گے اور اپنی مرضی کا سلوا لیں گے۔"

"جہانگیر۔" آیت نے پکارا، آواز میں بے چینی نمایاں تھی۔

"کہیے۔" مگر وہ خاموش رہی جہانگیر نے اخبار سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا۔

"آپ کچھ کہنا چاہتی تھیں؟" مگر آیت نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"یاد آیا، فاطمہ کو ہوش آ گیا ہے، وقار الحق نے فون کر کے کچھ دیر پہلے ہی مطلع کیا تھا کہا تھا کہ اباجی کو بتا دوں۔" وہ پلٹ کر الماری بند کرتے ہوئے بولی۔ جہانگیر خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ چونکا نہیں تھا مگر دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

"اچھی خبر ہے۔" آہستگی سے کہا۔

"ہاں، بہت اچھی خبر ہے، سب نے ان کی صحت کے لیے بہت دعائیں کی تھیں۔"

"شکر ہے اللہ نے اپنا کرم کر دیا۔ ہمارے نکاح کے ساتھ ایک اچھی خوشی کی بات یہ بھی سننے کو ملی ہماری خوشی بڑھ گئی۔" آیت نے کہا، جہانگیر نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔



شکرانے کے نفل ادا ہو رہے تھے، مٹھائیاں بانٹی جا رہی تھیں، خوشی منائی جا رہی تھی، اللہ نے فاطمہ بی بی کو نئی زندگی سے نوازا تھا، سب بہت خوش تھے۔

"مبارک باد نواب میاں؟" تاج بیگم نے نواب صاحب کو مبارک باد دی۔

"خیر مبارک اماں جان، یہ واقعی خوشی کی بات ہے اللہ نے ہمارے صاحب زادے کا گھر آباد رکھا، یہ بات خوشی کا باعث ہے۔" نواب صاحب مسکرائے۔

صدقہ خیرات کیا جا رہا تھا گھر میں جیسے عید کا سماں تھا ایک دم ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

"فاطمہ کو کیا آج ہی گھر منتقل کر دیا جائے گا؟" ہاجرہ اماں نے پوچھا۔

"نہیں شاید آج نہیں مگر وقار ڈاکٹر سے پوچھ کر مطلع کریں گے کہ کب ان کو چھٹی ملے گی۔ ہمیں تو بس اس بات کی خوشی ہے کہ ہماری بچی کو نئی زندگی مل گئی۔ چاہے کچھ دن اور اسپتال میں رہ لے، اچھا ہے وہاں ڈاکٹرز اچھی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ اتنے دنوں بے ہوشی میں پڑی رہی میری بچی، کمزوری ہو گئی ہوگی ناں۔" تاج بیگم نے کہا۔

"ان کو مسلسل دوائیاں دی جا رہی تھیں، جو ان کی غذائی کی کمی کو دور کر رہی تھیں لیکن بہتر ہے کہ ابھی وہ کچھ دن وہاں رہیں سو اچھے سے علاج ہو اور وہ مکمل صحت مند ہو کر گھر لوٹیں۔" ہاجرہ اماں نے کہا۔

"نواب صاحب نے کئی بکرے قربان کیے، اللہ ہماری بچی کو لمبی عمر عطا فرمائے، ہمیشہ خیر خیریت سے رکھے،

آمین۔"
"آمین۔" ہاجرہ اماں نے فوراً کہا۔



وقار الحق نے مسکراتے ہوئے فاطمہ بی بی کا ہاتھ ہاتھوں میں لیا اور محبت بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔
"ہم بہت خوش ہیں آپ کو اس طرح ہوش میں دیکھ کر، جب آپ بے ہوش تھیں ہم جیسے جاں سے خالی وجود لیے ہوئے بھٹکتے پھرتے تھے، بہت شکریہ ہماری زندگی میں واپس آنے کے لیے۔" وقار الحق نے فاطمہ بی بی کے ہاتھ پر بوسہ دیا، وہ پرسکون انداز میں مسکرائیں مگر بولی کچھ نہیں۔
"آپ بات کیجیے ہماری سماعتیں آپ کی آواز سننے کو ترس گئی ہیں۔" ان کا آکسیجن ماسک اور دیگر مشینیں ہٹا دی گئی تھیں، فاطمہ بی بی خود سے سانس لے پا رہی تھیں مگر کمزوری کے خیال سے اب بھی ان کو ڈرپ اور دیگر دوائیاں دی جا رہی تھیں۔
"ہم...... ٹھیک ہیں، ہم آپ کو چھوڑ کر کہاں جاتے؟ زندگی کو چھوڑ کر کون جاتا ہے؟" وہ مسکرائیں، وقار الحق ایک جانثار شوہر کی طرح تو جیدے رہے تھے۔
"دادی جان بتا رہی تھیں کس درجہ پریشان رہے، ہمیں اندازہ ہے۔" فاطمہ بی بی نے کہا۔ وقار الحق نے جھک کر ان کی پیشانی پر لب رکھ دیئے۔
"آپ ٹھیک ہیں؟" وقار الحق نے ایک بار پھر دریافت کیا تو فاطمہ بی بی نے سر ہلا دیا۔
"کوئی کمزوری تو نہیں؟"
"کمزوری ہے فی الحال مگر یہ بھی جاتی رہے گی۔" فاطمہ بی بی نے آہستگی سے کہا۔ وقار الحق سر ہلاتے ہوئے فاطمہ بی بی کو دیکھنے لگی۔
"فاطمہ ہم معافی مانگنا چاہتے ہیں اگر ہم نے آپ کو ستایا، کوئی تکلیف دی ہمیں معاف کر دیجیے۔"
"ایسا مت کہیے، ایسا کچھ نہیں ہے۔"
"لیکن ہم پشیمان ہیں۔ اب ہم آپ کو شکایت کا کوئی موقع نہیں دیں گے، آپ کا بہت بہت خیال رکھیں گے اور آپ کی ہر بات مانیں گے۔" وقار الحق بولے تو فاطمہ بی بی دھیمے سے مسکرا دیں۔
"ہم سچ کہہ رہے ہیں۔" وقار الحق نے یقین دلایا۔
"جانتے ہیں۔" فاطمہ بی بی مسکرائیں۔
"فاطمہ......" وقار الحق نے آہستگی سے پکارا۔
"جی......" وہ ہمہ تن گوش ہوئیں، وقار الحق نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا اور لبوں سے لگاتے ہوئے محبت پاش نظروں سے فاطمہ بی بی کو دیکھا۔
"فاطمہ، ہم آپ سے بے حد اور بے پناہ محبت کرتے ہیں مگر کبھی کہہ نہ سکے، ہم اظہار کے قائل نہیں، ہمیں اظہار کے طریقے نہیں آتے۔"
"جانتے ہیں ہم۔" فاطمہ بی بی نے آہستگی سے کہا۔
"کیا جانتی ہیں آپ؟"
"یہی کہ آپ اظہار کرنا نہیں جانتے محبت میں اظہار کے قائل نہیں۔" فاطمہ بی بی کی آواز میں نقاہت واضح تھی۔

''آپ فی الحال بات مت کیجیے، چپ چاپ سنیے ہم نواب زادہ وقار الحق آپ کے عشق میں پاگل ہیں، تھے اور ہمیشہ رہیں گے۔ ہم نے وہ تمام باتیں موقوف کردی ہیں، ناطہ توڑ لیا ہے جو آپ کی پریشانی کا باعث بنتی رہی، ہم نے آپ کے بیمار پڑنے سے پہلے ہی طلاق کے کاغذات تیار کرا کر جنت بی بی کو بھجوا دیے تھے۔ یہ بات آپ کے علم میں لانا بھول گئے تھے، بھولے بھی شاید نہیں تھے مگر دانستہ نہ بتایا کہ ہم آپ کا خیال کررہے تھے خیر جانے دیجیے۔ سو لب لباب یہ ہے کہ اب ہم آپ کو قطعاً پریشان نہیں کریں گے اور اگر بھولے سے کیا بھی تو آپ ہمیں سزا دے سکتی ہیں لیکن بات کرنا مت بند کیجیے گا۔ آپ سے بات کیے بنا ہمارا گزارا نہیں۔'' وقار الحق نے مسکرا کر کہا تو فاطمہ بی بی کو اپنے اندر اطمینان دوڑتا محسوس ہوا انہوں نے گہری سانس لیا۔

''ہم جانتے تھے۔''

''کیا؟''

''یہی کہ آپ ہم سے محبت کرتے ہیں مگر......''

''مگر......؟''

''ہم ڈر رہے تھے کہ کہیں آپ اس رشتے کو خیر باد نہ کہہ دیں، ہمیں علم تھا آپ جنت سے ملے ہیں اور جنت کا مزاج ہم جانتے تھے سو یہ ڈر بھی تھا کہ وہ مزید سازشیں نہ کرے یا ہمیں ہمارے خاندان یا خوشیوں کو کوئی مزید نقصان نہ پہنچائے مگر خیر......''

''آپ جان گئی تھیں کہ ہم جنت کو طلاق دے رہے ہیں؟''

''نہیں...... ہم نہیں جانتے تھے مگر ہم نے سنا تھا ایک بار آپ وکیل سے کہہ رہے تھے کہ طلاق کے کاغذات تیار کرنے کو، ہمیں لگا شاید وہ کاغذات ہمارے لیے ہیں...... آپ کے اور ہمارے رشتے کو ختم کرنے کے لیے ہیں۔''

''اللہ نہ کرے، ہم ایسا کیوں کرتے؟ ایسا خیال بھی مت لائیے گا ذہن میں، ہماری سانسیں، ہماری زندگی اس رشتے کے لیے وقف ہے۔ ہم جب تک زندہ ہیں آپ کے ہیں اور آپ کے ہی وفادار رہیں گے۔'' وقار الحق نے کہا تو وہ تنبیہہ کرتی نظروں سے گھورنے لگیں۔

''ایسی باتیں نہ کیجیے پلیز۔''

''اچھا...... اچھا...... نہیں کرتے لیکن ہم آپ کے بنا زندگی کا تصور نہیں رکھتے، مت پوچھیے ہم نے یہ وقت کس حال میں گزارا ہے، کس تکلیف سے گزرے ہیں۔''

''ہم کتنے عرصے تک بے ہوش رہے؟'' وہ چونکیں۔

''کچھ ماہ، مگر یہ کچھ ماہ بھی ہمارے لیے برسوں، صدیوں، سالوں کے برابر تھے ہم نے کیسی قیامتیں جھیلی ہیں یہ ہم ہی جانتے ہیں۔'' نواب زادہ وقار الحق نے ایک بار پھر ان کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا، کیسی زندگی بدل گئی تھی، فاطمہ نظام دین یہ بدلاؤ دیکھ کر خوش تھیں اور مطمئن بھی ان کو وقار الحق کا محبت جتانا اچھا لگ رہا تھا۔



''جہانگیر آپ سونے جارہے ہیں؟'' خریداری سے واپس لوٹے تو آیت بولی، جہانگیر نے سر ہلایا۔

''ہاں، کیوں کیا ہوا؟''

''ہمارا دل عجیب سا ہورہا ہے، یہاں آکر ہمارے پاس بیٹھیے پلیز۔'' آیت نے کہا تو جہانگیر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

''طبیعت ٹھیک ہے آپ کی، ڈاکٹر کے پاس لے چلیں ہم؟'' ان کی پیشانی چھو کر کہا مگر آیت نے ان کا ہاتھ تھام کر

سر نفی میں ہلایا۔
"بس پاس رہیے۔" وہ پہلی بار ایسی لگاوٹ کا مظاہرہ کررہی تھی۔
"آپ کی پیشانی ٹھنڈی ہورہی ہے ہم ڈاکٹر کو فون کرتے ہیں۔" جہانگیر اٹھنے لگا مگر آیت نے منع کردیا۔
"نہیں پلیز، بس پاس بیٹھیے باتیں کیجیے، ہماری دوا آپ ہیں، ہم آپ سے بات کرتے رہنا چاہتے ہیں، اسی طرح بات کرتے کرتے پھر چاہے موت بھی آجائے۔" آیت نے کہا تو جہانگیر نے اسے ملامت کرتی نظروں سے دیکھا۔
"ایسا نہیں کہتے۔"
"ہاں ٹھیک ہے نہیں کہیں گے مگر فی الحال ڈاکٹر، ادویات کی بات بالکل مت کیجیے، ہم آپ سے بات کرنے کے خواہاں ہیں، آپ کو سننا چاہتے ہیں بس۔" جہانگیر نے سر ہلادیا۔
"ہم یہیں آپ کے ہمراہ ہیں، پرسکون رہیے۔ ہو کیا رہا ہے آپ کو پانی پلائیں؟"
"نہیں اس کی ضرورت نہیں بس اچھا محسوس نہیں ہورہا جیسا جسم سے کوئی جان کھینچ رہا ہو، جیسے کوئی دل چیر رہا ہو۔"
"اوہ...... کہیں کوئی دل کا عارضہ تو لاحق نہیں ہورہا آپ کو؟ ڈاکٹر کو دکھانا ضروری ہے۔" وہ فکر مند ہوا، آیت نے خاموشی سے دیکھا جہانگیر دانستہ چپ ہوگیا۔
"سوچ لیجیے آپ کو کچھ ہوگیا تو نکاح کینسل ہوجائے گا ہمارا؟" شرارت سے کہا آیت مسکرادیں۔
"آپ مذاق کرنا بھی جانتے ہیں، حیرت ہوئی۔"
"اور آپ کو مسکراتے دیکھ کر ہمیں خوشی ہوئی اگر مزید کچھ لمحوں تک آپ کی ایسی کیفیت رہی تو ہم آپ کو اسپتال لے جانے میں گریز نہیں کریں گے۔" جہانگیر نے دھمکی دی آیت نے سر ہلادیا۔
"جہانگیر ہم آپ سے بہت محبت کرتے ہیں اتنی کہ جس کی کوئی حد مقرر نہیں، آپ بہت...... بہت اچھے ہیں آپ کی کس صفت سے ہمیں محبت ہوئی ہم نہیں جانتے، کس خاصیت نے متاثر کیا ہمیں علم نہیں مگر کچھ ہے جو ہمیں آپ کی طرف کھینچتا تھا، کچھ تھا جو آپ سے جوڑتا ہے، ہم بہت خوش ہیں کہ ہم آپ کے ہونے جارہے ہیں، یہ خوشی بے پناہ ہے، خوشی سے مر بھی جائیں تو ہمیں کوئی ملال نہیں ہوگا، ہمارا شریک حیات آپ جیسا انسان ہے جس کی تمنا کوئی بھی لڑکی کرسکتی ہے۔ ہمیں خوشی ہے اللہ پاک نے ہماری قسمت میں آپ کو لکھا اور ہمیں آپ سے ملایا اور قدرت آپ کو ہمیں ہمیشہ کے لیے سونپ رہی ہے، ہم بہت بہت خوش ہیں، شکریہ ہماری زندگی میں آنے کے لیے۔" آیت مدہم لہجے میں بولی تو جہانگیر مسکرادیا۔
"ہمیں شرمندہ مت کیجیے، ہم کسی لائق نہیں کوئی ایسے توپ خان نہیں۔" وہ خجل سا ہوکر بولا۔
"مگر آپ ہمارے لیے بہت خاص ہیں۔" جہانگیر نے پہلی بار اس کا ہاتھ تھاما اور سر ہلادیا۔
"ہم اچھا شریک حیات بننے کی ہر ممکن کوشش کریں گے، آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔" اس شب ہمراہ بیٹھے دیر تک وہ باتیں کرتے رہے، آیت کی حالت جوں کی توں رہی مگر وہ جہانگیر کو پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی سو چپ چاپ اٹھ گئی۔
"چلیے اب سوتے ہیں، صبح نکاح ہے اور کئی تیاریاں کرنی ہیں۔" جہانگیر نے سر ہلایا اور اٹھ کھڑا ہوا وہ اپنے کمرے میں جانے کو پلٹنے لگی تو جانے کیوں جہانگیر نے روک لیا۔ وہ پلٹ کر دیکھنے لگیں۔ جہانگیر نے آگے بڑھ کر انہیں تھام کر ساتھ لگالیا۔ کچھ نہ کہا۔ آیت کو ان کے لب اپنی پیشانی پر محسوس ہوئے ان کی پرحرارت سانسیں اس نے بہت واضح محسوس کیں، یہ کیا اچانک ہوا تھا جہانگیر نے اس سے پہلے ایسا کچھ نہ کہا تھا شاید وہ جان پارہا تھا کہ وہ پریشان ہے۔

"پریشان مت ہوں، ہم ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔" یقین دلایا آیت اس نوازش پر جھینپ گئی، سر نہ اٹھا سکی، بس ہلکے سے گردن کو جنبش دی اور اپنے کمرے میں جانے کو مڑ گئی، جہانگیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔



آیت کی آنکھ کھلی تو وہ فریش ہو کر معمول کے مطابق ابا کو دوائیاں کھلا کر چائے دینے جہانگیر کے کمرے میں آئی۔

"جہانگیر آپ کی چائے تیار ہے جاگ جائیے آج بہت سے کام کرنے ہیں۔" آیت نے پردے سرکاتے ہوئے کہا مگر جہانگیر سویا رہا۔

"جہانگیر جاگ جائیے ہم آپ کے لیے ناشتہ بنادیتے ہیں کچھ خاص کھانا ہو تو آگاہ کریں ہم بنادیں گے۔" آیت نے پردے سرکا کر واپس ان کی طرف آتے ہوئے کہا مگر جہانگیر نے تب بھی کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ وہ آنکھیں موندے، بہت پرسکون نیند سو رہا تھا آیت کو یک دم فکر ہوئی اس نے قریب ہو کر دیکھا اور ساکت رہ گئی۔

"جہانگیر......" وہ حلق کے بل چیخی۔

"جہانگیر آنکھیں کھولیے، ہم سے بات کیجیے، جہانگیر۔" مگر جہانگیر جانے کب کا جاچکا تھا، وجود مٹی کا ڈھیر تھا حرارت، سانس جانے کب کی رک چکی تھی، آیت نے بوکھلاہٹ میں نبض ٹٹولی مگر کہیں زندگی کی کوئی علامت باقی نہیں تھی۔

"جہانگیر......" اس کے واویلا کرنے پر کرم دین بھی کمرے میں آگئے اور جہانگیر کے سرد وجود کو چھو کر ساکت کھڑے رہ گئے تھے۔

"آیت میری بچی، جہانگیر یہاں نہیں ہے، وہ اپنے مالک حقیقی سے جاملا ہے۔" کرم دین نے مطلع کیا تو وہ پاگلوں کی طرح چیخنے لگی۔

"آپ اسپتال فون کیجیے، ایمبولینس منگوایئے، جہانگیر بس بے ہوش ہیں، وہ تھک گئے ہیں، ہوش میں آجائیں گے۔" وہ ماننے کو تیار نہیں ہوئی۔

اس کا قریب آنا، ہاتھ تھامنا، گلے لگانا، پیشانی پر پیار کی مہر ثبت کرنا، کیا وہ اس کی جانے کی نشانیاں تھیں۔ آیت کو اچانک وہ سب یاد آیا اور پھر ایک لمحہ لگا تھا۔

"ہم ہمیشہ آپ کے ہمراہ رہیں گے۔" جہانگیر کی آواز سماعت میں پڑی تھی، آیت کا دل سکڑا تھا اور لمحے کی تاخیر کے بغیر وہ اس کے ساتھ جا کھڑی ہوئی تھی۔ آیت کو منظور نہ تھا کہ اس کی محبت تنہا رہے اس لیے اس اس نے محبت کی اکائی کا باب بند کردیا تھا۔

(ختم شد)



ملن کی داستان

آنسہ رانا

کوئی موسم ہو دل میں ہے تمہاری یاد کا موسم
کہ بدلا ہی نہیں اب تک تمہارے بعد کا موسم
نہیں تو آزما کے دیکھ لو کیسے بدلتا ہے
تمہارے مسکرانے سے دلِ ناشاد کا موسم

دوپہر کی سنہری دھوپ میں نیلگوں سمندر اونگھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ہم سنہری ریت پر چہل قدمی کرتے دور تک نکل آئے تھے۔ نرم ریت پر جہاں پاؤں پڑتا وہیں روئی کے گالوں کی طرح ریت بھی۔ فوٹوگرافی شہیر کا پرانا شوق تھا وہ اکثر اپنا ڈی ایس ایل آر ساتھ رکھتا تھا اور تصویریں بناتا رہتا تھا، اس وقت بھی وہ اپنے مشغلے میں مگن تھا۔ وہ وہیں ریت پر پڑے ایک پتھر پر بیٹھ کر دور تک پھیلے سمندر کو دیکھ رہا تھا۔

"سمندر ایک ساحر جیسا ہے مسحور بھی کرتا ہے اور خوف زدہ بھی اس کی خوب صورتی پاس بلاتی ہے اور اس کا عظیم الشان وجود ہیبت طاری کرتا ہے اور اس کے گہرے پانیوں تلے نہ جانے کون کون سے راز چھپے ہوئے ہیں، جن میں سے کچھ انسانوں کو فائدہ دیتے ہیں اور کچھ نقصان پہنچاتے ہیں۔ بابا اکثر انسانی دلوں کو سمندر جیسا کہتے ہیں۔ دلوں کی گہرائیوں میں انسان اپنے جذبات چھپا کر رکھتا ہے اور آپ نہیں جان سکتے کہ آیا وہ جذبات آپ کی بھلائی کے ہیں یا برائی کے۔" وہ اپنے خیالات کی رو میں بہہ رہی تھی کہ شہیر کی آواز سنائی دی۔

"ارے..... پوز چینج بھی کرلو سو تصویریں بنا چکا ہوں تمہاری اسی ایک پوز میں۔" وہ چونکی اور شہیر کی جانب دیکھ کر پھر مسکرائی پھر دو تین پوز دیے پھر ہاتھ ہلایا۔

"بس کرو..... اب بہت ہوگیا۔" اس نے شہیر کو منع کیا۔ شہیر نے دو تین تصویریں اور بنائیں پھر دوسری طرف منہ کر کے ریت پر چلتے اونٹوں اور بچوں کی تصویریں بنانا شروع کردیں۔ وہ وہیں بیٹھی شہیر کی پشت کو دیکھتی رہی، خیالات بھی سمندری لہروں کی طرح آ جا رہے تھے۔

"شہیر کے دل میں میرے لیے کیا چھپا ہے..... جو وہ زبان سے کہتا ہے کیا وہ اس کے دل میں بھی ہے یا پھر کچھ اور ہے جو میں نہیں جانتی..... مجھے اتنا بھروسا کیوں ہے۔"

"کیونکہ وہ تمہارا اپنا ہے۔" اس کے دل نے ذہن کی بے کار سوچوں کو دھکیلتے ہوئے ایک دم سے کہا۔

"ہاں شہیر میرا اپنا ہے اور اس کا ساتھ ہی حقیقت ہے اور اس زندگی میں ہم دونوں مل کر قوس و قزح کے سارے رنگ بھر دیں گے۔" اس کی سوچ کی لہریں بھی سمندر کی لہروں کی طرح بہہ رہی تھیں۔

شہیر تصویریں بناتا تھوڑی دور چلا گیا تھا پھر ایک دم وہ مڑا اور بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کے جھکا پھر لمبے لمبے سانس لے کر اپنی سانسیں بحال کی جو بھاگنے کی وجہ سے پھول رہی تھیں، اس کی سانسیں درست ہوئی تو کہنے لگا۔

"رائمہ...... مجھے ایک آئیڈیا آیا ہے، دیکھو ہم دونوں ریت پر ساتھ ساتھ چلتے ہیں تھوڑی دور جا کر میں ریت پر نقش ہم دونوں کے قدموں کے نشانوں کی تصویر بناؤں گا۔
ٹھیک ہے آجاؤ۔" رائمہ مسکرائی اور اس کا ہاتھ تھام کر کھڑی ہوگئی، شہیر کیمرے پر نظریں جمائے اس کی سیٹنگ میں مصروف تھا وہ بہت بہترین تصویر لینا چاہتا تھا، اس کو زوم کر کے ریت پر فوکس کر کے چیک کر رہا تھا کہ اسے کتنا زوم کرنا چاہیے پھر اس نے ڈے موڈ پر کیا اور فلیش کو بھی دیکھا اتنی دیر میں وہ کچھ آگے آ چکے تھے۔ شہیر رک گیا اس کے ٹھہرتے ہی رائمہ بھی رک کر اس کے برابر کھڑی ہوگئی۔ شہیر نے آخری بار کیمرے کی سیٹنگ چیک کی اور تصویر لینے کے لیے مڑا جیسے ہی اس کی ریت پر نظر پڑی وہ حیران رہ گیا وہاں صرف اس کے اپنے قدموں کے نشان تھے اس نے حیرت سے رائمہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"یہ تو صرف میرے قدموں کے نشان ہیں۔"

"ہاں میں اڑ کر آئی ہوں۔" رائمہ نے کہا اور ہنس دی۔

شہیر نے الجھن زدہ انداز میں ذرا غور سے نشانوں کو دیکھا تو اس کے قدموں کے بڑے بڑے نشانوں کے درمیان رائمہ کے قدموں کے چھوٹے چھوٹے نشان بھی تھے۔ وہ ہنس دیا اور رائمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں نے کہا تھا میرے ساتھ چلو۔" اس نے ساتھ پر زور دیا۔

"میں زندگی کے سفر میں تمہارے ساتھ نہیں تم سے ایک قدم پیچھے چلنا چاہتی ہوں۔" رائمہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" شہیر نے حیرت سے پوچھا۔

"تاکہ تم میری طرف بڑھتے ہر طوفان کو روک لو اور میں تمہارے سائے میں سکون سے زندگی گزار سکوں۔" رائمہ کے لہجے میں محبت کی تپش تھی۔ شہیر نے رائمہ کے ہاتھ تھام لیے۔

"تمہارے راستے کے سارے پتھر میں اپنی پلکوں سے چن لوں گا۔" شہیر کے لہجے میں یقین بول رہا تھا۔



سمندر کی تیز لہر نے آکر ان کے قدم چھوئے اور ان کے وعدے کی امین بن کر واپس سمندر کی جانب لوٹ گی یقیناً سمندر کا پانی، بہت سے وعدوں کا امین ہوتا ہے۔



مڈل کلاس کالونی میں بنے دو منزلہ مکان کے سادہ مگر نفاست سے سجے کمرے میں زینت بیگم تنہا بیٹھی ہوئی تھی، رات کے دس بج رہے تھے، دونوں بڑے بیٹے اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے، شہیر آج اسٹڈی کے لیے دوست کی طرف گیا ہوا تھا زیادہ تر وہ اس وقت ٹی وی دیکھا کرتی تھیں مگر آج طبیعت کچھ بوجھل تھی تو ٹی وی دیکھنے کا بھی موڈ نہیں ہوا، ان کی نظر میز پر رکھی اپنی اور طاہر صاحب کی تصویر پر پڑی انہوں نے ہاتھ بڑھا کر تصویر اٹھائی اور دل ہی دل میں طاہر صاحب کو مخاطب کیا۔

"تیس سال کا ساتھ کیسے لمحوں میں ختم ہوگیا...... اچھے بھلے کھانا کھا کر لیٹے اور پھر کیسے سکون سے چلے گئے، نہ کوئی خدمت لی نہ کسی بات پر تنگ کیا۔ کیسے بھلے انسان تھے جو پکایا کھالیا، جو کہا مان لیا، جو مانگا لادیا۔ نہ کسی بات پر غصہ کیا، نہ کسی معاملے میں تنگ کیا۔ کیسی خاموشی سے زندگی گزاری اور اسی خاموشی سے چل بھی دیے...... بہت اچھے انسان تھے طاہر صاحب آپ، بہت اچھی زندگی گزاری میں نے آپ کے ساتھ شاید میری کسی نیکی کا بدلا تھے مگر کون سی نیکی کا؟" انہوں نے خود سے سوال کیا۔

"شاید ابو کی بات مان کر ان کی پسند سے شادی کرنا ہی میری وہ نیکی ہے، جس کے بدلے مجھے طاہر صاحب جیسے انسان کا ساتھ ملا۔" ان کی چپ گہری ہوگئی جیسے کسی سوچ میں گم ہوگئی ہوں پھر سوچتے سوچتے سر انکار میں ہلایا جیسے کسی خیال کا سرا ہاتھ لگ گیا ہو۔

"ابو کی بات ماننے کے علاوہ میرے پاس اور کیا راستہ تھا خالد نے تو صاف انکار کردیا تھا۔" کمرے کی دبیز خاموشی میں ان کی سانسوں کی آواز تیز ہوئی جیسے انہیں کسی ایسی ہستی کا خیال آیا ہو جس سے انہیں شدید نفرت ہو وہ تیزی سے اٹھیں اور الماری کھول کر ایک البم نکالی جس میں ان کے گھر والوں کی پرانی تصاویر تھیں، وہ صفحے پلٹتی رہیں جیسے کسی خاص تصویر کی تلاش میں ہوں پھر ایک تصویر پر آکر ٹھہر گئیں وہ ایک انتہائی خوب رو لڑکے کی بلیک اینڈ وائٹ تصویر تھی، وہ غور سے دیکھنے لگیں ان کا دل نفرت سے بھر گیا تھا دل ہی دل میں خالد سے بات کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"اپنی ذلت بھولی نہیں ہوں خالد...... آج بھی یاد ہے مجھے سب کچھ کیسے تم نے مجھ سے بے وفائی کی، کیسے میری محبت کو محض وقتی لگاؤ سمجھ کر ٹھکرا گئے...... آج تک تمہارے الفاظ زہر بن کر میرے خون میں دوڑ رہے ہیں، کیا کہا تھا تم نے، تم اپنے باپ کی عزت روند سکتی ہو مگر میں اپنے چچا کا مان نہیں توڑ سکتا۔ تم میرا دل، میری روح مجھ سے کیا وعدہ توڑ سکتے تھے لیکن چچا کا مان نہیں توڑ سکتے تھے ہونہہ...... ہاں چچا سے کیسے بگاڑ سکتے تھے ان کا کھاتے تھے، ان کا پہنتے تھے، ان کے پیسے پر عیش کرتے تھے، ان کا مان کیسے توڑ سکتے تھے ہونہہ...... میں اس رات ہوئی اپنی بے عزتی آج تک نہیں بھولی۔ تیس سال پر محیط یہ نفرت کا صحرا عبور کرکے اب میں منزل کے قریب پہنچ چکی ہوں بہت جلد تم سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لوں گی اس دن تمہیں سمجھ آئے گا مان توڑنا کیا ہوتا ہے۔" زینت بیگم نے غصے سے البم بند کردی تھی۔



ریاض صاحب کے گھر سارا خاندان دوپہر کے کھانے پر مدعو تھا، ریاض صاحب زینت بیگم کے چھوٹے بھائی تھے، شہیر کے ماموں اور رائمہ کے چچا، سب لوگ پہنچ چکے تھے خالد صاحب بھی اپنی بیگم صالحہ دونوں بیٹوں اور رائمہ کے ساتھ آچکے تھے، سب بہن بھائیوں سے ملنے کے بعد اپنی چچی کے پاس بیٹھ گئے، چچا کے انتقال کو دس سال گزر گئے تھے، خالد صاحب کے لیے چچی ان کی والدہ جیسی ہی تھیں وہ بھی خالد صاحب کی بیوی اور بچوں سے شفقت سے پیش آتی تھیں، سب بچے لان میں جمع ہوگئے تھے اور بڑے چاچی کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ زینت بیگم نے بھی صالحہ کو پسند نہ کیا تھا شروع دن سے ان کے خلاف تھیں خاص کر جب سب بڑے اکٹھے ہوتے وہ کوئی نہ کوئی بات

پکڑ کر صالحہ پر طنز کرنا شروع کر دیتی ان کی اسی عادت کی وجہ سے صالحہ ان سے کتراتی تھی، اس وقت بھی صالحہ ان سے بچنے کے لیے سب کو باتیں کرتا چھوڑ کر دیورانی کی مدد کرنے کے بہانے کچن میں چلی گئی کچھ دیر بعد ان دونوں نے کھانا لگا دیا اور سب کو بلا لیا بچے اپنا کھانا لے کر لان میں ہی چلے گئے اور بڑے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔

"صالحہ تم نے بھی کچھ پکایا یا صرف باتیں ہی کرتی رہیں؟" زینت بیگم نے صالحہ سے پوچھا۔

"جی یہ قورمہ میں نے ہی پکایا ہے۔" صالحہ نے جواب دیا۔ زینت بیگم قورمہ ہی ڈال رہی تھیں۔ ایک نوالہ کھایا اور پلیٹ کھسکا دی اور طنزیہ بولیں۔

"بیس سال تو ہو گئے ہوں گے تمہیں کھانا پکاتے آج تک قورمے میں پیاز کا حساب نہ آیا اتنی پیاز ڈال دی ہے کہ بالکل میٹھا ہو گیا ہے۔" صالحہ کو سخت غصہ آیا لیکن وہ تماشا لگنے کے ڈر سے خاموش ہو گی، باقی سب بھی قورمہ کھا رہے تھے اور ان کے کسی انداز سے نہیں لگ رہا تھا کہ قورمہ اتنا میٹھا ہے کہ زینت بیگم کو کہنا پڑا لیکن وہ جانتی تھی کہ زینت بیگم نے کوئی نہ کوئی بات ضرور پکڑ لینی ہے اور انہیں سب کے سامنے شرمندہ کرنا ہے، وہ ہر تقریب میں زینت سے بچتی پھرتی تھی لیکن زینت بیگم کوئی نہ کوئی موقع ڈھونڈ ہی لیتی تھیں۔ سب لوگ ہی زینت بیگم کے اس رویے کو محسوس کرتے تھے اور اکثر انہیں سمجھانے کی کوشش بھی کرتے تھے۔ کھانے کے فوراً بعد خالد صاحب اپنی فیملی کو لے کر چلے گئے تو زینت کی والدہ نے ان سے کہا۔

"زینت تم اچھا نہیں کرتی صالحہ کے ساتھ...... کیا ضرورت تھی قورمہ میں نقص نکالنے کی...... اچھا بھلا پکا ہوا تھا۔"

"ماں جی، آپ کو تو اس کی کسی چیز میں نقص نظر نہیں آتا سب سے چہیتی بہو ہے آپ کی، سگی بیٹیوں سے بھی بڑھ کر عزیز ہے آپ کو۔" زینت نے تلخی سے جواب دیا۔

"نہیں آپا...... امی ٹھیک کہہ رہی ہیں کچھ کمی بیشی آپ کو محسوس ہوئی تو بھی آپ اگنور کر دیتی ضروری تو نہیں تھا سب کے سامنے بولنا۔" ریاض نے بھی ماں کا ساتھ دیا۔

"آپا...... آپ جان بوجھ کر ہر موقع پر شروع ہو جاتی ہیں۔" چھوٹی بہن ریحانہ نے بھی بھائی کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ہاں بس اب تم سب شروع ہو جاؤ میں ہی غلط لگتی ہوں تمہیں، شہیر...... شہیر کہاں ہو؟ چلو گاڑی نکالو...... گھر چلیں۔" وہ سب کے ہم خیال ہونے سے چڑ گئی اور اٹھ کر چل دی، ہر تقریب کا اختتام کم وبیش ایسی ہی باتوں پر ہوا کرتا تھا۔



خالد کی والدہ کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا وہ والد کے ساتھ اکیلے رہتے تھے پھر اچانک ان کے والد کا انتقال ہو گیا تو ابو جان خالد کو اپنے ساتھ گھر لے آئے گھر آ کر انہوں نے تمام بچوں کو سمجھایا کہ خالد بھی تمہارا بھائی ہے اس کا خیال رکھنا، سب بچوں کو یہ بھائی بہت پسند آئے تھے۔

زینت ان سے کوئی دو تین سال چھوٹی تھی شروع میں تو زینت والدین کے کہنے پر ہی خالد کا خیال رکھتیں مگر آہستہ آہستہ اپنا یہ اداس سا کزن ان کے دل کو بھا گیا وہ خالد کا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرنے لگیں، اس کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھتی اور فراغت میں بیٹھ کر خالد کو ہی سوچتی، خالد بھی اکثر ہر کام کے لیے زینت کو ہی آواز دیتا کیونکہ وہی بڑی تھیں باقی سب، بہن بھائی تو بہت چھوٹے تھے مگر زینت کے لیے خالد کا ہر بار اس کو بلانا اس کے دل میں خالد کے لیے محبت کو جگہ دینے لگا تھا۔ زینت کی کچی عمر کا کچا ذہن کہتا تھا کہ خالد گھر آتے ہی اسے دیکھنا چاہتا ہے اس لیے اسے آواز دیتا ہے زینت کو خالد کی ہر بات الگ دکھائی دیتی وہ اس کی ہر نظر کا الگ مفہوم لیتی۔ جبکہ خالد کو ان سب باتوں کا احساس نہ تھا اس کا اکثر وقت کتابوں میں سر دیئے گزرتا یا فارغ ہوتا تو چچا کے ساتھ دکان پر جا بیٹھتا۔ دن بھر وہ خود بھی اور چچا بھی اسے مصروف رکھنے کی کوشش کرتے تا کہ وہ اپنے والد کی ناگہانی وفات کو بھول جائے مگر ساری کوششوں کے باوجود وہ زندگی کے اس المناک واقعے کو بھولا نہیں پاتا تھا

اب بھی اکثر راتوں کو چیخ مار کر اٹھ بیٹھتا اور اپنے والدین کو پکارتا اس کی اس حالت کی وجہ سے چچا رات کو اسے اپنے پاس ہی سلاتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ ابھی خالد کی ذہنی حالت سنبھلنے میں وقت لگے گا اس روز بھی وہ رات خواب میں ڈر گیا تھا پھر اس کی ساری رات آنکھوں میں کٹی اگلی صبح وہ سر درد سے بے حال تھا اس لیے کالج بھی نہ جا سکا تھا۔

زینت جو کچھ دن سے موقع کی تلاش میں تھی اس نے اظہار کرنے کا سوچا جب وہ خالد کے لیے ناشتہ لائی تو ساتھ ایک پھول بھی لائی اور خالد کو دیا اس نے وہ پھول لے لیا خالد کا پھول پکڑنا زینت کے لیے اس کی محبت قبول کرنا تھا کچھ دن بعد اس نے ایک رومال کاڑھ کر خالد کو دیا۔ خالد نے وہ بھی لے کر الماری میں رکھ دیا، زینت کو لگا خالد نے اس کے تحفے بہت سنبھال کر رکھے ہیں جبکہ خالد کو شاید وہ چیزیں یاد بھی نہ تھی ایسے ہی چھوٹے چھوٹے دو تین واقعات کی بنیاد پر زینت نے اپنی تنہائی خالد کی محبت کا ایک جہان آباد کر لیا تھا، خالد کے لیے جو بھولے ہوئے تحفے تھے زینت کے لیے ان تحفوں کا قبول کیا جانا زندگی کا سوال تھا، زینت کی یک طرفہ اور خود ساختہ محبت کی کہانی ان کے لیے بہت اہمیت رکھتی تھی وہ دن رات بیٹھ کر خالد کے ساتھ زندگی گزارنے کے منصوبے بنایا کرتی تھیں، ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ اس محبت میں اپنی جان دے کر امر ہو جائے مگر اس کی یہ داستان، بہت تھوڑے عرصے پر محیط تھی۔

خالد کو آئے کچھ ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک شام چچا دکان سے واپس آئے تو بہت خوش تھے انہوں نے بتایا کہ وہ زینت کا رشتہ طے کر رہے ہیں اور لڑکے والوں کو شادی کی جلدی ہے تو دو ہفتے بعد کی تاریخ دے آئے ہیں سارا گھرانہ خوش ہو گیا مگر زینت کے دل میں آگ بھڑک اٹھی، وہ جلے پیر کی بلی کی مانند یہاں وہاں پھر رہی تھی پھر اس سے صبر نہ ہوا تو اس نے خالد سے بات کرنے کا سوچا اسے چھت پر آنے کا کہا۔ خالد اس کے پیچھے چھت پر آ گیا تھا۔

”یہ ابا جان نے کیا کر دیا؟“ زینت نے روندھی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

”کیا کر دیا؟“ خالد نے پوچھا تھا۔

”تم کیسے اتنے سکون سے ہو، یہاں میرے دل میں آگ لگی ہوئی ہے۔“ زینت نے کہا تھا۔

”شادی کا سن کر تمہیں خوش ہونا چاہیے۔“ خالد نے نارمل انداز میں کہا تو زینت نے حیرت سے خالد کو دیکھا تھا۔

”تم اتنے انجان کیوں بن رہے ہو خالد، میں نے زندگی میں تمہارے علاوہ کسی کے بارے میں نہیں سوچا، میں شادی کروں گی تو صرف تم سے کروں گی، ابا کو صاف منع کر دوں گی۔“ زینت روتے ہوئے بولی تھی۔

”کیسی باتیں کر رہی ہو زینت؟“ خالد کو اس کی دماغی حالت پر شک ہوا تھا۔

”میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور تم نے میری محبت کو قبول کیا تھا۔ مجھے اپنی محبت کا یقین دلا کر کیسے پیچھے ہٹ سکتے ہو؟“ زینت کا لہجہ تیز ہوا تھا۔

”زینت کچھ ہوش کرو کیا اول فول بکے جا رہی ہو...... میں نے کبھی تمہیں اپنی محبت کا یقین نہیں دلایا، کبھی تم سے کوئی ایسی بات نہیں کی۔“ خالد نے مضبوط لہجے میں اپنا دفاع کیا تھا۔

”میں کیسے ہوش کروں...... تم تو بالکل انجان بن گئے ہو، کیسے ہر وقت مجھے آوازیں دیا کرتے تھے، گھر آتے ہی مجھے دیکھنا چاہتے تھے اور اب ہر بات سے مکر گئے ہو، میری تو زندگی برباد ہو جائے گی، خدارا میرے ساتھ ایسا نہ کرو، میں صرف تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں، میرا ساتھ دو۔“ زینت کے لہجے میں التجا تھی۔

”پتا نہیں کیسی باتیں کر رہی ہو تم، میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا، میں نے تو کبھی ایسا سوچا بھی نہیں اور اگر تمہارے دل میں کچھ ایسا تھا تو بھی زینت۔ چچا یہ رشتہ طے کر چکے ہیں، زبان دے آئے ہیں، اب ایسا کچھ نہیں ہو سکتا۔“ خالد نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

”کیسے نہیں ہو سکتا میں شادی سے انکار کر دوں گی، سب کو بتا دوں گی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں، آخر تم ان کو

اتنے عزیز ہوا نہیں انکار نہ ہوگا۔" زینت نے فیصلہ کن انداز میں کہا تھا۔

ان لمحات میں زینت جذباتیت کی انتہا پر تھی، اس کو یہ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اگر چچا کا ایسا کوئی ارادہ ہوتا تو خالد ان کی نظروں کے سامنے تھا، وہ چاہتے تو یہ رشتہ کردیتے، خالد کو ان کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہ ہوتا لیکن انہیں اپنی بیٹی کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا تھا تو وہ اسے کسی ایسے شخص کے حوالے کیسے کرسکتے تھے جو ابھی خود ان کی ذمہ داری تھا، جس کا کھانا، پینا، پہننا، اوڑھنا سب ان کی ذمہ داری میں شامل تھا۔ بے شک وہ انہیں بہت عزیز تھا لیکن وہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے نہیں کرسکتے تھے، یہ سب خالد کو سمجھ آرہا تھا لیکن زینت حقیقت سے نظریں چرائے ہوئے تھی۔

"کس سوچ میں پڑ گئے؟" زینت نے اس کا بازو جھنجھوڑا تھا۔

"زینت...... اگر تمہاری ایسی کوئی خواہش ہے تو بھی اب ایسا کچھ نہیں ہوسکتا۔ دو ہفتے بعد کی تاریخ طے ہوچکی ہے، اب ایسی کوئی بات کرو گی بھی تو کوئی نہیں مانے گا اگر تمہارے ذہن میں کچھ ایسا تھا بھی تو اسے بھول جاؤ اور خاموشی سے شادی کی تیاری کرو۔" خالد نے اسے سمجھنا چاہا تھا۔

"خالد...... ایسے مت کہو خدارا کوئی تو راستہ نکالو۔" زینت نے بڑی امید سے کہا تھا۔

"اب کوئی راستہ نہیں بچا۔" خالد نے جواب دیا تھا۔

"کیسے کوئی راستہ نہیں بچا اگر ابا جان نہیں مانیں گے تو میں بھی نہیں مانوں گی۔ تم میرا ساتھ دو ہم دونوں خاموشی سے نکاح کرلیتے ہیں پھر ابا جان کو ہماری بات ماننا ہی پڑے گی۔" زینت نے کچھ سوچ کر کہا تو خالد کو تو جیسے سکتہ ہوگیا، وہ زینت سے کسی ایسی بات کی امید نہیں رکھتا تھا، بھلا کوئی بیٹی خود اپنے باپ کی عزت کیسے خراب کرسکتی ہے۔ وہ سارے خاندان کو بتا چکے تھے، زبان دے آئے تھے اور ان کی اپنی ہی بیٹی انہیں سب کے سامنے شرمندہ کرنے پر تلی تھی اور کیا وہ خود اپنے چچا کے ساتھ ایسا کرسکتا تھا، وہ شخص جس نے اسے یتیم پایا تو اپنی چھت تلے لے آیا، اپنے بچوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر رکھا، راتوں کو اس کی بے چینی کی وجہ سے اپنی نیندوں کو قربان کیا، خود کھانے سے پہلے ہمیشہ اسے کھانے پر بلاتے، کیا وہ اپنے ایسے جانثار چچا کے کیے گئے فیصلے سے آگے جاسکتا تھا، کیا وہ انہیں اتنا بڑا دکھ دے سکتا تھا؟ وہ زینت کی طرف پلٹا اور مضبوط لہجے میں بولا تھا۔

"تمہیں اپنے باپ کی عزت کی پروا نہیں ہوگی مگر میں اپنے چچا کا مان نہیں توڑ سکتا۔" خالد نے کہا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

خالد کے لیے یہ قصہ بس اتنا ہی تھا، زینت کی غلط فہمی اور بس جبکہ زینت کے لیے یہ خالد کا ناقابل معافی جرم تھا۔ خالد نے ان سے بے وفائی کی تھی، ان کے جذبات کی توہین کی تھی، وہ اس رات کو کبھی نہ بھلا پائی تھیں۔

طاہر صاحب کا ساتھ، زندگی کا سکھ اولاد اور ڈھیروں نعمتیں کوئی بھی چیز اس رات کے کرب اور بے بسی کو بھولنے میں مددگار ثابت نہ ہوئی، وہ تیس سال اس آگ میں جلتی رہیں اور انتظار کرتی رہیں کہ وہ خالد کو اس بے وفائی کا بدلہ دے سکیں کچھ ایسا کریں کہ خالد کو اس کے الفاظ لوٹا سکیں، تب خالد کو سمجھ آئے کہ مان ٹوٹنا کیا ہوتا ہے، انہوں نے بڑی لمبی پلاننگ کی تھی۔ تیس سالہ منصوبہ بنایا تھا۔ طاہر صاحب کا ساتھ زیادہ مشکل نہ تھا، وہ بہت آسان سے آدمی تھے، کوئی دکھاوا نہیں تھا، بلاوجہ کی کوئی ذمہ داریاں نہیں ڈالتے تھے، جتنا زینت بیگم نے کردیا اس پر خوش اور راضی تھے۔ زینت بیگم کافی عرصہ خالد کی یاد میں نڈھال رہیں، جب جب وہ والدین سے ملنے جاتی اور خالد سے سامنا ہو جاتا تو وہ بہت مضطرب ہوجاتی تھیں۔

کہتے ہیں پہلی محبت کو بھلایا نہیں جاسکتا...... نہ جانے یہ سچ ہے یا پھر بھلانے کی کوشش کی ہی نہیں جاتی، زینت کے معاملے میں دوسری بات قریب از قیاس تھی کیونکہ زینت نے کبھی خالد کی محبت کو بلکہ یک طرفہ محبت کو بھلانے کی کوشش نہ کی تھی۔ یہ ضرور ہوا کہ جب بچوں کی مصروفیات

بڑھتی گئی خالد کی یاد کے آگے بے بس ہونا چھوڑ دیا بلکہ اب اس کی یاد انتقام اور جلن کی آگ میں تبدیل ہوچکی تھی، ان کو لگتا تھا کہ خالد نے اسے دھوکا دیا ہے، وہ ان سے بدلہ لینا چاہتی تھیں مگر اسے کوئی طریقہ نہ سوجھ رہا تھا۔ خالد کی شادی میں بھی انہوں نے کافی روڑے اٹکانے کی کوشش کی مگر پھر بھی شادی ہوگئی تو انہوں نے خالد کی بیوی سے بیر باندھ لیا، اس کی ہر بات اور ہر کام میں کیڑے نکالنا زینت کا من پسند مشغلہ بن گیا تھا، صالحہ زینت سے کتراتی تھی مگر ایک خاندان اور ایک شہر میں رہتے ہوئے کتنا دور رہا جاسکتا تھا، ہر جگہ آمنا سامنا ہوجاتا اور پھر صالحہ سوائے صبر کے کچھ نہ کر پاتی، خالد صاحب ہر بات پہ چچا کے خاندان کے ان گنت احسانات کا ذکر کرتے اور صالحہ کو درگزر کرنے کا کہتے، ویسے بھی باقی سب بہن بھائی اور چچا، چاچی بہت اچھے تھے نہ جانے زینت کو ان سے کیا بیر تھا صالحہ اکثر سوچا کرتی تھی۔

زینت کے یہاں تیسرے بیٹے کی پیدائش ہوئی تو صالحہ کے ہاں پہلی بیٹی ہوئی تب انتقام کی آگ میں جلتے دل و دماغ میں نے زینت کو راہ سجھائی کہ کیوں نہ ایک کہانی بنائی جائے شہیر اور رائمہ کی محبت کی کہانی جس کا ہر موڑ اور انجام زینت بیگم کی مرضی کے مطابق ہو۔ زینت بیگم نے رائمہ کو بے حد لاڈ پیار کیا اور اسے یہ احساس دلایا کہ وہ رائمہ اور شہیر کو ساتھ دیکھنا چاہتی ہیں، اکیلے میں بچوں کے ساتھ بیٹھتی تو ہمیشہ رائمہ کو لاڈ کرتی جب بھی رائمہ ان کے گھر آتی تو خوب خاطر مدارت کرتی...... رائمہ اور شہیر کو قریب لانے میں ان کا بہت بڑا ہاتھ تھا، رائمہ اور شہیر کو ایک ہی یونیورسٹی میں داخلہ لینے پر بھی انہوں نے ہی آمادہ کیا تھا، وہ ان دونوں کو یقین دلا چکی تھیں کہ وہ ان دونوں کے رشتے سے خوش ہیں، دوسری طرف صالحہ اور خالد سے ایسے تعلقات رکھے ہوئے تھے کہ انہیں یقین تھا کہ وہ کبھی بھی رشتہ نہیں دیں گے، جب وہ رشتہ دینے سے انکار کریں گے تو وہ شہیر کو اکسائے گی کہ رائمہ سے نکاح کرلو شہیر کی محبت میں رائمہ یہ قدم اٹھالے گی تو وہ خالد صاحب کو بتائیں گی کہ ''مان توڑنا کسے کہتے ہیں۔'' طاہر صاحب کے انتقال نے انہیں کھل کر اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا موقع دے دیا تھا۔

صالحہ بیگم جو نماز عشاء کے بعد اپنے کمرے کی طرف جارہی تھی انہیں رائمہ کے کمرے سے بولنے کی آوازیں آئیں تو وہ اس کے کمرے میں چلی آئیں۔

''کس سے باتیں کررہی ہو؟'' انہوں نے رائمہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''شہیر سے امی۔'' رائمہ نے موبائل خود سے تھوڑا دور کرتے ہوئے کہا۔ صالحہ بیگم اپنا دوپٹا جو نماز کے لیے سر کے گرد لپٹا ہوا تھا کھولتے ہوئے رائمہ کے بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

''اچھا شہیر...... امی آگئی ہیں تم فون بند کرو ہاں ٹھیک ہے۔'' گڈ نائٹ کہہ کر اس نے فون بند کرکے میز پر رکھا اور صالحہ بیگم کی طرف دیکھا جو اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''کیا بات ہے امی؟'' رائمہ نے پوچھا۔

''بیٹا...... تمہیں ہمیشہ شہیر سے دوستی سے منع کیا لیکن تم نے نہیں مانا مگر اب یہ راتوں کو فون پر باتیں کرنا بھی شروع کردیں...... تم جانتی ہو ناں زینت کو انہیں پتا چلا تو سارے خاندان کے آگے کتنی باتیں کریں گی۔'' صالحہ بیگم کے لہجے میں ناراضی تھی۔

''امی...... ان کو سب پتا ہے اور انہوں نے کبھی منع نہیں کیا۔ آپ مخواہ ڈر رہی ہیں۔'' رائمہ نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''پھر بھی مجھے یہ سب پسند نہیں، تم آئندہ اس سے رات کو بات نہیں کرو گی۔'' انہوں نے ذرا سختی سے کہا۔

''اوہو امی...... اچھا ٹھیک ہے، ویسے بھی میں اسے فون نہیں کرتی وہ مجھے کرتا ہے لیکن آپ کو پسند نہیں تو میں اسے منع کردوں گی، اب ناراض مت ہوں۔'' رائمہ نے انہیں تسلی دی۔

''میری اچھی بیٹی۔'' صالحہ بیگم نے اس کی پیشانی چومی۔

''اللہ کی امان میں۔'' صالحہ بیگم نے کہا اور لائٹ آف کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئیں۔

رائمہ نے میز پر رکھا موبائل اٹھایا اور اس کی بیل بند کی

اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ فون کی بیل سے اس کی نیند خراب ہو۔ اگلے دن وہ دونوں کیفے ٹیریا میں ملے۔

"ناشتے پر امی تمہارا پوچھ رہی تھیں کہہ رہی تھیں کہ ایک دو دن میں تمہارے گھر جائیں گی رشتہ لے کر۔"

"ایک دو دن میں؟" رائمہ نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں...... کیوں؟" شہیر کو حیرت ہوئی۔

"سوچ رہی ہوں کہ پتا نہیں امی ابو کیا جواب دیں گے۔ رات انہوں نے جتنی سختی سے منع کیا ہے تم سے بات کرنے سے، مجھے تو ڈر ہی لگ رہا ہے۔ کہیں منع ہی نہ کردیں۔" رائمہ نے سوچتے ہوئے کہا۔

"منع کرنے کی کوئی وجہ بھی تو ہو۔" شہیر نے کہا۔

"بس وہی امی اور پھوپو کی چپقلش۔" رائمہ نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"وہ تو بس خواتین کی عادت ہوتی ہے فضول مباحثے کرنے کی۔" شہیر نے بات ہوا میں اڑائی۔

"خیر میری امی تو کچھ نہیں کہتی پھوپو ہی شروع کرتی ہیں ہر بات پر۔" رائمہ صاف گوئی سے بولی۔

"امی کی عادت کا تو پتا ہی ہے تمہیں۔" اس نے لاپروائی سے کہا تو رائمہ نے خاموشی سے سر ہلایا۔



بالآخر وہ دن آ گیا جب وہ شہیر کا رشتہ لینے آئیں...... انہوں نے صالحہ کو فون کیا اور اپنے آنے کی اطلاع دی تھی، صالحہ کو ان کے آنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ تین سال پہلے زینت بیگم کی عدت پوری ہونے پر خالد صاحب انہیں گھر لائے تھے تاکہ وہ کچھ دن ان کے گھر گزار سکیں مگر زینت بیگم نے بہ مشکل ایک رات گزاری اور واپس چلی گئی تھیں۔ صالحہ کو ان سے کسی خیر کی امید نہ تھی مگر پھر بھی انہوں نے چائے کی تیاری کی، رائمہ ابھی یونیورسٹی سے واپس نہ آئی تھی، تھوڑی دیر میں زینت بیگم ان کے گھر پہنچ گئیں، خالد صاحب نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا، وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گئیں، جیسے ہی صالحہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو اس کے بیٹھنے کا انتظار کیے بغیر زینت بیگم نے بولنا شروع کردیا۔

"تم دونوں جانتے ہو کہ میں تمہارے گھرانے سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی لیکن بیٹے کے آگے مجبور ہو گئی ہوں...... شہیر کہتا ہے وہ صرف رائمہ سے شادی کرے گا، نہ جانے دنیا اپنی بیٹیوں کی کیسی تربیت کرتی ہے کہ دوسروں کے بیٹے اپنے والدین کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔" انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ صالحہ بیگم نے خالد صاحب کی طرف دیکھا۔

صالحہ بیگم سمجھ گئی تھیں کہ وہ صرف انہیں بے عزت کرنے آئی ہیں۔ شروع سے ہی زینت بیگم کا دل ان کی طرف سے صاف نہیں تھا تو اب کیسے وہ ان کی بیٹی کو اپنا تیں۔

"اگر تم ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتیں تو ہم بھی تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے، تمہیں یہاں رشتہ لانے کی بجائے اپنے بیٹے کو سمجھانا چاہیے تھا۔" خالد صاحب نے کہا۔ زینت بیگم فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں تو اپنے بیٹے کے مجبور کرنے پر آ گئی ورنہ آپ کا جواب تو مجھے پتا ہی تھا۔" انہوں نے نخوت سے کہا اور باہر نکل گئیں۔ جو کچھ رائمہ کے گھر کہہ کر آئی تھیں یا کر کے آئی تھیں اب زینت بیگم نے ان سب کو اپنی مرضی کا رنگ دینا تھا۔

کھیل شروع ہو چکا تھا۔

گھر آنے کے بعد سے زینت بیگم شہیر کا انتظار کر رہی تھیں، وہ یونیورسٹی سے آیا تو زینت بیگم اس سے بات کرنے کے لیے تیار تھی۔

"آج میں خالد اور صالحہ سے تمہارے رشتے کی بات کرنے گئی تھی۔" وہ کھانا صرف کرتے ہوئے بولیں۔

"پھر کیا کہا انہوں نے؟" شہیر نے اشتیاق سے پوچھا۔

"صاف انکار کردیا اور اتنی بدتمیزی سے کہا کہ ہم تم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے اپنے بیٹے کو سمجھا لو جا کر۔" ان کی آواز بھرا گئی۔

اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ فون کی بیل سے اس کی نیند خراب ہو۔ اگلے دن وہ دونوں کیفے ٹیریا میں ملے۔

"ناشتے پر امی تمہارا پوچھ رہی تھیں کہہ رہی تھیں کہ ایک دو دن میں تمہارے گھر جائیں گی رشتہ لے کر۔"

"ایک دو دن میں؟" رائمہ نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں...... کیوں؟" شہیر کو حیرت ہوئی۔

"سوچ رہی ہوں کہ پتا نہیں امی ابو کیا جواب دیں گے۔ رات انہوں نے جتنی سختی سے منع کیا ہے تم سے بات کرنے سے، مجھے تو ڈر ہی لگ رہا ہے۔ کہیں منع ہی نہ کردیں۔" رائمہ نے سوچتے ہوئے کہا۔

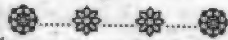
"منع کرنے کی کوئی وجہ بھی تو ہو۔" شہیر نے کہا۔

"بس وہی امی اور پھوپو کی چپقلش۔" رائمہ نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"وہ تو بس خواتین کی عادت ہوتی ہے فضول مباحثے کرنے کی۔" شہیر نے بات ہوا میں اڑائی۔

"خیر میری امی تو کچھ نہیں کہتی پھوپو ہی شروع کرتی ہیں ہر بات پر۔" رائمہ صاف گوئی سے بولی۔

"امی کی عادت کا تو پتا ہی ہے تمہیں۔" اس نے لاپروائی سے کہا تو رائمہ نے خاموشی سے سر ہلایا۔



بالآخر وہ دن آ گیا جب وہ شہیر کا رشتہ لینے آ گئیں...... انہوں نے صالحہ کو فون کیا اور اپنے آنے کی اطلاع دی تھی، صالحہ کو ان کے آنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ تین سال پہلے زینت بیگم کی عدت پوری ہونے پر خالد صاحب انہیں گھر لائے تھے تاکہ وہ کچھ دن ان کے گھر گزاریں مگر زینت بیگم نے بہ مشکل ایک رات گزارتی اور واپس چلی گئی تھیں۔ صالحہ کو ان سے کسی خیر کی امید نہ تھی مگر پھر بھی انہوں نے چائے کی تیاری کی، رائمہ ابھی یونیورسٹی سے واپس نہ آئی تھی، تھوڑی دیر میں زینت بیگم ان کے گھر پہنچ گئی، خالد صاحب نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گئیں، جیسے ہی صالحہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو اس کے بیٹھنے کا انتظار کیے بغیر زینت بیگم نے بولنا شروع کردیا۔

"تم دونوں جانتے ہو کہ میں تمہارے گھرانے سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی لیکن بیٹے کے آگے مجبور ہوگئی ہوں...... شہیر کہتا ہے وہ صرف رائمہ سے شادی کرے گا، نہ جانے دنیا اپنی بیٹیوں کی کیسی تربیت کرتی ہے کہ دوسروں کے بیٹے اپنے والدین کے سامنے کھڑے ہوجاتے ہیں۔" انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ صالحہ بیگم نے خالد صاحب کی طرف دیکھا۔

صالحہ بیگم سمجھ گئی تھیں کہ وہ صرف انہیں بے عزت کرنے آئی ہیں۔ شروع سے ہی زینت بیگم کا دل ان کی طرف سے صاف نہیں تھا تو اب کیسے وہ ان کی بیٹی کو اپنا تیں۔

"اگر تم ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتیں تو ہم بھی تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے، تمہیں یہاں رشتہ لانے کی بجائے اپنے بیٹے کو سمجھانا چاہیے تھا۔" خالد صاحب نے کہا۔ زینت بیگم فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں تو اپنے بیٹے کے مجبور کرنے پر آگئی ورنہ آپ کا جواب تو مجھے پتا ہی تھا۔" انہوں نے نخوت سے کہا اور باہر نکل گئیں۔ جو کچھ رائمہ کے گھر کہہ کر آئی تھیں یا کر کے آئی تھیں اب زینت بیگم نے ان سب کو اپنی مرضی کا رنگ دینا تھا۔

کھیل شروع ہو چکا تھا۔

گھر آنے کے بعد سے زینت بیگم شہیر کا انتظار کر رہی تھیں، وہ یونیورسٹی سے آیا تو زینت بیگم اس سے بات کرنے کے لیے تیار تھی۔

"آج میں خالد اور صالحہ سے تمہارے رشتے کی بات کرنے گئی تھی۔" وہ کھانا صرف کرتے ہوئے بولیں۔

"پھر کیا کہا انہوں نے؟" شہیر نے اشتیاق سے پوچھا۔

"صاف انکار کردیا اور اتنی بدتمیزی سے کہا کہ ہم تم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے اپنے بیٹے کو سمجھا لو جا کر۔" ان کی آواز بھرا گئی۔

"ایسے کیوں کہا انہوں نے؟" شہیر حیران ہوا۔

"صالحہ کا پتا ہے نہ تمہیں ہمیشہ سے مجھ سے خار کھاتی ہے میرا تو خیال تھا کہ اپنی بیٹی کے لیے مان جائے گی مگر نہیں...... اس نے تو نہ جانے کون کون سی پرانی باتیں نکال لیں اور دونوں میاں بیوی نے مجھ پر چڑھائی کردی۔ کیسے ابا جان نے خالد کو بچوں کی طرح پالا اور ہم نے بھی ہمیشہ اپنا بھائی سمجھا مگر اس نے تو بیوی کے سکھائے میں آکر آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔" زینت بیگم باقاعدہ رونا شروع ہوگئیں۔

"میں تو رائمہ کی خاطر چلی گئی تھی...... وہ بچی مجھے بہت عزیز ہے، دیکھو ذرا کیا ہوا صاف انکار کردیا۔" ماں کے آنسو دیکھ کر شہیر کا خون کھول رہا تھا اور رائمہ کا سوچ کر دل کسی بات پر یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔

"اب کیا ہوگا امی؟" وہ کچھ دیر بعد بولا۔

"خالد کہہ رہا تھا کہ وہ ایسے ویسے رشتوں کے آنے سے پہلے ہی رائمہ کی شادی کردے گا اور یہ بھی کہا اس نے کہ دو ہفتوں کے اندر اندر رائمہ کی شادی کردے گا۔" زینت بیگم کے آنسوؤں میں مزید روانی آگئی، شہیر اٹھ کر ماں کے پاس بیٹھ گیا۔ دلاسا دینے کے انداز میں ان کے کندھے پر بازو پھیلایا، وہ خود بھی شدید پریشان تھا۔

"رائمہ کتنی پیاری بچی ہے...... مجھے تو ہمیشہ وہی تمہارے ساتھ اچھی لگتی ہے، میں تو اس کے علاوہ کسی اور کو تمہارے ساتھ تصور بھی نہیں کرسکتی، پتا نہیں بیچاری بچی کیا کرے گی، باپ کی خواہش پر قربان ہونے کے علاوہ بچیاں اور کیا کرسکتی ہیں۔" انہوں نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

رائمہ سے دوری کا سوچ کر ہی شہیر کا دل پتے کی طرح لرزنے لگا، اس کا دماغ پھٹ رہا تھا، اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا اس کی آنکھوں سے بے بسی میں آنسو بہنے لگے۔

"بیٹا...... اب بس ایک ہی راستہ ہے۔" زینت بیگم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پرسوچ انداز میں کہا۔ لوہا گرم تھا اب بس چوٹ لگنے کی دیر تھی۔

"وہ کیا؟" شہیر نے آس بھرے لہجے میں پوچھا۔

"تم کسی طرح رائمہ کو راضی کرکے یہاں لے آؤ میں تم دونوں کا نکاح پڑھا دیتی ہوں، اس کے بعد رائمہ کو اس کے گھر چھوڑ دینا پھر خالد کچھ نہ کرسکے گا، اس کو ماننا ہی پڑے گا۔" زینت بیگم نے پورا پلان بتایا تو شہیر نے بے یقینی سے ماں کو دیکھا۔

"ایسا کیسے ممکن ہے امی، رائمہ نہیں مانیں گی۔" اس نے بے یقینی سے کہا۔

"رائمہ کیوں مانیں گی، اتنی شریف بچی ہے، ایسی ویسی تھوڑی ہے لیکن بیٹا تم دونوں کو ملانے کا بس یہی طریقہ ہے، تمہیں ہر حال میں رائمہ کو منانا ہوگا، ایک بار تم دونوں کا نکاح ہوجائے پھر خالد رائمہ کو کسی اور کے ساتھ رخصت تو نہ کرسکے گا۔ تم رائمہ کو لے آؤ میں تم دونوں کا نکاح کروادوں گی اور ہم خاموشی سے رائمہ کو گھر چھوڑ آئیں گے۔ دونوں فیملیز کے علاوہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔ ہم اسے بدنام تھوڑا ہی کریں گے کل کو ہماری ہی عزت بننا ہے ناں، اسے پوری عزت احترام سے دھوم دھام سے بیاہ کرلائیں گے۔" زینت بیگم آہستہ آہستہ شہیر کو سمجھا رہی تھی۔

شہیر کو ماں کی بات سمجھ میں آگئی تھی، وہ ٹھیک کہہ رہی تھیں، یہی آخری راستہ تھا، اسے ہر حال میں رائمہ کو راضی کرنا تھا ورنہ خالد ماموں دو ہفتوں میں رائمہ کی شادی کہیں اور کروادیں گے۔ رائمہ یونیورسٹی سے لوٹی تو والدہ کو اپنے انتظار میں پایا۔

"السلام علیکم امی۔" رائمہ نے سلام کیا۔

"میں نے تمہیں شہیر سے دوستی رکھنے اور اس سے فون پر بات کرنے سے منع کیا اور تم نے اسے رشتہ بھیجنے کا کہہ دیا۔" صالحہ بیگم نے غصے سے کہا۔

"میں نے نہیں کہا، اس نے اپنی مرضی سے بھیجا۔" رائمہ نے سر جھکاتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

"جانتی ہو ناں زینت بیگم کو اور اس کی لمبی زبان کو، کتنی باتیں سنا کر گئی ہیں وہ ہمیں، حد ہوتی ہے، تمہارے ابو کو اتنا شدید غصہ ہے تم پر، مجھے بھی ڈانٹ رہے تھے کہ تم نے رائمہ کو پہلے ہی کیوں نہ روکا...... بھلا بتاؤ میں نے تمہیں نہیں روکا تھا۔" وہ غصے میں بول رہی تھی۔

"اچھا میں خود ابو سے بات کروں گی آپ ناراض مت ہوں سوری ناں پلیز۔" رائمہ اس وقت تھکی ہوئی تھی اور والدہ کا غصہ سے لال سرخ چہرہ اسے بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔ گو کہ شہیر نے اس کو اپنی والدہ کی آمد کا بتادیا تھا اور وہ ان کے آنے کا مقصد بھی جانتی تھی پر وہ کیا کہہ کر گئی ہیں، اس بات سے وہ بے خبر تھی۔



وہ دونوں سمندر کے کنارے اپنی پسندیدہ جگہ پر بیٹھے تھے اور سمندر ان جیسے بہت سوں کے رازوں کا امین تھا۔ عجیب بات تھی کہ لوگ وعدے بھی اسی سمندر کو گواہ بنا کر کرتے تھے اور پھر راہ بھی بدل لیتے تھے لیکن سمندر ان کے وعدوں اور ترک تعلق کے ارادوں کے بیچ ایک خاموش تماشائی تھا۔ لوگ بھی تو کوتاہی کا شکار تھے۔ ورنہ وہ سمندر پر غور کرتے اور سوچتے کہ جو رب سمندر بنا سکتا ہے۔ کیا وہ ان کی قسمتیں نہیں بدل سکتا مگر بات تو یقین اور دلوں کے اخلاص کی ہوتی ہے، قسمت صرف اخلاص سے بدلی جاسکتی ہے..... اخلاص تو ان دونوں کے دلوں میں تھا۔ رائمہ نے تو رب کے یقین کے سہارے ہی اس شخص کا ہاتھ تھاما تھا..... پھر یہ کیا ہوا؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی، اس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہی شخص ہے جو اس کا آج اور کل ہے، مگر کیسے؟ حالات تو عجیب ہوگئے تھے۔ اس نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس کے والدین اتنی سختی سے انکار کردیں گے۔ زینت بیگم کے رشتہ لے کے آنے کے بعد سے وہ رائمہ سے بات ہی نہیں کررہے تھے۔ شہیر کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ جیسے کوئی بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے اس کے ہر پہلو پر غور کررہا ہو، کافی دیر کی خاموشی کے بعد اس نے فیصلہ کن نگاہوں سے رائمہ کی طرف دیکھا، ایک ثانیہ کا توقف کیا، جیسے الفاظ کا انتخاب کررہا ہو۔

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا شہیر..... دماغ ماؤف ہوچکا ہے۔" رائمہ نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"دیکھو رائمہ میں تمہارے بغیر زندگی کا تصور نہیں کرسکتا۔ میرے لیے تم سب کچھ ہو، تم نہیں تو کچھ بھی نہیں۔" شہیر نے کہا۔

"میری زندگی بھی تمہارے بغیر ادھوری ہے شہیر۔" رائمہ نے دور سمندر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"پھر جب ہم دونوں الگ الگ زندگی نہیں گزار سکتے اور نہ ہی گزارنا چاہتے ہیں تو اب ہمیں کیا کرنا چاہیے جب کہ تمہارے والد صاف انکار کرچکے ہیں۔" شہیر نے اس کے سامنے سوال رکھا۔

"پتا نہیں شہیر، مجھے تو کچھ بھائی نہیں دے رہا تم ہی بتاؤ اگر تمہارے پاس کوئی حل ہے تو۔" رائمہ نے کہا۔

"ہاں..... میرے پاس حل ہے۔" شہیر رکا جیسے کچھ کہنے کے لیے الفاظ اور ہمت جمع کررہا ہو رائمہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہم دونوں نکاح کرلیتے ہیں۔" شہیر نے کہا۔ رائمہ ششدر رہ گئی، وہ شہیر سے اس بات کی توقع نہیں کررہی تھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو شہیر؟" رائمہ نے تعجب سے کہا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں۔" شہیر بولا۔

"دیکھو میری امی تیار ہیں، ہم ابھی گھر چلتے ہیں اور میرے گھر والوں کی موجودگی میں نکاح کرلیتے ہیں۔ اس کے بعد تم گھر چلی جانا اور ماموں سے بات کرلینا تو وہ انکار نہیں کرسکیں گے۔" شہیر نے زینت بیگم کا پورا پلان اس کے سامنے رکھا۔

"نہیں شہیر....." رائمہ نے جھرجھری لی، وہ شہیر کی بات سن کر لرز گئی تھی۔

"رائمہ..... اس کے علاوہ اور کیا حل ہے تمہارے پاس؟" شہیر نے پوچھا۔

"ہم دوبارہ بات کرسکتے ہیں ابو سے، وہ ابھی نہ سہی کچھ عرصہ بعد مان جائیں گے۔" رائمہ کے لہجے میں امید تھی۔

"رائمہ..... انہوں نے جتنے سخت الفاظ میں انکار کیا ہے وہ کبھی بھی نہیں مانیں گے۔" شہیر نے مایوسی سے کہا۔

"شہیر..... وہ میرے والد ہیں، ہمیشہ میری خواہش کا احترام کیا ہے، اس خواہش سے کب تک انکار کریں گے

تھوڑا ٹائم لگے گا لیکن مان جائیں گے۔" رائمہ نے کہا۔

"رائمہ تم ماموں کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو۔ میرا تو خیال ہے کہ وہ ایک ہفتے کے اندر اندر تمہاری شادی کہیں اور کردیں گے۔ دیکھو ہمارے پاس یہی موقع ہے میری بات مان لو اور میرے ساتھ چلو۔" شہیر نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں شہیر...... میں ابو کی مرضی کے بغیر تم سے شادی نہیں کروں گی، میں نے تمہیں کہا ناں...... میں انہیں منا لوں گی اور میں کوئی بچی نہیں ہوں کہ میرا ہاتھ پکڑ کر کسی کے ساتھ رخصت کردیں گے تم تھوڑا انتظار کرو...... وہ مان جائیں گے۔" رائمہ نے کہا۔

"نہیں رائمہ...... میں انتظار نہیں کرسکتا، ہم نکاح کر لیتے ہیں اور کسی کو نہیں بتائیں گے، ایسے میرے دل کو تسلی رہے گی۔" شہیر نے التجا کی۔

"شہیر میں اپنی محبت کے لیے اپنے والدین کو ساری دنیا کے آگے شرمندہ نہیں کرسکتی...... لوگ کیا کہیں گے کہ بیٹی نے بھاگ کر شادی کرلی، مرجائیں گے وہ شہیر۔" رائمہ کا لہجہ تیز ہوا۔

"اگر تم کسی اور کی ہوگئی تو میں مرجاؤں گا۔" شہیر نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"شہیر...... تمہیں میری بات کیوں سمجھ میں نہیں آ رہی؟ میں ابو کو منالوں گی۔" رائمہ نے اسے یقین دلانا چاہا۔

"وہ کبھی بھی نہیں مانیں گے۔ رائمہ کبھی بھی نہیں اللہ کا واسطہ ہے تمہیں میری بات کو سمجھو ہمیں دوبارہ یہ موقع نہیں ملے گا۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔" اس نے واقعی ہاتھ جوڑ دیے۔

"میں تمہیں اپنی اور تمہاری محبت کا واسطہ دیتا ہوں۔ چلو تمہیں میرے گھر نہیں جانا تو ہم کورٹ میرج کر لیتے ہیں جس کی تمہارے اور میرے علاوہ کسی کو خبر نہ ہو۔ رائمہ پلیز...... پلیز رائمہ۔" شہیر کے لہجے میں درخواست تھی۔

"شہیر...... تم میری محبت ہو تو میں اپنے والدین کا مان ہوں اور میں ان کا مان نہیں توڑ سکتی...... تم میرا مستقبل ہو تو وہ میرا ماضی ہیں، میں نہ تم سے منہ موڑ سکتی ہوں، نہ ان سے جنہوں نے مجھے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا، میں ان کے قدموں تلے سے زمین نہیں کھینچ سکتی جنہوں نے مجھے سر اٹھا کر جینا سکھایا، میں ان کے سر کو جھکا دوں...... نہیں شہیر۔" رائمہ شہیر کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"مجھے بے وفائی کے سبق نہ پڑھاؤ اگر آج میں اپنے والدین سے وفا نہیں کرپائی تو کل میں تم سے بھی وفا نہیں کر پاؤں گی۔" رائمہ نے مضبوط لہجے میں کہا۔

شہیر وہیں ریت پر بیٹھ گیا اور رونے لگا، اسے لگا کہ رائمہ اسے چھوڑ گئی ہے۔ اب وہ اور رائمہ کبھی نہیں مل پائیں گے...... اسے اپنی والدہ کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔

"اگر تم دونوں نے نکاح نہ کیا تو خالد جلد ہی رائمہ کی کہیں اور شادی کردے گا اور لڑکیاں مجبور ہوکر والدین کی عزت کی خاطر خود کو قربان کردیتی ہیں۔" اس کے رونے میں شدت آگئی اپنے والدین کے قدموں تلے کی زمین بچاتے بچاتے رائمہ اس کے قدموں کی زمین کھینچ کر لے گئی تھی۔ شہیر کے لیے سب ختم ہوگیا تھا، اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، وہ کافی دیر تک بیٹھا روتا رہا پھر آہستہ آہستہ چپ ہوگیا، خالی ذہن کے ساتھ سمندر پر نظریں جمائے بیٹھا رہا تھا۔

وہ ایسے ہی بے خیالی میں اٹھا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا، گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے جیب سے گاڑی کی چابی نکالی دروازہ کھولا اور بیٹھ گیا...... گاڑی اسٹارٹ کی اور اپنے گھر کی طرف جاتی ہوئی روڈ پر ڈال دی۔ وہ بے دھیانی میں گاڑی چلا رہا تھا اسے یہ بھی اندازہ نہ ہوا کہ سگنل بند ہے وہ اسی رفتار سے گاڑی چلاتا رہا، دوسری روڈ کا سگنل کھلنے کی وجہ سے ایک تیز رفتار گاڑی اس کی گاڑی سے ٹکرائی اور پھر ایک زوردار جھٹکے سے اس نے بریک لگائے مگر تب تک بہت دیر ہوچکی تھی۔



زینت بیگم سے شام کا یہ پہر کاٹے نہیں کٹ رہا تھا...... تیس سال کا انتقام آج پورا ہونے والا تھا، دل تو چاہ رہا تھا کہ

وہ سارا گھر سجا لیتی، چراغاں کرتیں، کوئی بھاری کامدار جوڑا زیب تن کرتیں، بالوں میں پھول لگاتیں۔ دونوں ہاتھوں میں بھر بھر کے چوڑیاں پہنتیں، جشن مناتیں...... جشن انتقام لیکن باقی دونوں بیٹوں اور بہوؤں کی وجہ سے خاموش تھیں۔ انہوں نے مسجد کے امام صاحب سے نکاح کے لیے بات بھی کرلی تھی، شہیر کو اچھے سے سمجھا کر بھیجا تھا کہ وہ کسی بھی طرح رائمہ کو راضی کرکے گھر لے آئے تاکہ وہ ان دونوں کے نکاح کے فرض سے سبکدوش ہوجائیں پھر وہ رات گئے خالد صاحب کو فون کرکے کہتی۔

"تم تو چچا کا مان نہ توڑ سکے مگر تمہاری بیٹی تمہارا مان توڑ گئی۔" انہوں نے تیس سال سے یہ الفاظ اپنے دل میں دبا رکھے تھے اور آج انہیں یہ موقع مل رہا تھا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ ان کا انداز سن کر سننے والے کو دل کا دورہ نہ بھی پڑا تو بھی غش تو آ ہی جائے گا، ان کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ پھر انہیں خیال آیا کہ اپنے انتقام کے لیے انہوں نے اپنے ہی بیٹے کو استعمال کیا لیکن اپنے اس خیال کو انہوں نے یہ کہہ کر جھٹک دیا کہ بھلے بیٹے کو استعمال کیا مگر وہ رائمہ کے خلاف نہیں تھی۔ انہیں رائمہ پسند تھی۔

"بس خالد سے انتقام پورا ہوجائے، رائمہ کو تو میں ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھوں گی۔" رائمہ کے حوالے سے ان کے سارے ارادے نیک ہی تھے۔

بس ایک بار وہ دنیا کو یہ بتادیں کہ کیسے ان کے بیٹے کے لیے رائمہ اپنے ماں باپ کو چھوڑ آئی بلکہ اپنے گھر سے بھاگ آئی، بس ایک بار دنیا خالد کی تربیت پر تھو تھو کرے، ان کے دل میں تیس سال سے لگی آگ ٹھنڈی ہو جائے..... ان کے ارمانوں کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ اپنی سوچوں میں غرق بیٹھی تھی کہ اچانک موبائل فون کی ہونے والی بیل پر چونکی۔ ان کا خیال تھا کہ شہیر کی کال ہوگی اور وہ انہیں رائمہ کو اپنے ساتھ لانے کی اطلاع دے گا۔ زینت بیگم نے مسکرا کر کال ریسیو کی۔

"ہیلو......" دوسری طرف سے عجلت میں کہا گیا۔

"کون بات کررہا ہے؟" وہ انجانی آواز پر چونکیں۔

"آپ کون ہیں؟"

"بی بی اس بات کو چھوڑیں ان صاحب کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے اور ہم انہیں ہسپتال لے کر جارہے ہیں۔" کوئی بم تھا جو ان کی سماعت پر پھوڑا گیا تھا۔



رائمہ ہاسپٹل کے کوریڈور میں بھاگتی ہوئی داخل ہوئی، پیچھے پیچھے اس کے والدین بھی تھے، زینت کا سارا خاندان وہیں موجود تھا، رائمہ بھاگ کر زینت کے گلے لگی تو زینت بیگم نے اسے زور سے دھکا دیا۔ زینت بیگم کی نظر خالد صاحب پر پڑی تو وہ اپنے حواس کھو بیٹھیں اور چلانے لگیں۔

"بچھو کی اولاد بچھو ہی ہوتی ہے، جیسے تم نے مجھے ڈسا اور میرے ساتھ بے وفائی کی اسی طرح تمہاری بیٹی نے میرے بیٹے کے ساتھ بے وفائی کی، چار سال اس کے ساتھ محبت کے وعدے کرتی رہی اور جب وعدے نبھانے کا وقت آیا تو دھوکہ دے دیا۔ میں تو اسے دل و جان سے قبول کرنے کو تیار تھی مگر اس کی رگوں میں بھی وہی گندا خون ہے۔ احسان فراموش، دھوکے باز، دفع ہوجاؤ میری نظروں کے سامنے سے اور اگر میرا بیٹا نہ رہا تو میں تم سب کی زندگی حرام کردوں گی۔" زینت بیگم شاید اور بہت کچھ بولتی مگر اسی لمحے نرس آپریشن روم سے نکلی اور پوچھا۔

"رائمہ کون ہے؟ پیشنٹ بار بار رائمہ کو بلا رہا ہے۔"

رائمہ جو اس عزت افزائی پر ہکا بکا ایک طرف کھڑی زینت بیگم کا یہ روپ دیکھ رہی تھی، ایک دم اٹھ کر نرس کے سامنے آئی۔

"میں ہوں رائمہ...... شہیر کیسا ہے؟" اس نے بہ مشکل پوچھا۔

"بہتر...... آپ میرے ساتھ آئیں۔" نرس نے اسے اپنے ساتھ آنے کا کہا۔

رائمہ نرس کے پیچھے آپریشن روم میں داخل ہوئی، پٹیوں اور نالیوں میں جکڑے شہیر کو دیکھ کر اس کے دل پر ہاتھ پڑا، وہ تو اسے کچھ دیر پہلے ٹھیک ٹھاک چھوڑ کر آئی تھی پھر یہ سب کیسے ہوگیا؟ شہیر غنودگی میں تھا اور رائمہ کو پکار رہا تھا۔ رائمہ

نے آگے بڑھ کر شہیر کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور بولی۔

"میں یہیں ہوں شہیر۔" اس کی آواز سن کر شہیر پرسکون ہوا۔

ڈاکٹر نے اسے کچھ دیر شہیر سے باتیں کرنے کو کہا۔ کچھ دیر بعد جب وہ آپریشن روم سے باہر نکلی تو سب لوگ اس کی طرف دیکھ رہے تھے، شہیر کے بھائی نے شہیر کا پوچھا تو رائمہ نے کہا وہ ٹھیک ہے۔ خالد صاحب نے اسے مزید کسی سے بات کرنے کا موقع دیے بغیر چلنے کا اشارہ کیا، سارا راستہ خاموشی سے کٹا۔

گھر پہنچتے ہی خالد صاحب اسے لے کر ڈرائنگ روم میں آگئے۔ رائمہ کی والدہ بھی ساتھ تھیں۔ رائمہ سر جھکائے صوفے پر بیٹھی تھی، خالد صاحب کچھ دیر تولتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتے رہے اور پھر کہا۔

"رائمہ بیٹا...... میں تم پر اعتبار کرتا ہوں مجھ سے ذرا بھی جھوٹ نہ بولنا، تمہارے اور شہیر کے درمیان کیا چل رہا ہے اور کب سے چل رہا ہے؟" رائمہ کچھ دیر چپ رہی جیسے سوچ رہی ہو کہ کہاں سے شروع کرے پھر اس نے زینت بیگم کے بے تحاشا لاڈ پیار، ان کا شہیر اور اس کے رشتے کو سپورٹ کرنا' کل ان کے رشتے سے انکار کے بعد آج شام شہیر کا اس سے چوری چھپے نکاح پر اصرار اور اس کے صاف انکار تک سب کچھ بتا دیا وہ خاموش ہوئی تو اس کے والدین کچھ دیر چپ رہے اور پھر اس کی والدہ بولیں۔

"اگر وہ تم سے اتنا پیار کرتی تھیں تو ہر جگہ مجھ سے کیوں لڑتی تھیں، ایسا ماحول کیوں بنا کے رکھا کہ ہم انکار کردیں۔ ہم نے ان کے رویے کی وجہ سے انکار کیا تھا ورنہ شہیر میں تو کوئی کمی نہ تھی۔" خالد صاحب نے لمبی سانس لی اور پھر بولے۔

"رائمہ بیٹا...... تمہارے اس قصے سے میرا کوئی تعلق نہ ہوتا اور میں یہ بات کبھی نہ کرتا لیکن اب جبکہ تم اس بات کی وجہ سے اتنی متاثر ہوچکی ہو تو میں تمہیں بتاتا ہوں۔" انہوں نے زینت کی ساری بات اس کے سامنے دہرائی اور پھر رائمہ سے کہا۔

"بیٹا...... ساری حقیقت تو تمہارے سامنے ہے، تمہاری اور شہیر کی محبت اپنی جگہ لیکن یہ سب زینت بیگم کی منصوبہ بندی ہی تھی، اب تم مجھے سوچ سمجھ کر بتاؤ کیا اب بھی تم شہیر کا ساتھ چاہتی ہو؟"

"ابو میں شہیر کے بغیر نہیں رہ سکتی۔" رائمہ کی آواز بھرائی۔

"تم نے ایک مشکل راستے کا انتخاب کیا ہے بیٹا لیکن میں تمہارے ساتھ ہوں۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا، گوکہ یہ ان کے لیے ایک مشکل مرحلہ تھا۔ زینت بیگم کو راضی کرنا پر دو زندگیوں کے لیے انہیں بالآخر زینت بیگم کو منانا ہی تھا۔



زینت بیگم شہیر کے پاس ہی تھیں، وہ نیم بے ہوشی میں مسلسل رائمہ کو پکار رہا تھا۔ جوان بیٹے کی یہ حالت زینت بیگم سے دیکھی نہیں جارہی تھی۔ دل جیسے پھٹ رہا تھا اور آنسو آنکھوں سے رواں تھے۔ کیا سوچا تھا انہوں نے اور کیا ہوگیا تھا۔ اپنی انا اور ضد کی آگ میں انہوں نے اپنے ہی بیٹے کو گھسیٹ لیا تھا۔ اگر وہ شہیر کا سیدھے طریقے سے رشتہ لینے جائیں تو خالد اور صالحہ کیوں انکار کرتے۔ انہیں تو بس خالد صاحب کا سر جھکانا تھا۔ پر وقت کو کچھ اور ہی منظور تھا ایک منصوبہ زینت بیگم نے بنایا اور ایک اللہ نے۔ کام آمد وہی ہوا جو اللہ کا منصوبہ تھا۔ زینت بیگم کی سمجھ میں اب یہ باتیں آرہی تھیں۔ ان کی محبت یک طرفہ تھی، خالد نے ان کو ہمیشہ بڑی بہن جیسا مان دیا تھا اور وہ اس مان کو محبت سمجھ بیٹھی تھیں، یہ ان کی غلطی تھی جس پر وہ اب شرمندہ ہونے کے ساتھ پچھتا بھی رہی تھیں۔

زندگی نے انہیں آج انہیں اس مقام پر لا کھڑا کیا تھا، ساری زندگی وہ صالحہ کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگی رہی تھیں اور آج انہیں اپنا آپ حقیر لگ رہا تھا۔ وہ خود کو خالد کا سامنا کرنے کے قابل بھی نہیں سمجھ پارہی تھیں۔ انسان جب تنہائی میں اپنا محاسبہ کرتا ہے تب اس پر اپنی اچھائی اور برائی کا ادراک ہوتا ہے اور زینت بیگم کو ہسپتال کے کوریڈور

میں تنہا بیٹھے اپنے برے سلوک کا احساس ہو رہا تھا۔ جس کی سزا ان کا بیٹا کاٹ رہا تھا۔ یہ بھی اللہ کا کرم تھا کہ اس نے شہیر کو زندگی بخش دی تھی اور زینت بیگم اس کی شکر گزار ہونے کے ساتھ مسلسل معافی مانگ رہی تھیں۔

"زینت......" خالد کی آواز پر وہ چونکیں۔

"خالد...... مجھے معاف کردو۔" زینت بیگم نے کہتے ہوئے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"میں بہت بری ہوں، میں نے ہمیشہ خود کو برتر سمجھا اور تمہیں کمتر جبکہ میں ہی کم تر تھی جو تمہارے مان کو کچھ اور سمجھ بیٹھی اور تم کتنے اعلا ظرف ہو کہ اس کے باوجود میرے مان، میری عزت میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ مجھے معاف کردو۔" وہ روتے ہوئے بولیں۔

"جو ہوا سب بھول جاؤ۔ انسان نادانی میں ہی غلطی کرتا ہے اور دانا انسان وہ ہے جس کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے۔ دیر سے ہی سہی تمہیں احساس تو ہوا، میں نے بھی دل سے تمہیں غلط نہیں جانا دعا ضرور کرتا تھا کہ تمہیں اپنی کوتاہیوں کا احساس ہوجائے۔"

"مجھے احساس ہوگیا ہے خالد۔" وہ فوراً بولیں۔ "اپنے بچے کو اس حال میں دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ میں انجانے میں کتنی غلطی کرتی رہی ہوں۔"

"چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ کیسی طبیعت ہے شہیر کی اب۔" خالد نے موضوع بدلا۔

"ٹھیک ہے، بس رائمہ کا نام لیے جارہا ہے۔"

"اس سے کہو دلہا بننے کے لیے ٹھیک ہوجائے۔" خالد صاحب نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو زینت بیگم ان کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔

"رائمہ کی شادی تو کرنی ہی ہے ناں اب جب لڑکا گھر میں موجود ہے اور پھر دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں تو انکار کی کوئی گنجائش نہیں بنتی۔" خالد صاحب کی بات پر وہ سرشاری سے مسکرائیں۔

❁......❁......❁......❁

رائمہ اور شہیر کی شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی تھی۔

رائمہ سرخ اور گلابی کنٹراس کے لہنگے میں جس پر موتیوں کا نفاست سے کام کیا گیا تھا پہنے، بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ شہیر نے میرون شیروانی پہنی تھی۔ زینت بیگم رائمہ کو شہیر کے کمرے میں چھوڑ آئی تھیں۔ وہ بیڈ پر بیٹھی شہیر کا انتظار کررہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ کمرے میں داخل ہوا۔

"السلام علیکم!" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا تو رائمہ نے سر کے اشارے سے جواب دیا۔

"میں نے کہا تھا ناں کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"شش...... ایسی باتیں مت کرو۔" اس نے فوراً شہیر کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"پھر کیسی باتیں کروں۔" وہ مسکرا کر بولا تو رائمہ شرما گئی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"یہ مجھے پتا ہے۔"

"کیا......" وہ حیران ہوکر اس کو دیکھنے لگی۔

"یہی کہ تم مجھ سے بہت محبت کرتی ہو اس لیے تو مجھے دوبارہ زندگی ملی ہے۔" وہ مسکرایا۔

"اور مجھے اس زندگی اور تمہاری محبت کی قدر ہے۔" اس نے کہہ کر اپنے لب رائمہ کی پیشانی پر رکھ دیئے تو رائمہ نے شرما کر اپنی پلکیں جھکالی تھیں۔

دور کہیں سمندر اور چاند کی سرگوشیاں ان کے ملن کی داستان سنا رہے تھے کہ محبتوں میں ملنا ضروری ہے۔



biazdill@naeyufaq.com

بیاض دل

میمونہ رومان

سیدہ جیا عباس...... تلہ گنگ

عید پہ ملنے کا وعدہ تھا جس کا
میں چاند کے ہمراہ اس کا رستہ دیکھوں گی
کوئی تو ایسی بھی عید آجائے گی
اجڑے دل کو میں بھی بستا دیکھوں گی

لیلیٰ شاہ...... چک سادہ گجرات

ہم نے اس رات بھی تمہیں مانگا تھا
جس رات لوگ بخشش کی دعا مانگتے ہیں

حافظہ فاریہ...... وہاڑی

میرے مولا کرم کر، تو ایسا کر بھی سکتا ہے
میرے ہاتھوں کی جانب دیکھ انہیں تو بھر بھی سکتا ہے

پلرس شاہ...... چکوال

چاندنی، چاند کی ستاروں کی
خوشبو پھولوں کی رُت بہاروں کی
عید کا چاند جب نکلتا ہے
یاد آتی ہے اپنے پیاروں کی

نوشی...... بدر مرجلن

اک تغافل سے اک توجہ تک
عشق آنسو بھی ہے تبسم بھی

ھنی ایمان...... کراچی

عید دامن میں جو لے آئی تھی پیغام بہار
جن کو پرہیز تھا روزے سے وہ وقتی بیمار
غسل صحت کے لیے ہوگئے فوراً تیار
واہ! کیا عید تھی آتے گیا جس کا بخار

کنزیٰ رحمان...... فتح جنگ

صحرا کے سمندر میں تو میرے ساتھ ساتھ چل
میں تیری راہوں میں پھول بن کر بکھر جاؤں گی

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

منافقت کا نصاب پڑھ کر محبتوں کی کتاب لکھنا
بڑا کٹھن ہے خزاں کے ماتھے پہ داستان گلاب لکھنا

اُم فاطمہ...... چکوال

کتنے ترسے ہوئے ہیں خوشیوں کو
وہ جو عیدوں کی بات کرتے ہیں

عبیرہ انیس...... خانیوال

میں ہوں تیرا خیال ہے اور چاند رات ہے
دل درد سے نڈھال ہے اور چاند رات ہے

کلثوم صندل گشکوری...... مظفر گڑھ

کاش کہ اب کے بار دیدار یار ہو جائے
تاکہ یہ عید نہ گزرے پچھلی عیدوں کی طرح

ثناء ٹوگر...... پتوکی

سر شام کوئی خاموش سا ہو جاتا ہے سنی
جیسے کوئی چھوڑ گیا ہو اسے تعمیر کرتے کرتے

ماہ جبین خان...... بہلول پور

عیاں تھا آنکھوں کی نمی میں
رنج جو تابہ حیات مخفی رہا

صائمہ منظور...... شہر کھروڑ پکا

ذرا سی رنجشوں پر لوگ چھوڑ دیتے ہیں دامن
عمر بیت جاتی ہے دل کے بناتے بناتے

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

تجھ کو بھولے سے بھی میں بھول سکوں ناممکن
یہ تعلق تو رہے گا میرے مر جانے تک

عائشہ خان...... ڈسکہ

زندگی ایک عجیب کشمکش میں گزری ہے
کہیں بے چینی اور کہیں بے قدری ہے

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

یوں تو تیری چاہتیں سنبھالی ہیں
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی

ملھم نعیم...... گلشن اقبال

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
او بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

آمنہ امداد...... سرگودھا

کس کی مجال ہے کہ ہم کو خریدتا
ہم خود ہی بک گئے خریدار دیکھ کر

طیبہ حنیف بٹ...... سمندری

اپنے عکس کو چھونے کی خواہش میں پرندہ ڈوب گیا
پھر کبھی لوٹ کر آئی نہیں دریا پر گھڑی دعاؤں کی
ڈار سے بچھڑا ہوا کبوتر شاخ سے ٹوٹا ہوا گلاب
آدھا دھوپ کا سرمایہ ہے آدھی دولت چھاؤں کی

شلزیہ، فریحہ شبیر...... شاہ نکٹر

کوئی ہمدرد نہ تھا، کوئی بھی درد نہ تھا
اچانک ایک ہمدرد ملا پھر اسی سے ہر درد ملا

فرح ناز...... اوکاڑہ

کاش اس عید سعید کے حسین لمحوں میں
میری ذات گم گشتہ بھی تجھے یاد آئے

نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

روز آتے ہیں بادلِ ابرِ رحمت لے کر
میرے شہر کے اعمال انہیں برسنے نہیں دیتے

سمیرا تعبیر...... سرگودھا

ضبط کی کون سی منزل تھی، کس مقام پر آ کر ہارے ہیں
اتنا تو مجھے معلوم ہی تھا تمہارے نام پر آ کر ہارے ہیں
کب جیت کا دعویٰ ہم نے کیا یہ ازل ابد کا قصہ ہے
ہم بے خبری کے عالم میں انجام پر آ کر ہارے ہیں

فصیحہ آصف خان...... ملتان

ساون تو باہر برستا ہے
دل کیوں اندر روتا ہے؟

کوثر مہرین گل...... اورنگی ٹاؤن کراچی

تمہیں جب بھی ملیں فرصتیں میرے دل سے بوجھ اتار دو
میں بہت دنوں سے اداس ہوں مجھے کوئی شام ادھار دو
مجھے اپنے روپ کی دھوپ دو کہ چمک اٹھیں میرے خال وخد
مجھے اپنے رنگ میں رنگ لو میرے سارے رنگ اتار دو

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

عید کا رنگ چہرے سے چھپاؤں کیسے
تو میری روح میں ہے کہیں ڈھونڈنے جاؤں کیسے
میرا ہر دن تیری چاہت میں بنا عید کا دن
میں فقط ایک ہی دن مہندی لگاؤں کیسے

مسز نگہت غفار...... کراچی

چھونے سے قبل رنگ کے پیکر پگھل گئے
مٹھی میں آنہ پائے کہ جگنو نکل گئے
پھیلے ہوئے تھے جاگتی نیندوں کے سلسلے
آنکھیں کھلیں تو رات کے منظر بدل گئے

رخسانہ اسماعیل...... تونسہ شریف

مسکرا کر دیکھو تو سارا جہان حسین ہے
ورنہ بھیگی آنکھوں سے تو آئینہ بھی دھندلا نظر آتا ہے

حیدر علی...... لانڈھی

ہے چال فرنگی بھی بڑی عجیب سی
پنجرا بڑا کر کے کہتے لو آزاد ہو تم

فائزہ بھٹی...... پتوکی

میں اس کو چھوڑ تو سکتی ہوں مگر چھوڑ نہیں پاتی
وہ شخص میری بگڑی ہوئی عادت کی طرح ہے

حافظہ سمیرا...... 157 این بی

ہمارے بعد نہیں آئے گا اسے چاہت کا ایسا مزہ
وہ لوگوں سے کہتا پھرے گا مجھے چاہو اس کی طرح

امبر گل...... جھٹو، سندھ

جب بھی اک شام یاد آتی ہے
جیسے دنیا ٹھہر سی جاتی ہے
حادثے ایک پل نہیں رکتے
زندگی ہے کہ چلتی جاتی ہے

ماریہ انصاری...... کراچی

غریب شہر تہمت تراشنے والو
امیر شہر کا بھی شجرہ نسب دیکھو

صدیقہ خان...... باغ آزاد کشمیر

ذرا سا ہٹ کہ چلتا ہوں زمانے کی روایت سے
کہ جن پہ بوجھ ڈالوں وہ کاندھے یاد رکھتا ہوں

طیبہ...... اٹک

استاد عشق سچ کہا بہت نالائق ہوں میں
مدت سے اک ہی شخص کو یاد کر رہا ہوں

عائشہ پرویز...... کراچی

ساتھ رہتے ہیں میرے سب
مگر مطلب کی حدوں تک
کہیں تھکتی ہوں تو اکیلی
کہیں رکتی ہوں تو تنہا



ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

ساگودانہ ٹرائفل

اجزاء:-

دودھ	دو کلو
چینی	آدھا کلو
فریش کریم	دو سو ایم ایل
کھویا	آدھا پاؤ
کسٹرڈ پاؤڈر	چار کھانے کا چمچ
ساگودانہ	ایک کپ
فریش فروٹس	آدھا کلو (کوئی بھی)
ڈرائے فروٹس	ایک کپ (کوئی بھی)
جیلی	تین قسم کی لے لیں

ترکیب:-

ساگودانہ دھو کر چھلنی میں چھان لیں۔ ایک پین میں ساگودانہ لیں۔ اس میں تین گلاس پانی ڈالیں اور اتنا پکائیں کے ساگودانہ کے سارے دانے اچھی طرح گل ہو جائیں۔ ایک صاف برتن میں دودھ بوائل کریں۔ دودھ کو ابال آجائے اس میں ساگودانہ ڈال کر پکائیں پھر ڈیڑھ پاؤ چینی ڈالیں، ساتھ ہی ایک سیب بھی کاٹ کر ڈال دیں۔ جب چینی گھل جائے تھوڑے سے دودھ میں کسٹرڈ پاؤڈر مکس کریں اور آہستہ آہستہ دودھ میں ڈالیں اور چمچ چلاتی رہیں۔ ذرا سا محلول گاڑھا ہو گیس بند کر دیں۔ کریم مکس کریں اور ٹھنڈا ہونے دیں۔ جب کسٹرڈ روم ٹمپریچر پہ آجائے فریج میں آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ فریش فروٹس کاٹ کر اس میں باقی کا آدھا پاؤ چینی مکس کر لیں۔ (تاکہ فروٹس کالے نہ ہوں) فروٹس بھی فریج میں رکھ دیں۔ سارے ڈرائے فروٹس کاٹ کر رکھ لیں۔ تینوں جیلی الگ الگ ایک کپ پانی میں بوائل کر کے بنا لیں۔ فریج میں آدھے گھنٹے کے لیے رکھ کر جما لیں۔ جب کسٹرڈ اور فروٹس ٹھنڈے ہو جائیں اور جیلی جم جائے پھر کسٹرڈ میں فروٹس جیلی اور ڈرائے فروٹس مکس کر لیں۔ دوبارہ فریج میں رکھ کر جتنا ٹھنڈا آپ کو پسند ہو ٹھنڈا کر لیں۔ پیش کرتے ہوئے تھوڑا جیلی اور ڈرائے فروٹس اوپر سے ڈال سکتے ہیں۔

صائمہ مسلم...... کراچی

اسپیشل سویاں

اجزاء:-

سویاں (چورا)	۲ کپ
کنڈینس ملک	۲ ٹن پیک
دودھ	ایک کلو
سبز الائچی	۸ عدد (کچلی ہوئی)
بادام (فرائی کیے ہوئے)	۱۲ عدد
چھوارے (فرائی کیے ہوئے)	ایک پاؤ

ترکیب:-

گھی اچھی طرح گرم کر کے اس میں سبز الائچی اور سویاں ڈال کر اچھی طرح بھونیں پھر دودھ شامل کر لیں اور دس منٹ پکائیں پھر اس میں کنڈینس ملک بھی شامل کر کے گاڑھا ہونے تک پکائیں اور اس میں بادام اور چھوارے بھی شامل کر دیں اور چولہے سے اتار لیں، ٹھنڈا ہونے پر نوش فرمائیں، عید اسپیشل سویاں تیار ہیں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

اسپیشل قورمہ

اجزاء:-

بکرے کا گوشت	آدھا کلو
دہی	ایک کپ
کھوپرا پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
دھنیا پسا ہوا	ڈیڑھ چائے کا چمچ
لال مرچ پسی ہوئی	دو چائے کے چمچ
گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچ
ہلدی	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
خشخاش	ایک چائے کا چمچ
بادام	دس عدد
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
تیل	آدھا کپ
دار چینی	ایک ٹکڑا

ہری الائچی	چار عدد
پیاز تلی ہوئی	چار کھانے کے چمچ
ہرا دھنیا	دو کھانے کے چمچ
پودینے کے پتے	دس سے بارہ عدد
ہری مرچ	چار عدد (ثابت)
زعفران	ایک چوتھائی چائے کا چمچ

ترکیب:

دہی کو مکس کر کے اس میں کھوپرا، پسا دھنیا، پسی لال مرچ، گرم مصالحہ، ہلدی، بادام، خشخاش اور ادرک لہسن کا پیسٹ ڈال کر مکس کر لیں۔ تیل گرم کر کے اس میں دار چینی اور ہری الائچی ڈالیں۔ ساتھ ہی بکرے کا گوشت شامل کر کے اچھی طرح فرائی کریں پھر اس میں دہی کو تمام مصالحوں کے ساتھ ڈالیں اور اچھی طرح فرائی کر لیں۔ اس کے بعد دو کپ پانی شامل کر کے ڈھکیں اور گوشت گلنے تک پکائیں، پھر اس میں پیاز، ہرا دھنیا، پودینے کے پتے، ہری مرچ اور زعفران ڈالیں۔ جب تیل اوپر آ جائے تو اسے نکال کر سرو کریں۔

ارم کمال..... فیصل آباد

شیر خورمہ

اجزاء:

دودھ	ڈیڑھ کلو
باریک سویاں	ایک کپ
دیسی گھی	دو کھانے کے چمچ
بادام	۱۲ عدد (باریک کٹے ہوئے)
پستہ	۱۲ عدد (باریک کٹے ہوئے)
چھوارے	۶ عدد (باریک کٹے ہوئے)
سبز الائچی	۶ عدد
کھویا	ڈیڑھ کپ

ترکیب:

گھی میں الائچی ڈال کر کڑکڑائیں پھر اس میں سویاں ڈال کر ہلکی آنچ پر بھونیں جب خوشبو آنے لگے تو اس میں دودھ شامل کر دیں۔ ساتھ ہی پستے بادام اور چھوارے بھی شامل کر دیں اور پکنے دیں آنچ ہلکی رکھیں۔ آہستہ آہستہ پکتے رہنے پر شیر خورمہ کا رنگ بہت خوب صورت سا ہو جائے گا گاڑھا ہونے پر چولہے سے اتار لیں۔ خوب صورت برتن میں نکال کر گارنش کریں عید کا مزہ دوبالا ہو جائے گا۔

کوثر خالد..... جڑانوالہ

قوامی سویاں

اجزاء:

چینی	۲ کلو
چھوٹی الائچی کے دانے	ایک چھٹانک
لونگ	پانچ عدد
کیوڑہ	چھوٹی شیشی
سویاں	ڈیڑھ کلو
کھویا	تین پاؤ
دودھ	ڈیڑھ کلو
گھی	ایک پاؤ
زردے کا رنگ	ڈیڑھ چائے کا چمچ
پستہ، بادام، کشمش (مکس)	ایک چھٹانک
چاندی کے ورق	چند عدد

ترکیب:

پہلے دودھ کو پکا کر ایک کلو کر لیں پھر دودھ میں چینی شامل کر کے قوام تیار کر لیں اور چولہے سے اتار لیں۔ قوام پتلا نہ ہو پھر ایک کھلے منہ کی دیگچی میں تقریباً دو کلو پانی ابالیں جب پانی میں جوش آ جائے تو اس میں زردے کا رنگ ڈال دیں اور پکاتے رہیں پھر سویوں کو کسی باریک ململ کے کپڑے میں باندھ کر اسی پانی میں ڈال کر آہستہ آہستہ ہلاتی رہیں جب سویاں گل جائیں تو پوٹلی سے نکال کر قوام میں ملا دیں۔ کھویا تھوڑے سے گھی میں ہلکے گلابی رنگ ہونے تک بھونیں پھر کھویا بھی سویوں میں ملا دیں۔ باقی گھی میں لونگ، چھوٹی الائچی کڑکڑا کر سویوں کو بگھار لگا دیں اور پھر سویوں کو ہلکی آنچ پر پکائیں، برابر چمچ ہلاتی رہیں تا کہ سویاں لگنے نہ پائیں جب سویاں اچھی طرح پک جائیں تو کیوڑہ چھڑک کر چولہے سے اتار لیں اور چھوٹی چھوٹی تھالیوں میں جما دیں اوپر سے بادام اور پستے کی ہوائیاں چھڑک دیں، کشمش بھی ڈال دیں اور چاندی کے ورق لگا دیں، بہت لذیذ سویاں تیار ہیں، جو کافی دن تک خراب نہیں ہوتی۔

تبسم بشیر حسین..... ڈنگہ

دہلی خاص نہاری

اجزاء:۔

گائے کا گوشت	سات سو پچاس گرام
نمک	حسب ذوق
لال مرچ پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
کشمیری مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
تیل	ڈیڑھ کپ
لال آٹا	حسب ضرورت
ادرک ایک چائے کا چمچ	پانی میں بھگولیں
لہسن ایک پوتھی	کوٹ کر پانی نکال لیں

گارنش کے لیے

ادرک ڈیڑھ انچ کا ٹکڑا	سلائس میں کاٹ لیں
دھنیا کٹا ہوا	دو کھانے کے چمچ
ہری مرچ کٹی ہوئی	تین سے چار عدد
لیموں	دو عدد

نہاری مصالحہ کے لیے:

سونٹھ	تین ٹکڑے
ململ کا کپڑا	حسب ضرورت
سونف	ڈیڑھ کھانے کا چمچ
شاہ زیرہ	دو کھانے کے چمچ
کالی الائچی	چار عدد
لونگ	دس عدد
پیاز	پانچ عدد
ادرک لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ

ترکیب:۔

سب سے پہلے بیف گوشت لے لیں اور اس میں ادرک لہسن پیسٹ اور ہلدی ڈال کر اسے ابالیں تاکہ گوشت کی بساند ختم ہو جائے اور گوشت گل جائے اور اس کا پانی بھی تیار ہو جائے۔ اب پین میں گھی گرم کریں اور پیاز کو ادرک اور لہسن کے پانی سے فرائی کریں پھر اس میں لال مرچ پاؤڈر، کشمیری مرچ پاؤڈر، نمک اور بیف گوشت کا پانی شامل کریں اور بھونتے جائیں۔ تھوڑی دیر بعد بیف گوشت بھی شامل کردیں پھر ململ کے کپڑے میں سونف، شاہ زیرہ، کالی مرچ، کالی الائچی، سونٹھ، لونگ اور ہری الائچی ڈال کر اسے باندھ کر شامل کردیں۔ اب لال آٹا چار کھانے کے چمچ کے برابر لے کر پانی میں گھول لیں اور نہاری میں شامل کردیں۔ اب آنچ ہلکی کردیں اور اسے مزید پکائیں پھر ململ کے کپڑے کی تھیلی نکال لیں اور نہاری کو دم پر رکھ دیں۔ آخر میں دھنیا چھڑک کر گارنشنگ کرلیں اور ساتھ ہی پلیٹ میں ادرک، ہری مرچیں اور لیموں سجا کر پیش کریں۔ دہلی خاص نہاری ناشتے کے لیے تیار ہے۔

ماہا بشیر حسین...... ڈنگہ

عید اسپیشل کیک

اجزاء:۔

مکھن	۸ اونس
براؤن شوگر	۸ اونس
گولڈن سیرپ	۴ اونس
انڈے	۴ عدد
میدہ	۸ اونس
بیکنگ پاؤڈر	ڈیڑھ پیالی
مارملیڈ	۴ اونس
دودھ	۲ پیالی

ترکیب:۔

ایک بڑے بول میں گھی، چینی، بیکنگ پاؤڈر اور گولڈن سیرپ ملا کر اچھی طرح پھینٹیں، انڈے بھی الگ برتن میں اچھی طرح پھینٹ کر اس میں شامل کردیں اور تھوڑا تھوڑا میدہ بھی شامل کرتے جائیں اور پھینٹتے جائیں۔ سب چیزیں یکجان ہو جائیں تو اس میں دودھ بھی شامل کرلیں اب پہلے سے گریس کیے ہوئے برتن میں یہ آمیزہ ڈالیں اور پہلے سے گرم کیے ہوئے اوون میں پینتیس سے چالیس منٹ کے لیے بیک کرلیں۔ عید اسپیشل کیک تیار ہے اوپر سے مارملیڈ اور ڈرائی فروٹ سے گارنش کرلیں۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی



biazdill@naeyufaq.com

نیرنگ خیال

ایمان وقار

حمد

فلک پہ تارے سب تمہارے
صحرا میں ریت کے ذرے سارے سب تمہارے
مشرق، مغرب، شمال، جنوب
ہر سمت پہ چھائے نظارے سب تمہارے
یہ پھولوں کو مہک، یہ رنگوں کو دھنک
وسیع سمندر میٹھے و کھارے سب تمہارے
چاروں موسموں کو خوبصورتی ایسے
جیسے رنگ برنگے غبارے سب تمہارے
انسان تو دنیا میں ہیں سبھی
پر جو تیری مانیں وہ سب تمہارے

نام عروج ماجد..... ڈنگہ

ہجر لمحے

یہ ہجر لمحے وصال راتیں
جو گزری ساری کمال راتیں
نہ خود کو اپنی خبر کوئی تھی
نہ صبح ہونے کا علم ہم کو
نہ دات ڈھلنے کا کچھ پتا تھا
اک بچپنا تھا وہ میرا شاید
کہ عشق تیرنے میں یوں ہوا تھا
جواں انا وں کو مار کے بھی
مجھے تو حاصل نہ کچھ ہوا تھا
وہ فرقتوں میں وہ فرحتیں بھی
ہمیں تو ان کی رفاقتیں بھی
کبھی نہ حاصل جو ہو سکیں تھیں
انا پہ چوٹیں پڑیں تو سمجھے
وفا کا میری یہ خون سارا
ہر ایک چھینٹا ہر اک اشارہ
تمہاری چاہت کا استعارہ
تمہارے رستے پہ جا پڑے گا
میں اپنی چاہت کو اپنے ہاتھوں
بے فیض رشتوں کے جیتے جی ہی
میں خود کو ان ہی میں ماردوں گا
یوں خود کو ایسے قراردوں گا

بی اے ندیم..... سرگودھا

ادھوری نظمیں

میری نظمیں ادھوری ہیں
میرا ہر گیت حسرت سے
تمہاری راہ تکتا ہے
میرے لفظوں میں تم اترو
اور ان کو روشنی بخشو
کہ یہ تم سے ہی زندہ تھے
تم ایسے مہرباں جس نے
میرے لفظوں کو دھڑکن دی
انہیں جینا سکھایا تھا
مگر اب کے برس یہ لفظ
ایسے سانس لیتے ہیں
کہ جیسے پہلے روزے پر
کوئی معصوم سا بچہ
حلق کے خشک ہونے پر
تڑپتا ہے، سسکتا ہے
انہیں تم نے ہی
اپنے مخملیں ہاتھوں سے اب
پانی پلانا ہے
انہیں جینا سکھانا ہے
وگرنہ یہ بھی ممکن ہے
یہ میری ساری نظموں سے
کنارہ کر بھی سکتے ہیں
سنو! یہ مر بھی سکتے ہیں

منظور نظر انمول نوری..... گجرات

قفس میں

جب وہ شہرِ وفا سے چلا جائے گا
پھر ہی معنی محبت کا تُو سمجھ پائے گا

اسیر کر کے قفس میں بھولا نہیں مجھے وہ
ٹوٹے ہوئے پر میرے ابھی دیکھنے وہ آئے گا
میں جو ریزہ ریزہ ہوتا جا رہا ہوں
ٹوٹنا اسے بھی ہے وہ بھی بکھر جائے گا
تم جو روٹھ جاتے ہو چھوٹی سی بات پہ ہم سے
ہم نہ ہوں گے تو بھلا کون تمہیں منائے گا
بارشِ اشک میں کیسے اسے ڈھونڈو گے
اب روٹھ گیا وہ تو لوٹ کے نہ آئے گا
کفِ افسوس ملو گے نہ ہم کو ڈھونڈ پاؤ گے
ترکیب وقت میں اک ایسا بھی وقت آئے گا
مجھے یقین ہے ترکِ تعلق کے باوجود
صابر وہ دیوانہ وار روئے گا مرقد پہ چلے آئے گا
گلزار احمد صابر...... پاک پتن

زندگی

آج برسرِ محفل
کئی بار مجھے دیکھ کر
اس نے کہا تھا
کہ
"میرا زندگی پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے"
اور مجھے یاد پڑتا ہے
وہ اکثر مجھے زندگی کہا کرتا تھا
کنیز ماحی...... بھیرہ، ہری پور

سنو......!

بادلوں کے اس پار رہنے والے
شبنمی رت ہے
موسموں کی دھنک ہے
پہاڑوں پہ بھی
برف اب پگھلنے لگی ہے
دلوں پہ لگے زخم
دھونے لگی ہے
سنو!
وادیوں کے اس پار
کوئی شدت سے
تمہارا منتظر ہے
تمہاری یادیں
تمہاری باتیں
کسی کا اثاثہ ہیں
سنو!
زندگی اب تھکنے لگی ہے
تمہارے عہد و پیماں کا
وقت ختم ہونے لگا ہے
لوٹ آنے کا موسم آ گیا ہے
سمیرا انور...... جھنگ

برسرِ پیکار

ہیں عشق کے آزار مسلسل
اور ٹھہرے ہم خطاوار مسلسل
ہے ازل سے یہی مشغلہ جاری
اشکوں سے برسرِ پیکار مسلسل
یاد کے پنجرے میں قید
تیری یاد کی رفتار مسلسل
بے ربط سا لہجہ اور نگاہ چرانا
دکھائی دیے جدائی کے آثار مسلسل
ہجر و فراق اور یہ تنہا دل
دیکھی صدموں کی یلغار مسلسل
تو نے جو امید بندھائی
پڑ گئی اس میں دراڑ مسلسل
بیچ کھڑی ہے تیرے میرے
آسماں تک دیوار مسلسل
فصیحہ آصف خان...... ملتان

سوچ لینا

محبت کی پہلے سزا سوچ لینا
کہ ہونا ہے اک دن جدا سوچ لینا
محبت کے موسم تو آتے رہیں گے
خزاؤں کے بارے ذرا سوچ لینا
میں ہر دم تجھے یاد آتا رہوں گا
بھلانے سے پہلے ذرا سوچ لینا
یہاں لوگ بستی میں ہیں گونگے بہرے
اگر دو کسی کو صدا سوچ لینا
کیا تم نے جذبات میں فیصلہ پر
ملے وقت تو بخدا سوچ لینا

ملو غیر سے تم پر یہ وعدہ کرو تم
کہ رانا کی پچھلی وفا سوچ لینا
قدیر رانا......راولپنڈی

محبت

محبت مسکرائے تو
اسے تم پاس کر لینا
اگر وہ پاس آئے تو
اسے بانہوں میں بھر لینا
اگر وہ دور جائے تو
اسے جانے نہیں دینا
وفا کے رشتوں میں
خطائیں ہو ہی جاتی ہیں
تم ان خطاؤں کو حسنین
بہانہ مت بنا لینا
محبت روٹھ جائے تو
اسے جلدی منا لینا
علی حسنین......کراچی

آنکھوں میں مستی

نازک سے لب والی شرمیلے سے گالوں والی
آنکھوں میں مستی چھپائے ہوئے ہے
یہ نازک سی پیار کے بھید دل میں چھپائے ہوئے
پوچھتا ہوں محبوبہ سے اس پیار کے بھید
اس نازک لب اور شرمیلے گالوں کے آثار کیا ہیں
یہ نازک سی پیار کے بھید دل چھپائے ہوئے
نازک سی پیاری سی چمکتی دمکتی شے ہے وہ
آنکھوں میں اس کے مستی چہرے پر رونق
یہ نازک سی پیار بھید دل میں چھپائے ہوئے
اس کے لب پر مسکراہٹ یہ خوش رونق چہرہ
میرے دل کو ستائے میرے من کو بہلائے
یہ اشتیاق میرا بڑھائے یہ غزل مجھ سے لکھوائے
محمد فیصل اشتیاق......نامعلوم

کس لیے

جاں جاں یہ خود نمائی کس لیے
آپ اپنی رہنمائی کس لیے
دل ہمارا لے لیا ہے آپ نے
ہم سے آخر بے وفائی کس لیے
ہم غریبوں پر تمہاری جان جاں
ایک مدت سے خدائی کس لیے
مر چکے ہیں جو قفس میں دوستو
ان پرندوں کی رہائی کس لیے
کیوں نبھانے لگ گئے ہیں دشمنی
اب زمانے میں بھلائی کس لیے
گھر میں بچے مر رہے ہیں بھوک سے
اور تیری یہ کمائی کس لیے
دو دلوں کا وصل ممکن ہوگیا
اب محبت میں جدائی کس لیے
یاد کے البم کو راشد کھول کر
یاد کی شمع جلائی کس لیے
راشد ترین......مظفر گڑھ

کٹھ پتلیاں

سورج کے ساتھ برسر پیکار ہم رہے
جلتے ہوؤں پر سایۂ دیوار ہم رہے
کیسے بتائیں کیا ہوا، کیا کیا نہیں ہوا
کیوں کر امیر شہر سے بے زار ہم رہے
کٹھ پتلیاں سمجھ کے نچایا گیا جنہیں
اپنے معاشرے کا وہ کردار ہم رہے
پھیلا سکے نہ روشنی سچائیوں کی جو
دعوٰی ہے اُن کا نور کے مینار ہم رہے
آیا نہیں وہ سامنے کرتا رہا گریز
برسوں سے جس کے طالب دیدار ہم رہے
ایسی شبیں بھی ہم نے گزاری ہیں بارہا
ماہ و نجوم سو گئے بے دار ہم رہے
بے حد کٹھن تھے مرحلے گرچہ جدائی کے
اس کے تصورات میں سرشار ہم رہے
جس کے لیے لگا دیا سب کچھ ہی داؤ پر
اس کی نظر میں پھر بھی خطا وار ہم رہے
ایسا نہ کوئی مل سکا بنتا جو ہم سفر
شاکر سفر کے واسطے تیار ہم رہے
شاکر نظامی......سرگودھا

چاہتوں کے دیپ

جن آنکھوں میں تیری چاہتوں کے دیپ روشن تھے
ان آنکھوں پر اب آنسوؤں کا پہرا ہے
جن ہونٹوں پر تیرا پیار مسکراہٹ بن کر کھلتا تھا
ان ہونٹوں پہ اب خاموشی کا قفل گہرا ہے
تیری چاہت اور تیری توجہ کی طلب
دل بس اسی پہ سزا وار ٹھہرا ہے
میرے آس پاس ہزار لوگ بستے ہیں
مگر جو دل میں سمایا ہے وہ چہرہ تیرا ہے
شگفتہ خان...... بھلوال

محبت کی کہانی

محبت کی کہانی کو کہیں تحریر کر جائیں
جو ہم کو مل گیا اس کو ابھی تقدیر کر جائیں
چلو جذبوں کی شدت کو بڑھا کر دیکھ لیتے ہیں
چلو کہ آسماں سے چاند کو تسخیر کر جائیں
چلو اک دوسرے کی ذات میں یکجا کریں خود کو
چلو کہ ضبط کے رشتوں کو اب زنجیر کر جائیں
بدن مٹی میں مل جائیں گے کہ اک دن دیکھ لینا تم
تو کیوں نہ پھر محبت کا محل تعمیر کر جائیں
مصور بن کے ہم فوزی کسی کے نقش پا دیکھیں
دھنک رنگوں سے پھر اس کی کوئی تصویر کر جائیں
فوزیہ احسان رانا...... حاصل پور

انتظار

ہاں اب بھی
جب ساون برستا ہوگا
گھٹائیں جھوم کے چلتی ہوں گی
قوس وقزح تیرے آنچل پہ اترتی ہوگی
ہوا تجھے چھو کر
مستی میں گنگناتی ہوئی گزرتی ہوگی
میرا نام زیرِ لب لے کر تجھے اچھا لگتا ہوگا
ہاں اب بھی
مجھے یقین ہے تیری آنکھوں میں
میرے نام کے دیے جلتے ہوں گے
اور ایک انتظار سا رہتا ہوگا
اور اسی انتظار کا اک دیا میں نے بھی
میں نے اپنے دل کے دریچے میں جلا رکھا ہے

نمیدہ فرخندہ جاوید...... ملتان

وقت

ظالم وقت کے ہاتھوں
کاندھوں پہ بوجھ اٹھائے
گلی کے موڑ پہ جب پہنچا
وہاں موجود تھے وہ بچے
جو روز اسکول کو جاتے تھے
وجہ موجودگی کی جو پوچھی
حیراں رہ گیا میں
اپنے بچے پہ جو نظر پڑی
اک اشک گرا رخسار پہ میرے
تپتی تیز دھوپ میں جو اینٹیں ڈھو رہا تھا
پھر سوچا میں کیا پاگل ہوں
جو ایک چھٹی کر بیٹھوں
کیوں چار سو کا نقصان کروں
اپنے عالمی دن پہ آخر
کیوں میں بھوکا مروں
دل کو اپنے بہلا بوری اٹھا کے چل پڑا
اپنے دن پہ بھی مجھ کو
نہ چھٹی کا اک یوم ملا
مدیحہ نورین مہک...... گجرات

عشق

کیا پوچھتے ہو؟
عشق کیا ہے؟
میں بتاتی چلوں تم کو
عشق!
وقتِ تہجد میں
جہانوں کے بادشاہ کو
نیند سے بیدار ہو کر
یاد کرنا
ازل اندھیرے سے
شامِ آخر تک
بارگاہِ رب میں
محو عبادت رہنا
چلچلاتی گرمی میں

شدت پیاس اور
خشک ہوتی زباں سے
ذکرِ الٰہی کرنا
ڈھیر ہوتے حوصلوں میں
صبر و استقامت تھامے
آپ شفا سے
خود کو دور رکھنا
رب کی قربت میں
صبح و شام کے اذکار کرنا
اور اس کی تسبیح بیان کرنا ہی
عشق ہے
یقین کرو
اصل عشق
صرف رب کی طرف رجوع کرنے میں ہے

ہما مختار احمد...... سیالکوٹ

خفا ہے

کچھ بچا ہی نہیں گنوانے کو
وہ تو درپہ ہے آزمانے کو
میرا پہلو خفا ہے بستر سے
نیند آتی ہے اب منانے کو
ساری دنیا ہے میرے گھر جیسی
آسماں چھت ہے سر چھپانے کو
ان کی نظروں سے بادہ خواری ہے
وہ بھی آتے ہیں خود پلانے کو
یہ انا کی فصیلیں اونچی ہیں
ایک مدت لگی بنانے کو
شام دھیرے سے ڈھلتی جاتی ہے
پنچھی لوٹے ہیں سب ٹھکانے کو
جھونک ڈالوں گی میں دیا اس میں
بس لہو ہی بچا جلانے کو

سعدیہ قریشی دیا...... لندن

دل میں کسک

دل میں اک کسک سی ہے
تم سے ملنے کی تڑپ سی ہے
ایک عجب بے چینی سی ہے
تیرے آنے کی آہٹ سی ہے
تمہاری دنیا کہاں اور کون سی ہے
میری جگہ وہی مطلوب سی ہے
تم لوٹ آؤ گے یہ خوشی پیاری سی ہے
منتظر ہوں میں تمہاری نگاہ بیگانی سی ہے
تمہارے ملنے کی خبر بے یقینی سی ہے
تم بھول گئے ایش وہی معصوم سی ہے

عائشہ خان...... ڈسکہ

حسین خواب

اپنی تمام عمر لٹا کر بچھڑ گیا
سارے جہاں کو آج، رلا کر بچھڑ گیا
مانگا تھا جس کو رب سے سجدوں میں جاگ کر
وہ شخص میری زیست میں آکر بچھڑ گیا
تارے سجائے گا وہ مری مانگ میں کبھی
”کتنے حسین خواب دکھا کر بچھڑ گیا“
زندہ تھا جب تو سب کو تھیں اس سے کدورتیں
روٹھے تھے جو ان سب کو، منا کر بچھڑ گیا
کیسے مجھے اکیلا کیا، اس جہان میں
سارا کو دیکھو کیسے، ستا کر بچھڑ گیا

سارہ احمد...... گوجرانوالہ

محبتوں کے سنگ

اپنوں کے سنگ رہیں ہمیشہ
محبتوں کے سنگ رہیں ہمیشہ
بچھڑیں نہ کبھی اپنوں سے
ہاتھ میں ہاتھ رہیں ہمیشہ
نفرت کے بادل نہ چھائیں کبھی
پیار کی پھوار برسے ہمیشہ
اپنی تو یہ خواہش ہے مریم
محبت کا جہاں آباد رہے ہمیشہ

کنزہ مریم...... جگنا معلوم



dkp@naeyufaq.com

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

پیاری اقبال بانو کے نام

یہ زمانہ ملازمت کی بات ہے جب میں خواتین ڈائجسٹ میں احمل الصبور کے ساتھ کام سیکھ رہی تھی۔ رائٹرز میرے لیے تب بھی بہت قابل قدر تھیں اور آج بھی ہیں میں بہت fantasize کیا کرتی ہوں۔ کتنی رائٹرز تھیں جن سے ملنے کا مجھے شوق دل میں بسا ہوا تھا ایک ایسی ہی خوبصورت قلم کار تھیں اقبال بانو جن کی بذلہ سنجی کی میں شیدا ہوں۔ اقبال بانو کی معصوم صورت پر دلنواز ہنسی چھوٹے بچوں کی سی لگتی ہے۔ میں لاہور آ گئی کچھ سالوں بعد اقبال بانو بھی لاہور آ گئیں بیاہ کر۔ ہماری پیاری اقبال بانو پھر ترقی کے پر لگا کے ہواؤں میں اڑنے لگی۔ ٹی وی ڈراموں پر دسترس، ناول کی خوبصورت لکھاری۔ اقبال بانو اس کے شوہر اور ٹیپو سے میری ملاقات ملتان کے ایک ریسٹورنٹ میں ہوئی۔ میں اقبال سے ملنے ملتان گئی ہوئی تھی اس نے پر تکلف لنچ پرائیویٹ کیا تھا۔ اقبال کے شوہر نے اتنی خاطر داری کی کہ آج تک دل میں ان کے لیے احترام اور دعائیں نکلتی ہیں۔ کچھ دن پہلے اس خوبصورت دل والے مہمان نواز کی بیماری کا پتہ چلا بہت دعائیں کیں۔ سوچا وہ ٹھیک ہو جائیں گے لیکن اللہ کو منظور نہ ہوا۔ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں مصلحت پوشیدہ ہے مگر اس دائمی جدائی کی مصلحت آج تک مجھے سمجھ نہ آسکی۔ اقبال کے شوہر کے انتقال کی خبر ملی دل دکھ سے بھر گیا اقبال سے بات ہوئی تو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسے کیسے سنبھالوں۔ تسلی دوں۔ اس نے کہا میری تو دنیا اجڑ گئی دلشاد۔

لفظ کیا تھے دو دھاری تلوار تھی جو دل پر چل گئی۔

پیاری اقبال اس غم کی گھڑی میں ہم سب تمہارے ساتھ ہیں لیکن اس غم کا مداوا اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا سو صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ تادیر جیو اپنے بیٹے کی خاطر اس کی خوشیوں کی خاطر۔

تمہاری دلشاد نسیم...... لاہور

دوستوں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے مرات الرشد آپ کو بہت بہت مبارک ہو اللہ پاک نے آپ کو بیٹا عطا کیا وہ بھی ماشاء اللہ بہت پیارا اب آپ سے بہت ساری مٹھائی کھانی ہے تیار رہو اللہ آپ کو اور حسنین کو سدا سلامت رکھے آمین۔ میری پیاری سہیلی اقصیٰ جاوید آپ کو بھی شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ آپ کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے آمین۔ میری کالج کی سہیلیوں کیمرا، عاصمہ، خالدہ شہناز، اللہ رکھی اور حنا میں سب کو بہت مس کرتی ہوں۔ جہاں رہو خوش رہو آمین۔ اس کے علاوہ میری ساری کولیگز رضوانہ صغریٰ سارہ مس رابعہ اور میڈم فرحت آپ سب کو پہلے رمضان کی مبارک ہو کیوں کہ آپ سب ماشاء اللہ بہت اچھی ہو سارے روزے رکھتی ہو (اللہ مجھے بھی مضبوط ایمان اور اچھی صحت دے تاکہ میں بھی رمضان المبارک کی رحمتوں اور نعمتوں کا فائدہ اٹھا سکوں آمین) اور پھر ایڈوانس عید کی مبارک ہو۔ میری پیاری آپی کوثر آپ کو بھی ایڈوانس عید الفطر مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میرے سارے، بہن بھائیوں، امی ابو اور دوستوں کو ہمیشہ سلامت رکھے اور ایمان والی لمبی عمر عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ آخر میں پیارے بچوں شہریار، ارشان، مریم، مہرو، عائشہ اور رام ہائی کو بہت سارا پیار۔

کلثوم صندل کشکوری...... مظفر گڑھ

آنچل سے بے پناہ محبت کرنے والی بہنوں کے نام

السلام علیکم! آنچل کی پیاری بہنوں امید ہے آپ سب ٹھیک ہوں گی۔ مجھے آنچل کی مقبولیت اور اس سے محبت کرنے والی بہنوں کے بارے میں علم ہوا تو ان سب کے لیے اپنا پیغام لکھنا چاہتا ہوں۔ ان پیاری بہنوں میں پہلا نام "صائمہ منظور" کا ہے، جن کی محبت اور اپنائیت آنچل

سے بہت زیادہ ہے لیکن اپنی گھریلو مصروفیات کے تحت وہ آنچل میں شامل نہیں ہوسکتیں ان کے لیے میرا اور آنچل کی تمام لکھاری بہنوں کی طرف سے سلام اور دعا ہے کہ اللہ آپ کی ہر مشکل آسان کرے۔ دوسرا نام ثانیہ سردار سسٹر کا ہے جن کی عمر تو کم ہے لیکن باتیں بہت بڑی بڑی کرتی ہیں آپ بھی آنچل کو دو سال سے پڑھ رہی ہیں۔ آپ کے لیے بھی محبتوں بھرا سلام۔ تیسرا نام فرح ناز آپی کا ہے جو شادی شدہ ہیں دو بچوں کی والدہ ہیں لیکن اس کے باوجود آنچل پڑھتی ہیں ان کو بھی محبتوں بھرا سلام اور ڈھیروں دعائیں آپ کے لیے۔ چوتھا نام شمع آپی کا ہے جو آنچل سے بے پناہ اپنائیت رکھتی ہیں اور ہر ماہ آنچل کا مطالعہ کرتی ہیں آپ کے لیے بھی سلام اور خیریت کے لیے دعائیں۔ پانچواں نام عاصمہ غفار سسٹر ہیں جو چھوٹی سی ہیں لیکن کام بہت بڑے بڑے کرنے کا شوق ہے اللہ آپ کو ہر نیک مقصد میں کامیاب کرے آمین۔ دو پیاری سسٹرز مصباح اور سمیعہ چھوٹی مبصرین اس بار اپریل کے شمارے پہ تبصرہ تو انہوں نے کیا تھا شاید کسی وجہ سے نہیں لگا آپ دونوں بھی آنچل آجائے ہر ماہ تو پڑھائی چھوڑ کر آنچل کا مطالعہ کرتی ہیں۔ بہت دعائیں اور سلام آپ کے لیے۔ آخری نام تمنا فاطمہ سسٹر کا جن اکتیس مئی کو ہے آپ کو سالگرہ کی بہت مبارک باد آنچل کے لیے آپ کی محبت قابل قدر ہے اللہ آپ کے نصیب اچھے کرے آمین۔ اس کے علاوہ جن بہنوں کے نام میں نہ لے سکا ان سے معذرت آپ سب کی آنچل کے ساتھ والہانہ محبت قابل قدر ہے۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ جو بہنیں مجھے اپنے خطوط میں یاد کرتی ہیں ان سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہوسکتا ہے میں آپ سب کی محفل میں جولائی کے شمارے میں شرکت نہ کرسکوں۔ کچھ مصروفیات کی وجہ سے۔ میری سالگرہ پانچ مئی کو ہے اگر آپ سب وش کریں گی تو بہت خوشی ہوگی۔ اپنا اپنے پیاروں کا خیال رکھیں اللہ حافظ۔

ظہیر ملک...... ہارون آباد

چاہنے والوں کے نام

السلام علیکم! سب قارئین کو میری طرف سے عید کی بہت بہت مبارک باد اللہ سے دعا ہے کہ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ہمارے ملک میں جو وبا پھیلی ہے اس سے بھی جان چھڑوائے اور ہم پر اپنا فضل و کرم بنائے رکھے آمین۔ آنچل کی ان تمام دوستوں کا بہت بہت شکریہ جو ہر ماہ مجھے یاد رکھتی ہیں جو میری تکلیف میں بھی میرے ساتھ تھیں مجھے بھولی نہیں اللہ آپ سب کو ڈھیروں خوشیاں دے آمین، اریبہ امجد بیٹے کی بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔ نورین منگنی مبارک ہو آپ کو اور پارٹی تو بنتی ہے ناں اللہ میرے والدین کو وہ تمام خوشیاں دکھائے جو انہوں نے اپنی اولاد کے لیے سوچی ہیں انہیں صحت و تندرستی والی لمبی زندگی دے آمین اور ارم کمال، پروین افضل شاہین، ثوبیہ ناز، رمشا آصف، شہزادی کھرل، عائشہ شکیل، زارا تعبیر، فریدہ فری، فوزیہ چوہدری، ماورا طلحہ اور جن کے نام رہ گئے ان سب کو بھی بہت بہت عید مبارک۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

زندگی رہی تو پھر ملیں گے
نا رہی تو قیامت کے دن ملیں گے

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

بہنوں کے نام

السلام علیکم! تمام بہنوں اور ہماری تمام بھابھیوں کو جن کی ہم فہمیدہ کی طرف سے۔ کیسی ہو تم سب، عید کی تیاری ہو رہی ہوں گی، آ ہم کس کس نے مہندی لگوالی، بڑا یاد آتا ہے وہ تو عمری کا وقت جب عیدی ایک روپیہ ملتی تھی۔ میرے ابو اور چار میرے سے بڑے بھائی بھی دیتے، خالہ کی بیٹیاں گھر آتیں، عید کارڈ جس پر ایک پھول بنا ہوتا تھا گرارہ پہن کر زد کر کے عید والے دن بال کھولتے ورنہ تو چٹیا سے ہی جان نہ چھٹتی تھی۔ گلی والے سے بھی گولہ گنڈا تو کبھی امرتی لیکر کھاتے پھر رات کو مل کر مارینہ خان، بدر خلیل، خالدہ ریاست کی جوانی کے ڈرامے دیکھتے اور حسینہ معین کے طنزیہ مکالمے سنتے بڑا یاد آتا ہے وہ وقت وہ عید کے دن۔ خیر حجاب میں پرانا ترین شادی کا احوال دیا ہے

سے بہت زیادہ ہے لیکن اپنی گھریلو مصروفیات کے تحت وہ آنچل میں شامل نہیں ہوسکتیں ان کے لیے میرا اور آنچل کی تمام لکھاری بہنوں کی طرف سے سلام اور دعا ہے کہ اللہ آپ کی ہر مشکل آسان کرے۔ دوسرا نام ثانیہ سردار سسٹر کا ہے جن کی عمر تو کم ہے لیکن باتیں بہت بڑی بڑی کرتی ہیں آپ بھی آنچل کو دو سال سے پڑھ رہی ہیں۔ آپ کے لیے بھی محبتوں بھرا سلام۔ تیسرا نام فرح ناز آپی کا ہے جو شادی شدہ ہیں دو بچوں کی والدہ ہیں لیکن اس کے باوجود آنچل پڑھتی ہیں ان کو بھی محبتوں بھرا سلام اور ڈھیروں دعائیں آپ کے لیے۔ چوتھا نام شمع آپی کا ہے جو آنچل سے بے پناہ اپنائیت رکھتی ہیں اور ہر ماہ آنچل کا مطالعہ کرتی ہیں آپ کے لیے بھی سلام اور خیریت کے لیے دعائیں۔ پانچواں نام عاصمہ غفار سسٹر ہیں جو چھوٹی سی ہیں لیکن کام بہت بڑے بڑے کرنے کا شوق ہے اللہ آپ کو ہر نیک مقصد میں کامیاب کرے آمین۔ دو پیاری سسٹرز مصباح اور سمیعہ چھوٹی مصرین اس بار اپریل کے شمارے پہ تبصرہ تو انہوں نے کیا تھا شاید کسی وجہ سے نہیں لگا آپ دونوں بھی آنچل آجائے ہر ماہ تو پڑھائی چھوڑ کر آنچل کا مطالعہ کرتی ہیں۔ بہت دعائیں اور سلام آپ کے لیے۔ آخری نام تمنا فاطمہ سسٹر کا جن اکتیس مئی کو ہے آپ کو سالگرہ کی بہت مبارک باد آنچل کے لیے آپ کی محبت قابل قدر ہے اللہ آپ کے نصیب اچھے کرے آمین۔ اس کے علاوہ جن بہنوں کے نام میں نہ لے سکا ان سے معذرت آپ سب کی آنچل کے ساتھ والہانہ محبت قابل قدر ہے۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ جو بہنیں مجھے اپنے خطوط میں یاد کرتی ہیں ان سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہوسکتا ہے میں آپ سب کی محفل میں جولائی کے شمارے میں شرکت نہ کرسکوں۔ کچھ مصروفیات کی وجہ سے۔ میری سالگرہ پانچ مئی کو ہے اگر آپ سب وش کریں گی تو بہت خوشی ہوگی۔

اپنا اپنے پیاروں کا خیال رکھیں اللہ حافظ۔

ظہیر ملک...... ہارون آباد

چاہنے والوں کے نام

السلام علیکم! سب قارئین کو میری طرف سے عید کی بہت بہت مبارک باد اللہ سے دعا ہے کہ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہمارے ملک میں جو وبا پھیلی ہے اس سے بھی جان چھڑوائے اور ہم پر اپنا فضل و کرم بنائے رکھے آمین۔ آنچل کی ان تمام دوستوں کا بہت بہت شکریہ جو ہر ماہ مجھے یاد رکھتی ہیں جو میری تکلیف میں بھی میرے ساتھ تھیں مجھے بھولی نہیں اللہ آپ سب کو ڈھیروں خوشیاں دے آمین، اریدہ امجد بیٹے کی بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔ نورین منگنی مبارک ہو آپ کو اور پارٹی تو بنتی ہے ناں اللہ میرے والدین کو وہ تمام خوشیاں دکھائے جو انہوں نے اپنی اولاد کے لیے سوچی ہیں انہیں صحت و تندرستی والی لمبی زندگی دے آمین اور ارم کمال، پروین افضل شاہین، ثوبیہ ناز، رمشا آصف، شہزادی کھرل، عائشہ شکیل، زارا تعبیر، فریدہ فری، فوزیہ چوہدری، ماورا طلحہ اور جن کے نام رہ گئے ان سب کو بھی بہت بہت عید مبارک۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

زندگی رہی تو پھر ملیں گے
نا رہی تو قیامت کے دن ملیں گے

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

بہنوں کے نام

السلام علیکم! تمام بہنوں اور ہماری تمام بھانجیوں کو جن کی ہم فہمیدہ کی طرف سے۔ کیسی ہو تم سب، عید کی تیاری ہو رہی ہوں گی، آہ ہم کس کس نے مہندی لگوائی، بڑا یاد آتا ہے وہ نو عمری کا وقت جب عیدی ایک روپیہ ملتی تھی۔ میرے ابو اور چار میرے سے بڑے بھائی بھی دیتے، خالہ کی بیٹیاں گھر آتیں، عید کارڈ جس پر ایک پھول بنا ہوتا تھا گرارہ پہن کر زد کر کے عید والے دن بال کھولتے ورنہ تو چٹیا سے ہی جان نہ چھٹتی تھی۔ گلی والے سے بھی گولہ گنڈا تو کبھی امرتی لیکر کھاتے پھر رات کو مل کر مارینہ خان، بدر خلیل، خالدہ ریاست کی جوانی کے ڈرامے دیکھتے اور حسینہ معین کے طنزیہ مکالمے سنتے بڑا یاد آتا ہے وہ وقت وہ عید کے دن۔ خیر حجاب میں پرانا ترین شادی کا احوال دیا ہے

لگے تو سب پڑھ کر رائے دیں، ہاں فریدہ فری، ارم کمال، کوثر خالد، پروین افضل بہن کی یادیں بھی تازہ ہوجائیں گی اس وقت کی۔ دوست کا پیغام میں بیٹی شرین اسلم، ہانیہ تبسم، رباب سمرین، حرا گل غفور، گلشن چودھری نے مجھے یاد رکھا بہت خوشی ہوئی ہاں بھئی بچیوں چاہے آنی کہو یا خالہ، چچی، پھپھو یا مامی یہ آپ سب کی محبت۔ نازیہ کنول نازی کے لیے دعا کے ذہنی طور پر سکون ملے اس کو۔ لاریب بیٹی میری نند کی بیٹی کا نام بھی انشال ہے اور رہتی بھی شجاع آباد میں ہے۔ بشریٰ رضوان، مدیحہ نورین، دلکش مریم، شازیہ پرویز، رضوانہ وقاص، کنزہ رحمان، فائزہ بھٹی، عائشہ شکیل، رمشا وارم، حفصہ نور، سمرا گلزار، غزل اداس، ماریا نذیر، ماہ و تبسم بشیر، سحر و مہر نزاکت اور تمام آباد و شاد رہو جہاں بھی رہو آمین۔ ہما اس بار لگا دینا مئی میں نہیں لکھا اپریل میں تھا اب جون میں لگا دینا۔

فہمیدہ فرخندہ جاوید......ملتان

مائی ڈیئر پرنسز مریم منور

یکم مئی کو مریم دنیا میں تشریف لائی اور پوری دنیا میں چھٹی کا اعلان کروا دیا۔ مریم کے مبارک قدم سے ہمارا گھر خوشی سے جگ مگ کرنے لگا۔ پیاری بہنا میری طرف سے آپ کو بہت بہت سالگرہ مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو ہر خوشی نصیب کرے۔ وہ چیز بھی آپ کو ملے جو آپ نہ مانگیں اور وہ چیز بھی ملے جو آپ مانگیں جتنی آسمان اور زمین کے درمیان لمبائی ہے اتنی اللہ آپ کی عمر لمبی کرے آمین۔ لو یو سوچ۔

آپ کی پیاری بہن
معظمہ منور......سمندری

سویٹ لڑکیوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے آنچل کے سب سویٹ لوگوں کا سب سے پہلے سب کو آنچل کی سالگرہ مبارک ہو اور رمضان بھی اللہ سب کو اپنی رحمتوں کے زیر سایہ رکھے آمین۔ نجم انجم آنی آپ کے اتنے پیار اور دعاؤں کا بہت شکریہ۔ ثمرہ گلزار اور ارم آصف یاد رکھنے کا شکریہ۔ رمشا آصف میں اب آ گئی ہوں اب نہیں جاؤں گی۔ ویلکم کے لیے مہربانی ایمن غفور، حرا غفور، نجم انجم آنی، فہمیدہ جاوید آنی اور ظہیر ملک بھائی آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ میری مما کے لیے دعاؤں کے لیے اللہ کرے آپ کی دعائیں پوری ہوں آمین۔ مدیحہ نورین اللہ آپ کو صبر دے یہ بہت مشکل وقت ہے آپ پر اللہ آپ کی مشکل کم کردے آمین۔ بہت مشکل وقت گزرا ہے مجھ پر 2020 اور 2021ء بھی بہت مشکل جا رہا ہے۔ اللہ میری مشکلات آسان کرے اور باقی سب کی بھی اللہ میری مما کو صحت و تندرستی عطا کرے تا کہ زندگی پہلے جیسی ہوجائے آمین۔ مئی میں میری برتھ ڈے ہے کون کون وش کرے گا اور جن جن کی اپریل مئی میں برتھ ڈے ہے سب کو مبارک ہو حرا گل آپ کو بھی اللہ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔

گلشن چودھری گل......گجرات

پیاری لڑکیوں کے نام

السلام علیکم! دیکھو میں پھر سے آ گئی آپ سب سے ملنے تو بتاؤ سب کیسی ہو۔ رمضان اور عید کیسی گزری سب کی اللہ پاک آپ سب کو ہمیشہ خوش اور سلامت رکھے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین ثم آمین۔ جی تو ارم و رمشا آصف کیسی ہو آپ دونوں اور میں بھی بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں اللہ کا شکر ہے اور آپ سنائیں کیا ہو رہا ہے آج کل ڈیئرز جب میرا پہلا خط لگا تھا آپ سب نے مجھے جواب دیا بہت خوشی ہوئی مجھے میں تب آپ کو جواب نہیں دے پائی انیس جولائی شام آٹھ بجے میری امی ہمیں چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوگئی تھیں ہمیں روتا چھوڑ کر بہت مشکل سے خود کو سنبھالا ہے یاد تو بہت آتی ہیں امی پر کیا کریں اچھا اور تم بتاؤ وشی ملک بھی آپ کی بہن ہے۔ بہت پیارا نام ہے وشی میرا اسلام وشی کو اور ایمن و حرا ویلکم کہہ رہی ہیں اسے اور بہت سارا پیار آپ تینوں کے لیے اللہ پاک تم تینوں کے نصیب اچھے کرے اور جو آپ کا بھائی پیدا ہوا ہے اس کا نام کیا رکھا ہے آپ لوگوں نے بتانا ضرور فائزہ بھٹی میری ایمن اور حرا کی طرف سے شادی بہت مبارک ہو سوہنی لڑکی

ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ ہمیشہ خوش رہو اور اپنے نئے گھر میں آپ کو بہت سی خوشیاں دیکھنا نصیب ہوں ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو کبھی بھی کوئی دکھ چھو کے بھی نہ گزرے اور اللہ آپ کو سلامت رکھے آمین۔ اب غائب نہ ہو جانا آپ، آتی رہنا او کے ڈیئر سارا پیار ہماری طرف سے لو یو مدیحہ نورین مہک۔ بہت دکھ ہوا محمد زوحان کا آپ کا دکھ بہت بڑا ہے پر ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی گود پھر سے بھر دے اور لمبی عمر والی اولاد عطا فرمائے آمین اور اللہ پاک مجھے اور جتنے بھی بے اولاد لوگ ہیں انہیں اولاد عطا فرمائے دوستوں میرے لیے دعا کرنا پلیز صائمہ مشتاق آپ کہاں ہو آج کل نظر ہی نہیں آتی آپ تو آجاؤ ناں آپ اور آپ کو میرے بارے میں جاننا تھا جی تو میں بہت عام سی بندی ہوں ہم چھ بہن بھائی ہیں ابو ہیں اور امی کا انتقال ہو گیا 2020 میں میری دس سال پہلے شادی ہوئی تھی تین سال بعد اللہ نے ایک پیاری سی بیٹی سے نوازا ایمان فاطمہ ہے اس کا نام ماشاءاللہ اب آٹھ سال کی ہے اس کے بعد اولاد نہیں ہوئی آپ دعا کرنا پیاری بہن اور میں ایمن و حرا گل غفور کی بھابی ہوں۔ تیسرے نمبر والی بس اتنا کافی ہے آپ خوش رہو رقیہ ناز بہت مبارک ہو بیٹے کی اللہ آپ دونوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، آمین۔ نجم انجم آپی کیسی ہیں آپ طبیعت صحت کیسی ہے اللہ سلامت رکھے آپ کو گلشن گل، عائشہ شکیل آپ دونوں سناؤ کیسی ہو اچھا جی آپ سب اپنا بہت خیال رکھنا ایمن اور حرا سب کو بہت پیار اور سلام کہہ رہی ہیں اور ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا زندگی رہی تو پھر ملیں گے اللہ حافظ۔

شکیلہ رضوان...... خانیوال

بہنوں کے نام

پیاری آپی فریدہ جاوید فری، دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو مکمل صحت و تندرستی عطا کرے آمین۔ نجم انجم اعوان میرے بیٹے کو پیار دینے کا شکریہ۔ حرا گل غفور، ارم آصف، گلشن چوہدری آپ کا سلام قبول کیا۔ ایمن غفور چوہان آپ کی طرف سے منیب کو پیار دے دیا ہے۔ شہلا عامر باجی، عمران احمد کے لیے دعائے مغفرت پڑھ لی ہے ارم کمال، کبریٰ غفور، اللہ رکھا چوہدری، ظہیر ملک، میری نگارشات پسند فرمانے کا شکریہ۔ تمام بہن بھائیوں سے گزارش ہے کہ وہ میرے جیٹھ محمد اسلم شاہد جو کہ کراچی میں رہتے تھے ان کی روح کو ایصال ثواب کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہیں آنچل کی پریوں کے؟ امید کرتی ہوں کہ سب بفضل خدا بالکل ٹھیک ہوں گی میری طرف سے شہرین اسلم (سویٹ گرل) حرا گل غفور، ایمن گل غفور، رمشا اور ارم آصف، آپی پروین افضل شاہین، بنت حوا، آپی نازیہ کنول نازی (اللہ آپ کی آزمائشوں اور پریشانیوں کو جلد از جلد دور فرمائے تاکہ آپ ہمارے لیے ایک اچھا سا ناول لکھ کر پھر سے آنچل کو رونق بخش سکیں آمین) آنٹی فہمیدہ جاوید کو اور سب پڑھنے اور لکھنے والیوں اور آل پاکستان کو میری طرف سے عیدالفطر بے حد مبارک ہو آپ سب سدا خوش رہیں آمین، والسلام۔

صائمہ علی شیر...... خان پور

آنچل بہنوں کے نام

السلام علیکم! امید واثق ہے کہ تمام رائٹرز اور قارئین بہنیں بخیر و عافیت ہوں گی اور اس رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کی ہر لمحہ ہر پل کو اپنے پیاروں کے ساتھ اپنی عبادتوں اور دعاؤں سے سمیٹ لیا ہوگا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کی عبادتوں اور دعاؤں پہ شرف قبولیت کی مہر لگا دے آمین اور اب ان عبادتوں کے صلے عید ہماری خوشیاں اور مسرتوں کی ضامن بن کر آئے۔ اللہ آپ کے تمام چاہنے والوں اور آپ کے پیاروں کے ساتھ اس سال عید کی خوشیوں کو مزید دوبالا کرے اور یہ عید ایک خوب صورت یاد بن کر آپ کے ذہنوں میں نقش ہو جائے میری طرف سے آنچل میگزین کے تمام اسٹاف، رائٹرز اور

قارئین بہنوں کو تہہ دل سے عید کی خوشیاں مبارک ہوں فائزہ شاہ، ارم کمال، فائزہ بھٹی، ارم آصف، اقراء ممتاز، نورین انجم اعوان، وقاص عمر آپ نے ہمیشہ کی طرح خوب لکھا اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے آمین۔

اروہ فاطمہ...... ملتان

دوستوں کے نام

السلام علیکم دوستو! رمضان المبارک کی حسین ساعتیں گزر رہی ہیں۔ اپنی رحمتوں اور نعمتوں کے سنگ پہلے دس روزے تو آسان گزرے مگر اگلے روزے کچھ مشکل ہو گئے مگر اللہ کے کرم سے یہ بھی گزر جائیں گے۔ ابھی تو رمضان المبارک اور عید کی تیاریاں جاری و ساری ہوں گی مگر اس رمضان کے بابرکت مہینے میں اللہ تعالیٰ اس وبا سے پوری دنیا کو نجات عطا فرمائے، آمین۔ اب رخ شریف کرتے ہیں دوست کے پیغام کی طرف حرا گل غفور بہت شکریہ سالگرہ وش کرنے کے لیے عائشہ شکیل میں ٹھیک ہوں آپ کہاں غائب ہوگئی ہو پلیز لیٹر پڑھ کر رابطہ کرو مجھ سے۔ صائمہ شیر آپ کا وزن بھی میری طرح ہے میرے بھائی بھی یہی کہتے ہیں ہاہاہاہاہا۔ جویریہ سالگرہ مبارک ہو حفصہ نور ڈیئر عائشہ سے جیلس مت ہو تم بھی ویسی عزیز ہو (لو یو سویٹو) بنت حوا ڈیئر ہم گجرات کے نزدیکی گاؤں میں رہتے ہیں۔ کنزہ رحمان آپ کو بہت بہت عید مبارک۔ ارم کمال آپ کے چچا کی وفا کا دکھ ہوا۔ نجم انجم، کرن شہزادی، نور زہرہ، نور چودھری، شانزہ پرویز، تابی کھرل، حرا ایمن غفور، نورین انجم، زارا تعبیر، سعدیہ حورعین، فائزہ شاہ، عائشہ شکیل، ماہا اینڈ تبسم، ذکا زرگر، ثمرہ گلزار، پروین افضل، فریدہ فری، ارم کمال، فہمیدہ جاوید، مدیحہ نورین، کنول ناز، شہرین اسلم، کوثر خالد، رمشا آصف آپ سب کو بہت بہت محبتوں بھرا سلام اور عید مبارک چلیں نکالیں سب میری عیدی اچھے بچوں کی طرح مجھے عیدی دو سب شاباش ہاہاہاہا۔ بھئی عیدی تو بنتی ہے اور اگر مجھے سالگرہ کا گفٹ بھی دینا ہے تو موسٹ ویلکم ہاہاہاہاہا میں مائنڈ نہیں کروں گی اٹھائیس مئی کو میری سالگرہ ہے چلو تیاریاں شروع کرو چلیں اگلے ماہ پھر تشریف کا ٹوکرا لے کر آؤں گی۔ انجوائے رمضان اینڈ عید ٹو آل فرینڈز محبتوں بھرا سلام۔

گلشن چودھری گل...... گجرات

اپنوں کے نام

السلام علیکم! گزارش یہ ہے کہ میں اپنوں کے نام لکھ رہی ہوں میری بہن کی بیٹی کی سالگرہ اٹھارہ اپریل کو ہے تو میں باجی مسز فرحان کو بہت سالگرہ مبارک ہو اور نفیسہ باجی آپ کی بھی شادی کی سالگرہ مبارک ہو یہ میں اپنوں کے نام لکھ دیں آنچل تو میں سالوں سے پڑھ رہی ہوں لیکن آنچل میں لکھا کبھی نہیں اگر جواب آیا تو میں پروین افضل شاہین سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر آپ مجھ سے دوستی کریں گی تو مجھ کو بہت خوشی ہوگی اور باقی سب اچھا لکھتی ہیں۔ آج کل نازیہ کنول نازی کچھ نہیں لکھ رہیں میں پینتیس سال سے پڑھ رہی ہوں اگر جواب آیا تو ضرور لکھوں گی مجھ کو لکھنے شوق ہے۔ پروین افضل شاہین آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں کہ میرے دو بھائیوں کے بچے نہیں رات کو تہجد کی نماز جب پڑھتی تو آپ کے لیے بھی دعا کرتی تھی میرے بیٹے فیصل کی شادی کو چھ سال ہو گئے ہیں آپ جب بھی نماز پڑھو زرنیہ فیصل کے لیے ضرور دعا کیجیے گا آپ کی باتیں پڑھ کر ہنستی ضرور ہوں۔ آپ کے لیے دعا سدا خوش رہیے گا اور دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا۔

شہناز فضل الٰہی...... نامعلوم

yaadgar@naeyufaq.com

یادگار لمحے

جویریہ سالک

موت کا وقت

"موت وقت سے پہلے نہیں آتی وقت مقررہ پر آتی ہے اور شہادت ہر کسی کا نصیب نہیں بنتی مرد مجاہد کی طرح حق کے لیے لڑنے اور غلط کو غلط کہنے والوں کا نصیب بنتی ہے۔ ہم موت سے نہیں ڈرتے موت برحق ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہیں کسی ظالم کے ہاتھ مضبوط کرنے والوں میں شامل نہ ہو جائیں، کسی بھائی کا خونِ ناحق ہماری گردن پر نہ ہو، کہیں روز محشر ہمارا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں نہ تھمایا جائے۔ ہم اللہ کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرتے ہیں۔ موت سے نہیں۔"

حمیرا علی..... کراچی

صبح آزادی

"بدنصیبی غریب ہونا نہیں بدنصیبی بے ایمان ہونا ہے۔ روح کا انسانیت سے خالی ہونا برا ہے۔"

ثمرین شاہد..... کراچی

برائی

میں جانتا ہوں اسلم! ساجد تمہارا اچھا دوست ہے۔ لیکن وہ مجھے ایک پل نہیں بھاتا وہ نہایت بدتمیز، جھوٹا، مطلب پرست اور فریبی ہے۔ ہمیشہ دوسروں کی برائیاں گنواتا رہتا ہے کیا وہ نہیں جانتا کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی برائیاں کرنا اپنے بھائی کا کچا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ مجھے دیکھو میں تو کسی کی برائی نہیں کرتا۔

اشفاق احمد کی کتاب "ایک زخم اور سہی" سے انتخاب

سارہ احمد..... نامعلوم

انبیاء علیہ السلام کے القابات

- ابوالبشر حضرت آدم کو کہا جاتا ہے۔
- شیخ الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔
- ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔
- خطیب الانبیا حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔
- خلیفۃ الارض حضرت داؤد علیہ السلام کا لقب ہے۔
- ابوالعرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔
- ذوالنون حضرت یونس علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔
- کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے۔
- ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لقب ہے۔
- خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے۔

مہرین آصف بٹ..... کشمیر

لفظ لفظ خوشبو

- اگر زندگی میں سکون چاہتے ہو تو کسی سے توقع مت رکھو کیونکہ توقع کا پیالہ ہمیشہ ٹھوکروں کی زد میں رہتا ہے۔
- جتنا کسی کا ساتھ پرانا ہوتا اتنا ہی اس کی بے وفائی کے لیے تیار رہنا چاہیے کیونکہ تبدیلی کائنات کا خمیر ہے۔
- رشتے اپنائیت کے ہوں یا خلوص کے لتنے ہی نازک ہوتے ہیں جیسے آبگینے کے ذرا سی ٹھیس پہنچی تو ٹوٹ گئے۔
- عورتیں مردوں پر بالکل اعتبار نہیں کرتیں لیکن کسی خاص مرد کے لیے اپنے اس اصول کو بھول جاتی ہیں۔
- قبرستان ایسے لوگوں سے بھرے پڑے ہیں جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کے بغیر دنیا اجڑ جائے گی۔

نادیہ عباس دیا اینڈ آورش نایاب..... موسیٰ خیل

امت محمدیہ ﷺ کے بد ترین افراد

شوقین مزاج اور فیشن کے دلدادہ لوگ اللہ کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو امت کے بدترین افراد میں شمار کیا ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو ناز و نعم میں پیدا ہوئے اور اسی میں پلے اور بڑھے، جن کو ہر وقت بس انواع و اقسام کے کھانوں اور طرح طرح کے لباس زیب تن کرنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے اور جو (تکبر کی وجہ سے) مٹھار مٹھار (چبا چبا کر) بات چیت کرتے ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم (زیب و زینت کے لیے) بار بار غسل خانوں کے چکر لگانے اور بالوں کی بار بار صفائی سے بچتے رہو اور عمدہ عمدہ قالینوں کے استعمال سے بھی بچو، اس لیے کہ اللہ کے خاص بندے عیش و عشرت کے دلدادہ نہیں ہوتے۔

(کتاب الزہد ص ۲۶۳)

نور سحر شاہ..... مانسہرہ

بچے کا روزہ

بیان کیا جاتا ہے ایک بچے نے روزہ رکھ لیا۔ آدھا دن تو جیسے تیسے اس نے گزار لیا لیکن پھر بھوک پیاس کی تکلیف ناقابل برداشت ہوئی اور اس نے اس خیال سے کہ اگر میں چپکے سے کچھ کھالوں گا تو کسے خبر ہوگی روزہ توڑ دیا، گھر والوں کو واقعی علم نہ ہوا وہ شام میں بچے کے روزے کی افطاری کی تیاری میں لگ گئے لیکن ظاہر ہے کہ اب روزے سے اس کا کچھ سروکار نہ رہا تھا۔

حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ وہ بوڑھا اس بچے سے بڑھ کر نادان ہے جو دکھاوے کے لیے روزہ رکھتا ہے اور نمازیں پڑھتا ہے عبادت تو وہی ہے جو صرف اللہ پاک کی خوشنودی کے لیے کی جائے ایسی نماز تو الٹا دوزخ کی طرف دھکیل دے گی۔

ادا کرتا ہے جو سجدے ریاکاری کے دامن پر
نہ ان سجدوں سے روشن ہوگی ہرگز تیری پیشانی
فراہم کر کہیں سے دولت احساس سینے میں
بس اخلاص کی حدت سے دل ہوتے ہیں نورانی

از حکایت سعدی
فائزہ شاہ..... کراچی

انمول موتی

❁ خیرات دیا کریں تاکہ آپ کے بچے کبھی بھیک نہ مانگیں۔
❁ آسمان کا آخری اور بہترین تحفہ ماں ہے۔
❁ صبر سب سے بڑی دعا ہے۔
❁ مصیبت کی جڑ انسان کی گفتگو ہے۔
❁ دولت ہوگی تو خوشامدی بہت مل جائیں گے۔
❁ صدقہ مصیبت اور بلا کو ٹال دیتا ہے۔
❁ وعدہ کو وفا کرنا سب سے بہترین امانت ہے۔
❁ ہمیشہ نماز کو وقت پر ادا کریں۔
❁ ناکامی کامیابی کی طرف پہلی سیڑھی ہے۔
❁ حسد حاسد کو مرنے سے پہلے مار دیتا ہے۔

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

جنت میں لے جانے والے چار عمل

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے دریافت کیا۔
"تم میں سے کس نے آج روزہ رکھا ہے؟"
سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کہا "میں نے آج روزہ رکھا ہے۔"
آپ ﷺ نے پھر دریافت کیا۔
"تم میں سے کس نے آج کسی کا جنازہ پڑھا ہے؟"
سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کہا "آج میں نے جنازہ پڑھا ہے۔"
آپ ﷺ نے پھر دریافت کیا۔
"تم میں سے آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟"
سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کہا "آج میں نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔"
آپ ﷺ نے پھر دریافت کیا۔
"تم میں سے کس نے آج کسی مریض کی عیادت کی ہے؟"
سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کہا۔ "آج میں نے مریض کی عیادت کی ہے۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا۔
"جس شخص کے بھی یہ کام جمع ہوں گے وہ جنت میں جائے گا۔" سبحان اللہ۔

ملالہ اسلم..... خانیوال

حضرت ابراھیم بن ادھمؒ

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ایک بار جنگل سے تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک سپاہی کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے سوال کیا "تم غلام ہو؟" آپ نے جواب دیا۔ "جی ہاں۔" اس نے کہا "مجھے آبادی کا پتا بتادو۔" آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا وہاں ہے۔ سپاہی کو بڑا غصہ آیا اور حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے سر پر اس قدر زور سے ڈنڈا مارا کہ سر سے خون بہنے لگا۔ وہ ظالم سپاہی آپ کو پکڑ کر شہر لے گیا لوگوں نے یہ ماجرا دیکھ کر بہت ملامت کی اور کہا بے وقوف تو نہیں جانتا کہ یہ زمانے کے مشہور بزرگ ابراہیم بن ادھمؒ ہیں۔

سپاہی یہ سن کر بہت نادم ہوا گھوڑے سے اتر کر آپ کے قدموں میں گر گیا اور کہا اللہ کے لیے مجھے معاف کردیں لیکن یہ جواب دیں کہ آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا تھا جب کہ میں نے آبادی کا پوچھا تھا۔ آپ نے فرمایا شہروں کی آبادی تو ایک دن ویران ہوجائے گی مگر اصل آبادی تو قبرستان کی ہے جہاں ایک دن سب کو جانا ہے۔ سپاہی نے پوچھا جب میں نے آپ کے سر پر ڈنڈا مارا اس وقت بھی آپ کی زبان پر دعا کے کلمات تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ دعا سے دونوں کو ثواب ملتا ہے اس لیے میں نے تمہیں اپنے ساتھ ثواب میں شریک کرلیا۔

مہرین کنول......کراچی

لڑلواجی ڈکشنری

شادی: ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے شوہر کو رفتہ رفتہ یہ علم ہوتا ہے کہ اس کی بیوی کیسے شوہر کی طلب گار ہے۔

جمائی: منہ کھولنے کے لیے شادی شدہ مردوں کے لیے قدرت کا عطیہ ہے۔

کنوارا: جو صبح کام پر جانے سے پہلے صرف ایک آدمی کا ناشتہ تیار کرتا ہے۔

خبر: شوہر کی لائی ہوئی اطلاع۔

افواہ: بیوی کی لائی ہوئی اطلاع۔

عقل مندی کا تقاضہ: بیوی سے بحث میں جیت جانے کے باوجود معافی مانگ لینی چاہیے۔

ماہر نفسیات کا تجزیہ: لڑکیاں عموماً ان مردوں سے شادی کرنا پسند کرتی ہیں جن میں ان کے باپ کی صفات موجود ہوں شاید یہی وجہ ہے کہ شادی کے موقع پر ان کی مائیں روتی ہیں۔

عثمان عبداللہ......کراچی

نصیحت

□ زمین اور اہل زمین کے درمیان بکھری اچھی باتوں اور عادتوں کو یوں چنو جیسے پرندے زندگی کے لیے رزق چنتے ہیں۔

□ فرائض کو اچھی طرح ادا کیا کرو یہ بیس مرتبہ جہاد سے افضل ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا ان تمام امور کے برابر ہے۔

□ ہر عروج کو زوال ہے اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمارے زوال میں بھی کمال رکھے۔

□ علم وہ نہیں جو آپ نے سیکھا ہے علم وہ ہے جو آپ کے عمل و کردار سے نظر آئے۔

شبینہ سلطانہ......حیدرآباد

باتوں سے خوش بو آئے

❖ اگر ہم اپنی مسکراہٹ کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرسکتے تو ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اپنے آنسوؤں کا قصوار اپنے رب کو ٹھہرائیں۔

❖ لوگوں سے یاد نہ کرنے کا شکوہ مت کرو کیونکہ جو انسان اپنے رب کو بھول سکتا ہے وہ سب کو بھول سکتا ہے۔

❖ اگر کسی پر بھروسا کرو تو آخر تک بھروسا کرو۔ نتیجہ چاہے جو بھی نکلے آخر میں یا تو تمہیں ایک اچھا دوست ملے گا یا پھر ایک اچھا سبق۔

❖ انسان اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوتا نہ ہی موت اس کو اپنی مرضی سے آتی ہے پر زندگی اور موت کے درمیان کا وقفہ اپنی مرضی سے گزارنا چاہتا ہے۔

آسیہ اشرف......گنگا پور

عورت اور مرد

عورت اور مرد کے درمیان دوستی کا کوئی رشتہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا، عورت یا تو بہن ہو سکتی ہے یا ماں یا بیوی یا بیٹی اور بس اس کے آگے رشتوں کی ڈکشنری میں ہمارے ہاں عورت کے نام کے آگے ایک بڑا سا سوالیہ نشان لگا دیا جاتا ہے۔

سمیرا اشتیاق ملک......اسلام آباد

کچھ باتیں یاد رکھنے کی

خاموشی: ایسا درخت ہے جس پر کڑوا پھل نہیں لگتا۔

حسد: ایسی دیمک ہے جو انسان کو اندر اور باہر سے ختم کرتی ہے۔

سچائی: ایسی دوا ہے جس کی لذت کڑوی مگر تاثیر شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔

ذہانت: ایسا نادر پودا ہے جو محنت کے بغیر نہیں لگتا۔

خوش اخلاقی: ایسی خوش بو ہے جو میلوں دور سے محسوس ہوجاتی ہے۔

گناہ: ایسی لعنت ہے جو قلب کو سیاہ کردیتی ہے۔

ضمیر: ایسا ساتھی ہے جو ہمیشہ حق کی راہ دکھاتا ہے۔

دعا: ایسا عمل ہے جو تقدیر کو مات دے سکتا ہے۔

توبہ: ایسا دروازہ ہے جو موت کی ہچکی تک کھلا رہے گا۔

شگفتہ خان......بھلوال

خوب صورت زندگی

☆ فجر کی نماز کو اپنا نصیب بنالو۔

☆ ظہر کی نماز کو اپنا مقدر بنالو۔

☆ عصر کی نماز کو اپنی تقدیر بنالو۔

☆ مغرب کی نماز کو اپنا مستقبل بنالو۔

☆ عشا کی نماز کو اپنی امید بنالو۔

☆ پھر دیکھو زندگی کتنی خوب صورت لگتی ہے۔

نجم انجم اعوان......کراچی

زبان

بعض دفعہ ہمارے پاس کہنے کو بہت کچھ ہوتا ہے مگر ہم کہہ

نہیں پاتے۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہماری قوت گویائی سلب کرلی گئی ہے یا ہمارے الفاظ ہمارے جذبات اور احساسات کی ترجمانی ہی نہیں کر پائیں گے۔ ہم جتنا مرضی لفظوں کا سہارا لے لیں مگر کہیں نہ کہیں الفاظ جذبات کی وکالت نہیں کر پاتے۔ شاید جذبات کی ترجمانی جذبات ہی کر سکتے ہیں۔ سچ کہتے ہیں کہ احساسات کے ترجمے نہیں ہوتے۔ جتنی ان پر کتابیں لکھ لیں جتنی ان پر تحقیق کر لیں۔ جذبوں کی بھی ایک زبان ہے اور ہم سب اب بھی اس سے نابلد ہیں کیونکہ ہر انسان جذبوں کا ایک گہرا سمندر ہے اور ہر انسان کی اپنی کہانی ہے۔

مریم منور...... سمندری

منافقت

کچھ لوگ عجیب ہوتے ہیں۔ دوسروں کی زندگیاں اجیرن کر کے ان کو عجیب سا سکون ملتا ہے۔ ان کی فطرت ایسی ہوتی ہے کہ وہ کسی کو سکون میں نہیں دیکھ سکتے۔ کسی کو ہنستا ہوا دیکھنا یا کسی کو خوش دیکھنا ان کے لیے باعث تکلیف ہوتا ہے۔ دوسروں کے کان بھرنا، دوسروں کی آپس میں لڑائیاں کروانا اور ان کو بڑھاوا دینا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہوتا ہے۔ کسی کو خود سے اونچا جاتا دیکھ کر ان کو نیچے گرانا ان کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے۔ بات بات پر جھوٹ بولنا اور دوسروں پر الزام تراشی کرنا ان کی گھٹی میں شامل ہوتا ہے۔ غرض کہ منافقین کی ساری صفات ان میں ہوتی ہیں۔ ایسے منافق لوگ دنیا میں تو سب کچھ اپنی منافقت سے حاصل کر لیتے ہیں مگر روز محشر بہت سے بےزبان ان کا گریبان پکڑ لیتے ہیں۔ تب ان کی کوئی عیاری کام نہیں آئے گی اور انہیں اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب انصاف کرنے والا ہے۔

معظمہ منور...... سمندری

بیویاں

امریکی بیوی: ہر لمحہ اس سوچ میں رہتی ہے کہ کب موجودہ شوہر سے طلاق لے تاکہ اس طلاق کے نتیجے میں اچھی خاصی رقم اینٹھ سکے اور اس بات پہ غور کرتی ہے کہ جو اگلا شوہر ہو وہ اس سے بھی امیر ہو۔

جاپانی بیوی: اپنے شوہر کا اتنا خیال رکھتی ہے جتنا خیال اپنے ڈیجیٹل کیمرے اور موبائل فون کا رکھتی ہے۔

برطانوی بیوی: یہ شوہر کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی اہمیت دیتی ہے تو اپنے بوائے فرینڈز کو، اپنے شوہر کو بھی مشورہ دیتی ہے دو چار گرل فرینڈز بنالو۔

پاکستانی بیوی: ایک عدد شوہر کے مل جانے پر اس سوچ میں غرق ہو جاتی ہے کہ بڑی مشکل سے ہاتھ آیا ہے شوہر نما تو کر بچ کر جانے نہ پائے۔

گلشن چوہدری گل...... چک محمود گجرات

محبت

محبت...... محبت بحری میں پیئے گئے پانی کے آخری گھونٹ جیسی ہونی چاہیے جس کے بعد دوسرے گھونٹ کی گنجائش نہ ہو۔

سود...... محبت میں سود جائز ہے، جو تمہیں تھوڑی محبت دے تم اسے دوگنی محبت دو۔

گھمنڈ...... طوفان میں کشتیاں اور گھمنڈ میں ہستیاں اکثر ڈوب جایا کرتی ہیں۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

ایصال ثواب

حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی کہ "ہم اپنے مردوں کے لیے دعا کرتے ہیں ان کی طرف سے حج و صدقہ کرتے ہیں کیا ان کو پہنچتا ہے؟" نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "انہیں اس کا ثواب پہنچتا ہے اور وہ ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص تحفہ ملنے پر خوش ہوتا ہے۔" ایصال ثواب کرنا آسان نیکی ہے۔ مومنین کی روحیں رجب کے پہلے مہینے کے پہلے جمعہ میں اور شب برات کی رات اپنے گھر کے باہر آ کر کھڑی رہتی ہیں اور کہتی ہیں۔ "آج کی رات ہمارے ایصال ثواب کی نیت سے کچھ صدقہ کر کے مہربانی کرو۔ اگر ایصال ثواب نہ کریں تو وہ حسرت سے واپس لوٹ جاتی ہیں۔ کسی بھی نیکی کا ایصال ثواب کرنے کے لیے جتنے بھی مسلمان مرد و عورت آج تک ہوئے اور جو قیامت تک آنے والے ہوں گے کہ کر ایصال ثواب کریں ایسا کرنے والے کو تمام مسلمانوں اولین و آخرین سب کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔

(فتاویٰ رضویہ 602\9 ملخص)

فہمیدہ فرخندہ جاوید...... ملتان



aayna@naeyufaq.com

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! جون کا شمارہ بطور عید نمبر پیش خدمت ہے امید ہے آپ بہنوں کے ذوق کے مطابق ہوگا۔ ادارہ آنچل کی جانب سے تمام مصنفین و قارئین کو عید الفطر کی دلی مبارک باد، ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ماہ مبارک رمضان میں کی جانے والی ہماری تمام عبادات ودعاؤں کو اپنی بارگاہ میں قبول کرلے آمین۔ آئیے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب جو بزم آئینہ کی محفل میں چار چاند لگا رہے ہیں۔

عروشمہ خان...... بہلول پور ۔ پیاری آنچل ریڈر اور رائٹرز بہنوں کو عروشمہ کی طرف سے السلام علیکم! امید ہے آپ سب ٹھیک ہوں گی میری طرف سے رمضان مبارک مجھے بھی اپنی دعا میں یاد رکھنا آپ سب اور دعا خاص کرنا آپ سب اللہ ہم کو کرونا سے محفوظ رکھے آمین، بہت کنفیوز ہوں کہ آنچل سے اپنی دل بستگی کا اظہار کیسے کروں اور کن الفاظ میں کروں بہت شوق سے یہ ڈائجسٹ میں پڑھتی ہوں ٹائٹل گرل کا لباس پسند آیا موسم کے حساب سے کافی اچھا لگ رہا تھا آنچل ایسا رسالہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں اس میں شائع شدہ کہانیاں پڑھتے ہوئے ہمیشہ ایسا محسوس ہوا جیسے میں خود بھی وہیں موجود ہوں کہانی کے کرداروں کے درمیان۔ بہترین الفاظ کا چناؤ، خوب صورت طرز تخاطب آنچل ڈائجسٹ میں شائع تحریروں کا خاصہ رہا ہے، نگہت نسیم کی کہانی ''نصیبوں والی'' بہت اچھی تھی عشنا کوثر سردار کا ناول ''اکائی'' بھی زبردست اپنے تسلسل کو برقرار رکھ کے آگے بڑھ رہا ہے اس قدر بہترین لکھنے پہ بہت داد عشنا جی کو۔ حنا بشری کی ''کام کی بات'' بھی اچھی کہانی تھی صبا ایشل کا افسانہ ''دھنک رنگ'' ام زویا کا ''بن جاؤ میت میرے'' کیا ہی عمدہ افسانے تھے سارے سیگمنٹ عمدہ اور اعلیٰ ہیں۔ ''بیاض دل'' میں سب کے شعر اچھے تھے۔ ''نیرنگ خیال'' کی غزلیں عمدہ تھیں اور اسی معیار نے مجھے اس ڈائجسٹ میں خط لکھنے پہ اکسایا ماشاء اللہ آج کے دور میں آنچل ادب کی خدمت احسن طریقے سے کر رہا ہے اور پڑھنے والوں تک بہترین ادب پہنچا رہا ہے اللہ پاک آنچل کو ہمیشہ کامیاب رکھے آمین۔

فہمیدہ جاوید...... ملتان ۔ آپ کی فہمیدہ آنی کی طرف سے آنچل کی پڑھنے والیوں کو سلام پھر حاضر ہوں سب کو بتانے کے لیے۔ مئی کا سرورق رمضان کی مناسبت سے بہتر تھا۔ شروع میں آنچل کے سرورق پر ہاتھ سے بنے ہوئے رنگین اسکیچ ہوتے تھے پرانی پیٹی سے ڈھیر سارے پرانے پاکیزہ نکلے کے شروع سے پاکیزہ زیادہ شوق سے پڑھتی تھی تو ساتھ 1985 کے دو آنچل بھی نکلے جب زیب النسا بہن تھیں۔ دیکھ لیں ابھی تک سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں ساتھ ہے پرانے ترین خواتین شعاع بھی ہیں میرے پاس کے عادت تھی جمع کرنے کی۔ مشتاق بھائی کا کالم سبق آموز کاش حجاب میں بھی لکھے بھائی مشتاق کہ ضرورت ہے مذہبی سلسلے کی حجاب کو۔ پرانی و پسندیدہ ترین رائٹر نگہت کا ناول بہت پسند آرہا ہے مجھے، نور سحر کو سرطان ہے مجھے پہلی قسط میں لگ رہا تھا، کامی کے ساتھ کوئی برا حادثہ ہو، عفان شاید زرمین کا ہو نورا گر مر جائے تو مگر اللہ نہ کرے، قسط طویل تھی اچھا لگا پڑھ کر۔ عشنا کا ناول اس بار بے دلی سے پڑھا فاطمہ مرتے مرتے بچ جائے گی یا مر جائے گی عشنا اگلی بار ''افسوں جاں'' کا سبکتگین اور کچھ خواب کا عدن، اور اے شمع کوئے جاناں کی مژگان کی طرح کے کردار لانا کہ بڑی یادگار تحریریں تھیں۔ ام زویا نے بھی بس ٹھیک لکھا ناول اگرچہ روایاتی کہانی تھی اور طوالت زیادہ تھی اور کوئی نیا پن نہ تھا اس موضوع پر بہت پڑھ لیا ہے آنچل میں، کردار جاندار تھے مگر موضوع پرانا۔ صباء کا افسانہ روزگار کے حوالے سے بہتر تھا انسان کی ترجیحات بدل گئیں ہیں بچوں کی بھی، آخر میں آئس کریم کی ریڑھی نے فائدہ دیا ہاں بیوی کی شکر گزاری بہت پسند آئی

صباء کا افسانہ پہلے نمبر پر میرے لیے کہ صباء کی خاصیت ہے منفرد مواد کے ساتھ آتی ہے۔ نگہت نسیم کا افسانہ آخر میں اداس کر گیا عورت مرد کی تھوڑی سی محبت کی چاہ رکھتی ہے مرد وہ بھی نہ دے یہ تیسرے نمبر پر، حنا کا افسانہ دوسرے نمبر پر تھا۔ بڑی کام چور دیورانی تھی آخر میں عقل آئی نہ جب کھانا خود پکانا ہوگا۔ اچھا سبق دیا جیسے کو تیسا۔ اقراُ کا زہر عشق میں میرا اندازہ درست تھا کہ لیزا کے باپ نے ماضی میں عظیم کارنامے سرانجام دیے جو بیٹی کے آگے آئے جو میکائل نے اپنی خالہ کا بدلہ لیا لیزا کو اغوا کرکے، پسند آئی یہ قسط بھی اقراُ۔ ایمان کے ناول میں فیصل کا آیت کو بلیک میل کرنا اور حنان کی لاتوں کا ٹھیک ہونا اور اجمل کا پسند کا رشتہ ہونا پسند آیا۔ کھانے پکانے میں ارم کمال کا اناناس شربت اچھا لگا کہ میرا پسندیدہ پھل ہے۔ اشعار میں کس کس کی تعریف کروں سب نے ہی اچھا لکھا اور نہ نام لکھے تو شہلا ڈرے گی طوالت سے۔ نظم میں منزہ حیدر، ارم آصف، باجی فریدہ فری، ندا حسین، سمیرا اویس، کنزہ رحمان، صباحت کی نظمیں بہت ہی اچھی تھیں اور غزل تو میں پڑھتی نہیں۔ انٹرویو میں سونیا اور مدیحہ نے اچھے جوابات دیے مدیحہ ہمارے نبی کا ذکر کرکے دل خوش کردیا۔ ہاں سونیا ریاضی سے مجھے بھی چڑ تھی۔ کبھی کبھی موقع ملتا ہے بہنوں تو جوابات تفصیل سے دیے جائیں اتنے چھوٹے جوابات ایک جیسے لگتے ہیں۔ مجھے کب دی گی سعیدہ جگہ سوالات میں؟ آپ کی صحت کو ختم کرکے کچھ اور شروع کرو دلچسپ سا کیوں بہنوں سہی کہا ناں۔ شمائلہ نے آخر میں مجھے بھی جگہ دی واہ، شمائلہ تو سب کو ہنسا کر ثواب کماتی ہیں کے ہر انسان کی پریشانی ہوتی ہی ہے مگر وقتی طور پر ہے سہی شمائلہ کو پڑھ کر خوش ہو جاتے ہیں سب، شمائلہ کے جواب حنا کے این غین سے زیادہ پھٹا خے دار ہیں۔ "آئینہ" میں آخر میں میرا خط لگایا چلو لگایا تو ہاں میری بات پر عمل کروایا خط کی۔ ہاں آنچل میں بہنوں کی عدالت کو پھر سے شروع کریں۔ عیش سمیع، عرشمہ خان، سنبل ملک کو آنچل میں خوش آمدید کہتی ہوں بچیوں باقاعدگی سے آنا ہے سب نے سارے، بہنوں بات تو یہ ہے کہ رسائل پڑھنے سے تو شخصیت کی اصلاح دینی و دنیاوی طور پر ہوتی ہے۔ ذہنی سکون کے ساتھ معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، میری دعا ہے اللہ کرے سب بچیوں کو ایسے شوہر اور سسرال والے ملے جو رسائل پڑھنے دیں، شادی کے بعد بھی ورنہ شروع کے سالوں میں بڑا مشکل ہوتا ہے عام طور پر یہ مشغلا کہ میرے ساتھ بھی ایسا تھا ہاں اب سب نندیں اپنے گھر کی ہیں اور بچے بڑے ہوگئے تو اب پڑھنے کا زیادہ مسئلہ نہیں۔ حجاب میں پرانا ترین شادی کا احوال دیا ہے لگے تو سب پڑھ کر رائے دیں، ہاں فریدہ فری، ارم کمال، کوثر خالد بہن کی یادیں بھی تازہ ہوجائیں گی اس وقت کی۔ شہلا خبردار جو تبصرے سے میری باتیں کاٹیں اوروں کے بھی تو لمبے تبصرے لگاتی ہو۔ "دوست کا پیغام" میں بیٹی شرین اسلم، ہانیہ تبسم، حرا گل غفور، گلشن چودھری نے مجھے یاد رکھا بہت خوشی ہوئی ہاں بھئی بچیوں چاہے آنی کہو یا خالہ، چچی، پھپو یا مامی یہ آپ سب کی محبت۔ لاریب بیٹی میری نند کی بیٹی کا نام بھی انشال ہے اور رہتی بھی شجاع آباد میں ہے۔ بشریٰ رضوان، مدیحہ نورین، کنزہ رحمان، فائزہ بھٹی، عائشہ شکیل، رمشا وارم، حفصہ نور اور تمام آباد و شاد رہو جہاں بھی رہو۔ اجازت اس بات کے ساتھ کہ گناہ میں لذت وقتی ہوتی ہے، اصل سکون اللہ کی یاد میں ہی ہے۔ زندگی کی حقیقت کو سمجھا جائے اور آخرت کو ہر لمحہ یاد رکھا جائے۔

☆ ڈیئر لیجیے آپ کے حکم کی تعمیل میں کچھ نہیں کاٹا اور تبصرہ بھی آخر میں نہیں لگایا۔

عیش سمیع...... قصور۔ السلام علیکم! بجو شہلا اور میرے آنچل اسٹاف، ریڈرز بہنوں، ستائیس مئی کو آنچل ملا سب سے پہلے اپنا خط دیکھا بہت خوشی ہوئی۔ "سرگوشیاں" پڑھی۔ "حمد اور نعت" پڑھی اس کے بعد "اے میرے چارہ گر" ناول پڑھا نور سحر اتنی بہادر لڑکی، حالات کا مقابلہ کرتی رہی اب سیما آپی پلیز کچھ غلط مت کردینا خوشی تو ابھی سے آنی ہیں اس کی زندگی میں۔ "زہر عشق" اس بار اچھی لگی دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے اب لیزا انکار نہ کردے۔ "نصیبوں والی" معذرت کے ساتھ آپی ذرا بھی اچھی نہ لگی فوجی کو غلط دکھایا گیا فوجی تو اتنے اچھے ہوتے ہیں چاہے کتنے بڑے عہدے پہ کیوں نہ ہو فوجی اپنی فیملی کو کبھی بھی اگنور نہیں کرتے۔ "سانسوں کے اس سفر میں" ایمان آپی جلدی سے مجھے تو آیت کا حال دکھا دیں، فیصل شجر تو

نہیں ملتی تجھے اب تو آیت کی ایسی کی تیسی کردو ہاہاہا، شکر ہے اماں جہاں کوئی تو فیصلہ ڈھنگ کا کیا۔ عبدالمعیز بھائی جی اب آپ پھر سے دکھی مت کریں منتہا کو یاد کر کے شادی کرلیں۔ ''دھنک کے رنگ'' افسانہ اچھا لگا دکھی سا۔ ''کام کی بات'' اچھا سبق سکھایا فریحہ نے اپنی دیورانی کو لاڈلی بہو۔ ''اکائی'' تو مجھے بلکل بھی اچھی نہیں لگتی بور ہوگی میں تو اس ناول سے سوری آپی۔ ''بن جاؤ میت میرے'' میں ابھی تھوڑی سی پڑھی ہے اچھی ہوگی۔ ''بیاض دل'' میں سب کے اشعار پسند آئے۔ ''نیرنگ خیال'' میں منزہ حیدر، انیلا سخاوت، شہلا گل، فریدہ فری، یاسمین کنول، کنزی رحمان، مدیحہ نورین آپی، ظہیر ملک، عائشہ خان، سہیر اولیس کی شاعری اچھی لگی۔ ''دوست کا پیغام'' میں سب کے بارے میں پتہ چل جاتا ہے سو اچھا لگتا ہے۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں شمائلہ آپی کے جواب بہت کرارے ہوتے ہیں۔ انٹرویو دونوں ٹھیک تھے۔ آنچل کی تمام شہزادیوں کو میرا پیار اسا اللہ حافظ۔ زندگی نے وفا کی تو ان شاءاللہ اگلے ماہ ضرور حاضر ہونی گی۔

☆ ڈیئر عیش! یہ کیا تمام کہانیوں پر تبصرہ نہیں کیا اور جن پر بھی کیا اتنا تھوڑا سا وہ کیوں لکھنے والوں کا بھی تو حق ہوتا ہے ناں کہ پڑھنے والے ان کے لکھنے ہوئے الفاظ کو سراہیں یا تنقید کریں امید ہے آئندہ بھر پور تبصرے کے ساتھ شریک ہوں گی۔

رشک چاند...... بینہ ۔ السلام علیکم! امید ہے سب خیریت سے ہوں گے جی کیا کہا، کون ہوں میں، ارے ارے دھکی کیوں دے رہی ہیں شہلا جانی سے اجازت لے کر آئی ہوں تو جناب ہم ہیں رشک چاند، آنچل جانو کی چار ماہ پرانی قاری ہوں، پہلی بار شرکت کر رہی ہوں ویلکم کریں شہزادی کا (آہم) اس ماہ کا آنچل ایکس اپریل یعنی آٹھ رمضان کو ملا۔ میں بیٹھ کر افطاری کے لیے فروٹ کاٹ رہی تھی کہ بھائی آیا اور آنچل جانو کو ہوا میں لہرایا۔ چھری اور تربوز ٹرے میں گرا کر خوشی سے بیڈ پر ہی بھنگڑے ڈالنے لگی۔ بھائی سے لے کر سب کو نظر انداز کر کے سیدھا پہنچے ''آئینہ'' میں لیکن رشک چاند وہاں نہیں تھی یعنی مکمل اندھیرا پھر ''ہم سے پوچھیے'' میں بھی ہم نہیں تھے، دوڑتے ہوئے ''نیرنگ خیال'' میں پہنچے لیکن وہاں بھی اپنی تحریر نہ پا کر مایوسی ہوئی۔ افطاری وغیرہ کر کے میں ڈائجسٹ لے کر بیٹھ گئی۔ عروج علی نہایت سادہ لیکن خوبصورت لگ رہی تھیں۔ چونکہ رمضان ہے تو سادگی ہی اچھی ہے لیکن پلیز عید نمبر پر ماڈل کو بلیک ڈریس ڈارک میک اپ اور ہیوی جیولری پہنائی ہے۔ پھر آئے ''سرگوشیاں'' واقعی آج کل کی جنریشن کے پاس والدین کے لیے وقت نہیں ہوتا پھر ''حمد و نعت'' سے دل کو منور کیا ''در جواب آں'' سے ہوتے ہوئے مشتاق احمد صاحب کی ''سورہ القدر'' پڑھی اللہ آپ کو مزید ہمت دے تا کہ آپ یونہی ہماری معلومات میں اضافہ کریں آمین۔ ''ہمارا آنچل'' میں دونوں کا انٹرویوں زبردست تھا، سونیا جی کا جواب ''ایسا ناممکن ہے'' نے بہت متاثر کیا، سونیا جی کیا مجھ سے دوستی کریں گی۔ آنچل اور آپ کا ساتھ بھی اچھا تھا پھر آئے ''تو اے میرے چارہ گر'' نگہت سیما جی بہت زبردست جا رہی ہے کہانی، ڈاکٹر عفان پر بڑا غصہ آیا کہ زرمین کو بہن سمجھتا ہے اسے پتا چلا تو وہ مرجائے گی (ہاہاہاہا) ارے یہ کیا نور سحر کو بلڈ کینسر ہی بہت دکھ ہوا، کامی نیک ہو گیا ویسے یقین نہیں آیا۔ نگہت جی ویری گڈ۔ ''نصیبوں والی'' چٹخارے دار نمو بڑی میٹھی لگی، ہماری معاشرے میں یہی ہوتا ہے عورت کو ہمیشہ کمپرومائز کرنا پڑتا ہے نسیم جی بہت سی داد۔ ''کام کی بات'' فریحہ پر بڑا غصہ آیا اگر میں اس کی جگہ ہوتی تو لاڈلی بہو کی چٹیا پکڑ کر اسے وہی سے گرائی جہاں سے لنک کردہ حکم صدر کرتی ہے۔ شاباش حشام بچے جو ماں کی آنکھیں کھول دیں حنا بشریٰ ویری گڈ۔ ''بن جاؤ میت میرے'' میں شاہا کا کردار پسند آیا، لو جی یہ کون سے سائیں کے پاس چلے گئی، تانیہ پر بڑا غصہ آیا (ایویں پنگے لیندی اے) ہائے اللہ جی ''بازل ابرو'' نام پڑھ کر منہ ہی ٹیڑھا ہو گیا (ہاہاہا) شاہا کا اس پر فائر کرنا تھوڑا سا اوور لگا (ڈونٹ مائنڈ) سکندر صاحب تو واقعی لو برڈ نکلے ان دونوں کو ایک کر کے ام زوہا خراج تحسین پیش کرتی ہوں، شاعری بھی کمال کی تھی (ارم جی والا کمال نہیں) ہاہاہا، یہ اسٹوری اسٹوری آف دا منتھ تھی۔ ''دھنک رنگ'' صبا ایشل کی اسٹوری بھی ٹاپ تھی۔ بہت سی داد، آخر میں اپنی موسٹ فیورٹ اسٹوری ''زہر عشق'' پر بات ہو جائے، ویسے حرا کی ساتھ برا ہوا، بہت دکھ ہوا پھر میکائل نے لیزا کو چلنے کا کہا تو مجھے اپنی

آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ اس لائن کو پھر پڑھا لیزا سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی لیکن رستے میں جو خبر ملی اس سے پہلے میری چیخ نکل گئی۔ لیزا کا درد محسوس کر کے بہت روئی۔ بھائی ہو تو شرجیل جیسا، لیزا پر ماضی کھل گیا۔ عفان کوئی اور نہیں اس کا باپ تھا (اللہ بخش دے) ہاہاہا۔ عائزہ بیگم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ویسے اقرا جی یہ اسٹوری حقیقی ہے؟ ویری ویری شاباش۔ "بیاض دل" میں سب کے شعر اچھے تھے۔ "ڈش مقابلہ" میں سب کی ڈشز چکھی، شاباش بچوں لگے رہو۔ "نیرنگ خیال" میں منزہ حیدر اور ظہیر بھائی کی نظمیں، بہت اچھی تھیں۔ ایمان جی میں نے کون سا جرم کیا ہے، جو آپ نے میری اتنی محنت سے ایک ہفتہ میں تیار کی گئی پیاری سی چھوٹی سی تحریر "کلین شیو" نہیں شائع کی۔ پلیز اس بار کر دیں۔ "دوست کا پیغام آئے" ہمیں بھی کوئی پیغام بھیجے تاکہ ہم بھی اس خوشی کو محسوس کریں ناں۔ "یادگار لمحے" سب ٹاپ پر تھے پھر آئے پسندیدہ اور دلچسپ "آئینہ" کی طرف جہاں سب لڑکیاں تیار ہو رہی تھیں اور کچھ لڑ رہی تھیں۔ ہٹو میں بھی دیکھوں آئینے میں میں کیسی لگ رہی ہوں" اور کچھ شہلا جانی سے شکایت کر رہی تھیں۔ میرا ہیئر اسٹائل ابھی نہیں بنا، میرا آئی لائنر ایک آنکھ پر موٹا ہی اور ایک پر پتلا وغیرہ وغیرہ......

ہم بہت مایوس ہوئے شہلا جانی آپ نے میرا تبصرہ شامل نہیں کیا (کوئی گل نہیں) اگر اب بھی آپ نے میرا تبصرہ شامل نہ کیا تو میں آپ کی کرسی چھپالوں گی جس پر بیٹھ کر آپ جواب دیتی ہیں (ہاہاہاہا) سنبل ملک کا تبصرہ پسند آیا۔ سنبل جی آپ کو تو نہیں لیکن ہمیں ڈسٹ بن کی زینت بنا دیا گیا۔ ایمن غفور جی بڑے مزے کا تھا آپ کا کیک میرا مطلب تبصرہ۔ آپ دینہ اسٹاپ پر رکی تھی ناں میں نے آپ کو دیکھ لیا تھا، چھپ کے کیک کھاتے ہوئے (ہاہاہاہا) شہلا جانی ظہیر بھائی نے تو کہانیوں پر تبصرے کیے تھے آپ غصہ ہوئیں تو دیکھیں بچے کا منہ لٹک گیا۔ (ہاہاہا) کوئی بات نہیں ہم آپ کو داد دیتے ہیں بھائی جی آپ کا تبصرہ بھی اے ون تھا۔ باقی سب کے تبصرے بھی اچھے تھے۔ "ہم سے پوچھیے" میں ہم نے پوچھا تھا لیکن ہمیں غائب کر دیا گیا، کوئی نئی جی اگر میرے سوال محفوظ ہیں تو شائع کر دیں، ہم خوش ہو جائیں گے۔ شہلا جانی جانتی ہوں میرا تبصرہ بہت لمبا ہو گیا ہے لیکن پلیز چھوٹی سی خواہش پوری کر دیں یہ خط شائع کر کے (میں آپ کو ڈیری ملک دوں گی) اللہ آپ سمیت سب مسلمانوں پر رحم فرمائے آمین۔ اللہ حافظ۔

☆ڈیئر جانو! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید اور پچھلے ماہ آپ کی ڈاک موصول نہیں ہوئی تو اس وجہ سے آپ کسی بھی سلسلے میں شرکت نہیں کر پائیں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ سب سے پہلے آنچل کی سالگرہ مبارک ہو اس بار سرورق پر حمیرا مغل براجمان تھیں۔ انہیں دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہوگئی

خیالوں میں بھٹک جانا
تیری یادوں میں کھو جانا
بہت مہنگا پڑا ہم کو
فقط اک تیرا ہو جانا

یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ اپریل کا شمارہ سالگرہ اور رمضان نمبر ہوگا۔ "حمد و نعت" اور "سورۃ القدر" دانش کدہ پڑھ کر ایمان کو تر و تازہ کیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ فوزیہ سحر کائنات کی والدہ، طلعت نظامی کی والدہ کو ریحانہ امجد بخاری کے بھیا کو اور میرے جیٹھ کو اور عمران احمد کو جنت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل دے آمین۔ اس بار "ہمارا آنچل" میں اقرا سرور تھیں۔ ان کے بارے میں جان کر اچھا لگا۔ اس بار "بیاض دل" میں شمائلہ، ارم صابرہ، امبرین ملک، ثناء فرحان، جویریہ ملک، سودائے محمد سردار، رقیہ ناز، دلکش مریم، ہالہ سلیم، ماہ نور، تنزیلہ ہاشمی، ہوشین گیلانی کے اشعار "ڈش مقابلہ" میں نجم انجم اعوان، شہزادی، فرخندہ، عظمیٰ فرید، ارم آصف ملک، سحر خالہ مہوش سلطانہ کی ریسپیز "نیرنگ خیال" میں کرن ملک، نیئر رضوی، فریدہ جاوید فری، سعدیہ قریشی، انجم

زہرہ، نعیم انصر ہاشمی، فائزہ بھٹی، طیبہ خاور سلطان، کوثر خالد، مدیحہ نورین مہک "دوست کا پیغام آئے" میں ماہی خان، امامہ، حرا افتخار، حرا گل غفور، وقاص عمر، گلشن چودھری، رخسانہ مبین چودھری، ثمرہ گلزار، ایمن غفور چوہان، رمشا آصف "یادگار لمحے" میں شازیہ نور، علشبہ خان، شائستہ جٹ، صوبیہ شہزادی، ماہا بشیر حسین، نادیہ گل، اقرا جٹ، مہوش فاطمہ بٹ "آئینہ" میں سونیا اداس، عنابیہ ملک، صائمہ علی شیر، فہمیدہ جاوید، کبریٰ غفور، زہرہ فاطمہ، اللہ رکھا چودھری، ظہیر ملک "ہم سے پوچھیے" میں عظمیٰ فرید، ارم کمال، ڈاکٹر جاذبہ عباسی چھائیں رہیں۔ اس بار "ہم سے پوچھیے" میں آپ نے میرے آخری سوال کا جواب معیوب سا دیا ہے۔ دعا ہے آنچل کی تمام بہنیں خوش و خرم رہیں۔ اجازت دیں۔ اللہ حافظ۔

صائمہ علی شیر...... خانپور۔ السلام علیکم! پوری آنچل وحجاب ٹیم کو سب سے پہلے میری طرف سے عید الفطر بے حد مبارک ہو۔ اللہ پاک سب کو بے حد خوشیوں سے نوازے۔ غم قریب سے بھی نہ گزرے آمین۔ تو جناب ہم بے پناہ مصروفیت کے باوجود (رمضان المبارک اور پڑھائی کی) دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پھر سے کاپی قلم لے کر بیٹھ گئے کیونکہ ہم نے سوچا مئی کے آنچل پر تبصرہ نہ کرنا اس کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ماڈل گرل پیاری لگ رہی ہے آنٹی سعیدہ کی "سرگوشیاں" کا ہر ہر لفظ دل میں اتر جانے والا ہوتا ہے ماشاء اللہ۔ "حمد و نعت" لکھنے والوں کے واری صدقے جاؤں، بہت خوب یوں ہی اپنے قلم سے ہیروں موتیوں (حمد و نعت) کی مالا پروئے رہیں آمین۔ "در جواب آں" میں بھی آنٹی خوب سب کے لاڈ اٹھا رہی ہیں۔ سوائے ہمارے (ہی ہی ہی) کتنا پیارا انداز ہوتا ہے ناں آنٹی کا اللہ آپ کا اخلاق مزید بلند کرے۔ "ہمارا آنچل" (سب کا آنچل) سونیا اداس و مدیحہ طارق سے ملے تو دونوں کو بہت حساس و فرسٹ کلاس پایا سدا خوش رہو دونوں، ہر خواب پایہ تکمیل تک پہنچے آمین۔ سلسلہ "دانش کدہ" میں تو ہماری دنیا وآخرت کی زندگی سنوارنے کا مکمل سامان موجود ہوتا ہے اتنا پیارا سلسلہ ہمارا آنچل ہمیں پڑھنے کو دیتا ہے ماشاءاللہ۔ "تو اے میرے چارہ گر" آپی نگہت سیما آپ کے ہاتھ میں تو لگتا ہے کہ جادو ہے واہ نور سحر اتنی اچھی لڑکی اور اسے اتنی بری بیماری قسم سے دل بہت دکھی ہوا اس کی بیماری جان کر اور انداز تو ہو ہی رہا ہے کہ نور سحر زندگی سے وفا نہ کر پائیں گی اگر ایسا ہو گیا تو میں تو بہت رووں گی قسم سے اتنے پیارے نام والی اور اپنی بہن کے لیے اتنی قربانیاں دینے والی لڑکی اندر سے کتنی ٹوٹی ہوئی ہے۔ پلیز آپی اینڈ اچھا کیجیے گا کہانی کا پریا تھوڑی خود غرض سی لگی، ڈاکٹر عفان کا کردار بھی لاجواب ہے اگلی قسط میں دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ "سانسوں کا سفر" بھی خوب سے خوب تر ہوتی جارہی ہے، اجمل بھائی لڈیاں پاؤ آپ کی ماما مان گئی ہیں۔ عبدالحنان کے نخرے ہی ختم ہونے میں نہیں آرہے پر وہ بھی کیا کرے بیچارہ بیماری کوئی بھی ہو انسان کو چڑچڑا بنا دیتی ہے۔ آیت بی بی تم اپنے انجام کا انتظار کرو شجر کی ساری ہریالی (خوشیاں) چھین کر تم کیسے چین سے رہ سکتی ہو؟ آمنہ کی بھی آزمائشیں ختم ہوئیں شکر ہے۔ "بن جاؤ میت میرے" آپی ام زویا کا انداز تحریر تو سب سے جدا ہوتا ہے۔ شاہانے بھی آخر اپنے حصے کی خوشیاں پالیں، بازل کا انجام بھی ٹھیک ہوا کمینہ شخص شاہا کا یہ جملہ کہ "اللہ نے ہر عورت کو یہ حس دی ہے کہ وہ محبت اور ہوس کا فرق مرد کی آنکھوں سے ہی بھانپ لیتی ہے" سو فیصد درست ہے ام آپی پلیز جلدی جلدی لکھتی رہا کریں آپ کی کہانیوں کا بہت انتظار رہتا ہے ہمیں۔ "زہر عشق" میں بھی سب کچھ واضح ہو گیا لیزا کے ساتھ میکائیل نے واقعی بہت برا کیا۔ باپ کا کیا اولاد کے آگے آ گیا۔ "کام کی بات" بالکل بھی کام کی نہ لگی سوری حنا بشریٰ جی آپ کی تحاریر مجھے بہت متاثر کرتی ہیں لیکن یہ نہ کرسکی پچپن بار "لاڈلی بہو" کی تکرار "لاڈلی بہو" ہوگئی کیا ہوگئی۔ انداز تحریر بلاشبہ بہت بھایا مجھے آپ کا لیکن موضوع بالکل اچھا نہیں لگا اور دوسرا لاڈلی بہو کی تکرار نے کہانی کا حسن ماند کر دیا سوری ایکین۔ "نصیبوں والی" نگہت نسیم آپ بھی چھا گئیں دے آف رائٹنگ زیادہ اچھا تھا آپ کا لکھتی رہا کریں۔ "دھنک رنگ" صبا ایشل آپی کا تو نام ہی کافی ہے۔ "آئینہ" میں اس بار سب کے ہی تبصرے پسند آئے ایمن غفور کا مزاحیہ انداز میں تحریر کیا گیا تبصرہ زیادہ اچھا لگا، طیبہ ملک نے بھی خوب لکھا،

وشی ملک، عروشہ اور نئی قارئین کو خوش آمدید۔ شمائلہ کاشف کی محفل بھی کافی پر رونق تھی۔ مائرہ ملک کا پہلا سوال اور اس کا جواب نے خوب ہنسایا۔ ”نیرنگ خیال“ میں سب نے ایک دوسرے سے بڑھ کر لکھا۔ آنٹی کوثر، انیلا طالب، منزہ، سیدہ رابعہ، صباحت، مبارک صدیقی، کنزیٰ سب کی شاعری زبردست تھی۔ ”بیاض دل“ میں بہت سے اشعار و قطعات پرانے تھے۔ ”دوست کا پیغام“ میں آپی نازیہ کا خط دیکھ کر خوشی بھی ہوئی اور اداسی بھی اللہ پاک آپ کی پریشانیوں کو دور فرمائے آمین۔ چلیں جی اب اجازت دیجیے رب راکھا۔

علیشہ چوہدری...... حویلیاں ۔السلام علیکم! میری طرف سے تمام قارئین پہ ڈھیروں ڈھیر سلامتی کے تحائف۔ مجھے آج دل نے کہا کہ خاموشی کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر لفظوں کی زمین پر قدم رکھا جائے، کتاب سے گر محبت ہے تو پھر اسے بتلایا جائے، لفظ اگر قیمتی موتی کی طرح دل میں اتر جاتے ہیں تو پھر ان موتیوں کو تراشا جائے، دل کی بھی تو ماننی چاہیے ناں تو اسی لیے جب دل نے دماغ کو بھی رضا مند کر لیا تو میں نے سب چھوڑ چھاڑ قلم کو تھام لیا۔ قلم اور ہاتھ کے ساتھ نے مجھے لکھنے پر اصرار کیا تو میں نے بھی مسکرا کر سفید کاغذ پر کچھ لفظ چن دیے۔ جی ہاں کتابوں اور لفظوں سے عشق کچھ یوں ہی ہے کہ آج میں نے خاموشی کو کسی ڈبے میں بند کر کے کچھ لفظوں کو وقت دیا۔ کتابوں کی زبان تو نہیں ہوتی لیکن اپنی میٹھی زبان سے اتنا کچھ سکھا جاتی ہیں کہ بس...... کبھی اقرا صغیر احمد کے ناول ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ کی ہیروئن خاموشی سی نیک دل سودہ بننے کو دل چاہا تو کبھی صائمہ قریشی کے ناول ”مٹھے دی ماری میں جھلی“ کی معصوم سکینہ، کبھی عشنا کوثر سردار کے ناول ”اکائی“ کی فاطمہ کی کچھ خوبیاں چرائیں تو کبھی ام ایمان قاضی کے ناول ”سانسوں کے اس سفر میں“ شجر جیسا لاپروا اور صاف دل بننے کا ارادہ کر لیا۔ ہر ایک کردار کی اپنی ایک صفت اور خصوصیت، یہ آنچل ایک ننھی سی کتاب، یہ صفحوں پہ بکھرے موتیوں کے جیسے الفاظ نہ صرف تفریح کے لیے ہیں بلکہ ان میں چھپی اصلاح تربیت کا عنصر لیے کچھ باتیں کچھ سچ حقیقتیں کہیں عبرت کا نشان بنے کچھ کردار تو کہیں نیک دل خوشیاں بکھیرتے آنچل کا اور میرا ساتھ بہت پرانا تو نہیں مگر مضبوط بہت ہے۔ میری تنہائی پسند ذات کو یہ آنچل اتنا بھایا کہ میں نے ہمیشہ کے لیے اسے اوڑھ لیا، کتابوں سے یہ عشق بچپن سے ہے اور سدا رہے گا۔ سرفہرست آنکھوں کی ٹھنڈک دل کا نور اور روح کا سکون قرآن مجید اللہ کا کلام خوب صورت کلام۔ چلیں جی، بہت ہوگئی باتیں اب تھوڑا تبصرہ بھی ہو جائے تو سب سے پہلے آنچل کے دروازے پہ کھڑی سادگی کی تصویر سر پہ آنچل اوڑھے محو انتظار نظر آئی ہم نے اسے زیادہ انتظار نہیں کرایا اور آنچل گھر میں داخل ہوئے جہاں سب سے پہلے ملاقات سعیدہ نثار خاتون سے ہوئی جن کی ”سرگوشیاں“ بہت خاص تھیں۔ اس دنیا میں اللہ کے بعد ماں ہی تو ہے جو بے لوث محبت و پیار نچھاور کرتی ہے، ایک سچا مخلص خوب صورت رشتہ ماں کی صورت میں۔ آگے بڑھے تو عمیس احمد کی خوب صورت ”حمد“ اور نعیم النصر صاحب کی موتیوں کی لڑی جیسی ”نعت“ پڑھ کر بے اختیار اللہ اور نبی ﷺ پہ پیار آ گیا۔ مشتاق احمد صاحب کے قیمتی الفاظ دماغ میں روشنیوں کو منور کرتے ہیں ایمان، امید اور یقین سے بھرپور۔ سونیا اداس اور مدیحہ طارق آپ دونوں کو پڑھ کر اچھا لگا اور پھر جب مسکرا کر اشارے سے ایمان قاضی نے اپنے پاس بلایا تو میں فوراً بھاگ کر ان کے ساتھ ”سانسوں کے سفر میں“ شامل ہوگئی آیت حسد میں مبتلا ہوئی وقتی طور پر اسے وہ مل گیا جو اس نے چاہا لیکن اب ایک پل بھی اسے سکون کا میسر نہیں بلاوجہ کسی سے حسد بغض، عناد کیوں کر کہ جب اللہ اپنی مخلوق سے ستر گنا محبت کرتا ہے تو پھر کیوں ہوتے ہیں کسی سے بلاوجہ نفرت کرنے والے آیت تمہارے عبرتناک انجام کا بھی کو انتظار ہے اور بشرہ تمہارے ہمت اور حوصلے کو داد تمہیں بھی صبر کا پھل انتہائی میٹھا ملے گا جب عبدالحنان مسٹر کا دماغ ٹھکانے آئے گا، ایک تو پہلے ہی بشرہ حنا کی صحت کی وجہ سے ڈسٹرب اوپر سے مزید اس کا رویہ سیلوٹ ہے بشرہ کو کہ بکھرتے بکھرے پھر خود کو سمیٹ لیتی ہے اور فجر کی بھی بات سننا شروع ہو چکی تم دونوں کے لیے مبارک باد آمنہ اجلال کی زیست میں سکون میسر آیا شکر ہے اماں جان اور اماں

کی بھی معافی تلافی و گفتگو کچھ اطمینان دلا گئی، مبارک ہو عنایت بھی آپ کی ملاقات اماں جہاں سے ہوگئی۔ اماں جہاں کی حالت اف اپنا بویا کاٹنا بھی کتنا مشکل ہے ناں؟ آہ عبدالمعیز صرف سانس لینے کو ہی تو جینا نہیں کہتے ناں سنبھالو خود کو کہ منتہا بھی سکون پائے۔ ''زہر عشق'' اقرا اصغیر آپی اس دفعہ اسٹوری تیزی سے آگے بڑھی، وقار عفان تم تو انجام کو پہنچے تمہارے تمام تر خدشے درست ثابت ہوئے۔ بیٹی کی گمشدگی میں جو اذیت ناک پل تم نے گزارے ہوں گے وہ تمہاری سخت ترین سزا تھی اور یہی مکافات عمل ہے عائزہ خاتون کے فیصلے پر میکائیل نے مرتا کیا نہ کرتا کہ مصداق سر جھکا ہی دیا۔ اب آگے دیکھیں گے کیا ہوتا ہے؟ صبا ایشل کا افسانہ ''دھنک رنگ'' وقت کے ساتھ بدلتے مختلف رنگ انسان کو بھی بدلنے پر مجبور کردیتے ہیں بشیر دنیا کے رنگ میں رنگ تو گیا لیکن اصل خوشی کو کھو گیا کہ دنیا کے بدلتے رنگ ناقابل فہم تھے۔ حنا بشریٰ کا افسانہ بھی سبق آموز تھا ایک طرف فریحہ کے جواعزاز رکھتی بھی لاڈلی بہو کا لیکن اس کی تمام تر کوششوں اور قربانیوں کو کوئی خاطر میں ہی نہیں لاتا تھا لیکن احساس کرنے والے بچے ہشام نے ماں کو کام کی بات بتا کر واقعی کمال کردیا بلاوجہ زیادتی سہنا کا کوئی فائدہ نہ ثواب الٹا انسان خود پہ ہی ظلم کرتا ہے سو دوسروں کو بھی احساس دلانا چاہیے کہ ہم بھی انسان ہیں۔ خط کچھ زیادہ لمبا نہیں ہوگیا او کے جی۔ تمام قارئین کے لیے بہت ساری دعائیں اور عیدالفطر کی خوشیاں بہت بہت مبارک ہو۔ مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

☆ ڈیئر علیشہ! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید ہم اب امید کرتے ہیں کہ اب ہر ماہ آپ بھرپور تبصرہ کے ساتھ شریک ہوا کریں گی۔

یاسمین کنول...... پسرور ۔السلام علیکم! دیگر احوال یہ ہے کہ مئی کا آنچل رمضان کے وسط میں ملا ماڈل سادگی و رعنائی کا بھرپور تاثر لیے ہوئے اچھی لگی۔ براندہ نمایاں رہا۔ ''سرگوشیاں'' کا آغاز ہی رمضان المبارک کی برکات سے ہوا اچھا لگا۔ آپ نے معاشرے اور تخلیق کار کے تعلق کو بڑی نفاست سے بیان کیا ہے ماشاء اللہ۔ واقعی سبق آموز اور اصلاحی موضوعات آنچل کی پہچان ہیں۔ ماں کے عالمی دن کے حوالے سے آپ نے دریا کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش کی ہے ماشاءاللہ منفی پہلو بھی آپ نے بتادیا کہ بچوں کے پاس ماؤں کے لیے وقت نہیں فی زمانہ یہ بات بڑی شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔ سلمان صدیقی کی نظم بڑی پیاری لگی ''ماں'' مختصر مگر پر تاثیر سطریں دل میں اتر گئیں۔ ''حمد و نعت'' پسند آئیں سبحان اللہ جھنگ سے کیا حمد و نعت صفحہ قرطاس پر ابھری ہیں۔ دوستوں کے نام تازیہ کنول نازی کا پیغام متاثر کن ہے ان کے والدین یکے بعد دیگرے ان سے بچھڑ گئے، شدید صدمہ میں ہیں ایسے میں بعض اوقات ذہنی کام خوش اسلوبی سے سرانجام نہیں پاسکتا۔ اللہ تعالیٰ صبر جمیل بخشے اور وہ اپنی پہلی جیسی زندگی شروع کرسکیں، اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں ان شاءاللہ ضرور وہ ہم سب کے لیے اچھی تخلیق کے ساتھ آئیں گی، امید پر دنیا قائم ہے۔ نگہت نسیم کی تحریر ''نصیبوں والی'' بہت اچھی لگی۔ غزالہ رشید کو اپنی کتاب ''نہاں اور عیاں'' پر مبارک باد پہنچادیں اللہ کرے زور قلم اور زیادہ باقی باتیں آئندہ اجازت، والسلام۔

☆ ڈیئر یاسمین! سب خیریت تو ہے ناں اس بار اتنا مختصر سا تبصرہ۔

شہرین اسلم...... چوک شاہدرہ بھلوالپور ۔ پیاری شہلا جی، دوستوں آنٹیوں، بہنوں کو میری طرف سے پیار اور خلوص بھرا اسلام۔ جی تو کیا حال چال ہیں امید ہے جہاں بھی ہوں گے میری دعاؤں سے خیریت سے ہی ہوں گے۔ آفٹر آل آپ سب میری دعاؤں میں شامل ہیں پلیز مجھے بھی اپنی اسپیشلی دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔ مہربانی ہوگی شہلا جی سو نائس آف یو ہر بار آپ آئینہ میں جگہ دیتی ہیں اور ہاں مجھے بہت خیال ہے آپ کے نازک دل کا اس لیے بتارہی ہوں کہ ہوا کچھ یوں کہ ہم لوگ لیٹر پوسٹ کرانے گئے اور ساتھ میں ایڈریس لے جانا بھول گئے جیسے ہی انکل کو دینے لگے انویلپ

میں ڈال کرا چا تک یاد آیا ایڈریس تو لکھا ہی نہیں اور یاد تھا نہیں دونوں کو ہی پھر کیا بشریٰ میڈم کو جو ایڈریس یاد آیا لکھوا دیا میں نے اتنا منع کیا کل پوسٹ کرا دیں گے مگر نہیں کہتی لکھ دو یہی ایڈریس اللہ کے حوالے کر دو پہنچ جائے گا پھر اس کی مہربانی سے آنچل سے غائب تھے ہم خیر کوئی بات نہیں بڑے بڑے شہروں میں ایسی چھوٹی چھوٹی بے وقوفیاں چلتی ہیں۔ ہاں تو جی آنچل کا ٹائٹل لاجواب تھا بہت پیارا اسٹائل لگا ثناء جی کا آئی لائنر بہت پیارا لگا اس کے بعد "سرگوشیاں" میں پیاری پیاری سرگوشیاں سنی "در جواب آں" میں کس طرح شرکت کی جا سکتی ہے بہت خواہش ہے میری، عشنا جی کو بالکل ٹھیک مشورہ دیا ہے آپ نے اور عشنا جی اللہ آپ کی والدہ اور بھائی کو صحت و تندرستی دے آمین۔ "سورۃ القدر" مشتاق احمد قریشی سر اللہ آپ کو ترقی اور کامیابیاں عطا فرمائے، آپ کے علم میں اضافہ فرمائے آمین۔ "ہمارا آنچل" میں ارم آصف جی اچھے لگے آپ کے جوابات یو آر سو ٹیلنٹڈ گرل دعا ہے آپ جلدی سے اچھی سی رائٹر بن جائیں آنچل اسٹاف جی ہماری باری کب آئے گی آنچل کے صفحات پر ہمارا اکلوتا نام کب جگمگائے گا پلیز ذرا غور کیجیے گا۔ آنچل اور آپ کا ساتھ پڑھ کر حیران ہوئی اتنی طویل رفاقت رائٹر کی ہمارے آنچل کے ساتھ بہت خوشی ہوئی اللہ نظر بد سے بچائے آمین اور یہ ساتھ یونہی قائم رہے۔ مکمل ناول میں "اے میرے چارہ گر" نگہت جی کا نام دیکھ کر جلدی کہانی پڑھی مگر یہ کیا کچھ سمجھ ہی نہیں آئی۔ آئی تھنک اگلے ماہ لکھنا بھول گئے۔ ماہ نور ہی نور سحر ہے کس طرح وہ انڈسٹری میں آئی نیکسٹ کا انتظار ہے۔ "زہر عشق" میں ہم نے سمجھا کیا اور ہوا کیا اب میکائل جی اپنی خالہ کا بدلہ لے رہے ہیں کیا ابھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا پلیز اقرأ جی زیادہ طویل مت کیجیے گا اچھا اختتام کیجیے گا۔ "اکائی" کے لیے اتنا ہی کہوں گی سو بورنگ سوال پر سوال کوئی بات ہی نہیں ہوتی، ناول کو اینڈ ہو جانا چاہیے جلدی۔ "سانسوں کے سفر میں" ویلڈن ام ایمان جی ایسے ہی سکون برباد ہونا چاہیے آیت میڈم کا (اب آئی نہ عقل ٹھکانے پر) عبدالحنان کے لیے اب کیا کہوں محترم کے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے موصوف کو تھوڑی عقل دیں پلیز عنایت بی نے معاف کر کے اچھا کیا مانا کہ بہت غلط کیا دونوں نے مگر احساس تو ہے ناں ان کو۔ افسانے تمام اچھے لگے خاص کر "دھنک رنگ" وری نائس صبا ایشل جی اچھا پیغام دیا۔ "بیاض دل" میں کبھی ہمارا بھی خیال کر لیا کریں میمونہ جی اتنی محنت سے لکھتے ہیں شعر سب کے شعر پسند آئے۔ "ڈش مقابلہ" لاجواب تھا۔ "نیرنگ خیال" میں غزلیں پسند آئیں۔ "دوست کا پیغام" تو موسٹ فیورٹ ہے۔ "یادگار لمحے" مجھ سمیت اوور آل بیسٹ تھا آئینہ آپ کی صحت پورا رسالہ ہی بہت عمدہ اینڈ اعلیٰ اب اللہ حافظ۔

رضوانہ وقاص...... ہری پور کرلاں۔ پیاری دوستوں، بہنوں کو محبتوں بھرا اسلام، امید کرتی ہوں سب ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ آنچل پچیس تاریخ کو ملا اس دفعہ میں خود لے کر آئی اپنے شوہر کے ساتھ بازار گئی تھی میری آنچل سے دیوانگی گاڑی میں ہی پڑھنا شروع کر دیا۔ ماڈل ثناء امجد ہنستی مسکراتی اچھی لگی "سرگوشیاں" پڑھی دعا ہے کہ اللہ اس کرونا جیسی موذی بیماری کو ختم کرے آمین۔ عید آنے والی ہے اللہ کرے سب مسلمانوں کے لیے اچھی ہو اور رمضان کے بابرکت مہینہ کی فضیلت تمام مسلمانوں کو حاصل ہو آمین اور سب دوستوں، بہنوں سے دعا کی درخواست کہ میرے لیے خصوصی دعا کرنا ہے شکریہ۔ اللہ مجھے جلد از جلد ٹھیک رکھے اور میں پہلے جیسی چلتی تھی چلنے لگ جاؤں آمین۔ "حمد و نعت" پڑھی میری حمد و نعت کو کب جگہ ملیں گی جی۔ "ہمارے آنچل" کے انٹرویو اچھے لگے آنچل کی ٹیم کو مبارک باد ڈھیروں دعائیں اور محبتیں آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے، آمین۔ مکمل ناول پڑھا نگہت سیما کا بہنوں کی محبت اچھی لگی لیکن زرمین نور کے ساتھ ڈاکٹر عفان کو دیکھ کر کیوں اتنی اپ سیٹ ہو گئی۔ کامران بالکل اچھا نہیں لگا اپنی ہی کزن کے ساتھ اتنا برا رویہ۔ کہانی اچھی تھی۔ عرضی نکہت تسیم نے بھی اچھا لکھا کہانی پسند آئی واہ جی کیا بات ہے۔ "زہر عشق" پڑھا میکائل نے لیزا کو اغوا کر کے اچھا نہیں کیا اب اس کی سزا ابھی بھگتیں۔ ناول "سانسوں کے اس سفر میں" آیت بی بی کے ساتھ جو ہو رہا ہے اچھا ہو رہا ہے جو دوسروں کا برا چاہے کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔ اس نے شجر کے ساتھ بہت برا کیا ہے پلیز ایمان آپی اب شجر کے ساتھ برا نہیں

کرنا اسے عمیر ہی ملنا چاہیے اور آیت کا پردہ جلد از جلد فاش کرنا ہے۔ عنایت بی کو پتا چل گیا کہ آمنہ اماں جہاں کی پوتی ہے اسی معاف کر کے اپنالیا اچھا کیا۔ شعرہ بہت محبت کرتی ہے حنان سے اجمل کو قبر ملنی چاہیے۔ "دھنک رنگ" بھی اچھی لگی۔ "بیاض دل" میں مجھے سب کے ہی شعر اچھے لگے کسی ایک کا نام بتا کر کسی کو ناراض نہیں کرنا واقعی سب کے ہی شعر مجھے بہت ہی پسند آئے میں اپنی ڈائری میں لکھوں گی ان شاء اللہ۔ "نیرنگ خیال" سارا پسند آیا ہے۔ "دوست کا پیغام آئے" عائشہ شکیل شکریہ یاد کرنے کا۔ مدیحہ نورین کو شادی کی سالگرہ مبارک ہو۔ رمشا شکریہ آپ نے یاد کیا تھکی تو نہیں ہوں تبصرہ کر کے اس دفعہ میرے خط کو جگہ نہیں ملی دعا کیا کریں کہ اللہ مجھے ٹھیک کر دے آمین آپ کی دعا کی ضرورت ہے۔ جویریہ ملک شکریہ آپ نے یاد کیا باقی سب نے بھی اچھا لکھا۔ "یادگار لمحے" ہمیشہ کی طرح یادگار ہے سب نے اچھا لکھا ہوا ہے شکریہ جویریہ آپی مجھے بھی یادگار لمحے میں جگہ دی شکریہ بہت بہت۔ "آئینہ" نہ دیکھیں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا شہلا آپی کوشش تو کرتی ہوں کہ جلدی پڑھ کر خط ارسال کر دوں اگر خط مہینہ کے آخر میں جمعہ آئے تو آگے دو چھٹیاں ہوتی ہیں اور جمعہ کو زیادہ ضروری نہ تو بازار جانا تو میرے شوہر نہیں جاتے کہ جمعہ کو بارہ بجے ڈاک خانہ بند ہو جاتا ہے۔ پلیز شائع کرنا ہے خط اس دفعہ پھر ردی میں نہیں ڈالنا خط۔ میں بہت مشکل سے لکھتی ہوں آپی اس دفعہ خط لکھتے میری کاپی ہی ختم ہوگئی۔ اب صفحے ڈھونڈ رہی ہوں کیونکہ بچے گھر پر نہیں ہے سب میچ کھیلنے چلے گئے ہیں۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ وہ کسی کو بیمار نہ کرے۔ اللہ سب کو صحت والی زندگی دے آمین۔ فائزہ بھٹی شادی کی بہت بہت مبارک باد قبول ہو کیونکہ جب خط آئے گا آنچل میں آپ کی شادی ہو چکی ہوگی۔ اللہ آپ کو خوش و خرم رکھے آمین۔ جویریہ شکریہ آپ کو میری کمی محسوس ہوئی میرا خط ردی کی ٹوکری میں شہلا آپی نے لگتا ہے پھینک دیا تھا امید ہے اس دفعہ میرا تبصرہ اچھا ہوگا مجھے کرسی ملی گی۔ شہلا آپی آپ نے بتانا ہے کس کا تبصرہ آپ کو پسند آیا ٹھیک ہے۔ سب کے تبصرے پسند آئے ہیں۔ اللہ رکھا بھائی کدھر غائب ہو گئے، اس دفعہ بہت سے چہرے آئینہ میں نظر نہیں آرہے جی کدھر چلے گئے سب کے سب، لگتا ہے عید کی تیاری کر رہے ہیں سب۔ آپ سے ایک بات کرنی ہے کہ ایک ایسا سلسلہ شروع کریں جس میں ہم دوستیں بہنیں کوئی سبق وظیفہ آتا ہو ہر مہینے کے مطابق وہ بتایا جائے آپ کو میری بات کیسی لگی بتانا ہے اچھا خط میں کوئی غلط ہوئی تو چھوٹی بہن دوست سمجھ کر معاف کرنا اللہ حافظ۔

ظہیر ملک...... ھارون آباد۔ السلام علیکم! آنچل سٹاف اور مصنفین بہنیں امید ہے آپ سب بخیر و عافیت ہوں گی۔ مئی کا شمارہ عمدہ سرورق کے ساتھ ملا دیکھنے میں تو سادہ بنایا گیا لیکن عروج علی صاحبہ کی خوبصورتی نے سرورق کو جاذب نظر بنا دیا۔ فہرست ہمیشہ کی طرح دیکھی جس میں ہمارا کوئی کام نہیں سب بہنوں کو مبارک باد دیتے ہوئے سعید نثار صاحب کی سرگوشیاں پڑھیں جن کا ایک جملہ تو دل چھو گیا "اب بچوں کے پاس اب اپنے والدین کے لیے وقت نہیں رہا" یہ ہماری حالت زار کی عکاسی کرتا ہوا جملہ دل کو لگا اور یہ حقیقت بھی ہے ہمارے پاس سب فضول چیزوں کے لیے وقت بے بہا ہوتا ہے لیکن جب ماں باپ کی بات آئے تو ہمیں اکتاہٹ ہوتی ہے جیسے پتہ نہیں ماں باپ نے ہم سے کچھ لے جانا ہے۔ ماں باپ کو ہمارا کچھ نہیں چاہیے ہوتا ان کے لیے ہمارے پیار بھرے چند بول ہی کافی ہوتے ہیں اللہ ہمیں اپنے ماں باپ کا فرماں بردار بنائے آمین۔ "حمد" عمیس احمد صاحب کا کلام سبحان اللہ بالکل سچ بات لکھی آپ نے ہر مصیبت و دکھ کی گھڑی میں اللہ یاد آتا ہے کاش کہ ہم اپنی خوشی کے وقت بھی اپنے رب کو یاد کرتے۔ "نعت" نعیم انصر ہاشمی صاحب کا خوبصورت کلام پاک، آخری شعر نے تو جان ہی نکال دی بہت پیارا کلام لکھا۔ سر مشتاق احمد قریشی صاحب "سورۃ القدر" کی تفسیر ماشاء اللہ بہت عمدہ انداز میں ہر ماہ لکھ رہے ہیں۔ جہاں ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو بھی ملتا ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اس دفعہ ہمارا آنچل میں دو ادبی ستاروں سے ملاقات ہوئی جن کے خیالات کو اچھی طرح جاننے کا موقع ملا سونیا اداس صاحبہ کے لیے بہت دعائیں اور مدیحہ طارق صاحبہ کے لیے بھی دعائیں اور نیک خواہشات کا اظہار اللہ آپ

دلوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔ آنچل اور آپ کا ساتھ تین ادبی ستارے شامل تھے۔ اقبال بانو صاحبہ کے شوہر رضا الٰہی سے دنیا فانی سے کوچ کر گئے، دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے شوہر کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ عابدہ احمد عابی صاحبہ اور نازیہ جمال صاحبہ کے خیالات اور آنچل سے والہانہ محبت قابل داد تھی آپ کی مزید ترقی کے لیے دعا گو ہوں ویلڈن۔ "تو اے میرے چارہ گر" کا اول حصہ سسپنس اور تجسس پہ ختم ہوا تھا وہ تجسس جوڑنے میں تھوڑا وقت لگا لیکن جلد ہی سارے کردار سمجھ آنے لگے اور پھر سے ایک بار اپنا تسلسل برقرار کرلیا کہانی نے، کرداروں کے درمیان شوخیاں بھرتی تحریر کا حصہ دوم بھی اختتام کو پہنچا اور ہم نے جاری ہے دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھری نگہت سیما صاحبہ کو داد دی اور چل پڑے اگلی منزل میرا مطلب اگلی تحریر کی جانب۔ "نصیبوں والی" واقعی بھئی نصیبوں والی نکلی گل بی بی کے کردار کو شروع سے پڑھا تو کہانی کہیں اور جاتی دکھائی دی لیکن نہیں ان کی زندگی تو ویران تھی لیکن جیسے ہی نمو کا کردار کہانی میں آیا پڑھنے کا تجسس ہی بدل ہی گیا کہانی میں جان لوٹ آئی مرجھائی ہوئی کہانی نے واپس اپنا تسلسل جوڑا اور بہترین اختتام کے ساتھ دل میں گھر کر گئی، اللہ تعالیٰ نے جو نصیب میں لکھا ہے وہ ہر ایک کو ملنا ہے اور گل بی بی کے نصیب میں تنہائی تو تھی لیکن زندگی ویران نہیں تھی اس کے پاس امید تھی جو اس کا شوہر تھا، نمو کے پاس سب کچھ تھا اس لیے وہ نصیبوں والی بن گئی "نگہت نسیم" صاحبہ کے لیے، بہت دعا میں عمدہ کہانی لکھی آپ نے۔ "زہر عشق" کا حصہ سوم تسلسل کے ساتھ کہانی کو آگے بڑھا رہا تھا۔ "زہر عشق جس نے نا پیا وہ بھی پچھتائے اور جس نے پی لیا وہ بھی پچھتائے" یہ عشق نشے کی طرح ایک دفعہ لگ جائے تو پھر نشہ چھوڑ بھی دیں تو انسانی رگوں میں اس کا سرور رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح کہانی میں بھی ہو رہا ہے، زہر عشق پی تو لیا تھا لیکن جو اس کے تاثرات نکل رہے ہیں ان کو پڑھ کر مزہ بھی آرہا ہے اور کہانی کو مزید آگے لے جایا جارہا ہے، کہانی کو آگے بڑھانا کرداروں کو آپس میں جوڑنا ان میں ان بن کرنا بہت بہتر طریقے سے اس کہانی میں کیا جارہا ہے اقرأ صغیر احمد صاحبہ لکھتی رہیں ویلڈن۔ "کام کی بات" کہانی پڑھنی شروع کی تو مجھے لگا واقعی کوئی کام کی بات پڑھنے کو ملے گی، کہانی کو جیسے خود سے لمبا کیا گیا ہے ٹھیک ہے لاڈلی بہو "عائشہ" تھی وہ اپنا کام خود نہیں کرتی تھی یہ بار بار دہرانے سے کہانی کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ کہانی جیسے ہونے چاہیے تھی ویسے نہیں تھی، فریحہ تو چلو اپنے گھر کا احترام کرتی تھی کبھی پلٹ کر جواب نہیں دیتی تھی، عائشہ کا بھی ایسا منظر دکھایا جاتا جب فریحہ سیدھی ہوئی تو کہانی کو ختم کردیا گیا جو سمجھ میں نہیں آیا اور کام کی بات ڈھونڈتا رہ گیا "یہ بات تو سمجھ آگئی کہ ہر ایک کو اتنی ہی عزت دو جتنی وہ آپ کو عزت دے یہ نہیں کہ اپنے آپ کو ہی گرالو" کہانی میں اگر یہ مثبت پہلو ہوتا تو بہت زبردست جاتی تھی کہانی، میری تنقید کا برا نہ منایئے گا جو مجھے محسوس ہوا لکھ دیا، مزید محنت کریں کچھ نیا پن لائیں کہانیوں میں، وہی روایتی گھریلو ماحول بیان کرنا ہے تو نئے انداز میں کریں "حنا بشریٰ" صاحبہ کے لیے، بہت دعائیں، اپنی کوشش جاری رکھیں۔ "سانسوں کے اس سفر میں" سلسلہ وار ناول کی ام ایمان قاضی صاحبہ نے قسط نمبر تیرہ میں بہت کمال لکھا پچھلی کہانی کا تو علم نہیں لیکن جتنی قسطوں کا میں مطالعہ کر چکا ہوں وہ سب بہترین لاجواب اور قابل داد تھیں ماشاء اللہ بہت سی داد۔ "بن جاؤ میت میرے" کہانی کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے کہانی کا آغاز خوبصورت کیا گیا، کاروباری حالات سے شروع ہوئی کہانی آہستہ آہستہ محبت و پیار، شوخ و تلخ لہجوں اور ٹھنڈی آہوں سے بھرپور کہانی بالآخر اپنے زبردست انجام کو پہنچی، ہر کہانی میں منفی کردار ہوتے ہیں اس کہانی میں "بازل" کے کردار پر بہت غصہ آیا دل کر رہا تھا اسے جا کے خوب دھووں جو اتنی نازک حسینہ "شاہا" جیسی خوبصورت لڑکی کو بدنام کرنا چاہ رہا تھا، لیکن ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، رجاب کا کردار شروع میں تھوڑا بورنگ لگا لیکن آگے جا کر اس کی شاہا سے محبت قابل داد تھی "ام زویا" صاحبہ نے بہت خوب کہانی کے ساتھ انصاف کیا بیچ بیچ میں منظر نگاری کے بھی جوہر دکھائے بہت دعائیں اور ڈھیروں داد کہانی کے لیے۔ "آکائی" کے لیے میرے وہی جذبات ہیں جو ہر دفعہ میں لکھتا ہوں کہتا ہوں کیونکہ میرا سفر اکائی کے ساتھ چند ماہ کا ہے، جنھوں نے یہ کہانی لگاتار پڑھی ہے ان کو

محبتوں بھرا اسلام اور ”عشنا کوثر سردار“ صاحبہ کے لیے بہت دعائیں قسط نمبر چونتیس بھی بہترین رہی۔ ”دھنک رنگ“ رنگوں سے لپٹی بہترین پرسوز کہانی نے بہت متاثر کیا منظر نگاری خوب کی گئی، بشیر اور زرینہ کے کرداروں نے بہت متاثر کیا واقعی کہانی قابل داد اور بہترین تھی ”صبا عائشل“ صاحبہ کے لیے بہت دعائیں اور ڈھیروں داد اللہ زور قلم زیادہ کرے۔ ”بیاض دل“ میں فریدہ جاوید فری، فائزہ شاہ، فائزہ بھٹی، نورین انجم اعوان، ارم کمال، سعدیہ سعدی سمیت تمام بہنوں کے اشعار قابل داد اور بہترین تھے سب کے لیے بہت داد۔ ”ڈش مقابلہ“ میں آلو اور مٹر کے رول ثنا جاوید صاحبہ، کریمی فروٹ چاٹ فائزہ بھٹی صاحبہ اور بوٹی اسٹک شہزادی فرخندہ کی ریسپیز بہت پسند آئیں۔ ان شاء اللہ اس دفعہ عید پہ گھر گیا تو ضرور افطار کے لیے کچھ بناؤں گا کیونکہ فی الحال تو ہم لاہور ہیں اور کچھ کر نہیں سکتے سوائے بہنوں کو داد دینے کے۔ ”نیرنگ خیال“ میں رحمان ہے وہ کوثر خالد صاحبہ کی حمد اور ماہ صیام آگیا انیلا طالب صاحبہ کا کلام رمضان کے حوالے سے قابل داد تھا بقایا شاعری میں تم اور میں منزہ حیدر صاحبہ، یادوں کے چاند یاسمین کنول صاحبہ سمیت سب کی شاعری کے لیے ڈھیروں داد اور بہت ساری دعائیں اس کے علاوہ میری شاعری شامل کرنے پر ایمان وقار آپی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ”دوست کا پیغام آئے“ میں دوستوں کی محبت اور بہنوں کا ایک دوسرے سے پیار قابل داد اور بہترین پڑھنے کو ملتا ہے ہر دفعہ اس دفعہ جن بہنوں نے مجھے یاد کیا ان سب کا شکر گزار ہوں۔ اس کے علاوہ آپ سب بہنوں سے معذرت کے ساتھ کچھ اپنی مصروفیات کی وجہ سے ہوسکتا ہے میں آنچل میں دوبارہ نہ لکھ پاؤں اس کے لیے آپ سب کو میری کوئی بات بری لگی ہو اس کے لیے معذرت آپ سب بہنوں کی محبت میرے باعث فخر ہے۔ ”یادگار لمحے“ میں جاہلیت سحر اسامہ صاحبہ کا پیرہ گراف متاثر کن تھا اس کے علاوہ عثمان عبداللہ، ارم کمال، فریدہ فری ان سمیت سب کے اسباق بہترین اور قابل داد تھے۔ سلسلہ آئینہ میں شہلا عامر کے سلام کا جواب دیا اور ان سے اجازت لے کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھیں طیبہ ملک آپی کے تبصرے کو پڑھنا شروع کیا اچھا لیکچر دیا آپ نے میرا تبصرے کو پسند کرنے کا شکریہ سسٹر۔ ارم کمال آپی نے ہمیشہ کی طرح اچھا تبصرہ کیا مائرہ ملک آپی اور میں رشتے دار نہیں ہیں آپی ان کے ساتھ بھی وہی رشتہ ہے جو آپ کے ساتھ اور بقایا تمام بہنوں کے ساتھ ہے۔ واہ جی واہ ماشاء اللہ وعلیکم السلام شانزہ پرویز شانو آپی ویلکم بیک آپ کو اللہ تعالیٰ صحت دی۔ خوشی ہوئی آپ کا تبصرہ ایک بار پھر دیکھ کر۔ سنبل ملک آپی کو پہلی بار آئینہ کی محفل میں شرکت کرنے پر خیر مقدم کہتے ہیں ویسے آنچل میں لگتا ہے سارے ملک ہی اکٹھے ہو رہے ہیں خیر ہی ہو اللہ کرے۔ میرا تبصرہ لگتا پسند نہیں آیا آپ کو سنبل آپی۔ خیر آپ کا تبصرہ شاندار تھا۔ ایمن غفور آپی یاد رکھنے کے لیے شکریہ تبصرہ جاندار تھا آپ کا بس ہنسا تھوڑا کم کریں نظر لگ جائے گی آپ کو۔ باقی بہنوں میں عائشہ شکیل، گلشن چوہدری گل، صائمہ مشتاق، رمشا آصف، وشی ملک، ارم آصف، عروشمہ خان، عیش سمیع، مسز فرخندہ ان سب کے سب کے تبصرے شاندار اور لاجواب تھے، عروشمہ خان کو پہلی دفعہ شامل ہونے ہر پر خیر مقدم کہتے ہیں۔ شہلا عامر آپی نے گلہ کیا کہ کہانیاں پڑھ کہ تبصرہ کروں آپی پڑھتا ہر ماہ ہی ہوں بس کہانیوں پہ لکھنے کو دل نہیں کرتا۔ اس دفعہ ضرور بتائیے گا میرا تبصرہ کیسا لگا آپ کو آخر میں ”ہم سے پوچھیے“ سلسلہ پڑھا اور آنچل سمیٹ دیا کیونکہ سحری کر کے بعد سے بیٹھا دن کے دس بج گئے ہیں آنچل ختم کیا اور ساتھ تبصرہ بھی لکھ لیا۔ اجازت دیں اللہ حافظ۔

☆ بھائی یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ کے آخری بار شرکت کر رہا ہوں کیوں؟

جنید علی...... ملتان۔ السلام علیکم! آنچل ڈائجسٹ ریڈرز امید کرتا ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ آنچل کے آفیشل گروپ کے تھرو فرسٹ ٹائم کسی ڈائجسٹ میں تبصرہ ہے۔ اس سے پہلے صائمہ آپی کی اسٹوری پر تبصرہ کیا تھا اور ناقابل یقین بات کہ انعامی سلسلے میں میرا بھی نام آیا۔ آنچل کا آفیشل گروپ بہت دلچسپ اور معلوماتی ہے خاص بات کہ میں سمجھتا ہوں ایسی ادبی سرگرمیاں ہماری قومی زبان اردو کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ڈائجسٹ ناول ریڈنگ کا

شوق اپنے والدین سے پایا۔ میرے والد جاوید علی جاسوسی و سسپنس کے پرانے قاری ہیں اور والدہ فہمیدہ جاوید سے تو آپ واقف ہی ہوں گے۔ پیارے دوست جناب ظہیر اور اللہ رکھا جو ادبی سرگرمیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان دونوں سے آنچل گروپ کے ذریعے وابستگی ہوئی۔ سرورق پر دوشیزہ رمضان المبارک کے تقدس کا خیال رکھتے ہوئے براجمان تھیں۔ ام ایمان کی اسٹوری میں اجمل کا کردار اچھا ہے۔ عبدالمعیز کی حالت پر ترس آتا ہے۔ عشنا آپی کے ناول کی بہت ساری قسطیں میں نے نہیں پڑھی تو ناول سمجھ نہیں آیا۔ صباء آپی کا افسانہ سب سے زیادہ پسند آیا۔ صباء آپی تو کچھ سال پہلے ہمیں ہمارے بچپن میں لے گئی تھیں۔ ہم بہن بھائی بھی بچپن میں ہاتھ پر ٹھپا لگواتے تھے اور گلی میں سائیکل پر آدمی آتا تھا۔ بہت پسند آیا یہ افسانہ ہاں اب بچوں کے شوق بدل گئے ہیں مگر سچ کہوں تو میرے چھوٹے بھائی کے شوق میں بھی ریڈنگ شامل ہے اور سب سے چھوٹا آیان تو بکس کے پیجز نمبر ہی پڑھتا ہے کہ بہت چھوٹا ہے۔ نگہت سیما آنٹی کا ناول دلچسپ ہے ڈاکٹر عفان کا نیچر پسند آیا۔ حنا بشریٰ جی کا افسانہ تو خواتین پر تھا۔ ”نصیبوں والی“ افسانہ مجھے سمجھ نہیں آیا۔ ندا حسین کی نظم بچپن، ظہیر بروکی نظم اور ستریا کمین کی غزل دلچسپ تھی۔ خط میں ظہیر اتنا ڈیٹیل سے کیسے تبصرہ کرتے ہو ہمیں بھی بتاؤ۔ ”یادگار لمحے“ میں تمام نے اصلاحی قابل تعریف مواد ارسال کیا۔ انٹرویوز میں ریڈرز نے اچھے جواب دیے۔ ہاں آپ سب سے ریکویسٹ ہے مجھے بھی دعا میں یاد رکھیں کے میں جس فیلڈ میں تعلیم حاصل کر رہا ہوں یعنی لیکچرار ٹیچنگ میں ان ایجوکیشن۔ اللہ پاک مجھے اور سب کو کامیابی دے۔ فرسٹ ٹائم تبصرہ کیا ہے کوئی خامی ہو تو درگزر کیجیے۔ نئے افق پبلکیشنز کے ڈائجسٹ رائٹرز کے ساتھ اسی طرح اصلاحی و معلوماتی مواد پبلش کرتے رہیں آمین۔

☆بھائی! آپ کو پہلی بار شرکت پر خوش آمدید اور انعام ملنے پر مبارک باد۔

جویریہ عزیز...... نامعلوم۔ مجھے ہر بار بہت شوق ہوتا کہ میں تبصرہ کیا کروں مگر قسمت گاؤں میں ہونے کی وجہ سے شمارہ تاخیر سے موصول ہوتا تھا مگر اس بار میں نے بھی ٹھان لی تھی کہ ضرور کروں گی تو، ہمت مرداں مدد خدا بھائی نے لاہور سے عید کی چھٹیوں کے لیے آنا تھا اور میں ضد کی اور شمارہ منگوالیا۔ آنچل سے میرا تعلق پانچ سال پرانا ہے جب ٹوٹا ہوا تارا ناول پڑھا حالانکہ تب وہ ناول ختم ہو رہا تھا مگر اس نے مجھے آنچل سے جوڑ دیا۔ آنچل کے ملتے ہی فوراً میں نے کھول کر ”در جواب آں“ کھولا کیوں کہ میرا افسانہ پہنچا دیا گیا تھا مگر وہ شاید جون کے شمارہ میں پتا چلے (مجھے بعد میں پتا چلا کہ کہانی چالیس دن بعد پڑھی جاتی) خیر اپنا سامنہ لے کر اگلے ماہ کے انتظار میں لٹک گی۔ ”حمد و نعت“ مجھے بہت پسند آئی اور میں وقت ملتے ہی اسے اپنی ڈائری میں ضرور لکھوں گی پھر بڑھے عشنا آپی کے ناول کی طرف مگر جلدی جلدی میں کچھ سمجھ نہیں آئی اس لیے اسے دوبارہ پڑھوں گی کیوں کہ رمضان المبارک کی وجہ سے باقی کے شمارے کو پڑھ نہیں پائی اسی لیے تبصرہ نہیں کر رہی۔ یہ میرا تقریباً پہلا تبصرہ ہے جس کی وجہ سے مجھے نہیں پتہ کہ سہی کیا کہ غلط سو معافی شافی دیں اور امید کرتی ہوں سب ٹھیک ٹھاک ہوں گے اور آن لائن کلاس میں بور ضرور ہوتے ہوں گے دعاؤں میں یاد رکھیں ایس او پیز کا خیال رکھیں اور گھر میں رہیں تاکہ آپ اور آپ کی فیملی محفوظ رہے۔ فی امان اللہ۔

☆اب اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی ہر مرض و بیماری سے بچائے رکھے اور خاص کر اس وبا سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے اور ہمیں ہمیشہ صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا رہے آمین۔



ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

ام عائشہ...... واہ کینٹ

سوال: آپی میرا بھائی اصطبل بیچ کر سوتا ہے اور سحری میں اٹھنے کا نام نہیں لیتا کوئی آسان حل بتائیں اسے جگانے کا؟

جواب: اسے کہو بھائی تمہارے گدھے گھوڑے سب بک گئے ہیں اب تو اٹھ جاؤ۔

سوال: پیا گئے رنگون وہاں سے کیا ہے ٹیلی فون بھلا کیا کہنے کے لیے بتائیں بھلا؟

جواب: شیطان کی خالہ کو عید مبارک ہو۔

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

سوال: سانپ کو قابو کرنے کے لیے بین بجائی جاتی ہے آپ کو قابو کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ہماری چھوڑیے تم اپنے میاں جی کو قابو میں کرو بس۔

سوال: کرسی پر بیٹھے بیٹھے اسمارٹ رہنے کا راز تو افشا کردیں۔

جواب: میری اسمارٹنس کو نظر مت لگائیں یہ بتاؤ کہ آپ روز بروز اتنی موٹی کیوں ہوتی جارہی ہو؟

سوال: میری دوسری مرتبہ آمد پر آپ کا چہرہ بڑا روشن ہوگیا ہے۔

جواب: خوش فہمی تو ملاحظہ کیجیے ذرا اپنی۔

سوال: سلسلے یہ باتوں کے نہ چھوڑیے گا...... نہ چھوڑیے گا۔

جواب: مگر تم یوں لمبی لمبی نہ چھوڑو تو سوچا جاسکتا ہے۔

سعدیہ رمضان سعدی...... صادق آباد

سوال: شمائل آپا ہماری نویں کلاس کو ہر وقت ہنسی کے دورے کیوں پڑتے رہتے ہیں؟

جواب: آخر ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار جو پیش کرنا ہوتا ہے۔

سوال: آپا ہمارے خوش رہنے سے کچھ لوگ جلتے کیوں ہیں؟

جواب: جلتے کو جلاؤ تاکہ ان کا منہ بھی کالا ہوجائے۔

سوال: ہمارے پپی ٹوئے کو اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں۔

جواب: سدا ہنستے مسکراتے رہو اپے خرچے پر۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

سوال: میرے میاں جانی کہتے ہیں کہ میری سالگرہ پر خوب بھاری سا گفٹ دینا آپ ہی مشورہ دے دیں کیا دوں؟

جواب: ایک عدد بھاری سا پتھر دے دو تاکہ وہ اپنی عقل پر دے ماریں اور انہیں کچھ عقل آجائے۔

سوال: آخر میں ایسا کیا کروں کہ میرے میاں جانی مجھ سے خوش رہیں؟

جواب: تم ہر مہینے شاپنگ کے نام پر ان سے پیسے بٹورنا چھوڑ دو پھر دیکھو ہر رات شب برات اور ہر دن عید ہوگا۔

عائشہ پرویز...... کراچی

سوال: آپی جی عید مبارک میری عیدی کہاں ہے؟

جواب: خیر مبارک اور ہاں تمہاری عیدی تمہارے میاں جی کے پاس ہوگی ضرور لے لینا ورنہ۔

سوال: آپی جی رمضان کا مہینہ آیا اور اب عید کا دن بھی آیا ہی چاہتا ہے میرا گفٹ کہاں ہے ہی ہی ہی؟

جواب: گفٹ کے علاوہ اور بھی بہت کچھ لایا ہے، عید مبارک۔

سوال: آپی جی گھر میں آنے والے مہمانوں پر زیادہ پیار آتا ہے یا گھر سے واپس جانے والوں پر؟

جواب: پہلے یہ بتاؤ کہ یہ مہمان تمہارے میکے والے ہیں یا سسرال والے؟

سوال: ساون کی بھیگی راتوں میں؟

جواب: تم جھولا جھولو باغوں میں۔

شیریں گل...... ٹمن

سوال: آپی میرے سوالوں کے جواب کوئی نہیں دیتا سب کہتے ہیں الٹے سیدھے سوالات مت کیا کرو اور میری فرینڈز ہنستی ہیں؟

جواب: لیکن تم کسی کی نصیحت پر کان نہیں دھرتی ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتی ہو۔ اس کو کہتے ہیں جمہوریت۔

سوال: شعر کا جواب شعر میں دیں لگتا نہیں ہے دل میرا آج کل کہیں بھی؟

جواب: لوڈشیڈنگ اور گرمی سے بے حال عوام کا یہی حال ہے پریشان مت ہو۔

نلعید چوہدری...... احسان پور

سوال: آپو آپ اپنی محفل میں زبردستی گھسنے والوں کو کیا سزا دیتی ہیں؟

جواب: کان پکڑوا کر مرغا نہیں مرغی بنا دیتے ہیں۔ چلو بن جاؤ فوراً۔

سوال: اگر آنسو اور غصہ بیک وقت آئیں تو آنسوؤں کو پہلے پینا چاہیے یا غصے کو؟

جواب: روزہ رکھ لیتی تو کچھ پینا نہ پڑتا۔

سوال: آم گرمیوں میں کیوں ہوتے ہیں انہیں سردیوں میں ہونا چاہیے کیوں آپی؟

جواب: اب آم اس قدر بھی عام نہیں ہوئے کہ ہر خاص و عام کے لیے ہر موسم میں عام ہو جائیں۔

امرینہ خان امبر...... حلصل پور

سوال: پہلی بار آپ کی محفل میں آئی ہوں جگہ ملے گی یا یہیں سے واپسی کی راہ ہولوں؟

جواب: جگہ مل جائے تو ٹھیک ورنہ دائیں ہاتھ پر دروازہ ہے اور ذرا سا بائیں ہاتھ پر مڑ کر راستہ۔

سوال: آپی انسان اپنے فائدے کے لیے اتنا خود غرض کیوں ہو جاتا ہے کہ ہر رشتے کی پہچان مٹ جاتی ہے؟

جواب: کیونکہ اس کا فائدہ دیکھ کر دوسرے رشتے اس کو پہچاننے لگتے ہیں۔

سوال: مجھے چاند بہت اچھا لگتا ہے وہ مجھ سے ہزاروں باتیں کرتا ہے کبھی آپ نے چاند کی باتیں سنیں؟

جواب: نہیں بھئی آپ کے چندا ماما کی باتیں بھلا ہم کیوں سنیں۔

سوال: اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت دیں پھر ملیں گے، اللہ حافظ۔

جواب: سدا خوش رہو اپنی ساس کے ساتھ۔

بی کنول خان...... موسی خیل

[illegible]

س: اللہ خالہ آپ کتنی کنجوس ہیں ہماری عیدی تو دیں۔

ج: فرعون کے زمانے کی ہو اور مجھے خالہ کہہ کر اپنی عمر چھپا رہی ہو۔

س: خالہ ہمیں ایک بات کی سمجھ نہیں آتی۔ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا کیوں کہتے ہیں۔

ج: یہ تم بتاؤ۔ اس مثال پر تم پوری اترتی ہو ہمیشہ سے۔

س: اجازت چاہتی ہوں اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں۔

ج: خوش رہو اور جلد از جلد پیا دیس سدھارو۔

نورین انجم...... کراچی

س: اگر دل میں چور ہو تو کیا کیا جائے؟

ج: ابا کے کان میں کمپلین کرنی چاہیے۔

س: میں آپ سے ناراض ہوں بتایئے بھلا کیوں؟

ج: تمہاری امی سے عیدی لے کر جو نہیں دی۔

س: میں جب ہنستی ہوں تو میری آنکھ سے آنسو کیوں نکل آتے ہیں۔

ج: تمہارے اپنے دانت ہیں نہیں اس لیے دوسروں کے دانت دیکھ کر دکھی ہو جاتی ہو گی۔

س: نورین انجم آئی ہے جلدی سے خاطر داری کریں؟

ج: خاطر تمہاری امی لے گئیں اور داری تم خود گھر جا کر کرنا۔

اریبہ افضل...... گوجرانوالہ

س: شمائلہ کاشف جی کیسی ہیں؟

ج: بہت اچھی تمہیں عقل کی کچی۔

س: ایک اسٹوڈنٹ کی لائف میں سب سے پیارا دن؟

ج: چھٹی کا۔

س: مصرعہ مکمل کریں۔ "حال دل ہم بھی سناتے لیکن؟

ج: اگر لائٹ چلی نا جاتی۔

س: دل لگا کے لگن کے ساتھ جھوٹ کب بولا جاتا ہے؟

ج: جب امتحان میں سپلی آتی ہے۔

ارم کمال...... فیصل آباد

س: شمائلہ جانو یہ یادیں حسین تو بہت ہوتی ہیں مگر اداس کیوں کر دیتی ہیں؟

[illegible]

س: دل کی دل ہی میں رہ جائے تو دل بے چارہ کیا کرے دل

[illegible]

جواب: لوڈشیڈنگ اور گرمی سے بے حال عوام کا یہی حال ہے پریشان مت ہو۔

نلعید چوہدری...... احسان پور

سوال: آپو آپ اپنی محفل میں زبردستی گھسنے والوں کو کیا سزا دیتی ہیں؟

جواب: کان پکڑوا کر مرغا نہیں مرغی بنا دیتے ہیں۔ چلو بن جاؤ فوراً۔

سوال: اگر آنسو اور غصہ بیک وقت آئیں تو آنسوؤں کو پہلے پینا چاہیے یا غصے کو؟

جواب: روزہ رکھ لیتی تو کچھ پینا نہ پڑتا۔

سوال: آم گرمیوں میں کیوں ہوتے ہیں انہیں سردیوں میں ہونا چاہیے کیوں آپی؟

جواب: اب آم اس قدر بھی عام نہیں ہوئے کہ ہر خاص و عام کے لیے ہر موسم میں عام ہو جائیں۔

امرینہ خان امبر...... حاصل پور

سوال: پہلی بار آپ کی محفل میں آئی ہوں جگہ ملے گی یا یہیں سے واپسی کی راہ ہولوں؟

جواب: جگہ مل جائے تو ٹھیک ورنہ دائیں ہاتھ پر دروازہ ہے اور ذرا سا بائیں ہاتھ پر مڑ کر راستہ۔

سوال: آپی انسان اپنے فائدے کے لیے اتنا خود غرض کیوں ہو جاتا ہے کہ ہر رشتے کی پہچان مٹ جاتی ہے؟

جواب: کیونکہ اس کا فائدہ دیکھ کر دوسرے رشتے اس کو پہچاننے لگتے ہیں۔

سوال: مجھے چاند بہت اچھا لگتا ہے وہ مجھ سے ہزاروں باتیں کرتا ہے کبھی آپ نے چاند کی باتیں سنیں؟

جواب: نہیں بھئی آپ کے چندا ماما کی باتیں بھلا ہم کیوں سنیں۔

سوال: اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت دیں پھر ملیں گے، اللہ حافظ۔

جواب: سدا خوش رہو اپنی ساس کے ساتھ۔

بی کنول خان...... موسی خیل

س: ہیلو شمائلہ خالہ ایک کبوتر اڑتا ہوا ہمارے پاس آیا اور پیغام دیا کہ آپ ہمیں بہت مس کر رہی ہیں واقعی۔

ج: تم اتنی پرانی ہو کہ کبوتر کے لائے پیغام پڑھتی تھیں۔ ہم تو موبائل اور کمپیوٹر کے دور کے ہیں۔ کال یا ای میل کرتے ہیں۔

س: اللہ خالہ آپ کتنی کنجوس ہیں ہماری عیدی تو دیں۔

ج: فرعون کے زمانے کی ہو اور مجھے خالہ کہہ کر اپنی عمر چھپا رہی ہو۔

س: خالہ ہمیں ایک بات کی سمجھ نہیں آتی۔ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا کیوں کہتے ہیں۔

ج: یہ تم بتاؤ۔ اس مثال پر تم پوری اترتی ہو ہمیشہ سے۔

س: اجازت چاہتی ہوں اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں۔

ج: خوش رہو اور جلد از جلد پیا دیس سدھارو۔

نورین انجم...... کراچی

س: اگر دل میں چور ہو تو کیا کیا جائے؟

ج: ابا کے کان میں کمپلین کرنی چاہیے۔

س: میں آپ سے ناراض ہوں بتایئے بھلا کیوں؟

ج: تمہاری امی سے عیدی لے کر جو نہیں دی۔

س: میں جب ہنستی ہوں تو میری آنکھ سے آنسو کیوں نکل آتے ہیں۔

ج: تمہارے اپنے دانت ہیں نہیں اس لیے دوسروں کے دانت دیکھ کر دکھی ہو جاتی ہوگی۔

س: نورین انجم آئی ہے جلدی سے خاطر داری کریں؟

ج: خاطر تمہاری امی لے گئیں اور داری تم خود گھر جا کر کرنا۔

اریبہ افضل...... گوجرانوالہ

س: شمائلہ کاشف جی کیسی ہیں؟

ج: بہت اچھی سمجھیں عقل کی کچی۔

س: ایک اسٹوڈنٹ کی لائف میں سب سے پیارا دن؟

ج: چھٹی کا۔

س: مصرعہ مکمل کریں۔ "حال دل ہم بھی سناتے لیکن؟

ج: اگر لائٹ چلی نہ جاتی۔

س: دل لگا کے لگن کے ساتھ جھوٹ کب بولا جاتا ہے؟

ج: جب امتحان میں سپلی آتی ہے۔

ارم کمال...... فیصل آباد

س:۔ شمائلہ جانو یہ یادیں حسین تو بہت ہوتی ہیں مگر اداس کیوں کر دیتی ہیں؟

ج:۔ کیونکہ ان میں پرانی محبت جو ہوتی ہے۔

س:۔ دل کی دل ہی میں رہ جائے تو دل بے چارہ کس دل سے جا کر رجوع کرے جلدی سے بتا دو؟

ج:۔ پھوپی ساس کے دل سے۔
س:۔ یہ محبت اور پاگل پنے میں کیا فرق ہے تم تو جانتی ہو گی ناں؟
ج:۔ ہاں کیونکہ ابھی ابھی ایک پاگل کو جواب دے رہی ہوں۔
س:۔ جب ہر طرف سے امتحانات کی بارش ہونے لگے تو......؟
ج:۔ میاں کو آگے کرو دوشاداب کے پاس ہو جاؤ۔
س:۔ شمائلہ جی پیار کی قدر کون کرتا ہے؟
ج:۔ جو پیار کرتا ہے۔
س:۔ یہ محبت کرنے والے سائے سے بھی کیوں ڈرتے ہیں کیا تمہیں پتا ہے؟
ج:۔ کیونکہ ان کے اپنے سائے نہیں ہوتے اس لیے۔
س:۔ زندگی کا سب سے سنگین لمحہ کون سا ہوتا ہے سوچ کر بتانا؟
ج:۔ شادی کا لمحہ۔
س:۔ کوکا کولا اور ڈریکولا میں کیا فرق ہوتا ہے۔
ج:۔ بس ذرا سا...... ڈریکولا کوکا کولا نہیں پیتا۔
س:۔ بہو ساس کے ساتھ کب تک رہ سکتی ہے؟
ج:۔ جب تک ساس کو غصہ نہ آجائے۔

ارم آصف...... خانگڑھ

س:۔ اپیا چور کی داڑھی میں تنکا ہوتا ہے چور کی مونچھوں میں کیوں نہیں ہوتا۔
ج:۔ کیونکہ اس کی مونچھ نہیں ہوتیں۔
س:۔ اپیا آپ کی ہر بات سسرال پر جا کر کیوں ختم ہوتی ہے؟
ج:۔ کیونکہ وہاں تم جیسی کاہل کو سیدھا کرنے والی ایک استانی ہوتی ہے۔ جس کو ساس کہتے ہیں۔
س:۔ اپیا میں نے آپ کو اس دن لنڈا بازار میں دیکھا تھا وہاں کیا کر رہی تھیں۔
ج:۔ تمہارے لیے عید کے کپڑے لینے تھے، پسند آئے۔
س:۔ آپی دن کو کبھی کبھی تارے نظر آتے ہیں چاند نظر کیوں نہیں آتا؟
ج:۔ کیونکہ وہ تاروں کو ناچتے ہوئے دیکھتا ہے۔
س:۔ آپی اگر آپ کا نام شمائلہ کاشف کی جگہ ہری مرچ ہوتا تو؟
ج:۔ ابھی تمہارے دماغ کو مرچیں لگتی ہیں اس وقت منہ میں لگتی۔

عائشہ شکیل...... گوجرہ

س: آپی شمائلہ کیسی ہیں آپ...... میرے آنے سے قبل ایسی خاموشی تو نہ تھی؟
ج: چڑیا گھر سے آئی ہتھنی کو دیکھ کر سب خوش ہو رہے ہیں۔
س: آپی کہتے ہیں کہ دل محبت کرتا ہے تو یہ نکھٹو دماغ کیا کرتا ہے؟
ج: سمجھاتا ہے احمقوں کی ملکہ۔
س: آپی اگر بندے کا کسی چیز میں دل نہ لگے تو کیا کرے؟
ج: لحاف لے پڑوسی کا اور لمبی تان کر سو جائے۔
س: اک نہ جانے تو تو ہی نہ جانے......؟
ج: بے شک بندروں کی حرکات کا مجھے کیا اندازہ۔

ملیحہ عباس ملکھی...... کبیر والا

س: جی تو ہم حاضر ہیں، کیسی لگی ہماری فرسٹ انٹری؟
ج: سچ کہوں تو دوبارہ انٹری دو گی۔
س: یقیناً یقیناً تو نے ماری انٹریاں دل میں بجیں گھنٹیاں والی بات ہوئی۔ ہے ناں اپیا جانی۔
ج: فلمی دنیا سے باہر آجائیں آنٹی۔
س: آ بیل مجھے مار...... لو بھلا یہ کیا بات ہوئی......؟
ج: بکرا عید پر اپنا شوق پورا کر لینا کسی بیل کے سامنے کھڑی ہو کر پھر ہمیں بتانا کہ کیا بات ہوئی۔
س: تو اب پھر کیا خیال ہے؟ دوبارہ حاضر ہونے دیں گی یا باہر سے ہی بھگا دیں گی۔
ج: یہ تو جواب دیکھ کر تم بتاؤ۔





ہومیوڈاکٹر شائستہ سرفراز

محمد ارسلان، ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ میری شادی کو 5 سال ہو چکے ہیں، ازدواجی زندگی میں مسائل کا سامنا ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان رہتا ہوں، بڑی امید کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ میرے مسئلے کا مناسب حل بتائیں۔

محترم آپ Staphisagaria 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگوا سکتے ہیں جس کی قیمت 800 روپے ہے ان شاء اللہ بہت افاقہ ہوگا۔

شازیہ بانو، سکھر سے لکھتی ہیں کہ میری ایک سہیلی کے ساتھ ناخوشگوار حادثہ ہو گیا تھا، کچھ مہینے بعد اس کی شادی ہے، اس وجہ سے وہ کافی پریشان ہے۔

محترمہ آپ اپنی سہیلی کے مسئلے کے لیے صبح 10 تا 1 بجے، شام 6 تا 9 بجے کلینک کے فون نمبر یا موبائل نمبر 0320-1299119 پر رابطہ کریں۔

نائلہ ملک، لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرے بالوں کی حالت بہت خراب ہے، مختلف قسم کے شیمپو استعمال کرنے سے بال روکھے اور بے رونق ہو گئے، کسی بھی تقریب میں کھلا چھوڑ کر نہیں جا سکتی، کیونکہ یہ پھول جاتے ہیں، میں چاہتی ہوں کہ میرے بال سیدھے اور سلکی ہو جائیں۔ دوسرا مسئلہ میرے ماتھے اور رخساروں پر بہت زیادہ بال ہیں پہلے یہ ہلکے تھے اب یہ گھنے بھی اور سخت نکل رہے ہیں کوئی ایسی دوا بتائیں کہ بغیر کسی سائیڈ افیکٹ کے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

محترمہ آپ اپنے سر کے بالوں کے لیے Aphrodit Hair Grower اور چہرے کے غیر ضروری بال ختم کرنے کے لیے Aphrodit Hair Inhibitor بذریعہ ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر 0349-4900800 میں پیسے بھیج کر بھی منگوا سکتی ہے۔

عطیہ احمد، ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ عمر 24 سال ہے، چند سالوں سے چہرے پر بھورے تل بننا شروع ہو گئے تھے اب کالے اور سرخ رنگ کے بھی بہت زیادہ بن رہے ہیں، چہرہ بدنما لگنے لگا ہے، تل مسلسل بڑھ رہے ہیں اور پورے جسم پر پھیل گئے ہیں۔ کوئی دوا تجویز کر دیں جس سے یہ ختم ہو جائیں اور دوبارہ نہ ہو۔ دوسرا مسئلہ میری بڑی بہن کا ہے اُن کی رنگت سانولی ہے، ہاتھ، بازوؤں اور پاؤں کی رنگت کالی ہے، 6 ماہ بعد شادی ہے کوئی ایسی دوا بتائیں کہ تمام جسم کی رنگت گوری ہو جائے۔

محترمہ آپ Thuja Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ اس کے علاوہ آپ Blood D/R ٹیسٹ کروا کر اپنی رپورٹ ہمارے کلینک کے ایڈریس پر ارسال کریں اور اپنی بہن کو Judum 1M کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں 15 دن میں ایک بار پلائیں، ان شاء اللہ رنگت کافی بہتر ہو جائے گی۔

کوثر جہاں، راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 30 سال ہے، شادی کو 10 سال ہو چکے ہیں، 5 بچے ہیں، بچوں کی پیدائش کے بعد سے میرے بال کافی ہلکے، روکھے اور بے رونق ہوتے گئے، اب بال اتنے ہلکے ہو گئے ہیں کہ سر کی جلد بھی نمایاں نظر آتی ہے، بال کمزور ہونے کی وجہ سے لمبائی بھی کم ہو گئی ہے، میں چاہتی ہوں کہ بال پہلے کی طرح لمبے، گھنے اور سلکی ہو جائیں۔ دوسرا مسئلہ میری کزن کا ہے جس کی تھوڑی اور اپر لپس پر ہلکے بال تھے، بار بار ویکسنگ کرانے کی وجہ سے بال سخت اور موٹے آنے لگے ہیں، برائے مہربانی کوئی ایسی دوا بتائیں کہ بغیر کسی سائیڈ افیکٹ کے ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائیں اور یہ بھی بتائیں کہ Aphrodite Hair Inhibitor کتنے عرصے استعمال کرنی ہوگی؟

محترمہ آپ اپنے سر کے بالوں کیلئے Aphrodite Hair Grower اور اپنی بہن کے چہرے کے غیر ضروری بال ختم کرنے کیلئے Aphrodit Hair Inhibitor بذریعہ ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر 0349-4900800 میں پیسے بھیج کر بھی منگوا سکتی ہیں، 2،

سے 3 بوتلوں کے استعمال سے ان شاء اللہ غیر ضروری بال نکلنا ہمیشہ کیلئے بند ہوجائیں گے۔

مبشر خان، وہاڑی سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 48 ہے، شادی کو 22 سال ہوگئے ہیں، گزشتہ 10 سال سے ذیابطیس کا مریض ہوں، کچھ سالوں سے ازدواجی زندگی میں مسائل کا سامنا ہے، جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں، بڑی امید کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ میرے مسئلے کا مناسب حل بتائیں۔

محترم آپ Cuprum Met 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگوا سکتے ہیں جس کی قیمت 800 روپے ہے۔ ان شاء اللہ بہت افاقہ ہوگا۔

مبین پریسا، قصور سے لکھتی ہیں کہ میرے مسائل شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ اپنے پہلے مسئلے کے لیے Sepia 30 کے 5 قطرے اور کالے تلوں کے لیے Thuja Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں، بہن کو Mag Phos 6x کی 2 گولیاں دن میں تین مرتبہ کھلائیں۔

بنتِ میاں عبدالمجید، دیپالپور سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر پہلے بال کم تھے ہلکے رواں جیسے تھے، بار بار تھریڈنگ کروانے سے پورا چہرا بالوں سے بھر گیا ہے، اب چہرے پر موٹے اور سخت بال نکل آئے ہیں، ان بالوں کی وجہ سے پورا چہرہ بدنما سا لگتا ہے، ہاتھوں اور پاؤں پر بھی بال ہیں اس کے علاوہ میرے جسم پر بھی بال ہیں ٹانگوں پر بازوؤں پر بھی موٹے موٹے بال ہیں، پلیز میری آپ سے التجا ہے کہ مجھے اس کا کوئی حل بتائیں اور مجھے پیٹ اور کاندھے (شولڈر) بھی کم کرنے کے لیے کچھ بتادیں؟

محترمہ آپ چہرے اور جسم کے غیر ضروری بال ختم کرنے کے لیے Aphrodit Hair Inhibitor کے ساتھ ساتھ Olium Jec 3x کی ایک گولی صبح اور رات استعمال کریں۔ ایفروڈائٹ ہیر انہیبیٹر کی 2 سے 3 بوتلوں کے استعمال سے ان شاء اللہ غیر ضروری بال نکلنا ہمیشہ کیلئے بند ہوجائیں گے اور دوسرے مسئلے کے لیے Phytolacabery Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں، اس کے علاوہ چکنائی اور تیز مرچ مصالحے کے کھانوں سے پرہیز کریں، پانی زیادہ پئیں، روزانہ آدھا گھنٹہ واک لازمی کریں۔

اظہر اقبال، گکرانی سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 28 سال ہے شادی کو 8 سال ہوگئے ہیں میری ایک بیٹی ہے، شادی کے ڈیڑھ سال بعد بیمار ہوگیا تھا پورے جسم سے خون ختم ہوگیا تھا، کافی علاج کروایا، اب کنڈیشن کافی بہتر ہے، مسئلہ یہ ہے کہ میری بیٹی 7 سال کی ہے اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اولاد نہیں دی۔ علاج کے بعد میری کمزوری دور نہیں ہوئی، بہت سستی محسوس کرتا ہوں کوئی بھی کام ٹھیک سے نہیں کرسکتا، ازدواجی زندگی بھی مسائل کا شکار ہوگی ہے، حق زوجیت ادا نہیں کرسکتا، کوئی گرم دوا بھی نہیں کھاسکتا، بہت سے حکیموں سے علاج کروایا مگر کچھ فرق نہیں پڑتا، ہر طرف سے مایوس ہوکر آپ کو خط لکھ رہا ہوں پلیز میرے مسئلے کا کوئی بہتر اور مفید علاج بتائیں، اگر آپ کہیں تو اپنی اور اپنی بیوی کی رپورٹس بھی بھیج سکتا ہوں، کیا میں خاص طلاء استعمال کرسکتا ہوں؟ میرا خط ضرور شائع کیجئے گا جواب کا شدت سے منتظر رہوں گا۔

ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا کلینک
صبح دس تا رات نو بجے
ایڈریس: دکان نمبر نو مدینہ ٹیرس، پلاٹ نمبر SA-1 (ST-15) سیکٹر 14-B نارتھ کراچی 75850
فون نمبر 021-36997059
ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر 0349-4900800 خط لکھنے کا پتا آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں۔
hashim.mirza@aphrodite.com.pk



حنا کے رنگ آنچل کے سنگ

ملیحہ احمد